ہماری نماز

تصنیف لطیف

حضرت علامہ مولانا مفتی محمد خلیل خاں قادری برکاتی قدس سرہ العزیز

فرید بک سٹال (رجسٹرڈ) لاہور

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

وَاَقِیۡمُوا الصَّلٰوۃَ وَلَا تَکُوۡنُوۡا مِنَ الۡمُشۡرِکِیۡنَ

اور نماز قائم رکھو اور مشرکوں میں سے نہ ہو جاؤ

(الرّوم ۳۰/۳۱)

ہماری نماز

(مُبَوَّبہ)

تصنیف لطیف

حضرت علامہ مولانا مفتی محمد خلیل خاں قادری برکاتی قدس سرہ العزیز

اللہ تعالیٰ کے فرائض میں سے نماز ایسا فریضہ ہے جو ہر عاقل و بالغ مرد اور عورت پر فرض ہے، نماز دین کا ستون ہے، نماز ایمان کی علامت ہے، نماز عقیدۂ توحید کے بعد سب سے زیادہ محبوب عبادت ہے لیکن ہمارے ہاں اکثر لوگ نماز پڑھتے ہی نہیں جو پڑھتے ہیں وہ نماز کے مسائل سے واقف نہیں ہوتے، اس کتاب کے مطالعہ سے آپ کو نماز کی اہمیت کا پتا چلے گا اور اس کے ضروری مسائل سے آگاہی ہو گی

ناشر

فرید بک سٹال (رجسٹرڈ) ۳۸۔ اردو بازار لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نام کتاب ❁ ہماری نماز

تصنیف

خلیل ملت مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد خلیل خاں قادری برکاتی مارہروی علیہ الرحمہ

بانی و شیخ الحدیث دارالعلوم احسن البرکات' حیدرآباد

زیر نگرانی

عالمی مبلغ اسلام مفتی اعظم اہل سنت مفتی احمد میاں برکاتی مدظلہ

شیخ الحدیث و رئیس دارالافتاء دارالعلوم احسن البرکات' حیدرآباد

❁ ❁ ❁

طبع باردوم : صفر 1428ھ / فروری 2007ء

مطبع : رومی پبلیکیشنز اینڈ پرنٹرز لاہور

قیمت : /- روپے

فرید بک سٹال ۳۸۔ اردو بازار لاہور

Phone No:092-42-37312173-37123435
Fax No.092-42-37224899
Email:info@faridbookstall.com
Visit us at:www.faridbookstall.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عرضِ حال

پیشِ نظر تالیف ۱۹۵۵ء میں پہلی بار شائع ہوئی۔ علومِ دینیہ سے غفلت ولا پرائی کے باوجود اہلِ اسلام نے اسے ہاتھوں ہاتھ لیا اور دیکھتے دیکھتے اس کے معدودے چند نسخے باقی رہ گئے۔ کتاب کی مانگ کے ساتھ احباب کا یہ اصرار بھی زور پکڑتا گیا کہ اسے اور ضخیم کیا جائے، اس لیے اس ہیچمدان کو بنظرِ خیر خواہیٔ اسلام بمقتضائے اَلدِّیْنُ النُّصْحُ اس اہم خدمت کی جانب متوجہ ہونا پڑا اور یہ کمالِ کرم تھا میرے شیخ حضرت تاج العلماء مولانا السیّد الشاہ آلِ رسول محمد میاں قادری برکاتی قدس سرہ العزیز کا، اور فیضِ اتم تھا میرے استاذِ مکرم حضرت صدر الشریعہ مولانا الشاہ ابوالعلی محمد امجد علی اعظمی قادری برکاتی (مصنف بہارِ شریعت) رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ۲۱۶ صفحہ کی کتاب قلیل مدت میں ۵۶۰ صفحات کے لباس میں آگئی اور ادارہ "دین و دنیا" حیدر آباد نے حسبِ سابق اس کی اشاعت کا ذمہ لیا۔

احباب نے اس سلسلہ میں فقیر کو جن کلماتِ محبت آمیز سے یاد فرمایا ہے، یہ اُن کی علم دوستی کی دلیل ہے اور بزرگانِ دین نے اس فقیر کے حق میں جو دعائیہ کلمات ارشاد فرمائے ہیں، وہ بارگاہِ الوہیت میں شرفِ قبولیت پائیں، تو یہ میری سعادت ہے۔

ناظرین سے التماس ہے کہ اس فقیر کے لیے عفو و عافیتِ دارین اور ایمان و مذہبِ اہلِ سنت پر خاتمہ کی دعا فرمائیں۔

اللّٰھم ثبت قلوبنا علی الایمان و توفنا علی الاسلام وارزقنا شفاعۃ سید الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام۔

العبد محمد خلیل خان القادری البرکاتی عفی عنہ

حیدر آباد (پاکستان)

تقریظ جلیل و تصدیق جمیل (بر طبع اوّل)

وارث الاکابر الاسیاد، بالاستحقاق والانفراد، تاج العلماء، سراج العرفاء، سیّدی وسندی، مرشدی ومولائی مولانا السیّد الشاہ اولادِ رسول محمد میاں القادری البرکاتی المارہروی (قدس سرہٗ العزیز)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی ونسلم علٰی رسولہ الکریم وعلٰی اٰلہٖ و اصحابہٖ ذوی الفضل العظیم والکرم العمیم۔

فقیر حقیر جاروب کش آستانۂ عالیہ قادریہ برکاتیہ قاسمیہ مارہرہ مطہرہ اولادِ رسول محمد میاں قادری غفر اللہ تعالیٰ لہٗ نے اخی فی اللہ ذی المجد والفضل والجاہ مولانا مولوی محمد خلیل خاں صاحب قادری برکاتی مارہروی دامت فضائلہم وکثرت حسناتہم و زادت برکاتہم کا یہ رسالہ فقہیہ مشتمل بر مسائل طہارت و نماز اوّل سے آخر تک دیکھا۔ بحمد اللہ تعالیٰ اسے مسائل صحیحہ و احکام شرعیہ پر مشتمل پایا۔ اللہ عزّ وجل حضرت مولانا دام بالفضائل کی اس سعی کو مشکور اور اس خدمتِ دین کو سببِ اجر موفور فرمائے اور مسلمانوں کو ان مسائل و احکام پر عمل کی توفیق بخشے۔ آمین۔

بجاہ الحبیب الامین علیہ و اصحابہ الصلوٰۃ والسلام الی ابد الابدین۔

فقیر اولادِ رسول محمد میاں قادری برکاتی عفی عنہٗ

خانقاہ برکاتیہ مارہرہ شریف ضلع ایٹہ (یوپی) بھارت

۱۸ جمادی الاخریٰ ۱۳۷۴ھ شنبہ

افسوس کہ یہ آفتاب علم و عرفان، ۱۴ جمادی الاخریٰ ۱۳۷۵ھ کو غروب ہو گیا۔

فانا للہ وانا الیہ راجعون۔ وحسبنا اللہ ونعم الوکیل۔

عرضِ ناشر

انسان جو بظاہر اُٹھتا بیٹھتا چلتا پھرتا کھاتا پیتا، زندگی بسر کرتا اور پھر مر جاتا ہے۔ کیا اس کی زندگی کا مقصد اسی قدر ہے؟ اگر یہی ہے تو انسان اور حیوان میں کیا فرق ہے؟ انسان اور حیوان کی کیا پہچان؟ ذی ارادہ اور غیر ذی ارادہ میں کیا امتیاز ہے؟ صاحبِ عقل اور بے عقل میں کیا تمیز ہے؟ اللہ تبارک و تعالیٰ جل شانہٗ کا ارشادِ پاک ہے:

اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰکُمْ عَبَثًا۔ (پ ۱۸۔ ع ۶) کیا تم گمان کرتے ہو کہ ہم نے تمہیں بیکار و عبث پیدا فرمایا۔

انسان کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے عبث و بیکار پیدا نہیں فرمایا، بلکہ کل کائنات اس کے لیے ہے اور یہ خداوندِ قدوس کے لیے ہے۔ قرآن حکیم میں ارشادِ ربانی ہے:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنَ ۝ اور میں نے جن اور انسان اس لیے پیدا کیے کہ وہ بندگی کریں۔

اس آیۂ مقدسہ کے مطابق انسان کی زندگی کا مقصد صرف کھانا پینا نہیں۔ اس لیے کہ یہ کام تو حیوان بھی کرتے ہیں۔ انسان کی زندگی کا مقصد یہ ہے کہ وہ اپنے خالق و مالک اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے۔ اسلام نے عبادت کے مفہوم کو بڑی وسعت کے ساتھ بیان کیا ہے۔ جن کاموں کو انسان بالکل دنیاداری تصور کرتا ہے۔ اگر ان امور کو رضائے الٰہی کے مطابق کیا جائے، تو وہی عبادت بن جاتے ہیں۔ پھر جملہ عبادات میں نماز کو امتیازی شان حاصل ہے۔ حج زندگی میں ایک مرتبہ صاحبِ استطاعت پر فرض ہے۔ زکوٰۃ سال میں صاحبِ نصاب کو ادا کرنا ہوتی ہے۔ رمضان شریف گیارہ ماہ بعد آتا ہے۔ مگر نماز وہ عبادت ہے جو کہ ایک ہی دن میں پانچ مرتبہ ادا کرنا ہوتی ہے۔ یہی وہ عبادت ہے جو ہر مسلمان عاقل بالغ خواہ امیر ہو یا غریب، پیر ہو یا صغیر، مفلس ہو یا اسیر، عربی ہو یا عجمی، کالا ہو یا گورا، جوان ہو یا بوڑھا، بیمار ہو یا تندرست، شاہ ہو یا گدا، مریض ہو یا حکیم، مسافر ہو یا مقیم، سب پر فرض ہے۔ یہی وہ عبادت ہے جس کے متعلق تاجدارِ انبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشادِ پاک ہے:

اِنَّ اَوَّلَ مَا یُحَاسَبُ بِہِ الْعَبْدُ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ صَلٰوتُہٗ (نسائی ص۵۵) — قیامت کے روز سب سے پہلے بندے کا حساب نماز سے شروع ہوگا۔

روزِ محشر کہ جاں گداز بود — اوّلیں پرسش نماز بود

نماز ہی وہ عبادت ہے جس کا حساب روزِ محشر سب سے پہلے ہوگا۔

نماز ہی وہ عبادت ہے جو گناہوں سے بچنے کے لیے ڈھال ہے۔

نماز ہی وہ عبادت ہے جس کے کرنے والے کو روحانی اور جسمانی پاکیزگی حاصل ہو جاتی ہے۔

نماز ہی پیامِ نفاست و طہارت ہے اور نجات و مغفرت ہے۔

نماز ہی تاجدارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔

نماز مومن کی معراج ہے، نماز دین کا ستون ہے۔

مگر کتنے افسوس کا مقام ہے کہ آج اکثر مسلمانوں نے اس مقدس فریضہ کو چھوڑ دیا ہے اور جو اس فریضہ کو ادا کرتے ہیں، ان میں بھی اکثریت ایسے لوگوں کی ہے جو نماز تو پڑھتے ہیں، لیکن نماز کے فرائض اور واجبات، سنن و مستحبات سے لاعلمی کے سبب ایسی غلطیاں کرتے ہیں کہ نمازی ہونے کے باوجود ان کا نام بے نمازوں میں لکھا جاتا ہے۔ سجدہ ریز ہونے کے باوجود لذتِ سجود سے محروم ہیں۔

حضرت مولانا علامہ مفتی محمد خلیل احمد صاحب دامت برکاتہم العالیہ نے نمازیوں کی صحیح رہنمائی کرتے ہوئے یہ کتاب "ہماری نماز" تصنیف فرمائی۔ جس میں سلیس اُردو زبان میں مسائلِ نماز کو بڑے احسن انداز میں بیان فرمایا ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے محبوب حضور تاجدارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے وسیلہ جلیلہ سے ہمیں اس کتاب کو شائع کرنے کی توفیق بخشی۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کی بارگاہ میں دُعا ہے کہ وہ ہماری اس سعیِ جمیل کو شرفِ قبولیت عطا فرمائے۔ آمین بحرمت سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ اجمعین۔

دُعاگو

سید اعجاز احمد

مالک فرید بک سٹال۔ لاہور

فہرست مضامین

ہماری نماز کی بارگاہِ نبوی میں مقبولیت	۳
عرض حال	۴
تقریظ	۵
عرضِ ناشر	۶
دیباچۂ طبع اول	۱۷
حمد و نعت	۲۱
ایمان	۲۲
عبادات و معاملات	۲۷
ضروری اصطلاحات	۲۹
قابلِ حفظ فائدے	۳۳
بندہ اور بندگی	۳۵
شکریہ احسانات و شکر انعامات	۳۸
نماز کے برکات و فضائل	۴۸
فضائل نماز میں کچھ اور احادیث	۵۳
لطائفِ نکات	۵۴
نمازِ پنجگانہ	۵۹
امت کے فضائل	۶۱
تارک صلوٰۃ کو وعیدیں	۶۳
بے نمازوں کے لیے عبرت	۶۶
تارک نماز و کفر و اسلام	۶۸
افادۂ نفیسہ	۷۰
عابدوں میں ہر قسم کے لوگ ہیں	۷۰
وعدوں اور وعیدوں سے شرع کا مقصود کیا ہے؟	۷۲
اسلام باہمی اتفاق سکھاتا ہے	۷۳
موعظۃ المتقین	۸۴
قندِ مکرر	۸۷

کتاب الطہارت	۸۹
طہارت کا اسلامی نظام	۹۱
تنبیہ	۹۴
طہارت و پاکیزگی	۹۵
اقسامِ طہارت	۹۸
استنجے کے مسائل و آداب	۱۰۰
وضو کا بیان	
فضائلِ وضو میں چند احادیث	۱۰۴
امامِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کشف	۱۰۵
فائدہ	
گناہوں کا علاج	۱۰۷
مسواک کے فضائل	۱۰۹
مسواک کے دنیاوی فائدے اور دینی برکتیں	۱۱۳
مسواک کے مسائل	۱۱۴
فائدۂ نفیسہ	۱۱۶
وضو کے متفرق مسائل	۱۱۷
وضو کے فرائض	۱۱۸
وضو کے متفرق مسائل	۱۲۱
وضو کا صحیح اور مسنون طریقہ	۱۲۴
وضو کے کچھ اور مستحبات اور سنتیں	۱۲۷
وضو کی دُعائیں	۱۲۸
ایک نفیس نکتہ	۱۳۰
وضو توڑنے والی چیزوں کا بیان	۱۳۲
وہ صورتیں جن میں وضو نہیں جاتا	۱۳۳
متفرق مسائل	۱۳۴
مسئلۂ ضروریہ	۱۳۵
فوائدِ جلیلہ	۱۳۵
غسل کا بیان	۱۳۸

احادیثِ شریفہ	۱۳۸
غسل کی حقیقت	۱۳۹
غسل کی سنتیں	۱۴۲
غسل کے متفرق مسائل	۱۴۳
غسل کن چیزوں سے فرض ہوتا ہے	۱۴۶
معذور کے مسائل	۱۴۹
پانی کا بیان	۱۵۱
مسائل متفرقہ	۱۵۳
فائدہ نفیسہ واجب الحفظ	۱۵۶
کنوئیں کا بیان	۱۵۸
مسائل متفرقہ	۱۶۱
جھوٹے پانی کا بیان	۱۶۳
تیمم کا بیان	۱۶۴
احادیثِ کریمہ کا بیان	۱۶۴
فائدہ جلیلہ	۱۶۵
تیمم کے مسائل	۱۶۶
افادات رضویہ	۱۶۸
تیمم کے فرائض	۱۷۰
تیمم کا طریقہ	۱۷۲
فائدۃ جلیلہ	۱۷۲
وہ چیزیں جن سے تیمم جائز ہے	۱۷۴
وہ بعض اشیاء جن سے تیمم صحیح نہیں	۱۷۵
مسائل متفرقہ	۱۷۶
تیمم توڑنے والی چیزوں کا بیان	۱۷۸
تشریحی مسائل	۱۷۸
موزوں پر مسح کا بیان	۱۸۰
چند مسائل متفرقہ	۱۸۱
وہ چیزیں جن سے مسح ٹوٹ جاتا ہے	۱۸۴

متفرق مسائل	۱۸۴
اعضائے وضو پر مسح کے مسائل	۱۸۶
نجاست کے احکام	۱۸۷
نجاستِ غلیظہ وخفیفہ	۱۸۸
متفرق مسائلِ ضروریہ	۱۸۹
نجاست دور کرنے کا طریقہ	۱۹۰
یاددہانی	۱۹۲
کتاب الصلوٰۃ	۱۹۶
اوقاتِ نماز	۱۹۹
تعیینِ اوقات کے اسرار	۲۰۲
آیاتِ قرآنیہ	۲۰۷
احادیث وآثارِ کریمہ	۲۰۹
اوقاتِ نماز کی حد بندی	۲۱۴
اجمالی اشارے	۲۱۵
وقتِ فجر	۲۱۵
وقتِ ظہر	۲۱۶
وقتِ عصر	۲۱۷
فائدۂ جلیلہ	۲۱۸
وقتِ مغرب	۲۲۰
وقتِ عشاء ووتر	۲۲۰
اوقاتِ مستحبہ	۲۲۱
مسائلِ متفرقہ	۲۲۳
اوقاتِ مکروہہ	۲۲۴
مسائلِ متعلقہ	۲۲۶
اوقاتِ ممنوعہ نفل	۲۲۷
جمع بین الصلوٰتین	۲۲۸
اذان واقامت	۲۳۰
بعض احادیثِ کریمہ	۲۳۱

احادیث کریمہ ۲۳۳
کلمات اذان پر ایک نظر ۲۳۵
مسائل متعلقہ ۲۳۶
مسئلہ تقبیل ابہامین ۲۴۰
قبر پر اذان کی بحث ۲۴۳
تثویب، کا بیان ۲۴۷
مسئلہ ضروریہ ۲۴۹
شروط، ارکان اور مکملات ۲۴۹
نماز کی شرطوں کا بیان ۲۵۱
ستر عورت ۲۵۳
لطیفہ ۲۵۷
یا للعجب ۲۵۸
مسائل متعلقہ ۲۶۰
تنبیہات ۲۶۲
استقبال قبلہ ۲۶۳
مسائل متعلقہ ۲۶۶
وقت ۲۶۸
تنبیہات ۲۶۸
مسائل متعلقہ ۲۷۴
نیت یوں کرنا چاہیے ۲۷۷
تکبیر تحریمہ ۲۷۷
مسائل متعلقہ ۲۷۸
فرائض نماز ۲۷۹
فرضوں کا بیان ۲۸۲
مسائل متعلقہ ۲۸۲
دوسرا فرض قیام ۲۸۴
مسائل متعلقہ ۲۸۴
تنبیہ ضروری ۲۸۵

تیسرا فرض قرأتِ قرآن	۲۸۷
احادیثِ کریمہ	۲۸۹
ایک علمی لطیفہ	۲۹۰
مناقب حضرت امامِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۲۹۲
مسلمانو! انصاف	۲۹۴
مسائلِ متعلقہ	۲۹۵
تنبیہات	۲۹۹
چند مسائل قرأت بیرونِ نماز	۳۰۱
آمین بالجہر کی بحث	۳۰۲
مسائلِ متعلقہ	۳۰۶
فرض چہارم	۳۰۷
مسائلِ متعلقہ	۳۰۷
فرض پنجم (سجود)	۳۰۹
مسائلِ متعلقہ	۳۱۰
فرض ششم (قعدہ اخیرہ)	۳۱۳
مسائلِ متعلقہ	۳۱۳
فرض ہفتم خروج بصُنعِہٖ	۳۱۴
مسائلِ متعلقہ	۳۱۵
واجباتِ نماز	۳۱۶
مسائلِ متعلقہ	۳۱۸
نماز کی سنتیں	۳۱۹
مسائلِ متعلقہ	۳۲۲
نماز میں لاؤڈ سپیکر کے استعمال کا شرعی حکم	۳۲۳
فضائل درود شریف	۳۲۶
مجمع کا حکم	۳۲۸
ایک نفیس اور جامع حدیث	۳۲۹
فائدہ نفیسہ	۳۲۹

درود شریف کب اور کتنا پڑھا جاتے	۳۳۰
مسئلہ ضروریہ	۳۳۱
بقیہ مسائل متعلقہ	۳۳۱
فائدۂ نفیسہ	۳۳۳
نماز کے مستحبات	۳۳۴
جماہی روکنے کا مجرب طریقہ	۳۳۴
تعدادِ رکعات کا نقشہ	۳۳۵
نماز پڑھنے کا مسنون طریقہ	۳۳۶
نفیس فائدہ	۳۴۰
فائدہ جلیلہ	۳۴۲
نماز کے باطنی آداب	۳۴۴
نماز با جماعت کے باطنی کے بعض مسائل	۳۵۱
نماز با جماعت اور صفِ اوّل	۳۵۳
مسئلہ ضروریہ	۳۵۵
ترکِ جماعت کے اعذار	۳۵۷
جماعتِ ثانیہ	۳۵۸
چند مسائل متعلقہ امامت	۳۶۰
تنبیہ	۳۶۲
امامت پر اجرت	۳۶۴
نماز فاسد کرنے والی چیزوں کا بیان	۳۶۶
مکروہات کا بیان	۳۷۱
فائدۂ نفیسہ	۳۷۴
نماز کے مکروہاتِ تحریمیہ	۳۷۷
نماز کے مکروہاتِ تنزیہیہ	۳۸۰
چند مسائل متعلق احکامِ مسجد	۳۸۲
وتر کا بیان	۳۸۸
مسائلِ فقہیہ	۳۸۹

فائدۂ نفیسہ	۳۹۱
سُنن ونوافل	۳۹۲
سُنن الہدیٰ	۳۹۳
فضائل ومسائل سنّتِ فجر	۳۹۴
مسائل متعلق سنّتِ فجر	۳۹۵
سنّت ظہر کے مسائل	۳۹۷
عصر، مغرب اور عشاء کی سنتوں کے فضائل	۳۹۸
مسائلِ متعلقہ	۳۹۹
الوظیفۃ الکریمۃ	۴۰۱
صبح وشام دونوں وقت	۴۰۲
صرف صبح	۴۰۵
پانچوں نمازوں کے بعد	۴۰۶
نماز صبح وعصر کے بعد	۴۰۷
نماز صبح کے بعد	۴۰۷
نماز مغرب کے بعد	۴۰۸
شب میں	۴۰۸
بعد نماز عشاء	۴۰۸
سوتے وقت	۴۰۹
سوتے سے اٹھ کر	۴۱۰
تنبیہ	۴۱۰
تہجد	۴۱۱
ذکر جہر چہار ضربی	۴۱۱
ذکر خفی	۴۱۲
پاس انفاس	۴۱۳
تصوّرِ شیخ	۴۱۳
تنبیہ	۴۱۴
حرفِ آخر	۴۱۵

"ہماری نماز" کی

بارگاہِ نبوی میں مقبولیت

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے کہ "نبوت گئی' اب میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ ہاں! بشارتیں باقی ہیں۔ اچھا خواب کہ مسلمان دیکھے یا اس کے لیے دیکھا جاتے۔" الحمدللہ کہ اس رسالہ کے زمانہ تصنیف و اشاعت کے دو ایک سال بعد فقیر قادری کے ایک محب صادق اور عقیدتمند مقتدی محمد شفیع خاں صاحب اجمیری نے ایک روز بعد نماز فجر مدرسہ میں تشریف لاکر فرمایا "مفتی صاحب میں نے ایک خواب دیکھا ہے سنانا چاہتا ہوں"۔ فقیر نے درس سے فارغ ہوکر کہا بسم اللہ ارشاد فرمائیں۔ کہنے لگے "کل رات بعد از نماز عشاء میں آپ کی کتاب "ہماری نماز" کا کچھ حصہ حسب معمول مقتدیوں کو سنایا پھر گھر آکر سو گیا کہ کیا دیکھتا ہوں کہ میں مدینہ طیبہ میں گنبدِ خضرا کے سامنے حاضر ہوں کہ اتنے میں میری نظر ایک الماری پر پڑی جس میں قرآن کریم اور دوسری کتابیں نظر آئیں۔ وہاں گیا اور دیکھا کہ انہیں کتابوں میں آپ کی کتاب "ہماری نماز" بھی موجود ہے مسجدِ نبوی میں آپ کی یہ کتاب پاکر مجھے بڑی مسرت ہوئی۔ میں نے بے ساختہ اظہارِ مسرت کرتے ہوئے بحالتِ خواب ہی یہ کہا واہ واہ! مفتی صاحب کی کتاب تو یہاں بھی موجود ہے۔ ابھی میں اس کتاب کو دیکھ ہی رہا تھا کہ اچانک میری آنکھوں کے سامنے ایک اور منظر آگیا۔ میں نے دیکھا کہ مزارِ پُر انوار کے دروازے سے آگے ایک اور پھاٹک نصب ہے۔ میں ادھر بڑھا تو آپ پر نظر پڑی کہ پھاٹک پر پہرہ دے رہے ہیں۔ میں اپنے دل میں بڑا خوش ہوا کہ اب مفتی صاحب کے ذریعے اندر حاضری نصیب ہوسکے گی۔ چنانچہ میں آپ کی طرف آیا اور کہا کہ مفتی صاحب! ذرا پھاٹک کھولیے تاکہ میں اندر جاکر زیارت کرسکوں آپ نے فرمایا بالوجی! (محمد شفیع خاں صاحب مرحوم) اب تو پھاٹک بند ہوچکا ہے، اب تو وقت پر ہی کھولا جائے گا، اس سے پہلے نہیں۔

اور اس کے ساتھ ہی میری آنکھ کھل گئی تو اذانِ فجر ہورہی تھی۔" اس خواب کا مضمون بھی یہی تھا اور کم و بیش الفاظ بھی یہی۔ پھر الفاظ میں فرق ہوسکتا ہے۔ اس واقعہ کو بھی بیس بائیس سال کا عرصہ گزر چکا اور اس خواب کی تعبیر فقیر نے یہی لی کہ اس سگِ بارگاہِ بزرگانِ دین کی طفیل حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی نظرِ عنایت ہے فالحمد للہ وھو ولیہٗ مولائے کریم انہیں کے دینِ متین کی سچی خدمات کی توفیق بخشے اور فقیر کی تمام تالیفات و تصنیفات کو محض اپنے فضل و کرم سے قبول فرماکر اس بندۂ گناہگار کا خاتمہ قرآن و سنت اور مذہب اہل سنت پر فرمائے اور دارین میں نوازے۔ آمین! بجاہ النبی الامی الامین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم۔

العبد مفتی محمد خلیل خاں القادری البرکاتی عفی عنہ

۲۸ محرم الحرام ۱۴۰۰ھ

دیباچہ طبع اوّل

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علیٰ رسولہ الکریم !

امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کے شاگرد رشید عبد اللہ بن مبارک سے کسی نے پوچھا کہ مَنِ النَّاسُ، یعنی آدمی کون ہیں، جواب دیا "علماء"

حضرت امام غزالی فرماتے ہیں جو عالم نہ ہو' امام ابن المبارک نے اسے آدمی نہ گنا' اس لیے کہ انسان اور چوپائے میں علم ہی کا فرق ہے۔ انسان اس سبب سے انسان ہے جس کے باعث اس کا شرف ہے اور اس کا شرف جسمانی طاقت سے نہیں کہ اونٹ اس سے زیادہ طاقتور ہے، نہ بڑے جثے کے سبب سے کہ ہاتھی اس سے جثہ میں بہت بڑا ہے، نہ بہادری کے باعث کہ شیر اس سے زیادہ بہادر ہے، نہ خوراک کی وجہ سے کہ بیل کا پیٹ اس سے کہیں بڑا ہے۔ آدمی تو صرف علم کے لیے بنایا گیا ہے اور علم ہی سے انسان کا شرف ہے۔" انتھیٰ"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: اغد عالماً او متعلماً او مستمعاً او محباً ولا تکن خامساً فتھلک۔ اس حال میں صبح کر کہ تو عالم ہو یا متعلم یا عالم کی باتیں سننے والا یا عالم کا چاہنے والا اور پانچواں نہ ہونا کہ ہلاک ہو جائیگا۔

تو علم شریعت کی حاجت ہر مسلمان کو ایک ایک سانس ایک ایک پل ایک ایک لمحہ پر مرتے دم تک ہے کہ شرع وہ حکم ہے جس کے صولتِ قہر کی تلوار اپنے مخالف و مقابل کو مٹا دیتی ہے اور اسلام کی مضبوط رسیاں اس کی حمایت کی ڈوری پکڑے ہوتے ہیں۔ دونوں جہان کے کام کا مدار فقط شریعت پر ہے اور اس کی ڈوریوں سے دونوں جہان کی منزلیں وابستہ ہیں، یقیناً قطعاً شریعت ہی اصل کار ہے شریعت ہی پر نجات کا

دار و مدار ہے۔ شریعتِ مطہرہ ایک ربانی نور کا فانوس ہے کہ دینی عالم میں اس کے سوا کوئی روشنی نہیں۔

طریقتؒ، معرفتؒ، حقیقتؒ، سب اسی نور کی تجلّیاں ہیں جن کی عمارت اسی بنیاد پر قائم ہے۔ شریعت وہ آفتاب ہے جس کی چمک سے تمام جہان کی تاریکیاں جگمگا اٹھیں، شریعت کی پیروی دونوں جہان کی سعادت بخشتی ہے۔ اللہ عزوجل کی طرف سب سے زیادہ قریب راستہ قانون کی بندگی کو لازم پکڑنا اور شریعت کی گرہ کو تھامے رہنا ہے جو بغیر علم خدا کی عبادت کرے، وہ جتنا سنوارے گا، اس سے زیادہ بگاڑے گا۔

غرض امیر و غریب، مسکین و فقیر، گدا و درویش، آقا و غلام، راعی و رعایا، دنیادار، عبادت گزار، ہر مسلمان، ہر مدعیٔ ایمان، ہر گھڑی ہر آن، اسی کا حاجت مند ہے، بلکہ جو جتنا زیادہ خوش نصیب ہے، شریعت کی جانب اسی قدر اس کی احتیاج زائد و قریب ہے جو جتنا نصیب ور ہے، اتنا ہی اس کا دست نگر ہے۔ دین و دنیا، اولیٰ و آخرت کی ہر ترقی اسی کے دامن سے وابستہ ہے، یہی ذریعۂ نجات ہے، یہی زینۂ کامرانی ہے۔ تو وہ جو شریعت کا دامن نہیں تھامتا، شیطان ملعون کے وسوسوں کا شکار ہو کر خدا اور رسول سے دُور جا پڑتا ہے اور پھر شیطان کچے دھاگے کی لگام دے کر اسے گھمائے گھمائے پھرتا ہے اور کتنا بابرکت تھا وہ زمانہ کہ ہر شخص اتنا علم رکھتا کہ اس کی ضروریات کو کافی ہو۔ پھر بفضلہٖ تعالیٰ ہر طرف بکثرت علماء موجود ہیں کہ وقتِ ضرورت لوگ ان کی طرف رجوع لاتے اور وہ ان کی دستگیری کرتے مشکل کشائی فرماتے ع

کدھر گیا وہ زمانہ عجب زمانہ تھا

دنیا عجبا ہ ایک یہ آج کا دور ہے، اس میں عوام کی کیا شکایت۔ رونا تو ان خواص کی غفلتوں اور لاپرواہیوں پر آتا ہے کہ باوجود ادعائے علم آداب و مستحبات درکنار فرائض

واجبات سے نا واقف نظر آتے ہیں اور جانتے ہیں تو ان پر عمل نہیں کرتے تاکہ عوام کو ان پر اعتماد ہو۔ وضو و غسل و نماز یا دیگر عبادات کی ادائیگی و بجا آوری میں جہاں عوام بیچارے غفلت کے مارے بے احتیاطیوں کا شکار ہیں، وہیں بہت سے عالم و مفتی کہلانے والے بھی لاپرواہیوں، تن آسانیوں میں گرفتار ہیں۔ مثلاً یہ تو عام بلا ہے کہ منہ دھونے میں پانی ماتھے کے حصّہ زیریں یا بھوؤں پر ڈالتے اور پھر اوپر بھیگا ہاتھ چڑھا کر لے جاتے ہیں تو یہ تو بالائی حصے کا مسح ہوا، دھونا کب ہوا اور فرض دھونا تھا۔ تو وضو نہ ہوا اور اس وضو سے نماز ادا کی گئی، تو اکارت گئی، محنت برباد ہوئی۔ یہ سمجھتے ہیں ہم نماز پڑھتے ہیں اور وہاں بے نمازوں کے دفتر میں ان کے نام چڑھتے ہیں۔ یوں ہیں سجدے میں فرض ہے کہ کم از کم پاؤں کی ایک انگلی کا پیٹ زمین پر لگا ہوا اور ہر پاؤں کی اکثر انگلیوں کا پیٹ زمین پر جما ہونا واجب ہے، یونہی ناک کی ہڈی زمین پر لگنا واجب ہے۔ اب دیکھ لیجیے بہتیروں کی تو ناک زمین پر لگتی ہی نہیں اور لگی تو وہی ناک کی نوک اور یہ ترک واجب ہوا جو گناہ ہے اور عادت کے سبب فسق، پاؤں کو دیکھیے، انگلیوں کے سرے زمین پر ہوتے ہیں، کسی انگلی کا پیٹ بچھا نہیں ہوتا، تو سجدہ باطل، نماز باطل اور ایسے نمازی وہی بے نمازی کے بے نمازی۔

اکثر ائمہ مساجد کو انہیں لاپرواہیوں میں گرفتار اور بے احتیاطیوں کا شکار پایا اور لطف یہ کہ توجہ دلایئے تو تسلیم نہیں کرتے۔ سمجھایئے، تو باز نہیں آتے۔ اس ضد اور ناحق پسندی کے باعث اپنی نمازیں تو برباد ہوتی ہی ہیں، ساتھ میں بے چارے مقتدی بھی بے نمازوں کے دفتر میں لکھے جاتے ہیں۔ اللہ تعالٰی مسلمانوں کو ہدایت فرماتے۔ آمین۔

بہرحال انہی ضرورتوں کے ماتحت اس رسالے کی ترتیب ظہور میں آئی اور کچھ بے تکلف کے قلم کو احباب نے یہ جرأت دلائی کہ بتوفیقہ تعالٰی برادرانِ اسلام کے لیے یہ مختصر رسالہ میں نے مرتب کرلیا۔ الحمد للہ رب العالمین۔ فقیر قادری نے اس کی ترتیب میں ان امور کا خاص

لحاظ رکھا کہ :

۱۔ زبان سلیس اور عام فہم رکھی تاکہ معمولی اُردو خواں سمجھ سکے۔

۲۔ ہر مسئلہ مستند اور معتمد علیہ کتابوں سے نہایت صحیح صاف اور روشن نقل کیا کہ سمجھنے میں دقت نہ پڑے۔

۳۔ تقریر مسائل میں استاذی و استاذ الاساتذہ حضرت صدر الشریعہ مولانا مولوی ابو العلا محمد امجد علی صاحب اعظمی رضوی سنی حنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی لاجواب و شہرۂ آفاق تصنیف "بہار شریعت" اور فتاویٰ رضویہ شریف سے اور تنبیہات و بیان فوائد وغیرہا میں دیگر رسائل اعلیٰ حضرت قدس سرہ سے بھی اکثر و بیشتر مقامات پر مدد لی، بلکہ عبارتیں کی عبارتیں نقل کر دیں۔

۴۔ بہت سے مقامات پر احیاء العلوم (امام غزالی) اور حجۃ اللہ البالغہ (شاہ ولی اللہ) سے مباحث اخذ کیے۔ اگر ناظرین کو کسی مسئلہ میں شک ہو تو کتب مذکورہ کی طرف رجوع ہوں یا اس ہیچمدان و ہیچمیرز کو مطلع فرمائیں۔

۵۔ جا بجا نفیس فائدے، مفید حاشیے اور نفع بخش نکتے لکھے کہ اہل ایمان مستفید ہوں۔

وحسبنا اللہ و نعم الوکیل نعم المولیٰ و نعم النصیر

سگِ بارگاہِ محمدی العبد محمد خلیل خان القادری

البرکاتی المارہروی عفی عنہ، حیدر آباد، (سندھ پاکستان)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

حمد و نعت

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَنَارَ الْوُجُوْدَ بِسَیِّدِ الْاَنْبِیَاءِ وَجَعَلَ الْاَئِمَّۃَ وَالْعُلَمَاءَ مَحَجَّۃً لِلْاِھْتِدَاءِ فَالْمُتَمَسِّکُ بِھِمْ مُتَمَسِّکٌ بِالْعُرْوَۃِ الْوُثْقٰی۔ وَالصَّلٰوۃُ وَعَلٰی نَبِیِّہِ الْمُصْطَفٰی وَاٰھْلِہٖ اَلْمُجْتَبٰی وَاَصْحَابِہٖ ذَوِی الْمَجْدِ وَالْاِھْتِدَاءِ وَعَلَیْنَا بِھِمْ یَا خَالِقَ کُلِّ الْوَرٰی ط

میرزا مظہر جانِ جاناں رحمہ اللہ

خدا در انتظارِ حمد ما نیست
محمد چشم بر راہِ ثنا نیست

خدا مدح آفرینِ مصطفیٰ بس
محمد حامدِ حمدِ خدا بس

مناجاتے اگر باید بیاں کرد
بہ بیتے ہم قناعت می تواں کرد

محمد از تو می خواہم خدا را
الٰہی از حبِّ مصطفیٰ را

ایمان

مسلمان پر جس طرح لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ماننا، اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کو اَحَدٌ صَمَدٌ لَا شَرِیْکَ لَہٗ جاننا، فرضِ اول و مدار ایمان ہے کہ اللہ ایک ہے، اس کا کوئی شریک نہیں۔ نہ ذات میں کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ (اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں) نہ صفات میں کہ لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْءٌ (اس جیسا کوئی نہیں) نہ اسماء میں کہ ھَلْ تَعْلَمُ لَہٗ سَمِیًّا (کیا اس کے نام کا دوسرا جانتے ہو) نہ افعال میں کہ ھَلْ مِنْ خَالِقٍ غَیْرُ اللّٰہِ (کیا اللہ کے سوا کوئی اور خالق ہے) نہ احکام میں کہ وَلَا یُشْرِکُ فِیْ حُکْمِہٖ اَحَدًا (اور وہ اپنے حکم میں کسی کو شریک نہیں کرتا) نہ سلطنت میں کہ وَ لَمْ یَکُنْ لَہٗ شَرِیْکٌ فِی الْمُلْکِ (اور بادشاہی میں کوئی اُس کا شریک نہیں) غرضیکہ وہ بے ہمتا ہے، کوئی اس کا شریک نہیں۔ وہ بے پرواہ ہے، کسی کا محتاج نہیں وہ قدیر ہے اور ہر ممکن پر قادر۔ کوئی ممکن اس کی قدرت سے باہر نہیں۔ وہ ہر کمال و خوبی کا جامع ہے، کسی عیب و نقصان کو اس کی ذات و صفات سے کوئی تعلق نہیں۔ مالک علی الاطلاق ہے جو چاہے کرے اور جو چاہے حکم دے، کسی کو اس پر قابو نہیں اور کوئی اسے اس کے ارادے سے روکنے والا نہیں۔

لہ اور یہ جو ایک ہی نام کا اطلاق اس پر اور اس کی کسی مخلوق پر دیکھا جاتا ہے، جیسے علیم حکیم حلیم کریم سمیع بصیر اور اس جیسے اور تو یہ محض لفظی موافقت ہے نہ کہ معنی شرکت۔ اس میں حقیقی معنی میں کوئی مشابہت نہیں، کیونکہ قدیم کی صفات مخالفِ صفات حادث ہیں، تو جس طرح اس کی ذات اور ذاتوں کے مشابہ نہیں، یونہی اس کی صفات بھی صفاتِ مخلوق کے مشابہ نہیں۔ یہ سب مذہب اہل حق اہل سنت و جماعت ہے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم (الدولۃ المکیہ)

حیاتؐ ، قدرتؐ ، سنناؐ ، دیکھناؐ ، کلامؐ ، علمؐ ، ارادہؐ اس کے صفاتِ ذاتیہ ہیں، مگر کان، آنکھ، زبان سے اس کا سننا اور کلام کرنا نہیں کہ یہ سب اجسام ہیں اور وہ اجسام سے پاک۔

وہی ہر شے کا خالق ہے، ذوات ہوں خواہ افعال سب اسی کے پیدا کیے ہوئے ہیں۔ اس نے اپنی حکمتِ بالغہ سے عالمِ اسباب میں مسببات کو اسباب سے ربط فرما دیا ہے۔ آنکھ دیکھتی ہے، کان سنتا ہے، آگ جلاتی ہے، پانی پیاس بجھاتا ہے۔ وہ چاہے تو آنکھ سنے، کان دیکھے، پانی جلائے، آگ پیاس بجھائے۔ نہ چاہے تو لاکھ آنکھیں ہوں دن کو پہاڑ نہ سوجھے۔ کروڑ آگیں ہوں ایک تنکے پر داغ نہ آئے۔ کس قہر کی آگ تھی جس میں ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کافروں نے ڈالا۔ ارشاد ہوا یٰنَارُ كُوْنِیْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰۤى اِبْرٰهِیْمَ ﴿ اے آگ ٹھنڈی اور سلامتی والی ہوجا ابراہیم پر۔ اس ارشاد کو سن کر روئے زمین پر جتنی آگیں تھیں، سب ٹھنڈی ہوگئیں کہ شاید مجھی سے فرمایا جاتا ہو اور یہ تو ایسی ٹھنڈی ہوئی کہ علماء فرماتے ہیں کہ اگر اس کے ساتھ وَسَلٰمًا کا لفظ نہ فرما دیا جاتا، تو اتنی ٹھنڈی ہوجاتی کہ اس کی ٹھنڈک ایذا دیتی۔ غرض اس کی سب باتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ جہاں تک عقل پہنچتی ہے، وہ خدا نہیں اور جو خدا ہے اس تک عقل رسا نہیں ہے

اے برتر از خیال و قیاس و گمان و وہم
وز ہرچہ خواندہ ایم و شنیدیم و گفتہ ایم
دفتر تمام گشت بہ پایاں رسید عمر
ما ہم چنیں در اوّل وصفِ تو ماندہ ایم

ہاں تو جس طرح مسلمان پر اللہ تبارک تعالیٰ کو احد صمد لاشریک لہ جاننا فرضِ اوّل ومدارِ ایمان ہے، یوں ہی محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ

وبارک وسلم کو جمیع مخلوقات یہاں تک کہ ملائکہ مقربین وانبیاء مرسلین سے افضل جاننا کہ حضور اپنے رب کے کرم سے اپنے نفسِ ذات میں کامل واکمل اور اپنے جمیع صفات کمالیہ میں تمام عالم سے منفرد و بے مثال ہیں۔ فرض اجل و جزء الایقان ہے، قصیدہ بُردہ شریف میں فرمایا:

مُنَزَّہٌ عَنْ شَرِیْکٍ فِیْ مَحَاسِنِہٖ
فَجَوْھَرُ الْحُسْنِ فِیْہِ غَیْرُ مُنْقَسِمٖ

خلاصۂ اعتقاد شانِ رسالت میں یہ ہے کہ مرتبۂ وجود میں صرف اللہ عزوجل ہے باقی سب ظلال، اور مرتبۂ ایجاد میں صرف حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہیں باقی سب عکس و پرتو۔

توحیدیں دو ہیں ایک توحیدِ الٰہی کہ اللہ ایک ہے کسی بات میں اس کا کوئی شریک نہیں، نہ ذات وصفات میں نہ افعال واحکام میں۔ اور دوسری توحیدِ رسول کہ حضور اپنے جمیع صفات کمالیہ میں بے مثل و ممتنع النظیر ہیں، محال ہے کہ کوئی حضور کا مثل ہو۔

خلاصۂ ایمان یہ ہے جو محقق دہلوی قدس سرہٗ فرماتے ہیں ؎

مگو اورا خدا بہرِ حفظِ شرع و پاس دیں
دگر ہر وصف کش می خواہی اندر مدحش املا کن

اور ان سے پہلے حضرت امام بوصیری قدس سرہ الشریف فرما گئے ؎

دَعْ مَا ادَّعَتْہُ النَّصَارٰی فِیْ نَبِیِّھِمٖ
وَاحْکُمْ بِمَا شِئْتَ مَدْحًا فِیْہِ وَاحْتَکِمٖ
فَانْسُبْ اِلٰی ذَاتِہٖ مَا شِئْتَ مِنْ شَرَفٍ
وَانْسُبْ اِلٰی قَدْرِہٖ مَا شِئْتَ مِنْ عِظَمٖ

فَاِنَّ فَضْلَ رَسُوْلِ اللّٰہِ لَیْسَ لَہٗ حَدٌّ
فَیُعْرِبُ عَنْہُ نَاطِقٌ بِفَمٖ

اتنی بات تو چھوڑ دے جو نصرانیوں نے اپنے نبی کے بارے میں ادّعا کیا (یعنی خدا اور خدا کا بیٹا) اسے چھوڑ کر باقی حضور کی مدح میں جو کچھ تیرے جی میں آئے کہہ اور مضبوطی سے حکم لگا، تو ان کی ذاتِ پاک کی طرف جتنا شرف چاہے منسوب کر اور ان کے مرتبہ کریمہ کی طرف جتنی عظمت چاہے ثابت کر، اس لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فضل کی کوئی انتہا ہی نہیں کہ بیان کرنے والا کیسا ہی گویا ہو اسے بیان کر سکے۔

بفرضِ محال اگر عالمِ ناسوت میں کوئی صورتِ الوہیت فرض کی جاتی، تو وہ نہ ہوتی مگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

الوہیت ہی وہ کمال ہے کہ زیرِ قدرت ربانی نہیں، باقی تمام کمالات تحتِ قدرتِ الٰہی ہیں، تو الوہیت کے نیچے جتنے فضائل جس قدر کمالات جتنی نعمتیں، جس قدر برکات ہیں، مولیٰ عزوجل نے سب اعلیٰ وجہ کمال پر حضور کو عطا فرمائیں۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

ہر نعمتے کہ داشت خدا شد برو تمام

اور جس طرح حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم یعنی اعتقادِ عظمت، جزوِ ایمان و رکنِ ایمان ہے، یونہی فعلِ تعظیم بعد ایمان ہر فرض سے مقدم ہے اور حضور کی تعظیم و توقیر جس طرح اس وقت تھی کہ حضور اس عالم میں ظاہری نگاہوں کے سامنے تشریف فرما تھے، اب بھی اسی طرح فرضِ اعظم ہے۔

اسی پر مدارِ نجات و مدارِ قبولِ اعمال ہے۔

لَا یُمْکِنُ الثَّنَاءُ کَمَا کَانَ حَقُّہٗ
بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ عزوجل کے نائب مطلق ہیں۔ تمام جہان

حضور کے تصرف میں دیا گیا۔ تمام جہان ان کا محکوم ہے اور وہ اپنے رب کے سوا کسی کے محکوم نہیں۔ تمام آدمیوں کے مالک ہیں جو انہیں اپنا مالک نہ جانے حلاوتِ سنّت سے محروم ہے۔ تمام زمین اُس کی مِلک ہے، تمام جنت اُن کی جاگیر ہے ملکوت السموات والارض انہیں کے زیرِ فرمان، بادشاہانِ دہر انہیں کے نظرِ عنایت کے محتاج، خسروانِ عالم انہیں کی بارگاہ عرش اشتباہ کے نیاز مند جو سر ہے اُن کی طرف جھکا ہوا جو ہاتھ ہے وہ ان کی طرف پھیلا ہوا، مولائے جامی فرماتے ہیں ؎

ازو در ہر تنے ذوقے، وزو در ہر دلے شوقے

وزو بر ہر زباں ذکرے، وزو در ہر سرے سودا

دینے والے نے انہیں زمین کی کنجیاں، آسمان کی کنجیاں، دُنیا کی کنجیاں، آخرت کی کنجیاں، فتح کی کنجیاں، جنت کی کنجیاں، نار کی کنجیاں، غرض سارے خزانوں کی کنجیاں دے کر انہیں اجازت دی کہ جسے جو چاہیں دیں، جس سے جو چاہیں چھین لیں۔

مواہب لدنیہ و منح محمدیہ میں ہے ؎

اِذَا رَامَ اَمْرًا لَا یَکُوْنُ خِلَافُهٗ وَلَیْسَ لِذٰلِکَ الْاَمْرِ فِی الْکَوْنِ صَارِفٗ

کہ حضور جب کوئی بات چاہتے ہیں وہی ہوتی ہے اس کا خلاف نہیں ہوتا اور حضور کے چاہے کا جہان میں کوئی پھیرنے والا نہیں اور ہاں کوئی کیونکر ان کا حکم پھیر سکے کہ ان کا حکم حکمِ الٰہی ہے اور حکمِ الٰہی کسی کے پھیرے نہیں پھرتا لَا رَادَّ لِقَضَائِهٖ وَلَا مُعَقِّبَ لِحُکْمِهٖ یہ جو کچھ چاہتے ہیں خدا وہی چاہتا ہے کہ یہ وہی چاہتے ہیں جو خدا چاہتا ہے۔

محبت اس جناب کی عین ایمان بلکہ ایمان تو یہ ہے کہ ایمان کی بھی جان ہے ؎

اللہ کی سَر تا بقدم شان ہیں یہ ان سا نہیں انسان وہ انسان ہیں یہ

قرآن تو ایمان بتاتا ہے انہیں ایمان یہ کہتا ہے مری جان ہیں یہ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلَیْهِ وَآلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَبَدًا اَبَدًا ط

عبادات و معاملات

قرآن کریم کی تعلیمات کا اگر بغور مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اہلِ اسلام پر دو قسم کی عبادتیں فرض کی ہیں :

۱۔ وہ عبادتیں جن کا تعلق جوارح (ہاتھ پاؤں وغیرہ اعضا جن سے کام کیا جاتا ہے) سے ہے۔

۲۔ وہ عبادتیں جن کا قلب سے تعلق ہے۔ ان عبادتوں کے احکام و اقسام علمِ سلوک میں بیان کیے جاتے ہیں اور قسمِ اول سے فقہ بحث کرتا ہے۔

پھر جن عبادات کا ظاہر بدن سے تعلق ہے، دو قسم پر ہیں ؛

۱۔ یا وہ معاملہ بندے اور اس کے رب کے درمیان ہے، بندوں کے باہمی کسی کام کا بناؤ بگاڑ نہیں، بلکہ اس سے مقصود محض عبادتِ معبود ہے۔ اس قسم کے اعمال کو اصطلاحِ شرع میں عبادات سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

۲۔ دوسری قسم وہ کہ بندوں کے باہمی تعلقات کی اصلاح مدنظر ہے جیسے نکاح خرید فروخت وغیرہ، زبانِ شرع میں ان اعمال کو معاملات کہا جاتا ہے۔ ان معاملات کی بہت سی قسمیں ہیں۔ کسی کا تعلق تمدن خانگی و شہری زندگی سے ہے، کسی کا سیاست یعنی ملکی انتظام سے کسی کا جہاد و قتال اور حرب و جدال سے۔ پھر جس طرح عبادات پر عقائد مقدم ہیں کہ جب تک عقیدے درست نہ ہوں گے، اس وقت تک کسی عمل و عبادات کا اعتبار نہیں، بلکہ سورۃ الحمد شریف میں ذات و صفات باری تعالیٰ کے ذکر کے بعد اِیَّاكَ نَعْبُدُ فرمانا (کہ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں) اس طرف بھی اشارہ فرماتا ہے کہ اعتقاد عمل پر مقدم ہے اور عبادت کی مقبولیت

عقیدوں[1] کی صحت پر موقوف ہے۔ یونہی اعمال میں پہلے عبادتِ الٰہی ہے، پھر دنیاوی[2] معاملات۔ عبادتِ الٰہی کی بجا آوری میں غفلت اور دنیاوی معاملات کی طرف رغبت و سبقت انسان کے لیے سخت محرومی اور دنیا و آخرت کی نعمتوں اور برکتوں سے دُوری کی موجب ہے۔ مولا عزّوجل ہم مسلمانوں کو اپنی عبادت کا ذوق و شوق عطا فرماتے، آمین بجاہ حبیبہ النبی الامی الامین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم۔ قسم اول یعنی عبادات چار ہیں:

نماز[1]، روزہ[2]، حج[3]، زکوٰۃ[4]

اور کلمۂ شہادت یعنی تصدیق و اقرار توحید و رسالت کے بعد ان چار پر اسلام کی بنیاد ہے، لیکن ان سب میں اہم و اعظم نماز ہے اور یہ عبادت اللہ عزّوجل کو بہت محبوب ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

جُعِلَتْ قُرَّةُ عَيْنِي فِي الصَّلٰوةِ (میری آنکھ کی ٹھنڈک نماز میں رکھی گئی ہے)

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِي مِمَّنْ تَزَمَّلَهٗ نَبِيُّكَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ

---

[1] اس پُر آشوب زمانہ میں کہ گندم نما جو فروش بکثرت ہیں کہ اپنے آپ کو مسلمان کہتے بلکہ تمام عالم کہلاتے ہیں اور حقیقتاً اسلام سے ان کو کچھ علاقہ نہیں۔ عام ناواقف مسلمان ان کے دامِ تزویر میں آکر مذہب اور دین سے ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں، اس لیے سخت ضرورت ہے کہ ہم علماء اہل سنت کی وہ کتابیں ہمیشہ اپنے مطالعہ میں رکھیں جن میں گمراہوں کی کجروی کا پردہ چاک کیا گیا ہے۔ یہ فقیر اس سلسلہ میں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی کتب و رسائل اور اپنے استاذِ مکرم حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ رب البریہ کی بہترین تصنیف "بہارِ شریعت" کا نام سب سے پہلے پیش کرتا ہے۔ ۱۲ منہ

[2] عبادات میں اگرچہ بظاہر کوئی دنیاوی منفعت نظر نہیں آتی اور معاملات میں ضرور دُنیاوی فائدے موجود ہیں، بلکہ یہی پہلو غالب ہے، مگر عباداتِ دنیاوی فوائد کی بھی مثمر ہیں اور معاملاتِ آخروی ثواب کی بھی موجب کہ اگر معاملات بھی خدا و رسول کے حکم کے موافق کیے جائیں تو استحقاق ثواب لاتے ہیں اور عبادت میں شمار ہوتے ہیں، ورنہ گناہ ہیں اور سبب عذاب۔ ۱۲ منہ

"چند ضروری اصطلاحات"

۱۔ فرضِ اعتقادی: وہ مسئلہ یا حکم شرعی جو دلیل قطعی سے ثابت ہو، یعنی ایسی دلیل سے جس میں کوئی شبہ نہ ہو۔

اس کا انکار کرنے والا ائمہ حنفیہ کے نزدیک مطلقاً کافر ہے اور اگر یہ مسئلہ ضروریاتِ دین سے ہو کہ اس کی فرضیت، دینِ اسلام کا عام[1] خاص پر روشن واضح مسئلہ ہو تو اس کے منکر کے کفر پر اجماع قطعی ہے، ایسا کہ جو اس منکر کے کفر میں شک کرے، خود کافر ہے اور جو کسی فرضِ اعتقادی کو بلا عذرِ صحیح شرعی قصداً ایک بار بھی چھوڑ دے، وہ فاسق و مرتکبِ کبیرہ ہے اور عذابِ دوزخ کا مستحق۔

۲۔ فرضِ عملی: وہ جس کا ثبوت تو ایسا قطعی نہ ہو، مگر بے اس کے کیے آدمی بری الذمہ نہ ہوگا، یہاں تک کہ اگر وہ کسی عبادت میں فرض ہو تو وہ عبادت بے اس کے باطل محض و کالعدم ہوگی، اس کا بے وجہ بلا[2] دلیل شرعی انکار فسق و گمراہی ہے۔

---

[1] عوام سے مراد وہ مسلمان ہیں جو طبقۂ علماء میں شمار نہ کیے جاتے ہوں مگر علماء کی صحبت سے شرفیاب ہوں اور علمی مسائل سے ذوق رکھتے ہوں۔ نہ وہ کہ کوردہ اور جنگل اور پہاڑوں کے رہنے والے ہوں جو کلمہ بھی صحیح نہیں پڑھ سکتے کہ ایسے لوگوں کا ضروریاتِ دین سے ناواقف ہونا اس دینی ضروری کو غیر ضروری نہ کر دے گا (بہارِ شریعت فتاویٰ رضویہ)

[2] ہاں اگر کوئی شخص کہ دلائلِ شرعیہ میں نظر کا اہل ہے، دلیل شرعی سے اس کا انکار کرے تو کر سکتا ہے جیسے ائمہ مجتہدین کے اختلافات کہ ایک امام کسی چیز کو فرض کہتے ہیں اور دوسرے نہیں، مثلاً حنفیہ کے نزدیک چوتھائی سر کا مسح فرض ہے اور شافعیہ کے نزدیک ایک بال کا اور مالکیہ کے نزدیک پورے سر کا۔ حنفیہ کے نزدیک وضو میں بسم اللہ کہنا اور نیت سنت ہے اور حنبلیہ و شافعیہ کے نزدیک فرض۔ اس فرضِ عملی میں ہر شخص اسی کی پیروی کرے جس کا مقلد ہے، اپنے امام کے خلاف بلا ضرورتِ شرعی دوسرے کی پیروی جائز نہیں (بہارِ شریعت) ۱۲

۳۔ **فرضِ عین :** وہ فرض کہ ہر شخص اس کی ادا میں مستقل ہو۔ ہر ایک پر بلا شرکتِ غیرے اسے بجالانا شرعاً مطلوب ہے جیسے نماز روزہ۔

۴۔ **فرضِ کفایہ :** وہ حکم شرعی کہ جن پر فرض ہے اگر ان میں کچھ لوگ ادا کر لیں اور کچھ ادا نہ کریں، تو سب بری الذمہ ہو گئے اور علم کے باوجود کوئی نہ کرے تو سب گناہ گار ہوں گے جیسے نمازِ جنازہ۔

۵۔ **واجب اعتقادی :** وہ کہ دلیل ظنی سے اس کی ضرورت ثابت ہو۔ فرضِ عملی و واجب عملی اسی کی دو قسمیں ہیں، اور وہ انہیں دو میں منحصر ہے۔

۶۔ **واجب عملی :** وہ کہ بے اس کے کیے بھی بری الذمہ ہونے کا احتمال ہو، مگر غالب ظن اس کی ضرورت پر ہے اور اگر کسی عبادت میں اس کا بجالانا درکار ہو تو عبادت بے اس کے ناقص رہے، مگر ادا ہو جائے۔ مجتہد دلیل شرعی سے واجب کا انکار کر سکتا ہے اور کسی واجب کا ایک بار بھی قصداً چھوڑنا گناہ صغیرہ ہے اور چند بار ترک کرنا گناہِ کبیرہ۔

۷۔ **سنتِ مؤکدہ :** وہ جس کو حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیشہ کیا ہو، البتہ بیانِ جواز کے لیے کبھی ترک بھی فرما دیا ہو۔ سنتِ مؤکدہ کا بجالانا ثواب اور باعث ازدیادِ درجت وبرکت وموجبِ قربِ الٰہی ہے اور ترک ایک آدھ بار ہو تو گناہ نہیں ہاں برا اور باعثِ عتاب ہے، البتہ ترک کی عادت کرے، تو گناہ ہے۔

۸۔ **سنتِ غیر مؤکدہ :** وہ کہ نظرِ شرع میں ایسی مطلوب ہے کہ اس کا ترک اسے ناپسند ہے، مگر نہ اس حد تک کہ اس پر وعیدِ عذاب فرمائے، اس کا کرنا بھی ثواب ہے اور نہ کرنا اگرچہ بطورِ عادت ہو، موجبِ عتاب نہیں۔

فائدہ ۱: بعض ائمہ نے فرمایا کہ جو شخص سنتِ مؤکدہ کے ترک کی عادت کرے وہ گمراہ ٹھہرایا جائے گا اور گناہ گار ہے۔ اگرچہ اس کا گناہ واجب کے ترک سے کم ہے۔ تلویح میں ہے کہ اس کا ترک قریب حرام کے ہے، اس کا تارک مستحق ہے کہ معاذ اللہ شفاعت

سے محروم ہو جائے کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو میری سنت کو ترک کرے گا اسے میری شفاعت نہ ملے گی۔ (بہارِ شریعت)

فائدہ: ۲۔ سُننِ موکدہ کو اس پر شریعت میں تاکید آئی، سُننِ الہدیٰ بھی کہتے ہیں اور سنتِ غیر موکدہ کو کہ اس پر شریعت میں تاکید نہیں آئی۔ سنن الزوائد بھی کہتے ہیں اور کبھی اسے مستحب و مندوب بھی کہتے ہیں۔

۹۔ مستحب: وہ یہ کہ نظرِ شرع میں پسند ہو، مگر ترک پر کچھ ناپسندی نہ ہو۔ خواہ خود حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے کیا یا اس کی ترغیب دلائی یا علمائے کرام نے پسند فرمایا۔ اگرچہ احادیث میں اس کا ذکر نہ آیا۔ اس کا کرنا ثواب ہے اور نہ کرنے پر کچھ نہیں۔

۱۰۔ مباح: وہ جس کا کرنا اور نہ کرنا یکساں ہو، یعنی کرے، تو ثواب کا مستحق نہیں نہ کرے، تو کچھ عذاب نہیں۔

۱۱۔ حرام قطعی: وہ جس کی ممانعت یقینی اور قطعی دلیل سے ثابت ہو۔ یہ فرض کا مقابل ہے، اس کا ایک بار بھی قصداً کرنا گناہِ کبیرہ و فسق ہے اور بچنا فرض و ثواب۔

۱۲۔ مکروہِ تحریمی: وہ جس کی ممانعت دلیل قطعی سے ثابت نہ ہو، یہ واجب کا مقابل ہے، اس کے کرنے سے عبادت ناقص ہو جاتی ہے اور اس کے کرنے والا گناہ گار ہوتا ہے۔ اگرچہ اس کا گناہ حرام سے کم ہے اور چند بار اس کا ارتکاب کبیرہ ہے۔

۱۳۔ اِسائَت: جس کا کرنا بُرا ہو اور ایک آدھ بار کرنے والا مستحق عتاب ہے اور اس کی عادت پر استحقاق عذاب وارد ہے۔ یہ سنتِ موکدہ کے مقابل ہے۔

۱۴۔ مکروہِ تنزیہی: جس کا کرنا شرع کو پسند نہیں، مگر نہ اس حد تک کہ اس پہ وعیدِ عذاب فرمائے۔ یہ سنتِ غیر موکدہ کے مقابل ہے۔

۱۵۔ خلافِ اُولیٰ: وہ نہ کرنا بہتر تھا۔ کیا تو کچھ مضائقہ و عتاب نہیں۔ یہ مستحب کا مقابل ہے۔

۱۶۔ مفسد : وہ عمل جو عبادتِ مشروع کو فاسد کر دے، اس کا ارتکاب اگر قصداً ہو تو موجبِ عذاب ہے۔

۱۷۔ ادا : جس چیز کا بندوں کو حکم ہے، اسے وقتِ مقررہ میں بجا لانا۔

۱۸۔ قضا : حکمِ شرعی کو وقتِ مقررہ کے بعد عمل میں لانا۔

۱۹۔ اعادہ : کسی حکم شرعی کے بجالانے میں کوئی خرابی پیدا ہو جائے، تو خرابی دُور کرنے کے لیے دوبارہ عمل میں لانا۔

۲۰۔ عزیمت : وہ حکم اصلی جس کا بندہ مکلّف ہے۔

۲۱۔ رخصت : وہ حکم جو ضرورتِ بشری کے ماتحت بدل کر آسان کر دیا جائے۔

(بہارِ شریعت و فتاویٰ رضویہ وغیرہ)

قابلِ حفظ فائدے

۱۔ مستحب سنت کی تکمیل ہے، سنت واجب کی، واجب فرض کی اور فرض ایمان کی۔

۲۔ مکروہ تحریمی کو حرام کہہ سکتے ہیں۔

۳۔ فقہا بارہا کراہت مطلق بولتے اور اس سے خاص مکروہ، تنزیہی یا تنزیہی و تحریمی دونوں کو مراد لیتے ہیں، مگر اصل یہی ہے کہ مطلق کراہت سے مراد کراہت تحریمی ہوتی ہے جب تک کہ دلیل سے اس کا خلاف ثابت نہ ہو، مثلاً دلیل سے ثابت یا خارج سے معلوم ہو کہ جیسے یہاں مکروہ کہا، مکروہ تحریمی نہیں، یا جو افعال یہاں کہے، ان میں مکروہ تنزیہی بھی ہیں۔

۴۔ ائمہ متقدمین کبھی حرام کو بھی مکروہ کہنے پر اکتفا کرتے ہیں۔

۵۔ ترک واجب پر اساءت کا اطلاق بھی کلام علماء میں واقع ہے۔

۶۔ مستحب کا ترک مکروہ نہیں ہے۔

۷۔ جب تک اپنے مذہب کا کوئی مکروہ لازم نہ آتے اور اماموں کے مذہب کی رعایت مستحب ہے۔

(افاداتِ رضویہ)

ابر و باد و مہ و خورشید و فلک در کار اند
تا تو نانے بکف آری و بغفلت نخوری
ہمہ از بہر سرگشتہ و فرماں بردار
شرطِ انصاف نہ باشد کہ تو فرماں نبری

(حضرت شیخ سعدی علیہ الرحمہ)

عبد و عبادت

یا

بندہ اور بندگی

یاایھا النّاس اعبدوا ربکم الذی خلقکم والذین من قبلکم لعلکم تتقون ط الذی جعل لکم الارض فراشا والسّماء بناءً (الآیہ)

"اے انسانو! عبادت اختیار کرو، اپنے پروردگار کی جس نے تمہیں پیدا کیا اور تم سے قبل والوں کو بھی اس امید پر کہ تم پرہیزگار بن جاؤ۔"

یعنی ——— زمین و آسمان انسان کے لیے پیدا ہوئے ہیں۔ انسان زمین و آسمان کے لیے پیدا نہیں ہوا ہے۔ مقصود و مطلوب انسان ہے اور زمین و آسمان دونوں باذنِ الٰہی اسی خلیفۃ اللہ کے خادم ہیں۔ کائنات میں جو کچھ ہے یا جو کچھ ہو رہا ہے، یہ تمامتر قادرِ مطلق ہی کی کارفرمائی کا ثمرہ ہے، اسی کی قوت، اسی کی قدرت نے اس کائنات کو زمین و آسمان کی مصنوعات کو اسی انسان کی خدمت پر مامور فرمایا ہے۔ یہ خادم ہیں وہ مخدوم یہ مطیع ہیں وہ مطاع و مقصود۔ غرض یہ جو کچھ ہے، وہ انسان ہی کے لیے ہے۔

اور جب سب کچھ انسان کے لیے ہے، تو انسان کس کے لیے ہے؟ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنَ ط یہ آیتِ کریمہ اور حدیثِ نبوی کا وہ ٹکڑا بھی جو منبر سے خطیب کی زبان سے سنایا جاتا ہے کہ: اِنَّ الدُّنْیَا خُلِقَتْ لَکُمْ وَاِنَّکُمْ خُلِقْتُمْ لِلْاٰخِرَۃِ ط "دنیا تمہارے لیے پیدا کی گئی ہے اور تم پیدا کئے

گئے ہو آخرت کے لیے۔"

اسی مفہوم کا ترجمان ہے کہ سب کچھ انسان کے لیے ہے اور انسان خدا کے لیے اور خلیفۃ اللہ کی بے شک یہی شان ہونی چاہیے، مگر یہ سب کچھ محقق ہوتے ہوئے، اصل کو چھوڑنا اور شاخوں سے لٹکنا، خدا سے غافل رہنا اور خدائی سے دل لگانا، صانع کو بھول جانا مصنوعات میں جی بہلانا، باقی سے منہ موڑنا، فانی سے تعلق جوڑنا کہاں کی عقلمندی اور دانائی ہے۔

نہیں نہیں، بلکہ اس سے بڑھ کر نادانی اور ناسمجھی کی بات اور ہو گی بھی کیا؟

مولانا رومی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں ؎

آں کہ غافل بود از کشتِ بہار
اُو چہ داند قیمت ایں روزگار

جو بہار زندگی سے غافل رہا (یعنی زندگی میں یادِ حق نہ کی) وہ بھلا زمانے کی قدر وقیمت کیا جانے۔

گندم از گندم بروید جو ز جو
از مکافاتِ عمل غافل مشو،

گیہوں سے گیہوں اُگتے ہیں اور جو سے جو، اپنے اعمال کی جزا سے غافل مت ہو۔

زندگی آمد برائے بندگی
زندگی بے بندگی شرمندگی

زندگی عبادتِ الٰہی کے لیے ہے اور بے عبادت زندگی باعثِ شرمندگی ہے۔

مسلمانو!

اللہ عزّوجل نے انسان کو جامع صفات ملکی وبہیمی وشیطانی بنایا ہے، یعنی انسان میں بعض خصائل محمودہ ہیں اور بعض ذمائم مذمومہ۔ کچھ عادتیں اس میں وہ ہیں جو آدمی کو درجۂ سعادت پر پہنچاتی اور عالی مرتبت عظیم منزلت بناتی ہیں اور کچھ وہ خصلتیں ہیں جو انسان کو تباہی وہلاکت کی جانب لے جاتی ہے اور خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْآخِرَة کا مصداق بناتی ہیں جسے وہ ہدایت فرمائے۔ صفاتِ ملکوتی ظہور کرتے ہیں اور انسان "فرشتہ سیرت" بن جاتا ہے، بلکہ یہی صفات اسے ملائکہ سے افضل کر دیتے ہیں۔

حدیث قدسی میں ہے:

عَبْدِی الْمُؤْمِنِ اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ بَعْضِ مَلٰئِکَتِی ط

"مسلمان بندہ مجھے اپنے بعض فرشتوں سے زیادہ پیارا ہوتا ہے۔"

شریعت ایسے لوگوں کا شعار ہوتی ہے اور تقویٰ ان کا دثار کہ:

لَا یَعْصُوْنَ اللّٰہَ مَآ اَمَرَھُمْ وَ یَفْعَلُوْنَ مَا یُؤْمَرُوْنَ ط

(وہ کسی امر میں خدا کی نافرمانی نہیں کرتے، بلکہ وہی کرتے ہیں جس پر وہ مامور ہیں)

تواضع وفروتنی اُن کی شانِ جبلی یا فطرت بن جاتی ہے، وہ تکبّر وتعلی سے پرہیز۔ علم وعلماء سے محبّت اور جہل وجہلا سے نفرت کرتے ہیں۔ رضائے الٰہی کے طالب اور مولیٰ کی ناراضی وغضب سے دُور ونفور رہتے ہیں اور جس نے صفاتِ بہیمی کی طرف رجوع کی بہائم وار، لیل ونہار، ہوا وہوس وشہوات کا خادم خوار اور نفس ومکر خواہشات کا اسیر وگرفتار رہتا ہے۔ نفس وخواہشات اس پر غالب آجاتے ہیں اور یہ ہوس وشہوات کا مرید بلکہ ان سے مغلوب ہو کر رہ جاتا ہے اور اس کا نتیجہ بدبختی اور محرومی کے سوا اور کچھ نہیں نکلتا۔

اُولٰٓئِکَ کَالْاَنْعَامِ بَلْ ھُمْ اَضَلُّ

"یہ لوگ چوپایوں کی مانند، بلکہ ان سے گئے گزرے ہیں"

اور جس پر صفاتِ شیطانیہ غالب آئیں۔ ترفع و تجبر، خودنمائی اور خودسری اُس کا دین و آئین ہوتا ہے اور دین وملت کا استہزاء و تمسخر اُس کا ایمان۔

اَبٰی وَاسْتَکْبَرَ وَکَانَ مِنَ الْکٰفِرِیْنَ ۔ وَ بِاللّٰہِ وَاٰیٰتِہٖ وَرَسُوْلِہٖ کُنْتُمْ تَسْتَھْزِءُوْنَ

(اس نے حکمِ خداوندی سے انکار کیا، خود کو بڑا جانا اور اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ وہ کافروں میں ٹھہرا، تو کیا تم اللہ اور اس کی آیتوں اور اس کے رسولوں کا استہزاء کرتے ہو)

ایسے لوگ ہر وقت طلب وجاہ و شہرت میں مبتلا رہتے ہیں کہ کسی طرح وہ بات نکالیے جس سے آسمان تجبر پر ٹوپی اُچھالیے، دُور دُور نام مشہور ہو، خاص و عام میں ذکر مذکور ہو، اپنا گروہ الگ بنائیں، وہ ہمارا غلام ہم اس کے امام کہلائیں، پھر ان میں جن کی ہمت پوری ترقی کرتی ہے، وہ اَنَا رَبُّکُمُ الْاَعْلٰی بولتے اور دعویٰ خدائی کی دُکان کھولتے ہیں جیسے گزرے ہوؤں میں فرعون و نمرود اور آنے والوں میں وہ مسیح خر نشین یعنی دجال لعین اور جو ان سے کم درجہ ہمت رکھتے ہیں، کذاب یمامہ اور کذاب ثقیف و غیرہم کی طرح ادعائے نبوت و رسالت پر جھکتے ہیں اور اس سے بھی کمتر ہمت والے کوئی مہدی موعود بنتا ہے، کوئی غوث زماں، کوئی مجتہد وقت، کوئی چنین و چناں۔ پھر یہ سرزمین جس میں مدتوں سے اسلام بے سردار ہے اور دین وملت بے یار، نفس امارہ کی آزادیاں، کھلے بندوں رہنے کی شادیاں یہاں رنگ نہ لائیں تو کہاں۔ ہزاروں مجتہد سینکڑوں ریفارمر، مقتنان تہذیب مشرعان نیچر کتنے ہی مہدی، کتنے ہی مذہب حشرات الارض کی طرح سے زمین سے نکل پڑے اور خدا کی شان یَھْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ وَیُضِلُّ مَنْ یَّشَآءُ (جسے چاہے ہدایت دے جسے چاہے گمراہی میں چھوڑ دے) جو کوئی کیسے ہی کھلے باطل، صاف صریح جھوٹ کا نشان باندھ کر آگے بڑھا کچھ عقل کے اندھے قسمت کے اوندھے اس کے پیچھے ہو لیے

آخر یہی آدمی تھے جو فرعون کو سجدہ کرتے تھے، یہی آدمی ہوں گے جو دجال کا ساتھ دیں گے۔

لیکن یہ سب کچھ کیوں ہے، اس لیے کہ شہوات و خواہشات ان پر غالب آ گئے۔ ابلیس لعین ان پر غالب آ گئے، ابلیس لعین ان پر مسلط ہو گیا۔ وزد رجیم نے انہیں راہِ مولیٰ سے ہٹا دیا۔ ذکرِ الٰہی کو انہوں نے بھلایا، تو شیطان ملعون نے ان پر قبضہ جمایا۔ میں نہیں کہتا، قرآن کریم ارشاد فرماتا ہے: وَمَنْ يَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ (اور جسے ترند آئے رحمٰن کے ذکر سے ہم اس پر ایک شیطان تعینات کریں کہ وہ اس کا ساتھی رہے)

اور فرماتا ہے: وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ (الآیہ) (اور جس نے میری یاد سے منہ پھیرا اور میری ہدایت سے روگردانی کی، تو بیشک اس کے لیے تنگ زندگانی ہے (دنیا میں قبر میں اور دین میں)

اور فرماتا ہے رب عزوجل: اَفَرَءَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ (الآیہ) (کیا تم نے اسے دیکھا جس نے اپنے جی کی خواہش کو اپنا خدا بنا لیا (اپنی خواہش نفس کا مطیع ہو گیا اور اسے پوجنے لگا) کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ وہ ہدایت قبول کر کے سعادت ابدی سے شرف پا سکتا ہے)

مقصودِ کلام یہ کہ ہدایت کا اتباع اور بندگیٔ معبودِ حقیقی نہ کرنے سے انسان بدعمل اور حرام میں مبتلا ہو کر قناعت و سعادتِ اخروی سے محروم و نامراد رہ جاتا ہے۔ اب مال و اسباب کی کثرت، سامانِ عیش کی فراوانی، اسبابِ معیشت کی زیادتی کے باوجود بھی اسے فراغِ خاطر، دل جمعی اور سکونِ قلب میسر نہیں آتا۔

ایسے حریص و متبع شہوات کا دل ہر چیز کی طلب میں سرگرداں و آوارہ رہتا ہے اور اسی غم و ملال میں گھٹ کر رہ جاتا ہے کہ یہ نہیں اور وہ نہیں اور "عبدِ مومن" بندۂ فرماں بردار کی طرح اسے سکونِ زندگی نصیب نہیں ہوتا، نیکی کی راہیں بند ہو جانا دنیا و آخرت میں خسران و ہلاکت لاتا ہے۔ یہاں اور وہاں آدمی کے لیے ہلاکت و بدبختی کے سوا کچھ ہاتھ نہیں آتا۔

شکریۂ احسانات و شکرِ انعامات

یا اللعجب اگر کوئی شخص چائے کی پیالی آپ کو پلائے یا پان کی ایک گلوری آپ کی سمت بڑھائے، تو شکریہ کے لیے زبان کھولنا ضروری، آداب کی خاطر سر دابرو یا چشم کو حرکت میں لانا لابدی، شکریہ ادا نہ کریں تو بدتہذیب کہلائیں، احسان نہ مانیں تو بدتمیزوں میں گنے جائیں، شکریہ ادا کرتے زبان سوکھ جائے تو جان میں جان آئے۔ ایسے ذلیل احسانات کا اعتراف کرتے دقت گزرے، تو جان اماں پائے، ورنہ ہمسروں میں عزت گئی تو برابر والوں کی نظروں سے وقعت گر ہی۔ غرض محسن کا احسان ماننا، احسان کرنے والے کو شفیق و مہربان جاننا، رات دن کا مشاہدہ اور شب و روز کا تجربہ ہے۔

تو وہ جس کی نعمتیں بے شمار ہیں جس کے احسانات بیروں از شمار جس کی نوازشیں بے عدو بے حساب جس کی مرحمتیں بے مثال ولاجواب۔ وَاِنۡ تَعُدُّوۡا نِعۡمَةَ اللّٰهِ لَا تُحۡصُوۡهَا ط

ارے غافل اپنے سر سے پاؤں تک نظر غور کر۔ ایک ایک رونگٹے میں ہر وقت ہر آن کتنی کتنی ہزار دو ہزار صد بے شمار نعمتیں ہیں، تو سوتا ہے اور اس کے معصوم بندے تیری حفاظت کو پہرا دے رہے ہیں، تو غفلت کی چادر تانے خواب خرگوش میں مدہوش ہے اور اس کی نوازشوں کی بارش کا تیری طرف جوش ہے، تو گناہ کر رہا ہے اور سر سے پاؤں تک صحت، عافیت، بلاؤں سے محافظت، کھانے کا ہضم، فضلات کا دفع، خون کی روانی، اعضاء میں طاقت، آنکھوں میں روشنی، غرض تیرے لاتعداد جرموں اور غیر محصور خطاؤں کے باوجود اس کا بے حساب کرم، تو جرم کرتا ہے، وہ جرموں پر پردہ ڈالتا ہے، تو نافرمانیاں کرتا ہے اور وہ تیری مغفرت فرماتا ہے، تو آگ میں گرنا چاہتا ہے، اور وہ تجھے بچاتا ہے، بے شمار رحمتیں، لاتعداد برکتیں، بے مانگے بے چاہے ہر آن ہر گھڑی

تیری طرف اُتر رہی ہیں، لیکن تجھے ہوش نہیں۔

ہاں ہاں ماں باپ کو اپنی اولاد سے استاد کو اپنے شاگرد سے مالک کو اپنے خادم سے، بادشاہ کو اپنی رعیت سے حاکم کو محکوم سے، بھائی کو بہن سے اور بہن سے بھائی کو، شوہر سے بیوی اور بیوی سے شوہر کو جو محبت ہوتی ہے، وہ کسے معلوم نہیں، وہ کون ہے جس کو اس کا علم نہیں۔ فرزانوں کے متعلق کلام ہے، دیوانوں سے روئے سخن نہیں ہے

اگر با پدر جنگ جوید کسے ۔۔۔ پدر بے گماں خشم گیرد بسے
وگر خویش راضی نباشد زخویش ۔۔۔ چو بیگانگانش براند زپیش
وگر بندہ چابک نہ آید بکار ۔۔۔ عزیزش ندارد خداوندگار
وگر بر رفیقاں نباشد شفیق ۔۔۔ بفرسنگ بگریزد از وے رفیق
وگر ترکِ خدمت کند لشکری ۔۔۔ شود شاہِ لشکر کش از وی بری

اولاد جب ماں باپ کی نافرمانی پر تل پڑے، تو ماں باپ اس سے دستبردار ہو جاتے ہیں۔ عزیزوں اور قریبوں کا لحاظ و ادب نہیں رہتا ہے، تو بیگانوں کی طرح اس بے ادب کو اپنوں کی مجلسوں سے اٹھا دیا جاتا ہے۔ غلام آقا کی، لشکری سردار کی فرماں برداری و اطاعت سے جی چراتا ہے، تو آقا و سپہ سالار اس سے اپنی توجہ اٹھا لیتا ہے اور بے وفائی و بے مروتی کے عالم میں دوست دوست سے آنکھیں چراتا اور دامن بچاتا ہے۔

مسلمانو! مسلمانو! کہاں ہو کدھر دھیان ہے، وہ ذات برتر و بالا جس نے والدین کے دل میں، حاکم کے دل میں، آقا کے دل میں، استاد کے دل میں، شوہر کے دل میں، بیوی کے دل میں، بھائی کے دل میں، بہن کے دل میں، اولاد کی، محکوم کی، خادم کی، شاگرد کی، بیوی کی، شوہر کی، بہن کی اور بھائی کی محبت ڈالی، وہ تم پر ہر مہربان سے بڑھ کر مہربان نہیں، اللہ واللہ سارے محبت کرنے والوں کی محبتوں کو مجموعی طور پر رب عزوجل کی رحمت سے کوئی نسبت تصور میں آ ہی نہیں سکتی جو نعمت جتنی اور جس قسم کی بھی

انسان کو ملی ہے اور ملتی رہے گی۔ سب اسی خلاق دو عالم کے فیض و عطا وجود و نوال کا ثمرہ ہوتی ہے۔ انسان کی اپنی کوئی چیز نہیں ہوتی، اس لیے کہ وہ رب العالمین ہے۔ موجودات کی کوئی صنف اس کے ہمہ گیر نظامِ ربوبیت و تربیت سے خارج نہیں۔ مخلوقاتِ عالم کی ہر جنس بلکہ ہر نوع ہر فرد کے نظامِ تربیت کا آخری سرا اسی قادرِ مطلق واحد و یکتا کے ہاتھ میں ہے۔ خلق کو ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف نشو و نما دیتے رہنا تاکہ وہ حدِ کمال تک پہنچ جائے، اسی کے دستِ قدرت میں ہے۔

وہ رحمٰن ہے، اُس کی شانِ کرم کا عموم، مومن و کافر سب کے لیے ہے، دنیا میں سب کو رونق دے رہا ہے۔ سب کو راحت پہنچا رہا ہے، نفع رسانی کا دروازہ سب کے لیے کھولے ہوئے ہے ؎

ادیم زمیں سفرۂ عام اوست
چہ دشمن بریں خوانِ یغما چہ دوست

وہ رحیم ہے، اس کی مرحمت و مغفرت کی خاص تجلیاں اہلِ ایمان کے لیے ہیں اور گو کہ اس صفت کا پورا ظہور آخرت میں ہوگا، مگر آج بھی روشن ہے کہ اس رحیم و کریم نے ہم گرتوں ہوؤں کو سنبھالا، اسلام و ایمان عطا فرما کر طبقاتِ جہنم سے نکالا:

بَلِ اللّٰهُ یَمُنُّ عَلَیۡکُمۡ اَنۡ هَدٰىکُمۡ لِلۡاِیۡمَانِ ۝

"بلکہ اللہ تم پر احسان رکھتا ہے کہ اس نے تمہیں اسلام کی ہدایت کی"

ایک اور جگہ ارشاد فرمایا:

وَکُنۡتُمۡ عَلٰی شَفَا حُفۡرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنۡقَذَکُمۡ مِّنۡهَا

(اور تم دوزخ کے گنارے پر کھڑے تھے سو اس نے تمہیں اس سے بچا لیا) (دینِ اسلام اور شریعتِ اسلامیہ مرحمت فرما کر)

بلکہ اسلام و ایمان عطا فرما کر ہم مسلمانوں پر بفضلہٖ و کرمہٖ تعالیٰ اپنی نعمتیں تمام فرما دیں

اور اعلانِ عام فرمایا گیا کہ اے مسلمانو!

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا۔

(آج میں نے تمہارے دین کو کامل کر دیا، تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لیے اسلام کو بطورِ دین پسند فرمالیا)۔

پھر اسلام کی تعلیمات کو عملی طور پر سمجھانے اور ہمارے ذہن نشین کرانے کے لیے اپنی رحمت و شفقت اور مغفرت کے ساتھ سرکار ابد قرار نبی عربی صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا: هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ (الآیہ)

لہ ذرا غور و تامل سے کام لیا جائے، تو معلوم ہوگا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وبارک وسلم کے جملہ فرائض جو امت وعباد اللہ سے متعلق ہیں بکمال اعجاز اس آیت کریمہ میں آگئے، یتلوا علیھم آیٰتہٖ رسول کا پہلا کام اپنی امت کے سامنے تلاوتِ آیات ہوتا ہے یعنی اللہ کا کلام پہنچانا، گویا رسول اللہ کی پہلی حیثیت "مبلغِ اعظم" کی ہوتی ہے۔

یعلمھم الکتاب، رسول کا کام محض تبلیغ و پیام رسانی پر ختم نہیں ہو جاتا، اس کا کام کتاب الٰہی کی تبلیغ کے بعد اس کی تعلیم کا بھی ہے۔ اس تعلیم کا بھی ہے۔ اس تعلیم کے اندر کتاب کی ترجمانی شرح تعمیم میں خصوصی، تخصیص میں عموم سب کچھ آگئی اور یہیں سے ان کی کج فہمیوں کی بھی تردید ہو گئی جو رسول کا منصب (معاذ اللہ) صرف ڈاکیہ یا قاصد کا سمجھے ہوتے ہیں۔ گویا رسول کی دوسری حیثیت معلمِ اعظم کی ہوئی۔ والحکمۃ پھر رسول تعلیم محض کتاب ہی کی نہ دیں گے، بلکہ حکمت و دانائی کی تلقین بھی امت کو کریں گے۔ احکام و مسائل، دین کے قاعدے اور آداب، عوام اور خواص سب کو سکھائیں گے اور خواص اسرار و رموز میں بھی فرمائیں گے گویا رسول کی تیسری حیثیت مرشدِ اعظم کی ہوئی۔ یزکیھم رسول کا کام محض الفاظ و احکام ظاہر کی تشریح تک محدود نہیں رہے گا، بلکہ وہ اخلاق کی پاکیزگی اور نیتوں کے اخلاص کے بھی فرائض انجام دیں گے۔ رسول کی یہ چوتھی حیثیت مصلحِ اعظم کی ہوئی، اللھم صل وسلم وبارک علیہ وآلہٖ - ۱۲

اور اس نبی عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر محض زبانی یادداشتوں اور روایتوں کا مجموعہ نہیں، بلکہ باضابطہ اور مستند نوشتہ ایک صحیفہ مکتوب عنایت فرمایا، کتابِ الٰہی ان پر نازل ہوئی۔ قرآن مجید کا نزول ان پر ہوا جس کا ہر مضمون برحق اور ہر لفظ صدق ہے۔ اس کے اندر نہ کسی شک و تردد کا گزر ہے، نہ خلجان و اضطراب کا۔ یہاں تو جو کچھ ہے تسکین و اطمینان ہے علم و ایقان ہے، یکسوئی و اذعان ہے، ہر دعویٰ مدلّل ہے اور ہر حقیقت ثابت شدہ اس کی اصلی اور بنیادی حیثیت یہ ہے کہ وہ ہدایت نامہ ہے، دستورِ حیات ہے، مکمل و مفصل نقشۂ زندگی ہے۔

ہاں تو جب وہ ہر مہربان سے بڑھ کر مہربان اور ہر احسان والے سے بڑا اس کا احسان ہے۔ وہی احکم الحاکمین ہے، وہی رب العلمین ہے، وہی مالک ہے، وہی مولیٰ ہے، وہی صاحب ہے وہی آقا ہے، وہی دُنیا کا بنانے والا ہے، وہی پروردگار ہے، وہی دولت کا دینے والا ہے، وہی کردگار ہے، وہی ساری مخلوق کا والی ہے، وہی مختار ہے۔ اُس کی یاد ٹوٹے دلوں کا چین اور آرام ہے، اسی کا ذکر برگشتہ حالوں سے دافعِ آلام ہے جو ہاتھ ہے، وہ اس کی طرف پھیلا ہوا جو سر ہے، وہ اسی کی بارگاہ میں جُھکا ہوا۔

ہاں ہاں اسی مالک و مولیٰ جلّ و علا نے اسی مقدّس کتاب میں ارشاد فرمایا: وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنَ ۝

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ بخواں،
جز عبادت نیست مقصود از جہاں،

اسی ہدایت مآب صحیفہ میں فرمایا گیا:

اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِىْ

اور میری یاد کے لیے نماز قائم رکھ (تاکہ میں تجھے اپنی یاد سے سرفراز فرماؤں)

اسی سراپا نوشتۂ ہدایت میں حکم دیا گیا:

اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَلَا تَکُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ

نماز قائم کرو اور مشرکین سے نہ بنو

اسی قرآن مجید و فرقان حمید میں بندوں سے یوں خطاب ہے:

فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ حِیْنَ تُمْسُوْنَ وَحِیْنَ تُصْبِحُوْنَ وَلَهُ الْحَمْدُ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَعَشِیًّا وَّحِیْنَ تُظْهِرُوْنَ ۝

تو اللہ کی پاکی بولو جب شام کرو اور جب صبح ہو اور اسی کی تعریف ہے آسمانوں اور زمین میں اور کچھ دن رہے اور جب تمہیں دوپہر ہو۔

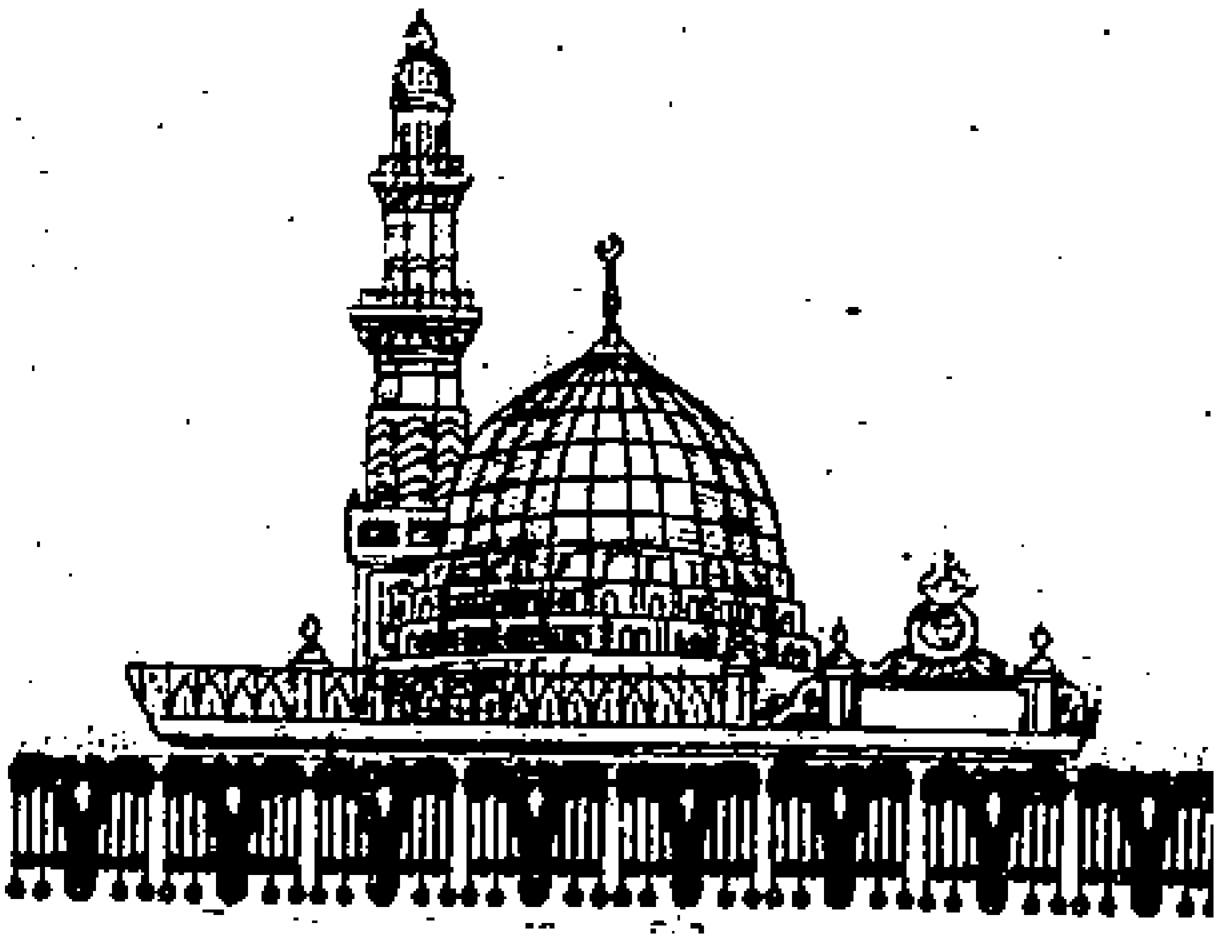
حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے دریافت کیا گیا کہ پنجگانہ نمازوں کا بیان قرآن پاک میں ہے؟ فرمایا "ہاں"! اور یہی آیتیں تلاوت کیں اور فرمایا کہ "ان میں پانچوں نمازیں اور ان کے اوقات مذکور ہیں۔"

چنانچہ حِیْنَ تُمْسُوْنَ میں مغرب اور عشاء کی نمازیں آگئیں۔

اور حِیْنَ تُصْبِحُوْنَ میں نماز فجر۔

عَشِیًّا میں نماز عصر۔

حِیْنَ تُظْهِرُوْنَ میں نماز ظہر آگئی



نماز کے برکات وفضائل

اللہ و رسول پر ایمان لانے اور اہل سنت و جماعت کے مطابق اپنے عقائد صحیح کرنے کے بعد نماز تمام فرائض میں اہم و اعظم ہے۔ بکثرت آیات قرآنیہ اس کی اہمیت پر ناطق، احادیث کریمہ اس کی فضیلت میں وارد، قرآن کریم اور احادیث نبویہ میں جابجا اس کی تاکید آئی اور نماز نہ پڑھنے والوں پر وعید آئی۔ نماز کی اہمیت کا اس سے بھی پتہ چلتا ہے کہ رب تعالیٰ عزوجل نے تمام احکام اپنے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وبارک وسلم کو زمین پر بھیجے اور جب نماز فرض کرنا مقصود ہوئی، حضور کو اپنے پاس عرش عظیم پر بلا کر اسے فرض کیا اور شب اسرا میں یہ تحفہ دیا۔

قرآن عظیم اور حدیث شریف کا مطالعہ کیجیے، تو آپ پر یہ بات روشن ہوگی کہ:

نماز

۱۔ نماز رضائے الٰہی کا ذریعہ اور اس کی اطاعت کی دلیل ہے۔

۲۔ نماز ہمارے ایمان کی کسوٹی اور ہماری دینداری کی گواہ ہے کہ جس نے نماز چھوڑ دی، اس کا کوئی دین نہیں۔ (بیہقی)

۳۔ نماز ہمارے چہروں کی رونق ہے کہ "قیامت کے دن میری امت اس حالت میں بلائی جائے گی کہ منہ اور ہاتھ پاؤں آثارِ وضو کی برکت سے چمکتے ہوں گے (بخاری)

۴۔ نماز مسجدوں کی زینت اور آبادی ہے کہ "مسجدیں وہی آباد کرتے ہیں جو اللہ اور پچھلے دن پر ایمان لائے اور نماز قائم کی اور زکوٰۃ دی اور خدا کے سوا کسی سے نہ ڈرے بے شک وہ راہ پانے والوں میں سے ہوں گے۔ (قرآن کریم)

۵۔ نماز بارگاہِ الٰہی تک رسائی کا بہترین ذریعہ ہے۔ (آیۂ مذکورہ)

۶۔ نماز پیشانیوں کو منور کرتی ہے کہ:

سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ

ان کی نشانی ان کے چہروں میں ہے، سجدے کے اثر سے[1]

۷۔ نماز اسلام کا سنگِ بنیاد ہے کہ "اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے، اس امر کی شہادت دینا کہ اللہ کے سوا کوئی سچا معبود نہیں اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے خاص بندے اور رسول ہیں اور نماز قائم رکھنا اور زکوٰۃ اور حج کرنا اور ماہِ رمضان کے روزے رکھنا۔ (بخاری و مسلم)

۸۔ نماز دین کا ستون ہے کہ "جس نے اسے قائم رکھا، دین کو قائم رکھا اور جس نے اسے چھوڑا، دین کو ڈھایا" (منیۃ المصلی)

۹۔ نماز ایمان کی علامت ہے کہ "ہر شے کی ایک علامت ہوتی ہے اور ایمان کی علامت نماز ہے۔" (منیۃ المصلی)

۱۰۔ نماز بعد توحید تمام عبادتوں سے زیادہ خدا جل جلالہ و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو محبوب و مطلوب کہ "اللہ نے اپنی مخلوق پر کوئی ایسی چیز فرض نہ کی جو نماز سے بہتر ہے اگر اس سے بہتر کوئی چیز ہوتی، تو وہ ضرور ملائکہ پر فرض کرتا، ان میں کوئی رکوع میں ہے کوئی سجدے میں، کوئی قیام ہے، کوئی قعدے میں" (دیلمی)

۱۱۔ نماز فرشتوں کی تمام عبادتوں کی جامع ہے۔ (حدیث مذکورہ عنا)

---

[1] دکھاوے کے لیے یہ نشان پیدا کر لینا حرام قطعی اور گناہ کبیرہ ہے اور معاذ اللہ اس کے استحقاق جہنم کا نشان ہے جب تک توبہ نہ کرے اور اگر یہ نشان کثرتِ سجود سے خود پڑ گیا اور وہ سجدے خالصاً لوجہ اللہ تھے، مگر یہ اس نشان پڑنے سے خوش ہوا کہ لوگ مجھے عابد جانیں گے تو اب دکھاوا آگیا اور یہ نشان اس کے حق میں مذموم ہو گیا اور اگر اسے اس کی طرف کچھ التفات نہیں تو یہ نشان نشانِ محمود ہے اور ایک جماعت کے نزدیک آیۂ کریمہ میں اس کی تعریف موجود ہے امید ہے کہ قبر میں ملائکہ کیلئے اس کے ایمان و نماز کی نشانی ہو اور روز قیامت یہ نشان آفتاب سے زیادہ نورانی ہو جبکہ عقیدہ مطابق اہل سنت و جماعت صحیح و حقانی ہو ورنہ بددین گمراہ کی کسی عبادت پر نظر نہیں ہو گی اور یہی وہ دھبہ ہے جسے خارجیوں کی علامت کہا گیا۔ فتاویٰ افریقہ ۱۲ منہ،

۱۲۔ نماز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہے کہ :

جُعِلَتْ قُرَّةُ عَيْنِيْ فِي الصَّلٰوةِ۔

۱۳۔ نماز جملہ عبادات کی پیشوا و سردار ہے کہ :

وَاعْلَمُوْا اَنَّ خَيْرَ اَعْمَالِكُمُ الصَّلٰوةُ (ابن ماجہ)

۱۴۔ نماز جملہ عبادات حسنات کی قبولیت اُس کی قبولیت پر موقوف ہے کہ "سب سے پہلے قیامت کے دن بندے سے نماز کا حساب ہوگا۔ اگر یہ درست ہوئی تو باقی اعمال بھی ٹھیک ہوں گے اور یہ بگڑی تو سب بگڑ گئے" (طبرانی)

۱۵۔ ہماری بخشش کا قبالہ اور ہمارے گناہوں کا کفارہ ہے کہ :

اِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ (قرآن کریم)

(بے شک نیکیاں گناہوں کو دُور کرتی ہیں)

اور پانچ نمازیں اور جمعہ سے جمعہ تک اور رمضان سے رمضان تک ان تمام گناہوں کو مٹا دیتی ہیں جو ان کے درمیان ہوں، جبکہ کبائر سے بچا جائے۔ (مسلم)

۱۶۔ نماز ہمارے درجوں کی بلندی کی موجب ہے کہ جو شخص اپنے گھر میں وضو وغسل کر کے فرض ادا کرنے کے لیے مسجد کی طرف جاتا ہے، تو ایک قدم پر ایک گناہ محو ہوتا۔ دوسرے پر ایک درجہ بلند ہوتا ہے۔ (مسلم شریف)

۱۷۔ نماز جنت کی کنجی ہے کہ مِفْتَاحُ الْجَنَّةِ الصَّلٰوةُ (احمد)

۱۸۔ نماز مسلمان کے دل میں ایمان راسخ کرتی اور نورِ اسلام سے سینہ منور کرتی ہے کیونکہ "اسلام میں ان کا کوئی حصہ نہیں جن کے لیے نماز نہ ہو" (بزاز) یعنی نماز ہوگی تو بندہ اسلام کا بھی حصہ پائے گا۔

۱۹۔ نماز بے حیائیوں اور بدکاریوں سے روکتی ہے کہ :

اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ (قرآن کریم)

۲۰۔ نماز بندہ کو مزید انعامِ الٰہی کا مستحق بناتی ہے کہ:

وَلَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ

تم میرا ذکر کرو گے، تو میں تمہیں اور زیادہ دوں گا (قرآن کریم)

۲۱۔ نماز بلائیں ٹالتی اور عذابِ الٰہی سے نجات بخشتی ہے کہ "اس سے بڑھ کر عذابِ الٰہی سے نجات دینے والی کوئی چیز نہیں۔ (بیہقی)

۲۲۔ نماز حل مشکلات کا بہترین ذریعہ ہے کہ:

وَاسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ (قرآن کریم)

۲۳۔ نماز غم و کلفت کو سکون و طمانیت سے بدلتی ہے کہ:

أَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ (قرآن کریم)

۲۴۔ نماز غرور و تکبر کو توڑتی اور فروتنی و خشیتِ الٰہی سے زینت دیتی ہے کہ:

وَإِنَّهَا لَكَبِيرَةٌ إِلَّا عَلَى الْخَاشِعِينَ (قرآن کریم)

نماز شاق ہے، مگر خشوع کرنے والوں پر

۲۵۔ نماز فرشتوں کی استغفار کا اہل بناتی ہے کہ "جو بندہ نماز پڑھ کر اس جگہ جب تک بیٹھا رہتا ہے۔ فرشتے اس کے لیے استغفار کرتے ہیں، ملائکہ کا استغفار اس کے لیے یہ ہے: اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهُ اَللّٰهُمَّ ارْحَمْهُ اَللّٰهُمَّ تُبْ عَلَيْهِ۔

"اے اللہ تو اس کو بخش دے، اس پر رحم کر، اس کی توبہ قبول کر (ابوداؤد)

۲۶۔ نماز افلاس و تنگدستی دور کرتی اور رزق و روزگار میں برکت لاتی ہے کہ:

يَا أَبَا هُرَيْرَةَ مُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ فَإِنَّ اللّٰهَ يَأْتِيكَ بِالرِّزْقِ مِنْ حَيْثُ لَا تَحْتَسِبُ۔ (ابن المبارک)

"اے ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) اپنی اولاد کو نماز کا حکم دو، اللہ تعالیٰ تمہیں ایسی جگہ سے رزق عطا کرے گا جہاں تمہارا گمان بھی نہ ہوگا"

۲۷۔ نماز بندے کو اللہ عزوجل کے ذکر کا شرف دلاتی اور اس قابل بناتی ہے کہ وہ ارحم الراحمین اس کا ذکر فرماتا ہے کہ:

فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ (قرآن کریم)

۲۸۔ نماز مسلمانوں کا ہتھیار اور ان کی حفاظت کا مضبوط قلعہ ہے کہ:

اَلصَّلٰوةُ دُعَاءٌ وَالدُّعَاءُ سِلَاحُ الْمُؤْمِنِ۔

۲۹۔ نماز مومن کی معراج ہے کہ:

اَلصَّلٰوةُ مِعْرَاجُ الْمُؤْمِنِيْنَ

۳۰۔ نماز رب عزوجل سے کلام کا شرف لاتی ہے کہ:

اَلصَّلٰوةُ مُنَاجَاةٌ۔

۳۱۔ نماز قبر کی ظلمت کو نور سے بدلتی ہے۔

۳۲۔ نماز وزن اعمال کے وقت نمازی کی حجت ہے۔

۳۳۔ نماز احوالِ قیامت میں بندے کو نماز بخشتی ہے کہ:

مَنْ حَافَظَ عَلَيْهَا كَانَتْ لَهٗ نُوْرًا وَّبُرْهَانًا وَّنَجَاةً

يَوْمَ الْقِيٰمَةِ (احمد)

۳۴۔ نماز فرشتے نمازی مسلمانوں کی زیارت کرتے ہیں۔ اور

۳۵۔ بارگاہِ الٰہی میں ہر صبح و شام ان کا ذکر ہوتا ہے کہ:

يَتَعَاقَبُوْنَ فِيْكُمْ مَلٰٓئِكَةٌ بِاللَّيْلِ وَمَلٰٓئِكَةٌ بِالنَّهَارِ۔

(الحدیث)

رات اور دن کے ملائکہ نمازِ فجر و عصر میں جمع ہوتے ہیں، جب وہ جاتے ہیں، تو اللہ عزوجل ان سے فرماتا ہے کہ کہاں سے آئے ہو، حالانکہ وہ جانتا ہے۔ عرض کرتے ہیں تیرے بندوں کے پاس سے۔ جب ہم ان کے

پاس گئے، تو وہ نماز پڑھ رہے تھے اور انہیں نماز پڑھتا چھوڑ کر تیرے پاس حاضر ہوئے۔ (امام احمد)

۳۶۔ نمازیوں کو ملائکہ رحمت ڈھانپ لیتے ہیں اور

۳۷۔ نمازیوں پر رحمت وسکینہ کا نزول ہوتا ہے کہ:

مَا اجْتَمَعَ قَوْمٌ لِذِكْرِ اللّٰهِ اِلَّا حَفَّتْهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَ غَشِيَتْهُمُ الرَّحْمَةُ وَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ السَّكِيْنَةُ۔

۳۸۔ نمازی منظورِ عنایتِ الٰہی رہتا ہے کہ:

لَا يَزَالُ يَتَقَرَّبُ اِلَيَّ الْعَبْدُ بِالنَّوَافِلِ (الحدیث)

۳۹۔ نمازی کے نامۂ اعمال میں حج کا ثواب بھی لکھا جاتا ہے کہ "جو طہارت کر کے اپنے گھر سے فرض نماز کے لیے نکلا، اس کا اجر ایسا ہے جیسا حج کرنے والے محرم کا۔ (ابوداؤد)

۴۰۔ نمازی، نمازی بھی ہے اور غازی ومجاہد بھی کہ جس وقت وضو ناگوار ہوتا ہے، اس وقت وضو کامل کرنا اور مسجدوں کی طرف قدموں کی کثرت اور ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار۔ اس کا ثواب ایسا ہے، جیسا کفار کی سرحد پر حمایتِ بلادِ اسلام کے لیے گھوڑے باندھنے کا۔ (مسلم شریف)

فضائلِ نماز میں کچھ اور احادیث

اور یہ دیکھئے وہ جو ہم پر ہمارے ماں باپ سے بڑھ کر مہربان اور ہماری جانوں سے زیادہ ہمارے خیرخواہ ہیں کہ اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وہ فرماتے ہیں:

۱۔ بتاؤ کسی کے دروازے پر نہر ہو وہ اس میں ہر روز پانچ بار غسل کرے کیا اس کے بدن پر میل رہے گا۔ عرض کی نہیں، فرمایا یہی مثال پانچوں نمازوں کی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے سبب خطاؤں کو محو فرماتا ہے۔ (بخاری و مسلم)

۲۔ بندہ جب نماز کے لیے کھڑا ہوتا ہے، اس کے لیے جنتوں کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور اس کے اور پروردگار کے درمیان حجاب ہٹا دیے جاتے ہیں اور حورعین اس کا استقبال کرتی ہیں، جب تک نہ ناک سنکے نہ کھکارے۔ (طبرانی)

۳۔ جو مسلمان جہنم میں جائے گا (والعیاذ باللہ تعالیٰ) اس کے پورے بدن کو آگ کھائے گی۔ سوا اعضائے سجود کے اللہ تعالیٰ نے ان کا کھانا آگ پر حرام کردیا ہے (ابوداؤد)

۴۔ کوئی صبح و شام نہیں، مگر زمین کا ایک ٹکڑا دوسرے کو پکارتا ہے۔ آج تجھ پر کوئی نیک بندہ گزرا جس نے تجھ پر نماز پڑھی یا ذکرِ الٰہی کیا، اگر وہ ہاں کہے، تو اس کے لیے اس سبب سے اپنے اوپر بزرگی تصور کرتا ہے۔ (طبرانی)

۵۔ جو تنہائی میں دو رکعت نماز پڑھے کہ اللہ اور فرشتوں کے سوا کوئی نہ دیکھے اس کے لیے جہنم سے برأت لکھ دی جاتی ہے۔ (کنز العمال)

پھر یہ فضائل تو مطلق نماز کے ہیں۔ خاص خاص نمازوں کے متعلق دیکھئے کہ صادق و مصدوق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا کیا ارشاد ہے:

۶۔ جو صبح کی نماز پڑھتا ہے، وہ شام تک اللہ کے ذمے میں ہے۔ دوسری

روایت میں ہے اللہ کا ذمہ نہ توڑو جو اللہ کا ذمہ توڑے گا، اللہ اسے اوندھا کر کے جہنم میں ڈال دے گا، والعیاذ باللہ۔ (طبرانی)

۷۔ جس نے چالیس دن نمازِ فجر و عشاء باجماعت پڑھی، اس کو اللہ تعالیٰ دو براتیں عطا فرماتے گا۔ ایک نار سے دوسری نفاق سے۔ (خطیب)

۸۔ جو نمازِ عشا سے پہلے سوئے، اللہ اس کی آنکھ کو نہ سلائے۔ (بزار)

۹۔ جو نمازِ صبح کے لیے ثواب کے لیے طالب ثواب ہو کر حاضر ہوگا، گویا اس نے تمام رات قیام کیا (عبادت کی) اور جو نمازِ عشا کے لیے حاضر ہوا، گویا اس نے نصف شب قیام کیا۔ (بیہقی)

۱۰۔ جو صبح نماز کو گیا، ایمان کے جھنڈے کے ساتھ گیا اور جو صبح بازار گیا، ابلیس کے جھنڈے کے ساتھ گیا۔ (ابن ماجہ)

لطائف و نکات

نزہۃ المجالس میں رقم ہے کہ ظہر کے وقت آتشِ جہنم جوش مارتی ہے تو جس نے نمازِ ظہر ادا کی۔ (اس نے آتشِ جہنم اپنے لیے سرد کی) کہ وہ اپنے گناہوں سے پاک ہو گیا، جیسا روزِ ولادت پاک تھا اور وقتِ عصر سیدنا آدم علیہ السلام نے دانۂ گندم تناول فرمایا اور موردِ عتابِ الٰہی ہوتے) تو جس نے نمازِ عصر وقت پر ادا کی، اس نے نارِ جہنم اپنے جسم پر حرام کر لی (کہ اس وقت بھی حق کا فرماں بردار رہا) اور وقتِ مغرب سیدنا آدم علیہ السلام کی توبہ قبول ہوئی، تو جو نمازِ مغرب اس کے وقت میں ادا کرے، تو ربِ قدوس سے جو سوال بھی کرے گا، وہ اللہ کریم اسے عطا فرماتے گا۔ نمازِ عشاء ظلمتِ قبر سے اور نمازِ فجر تاریکیِ قیامت سے مشابہ ہے، تو جس نے یہ دونوں نمازیں

اپنے وقت میں ادا کیں، اللہ تعالیٰ اسے ظلمتِ قبر سے نجات دے گا۔ قیامت کی
تاریکی سے محفوظ رکھے گا اور اسے نورِ عطا فرمائے گا۔

۲۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا گزر ایک دریا پر ہوا، آپ نے ایک نورانی چمکدار پرندہ دیکھا کہ وہ کیچڑ میں گرا اور لتھڑ گیا، پھر پانی میں کود گیا اور اس کا بدن پہلا سا نورانی اور صاف شفاف ہو گیا۔ پھر وہ کیچڑ میں گر کر لتھڑا اور پانی میں نہا کر پاک صاف ہو گیا۔ غرض پانچ مرتبہ اس نے یہی کیا۔ (کنواری مریم کے ستھرے بیٹے) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اس پر بڑا تعجب ہوا کہ یہ کیا معاملہ ہے۔ جبریل امین نے تشریف لا کر فرمایا کہ اے عیسیٰ یہ پرندہ اُمتِ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نمازی بندے کی طرح اور کیچڑ اس کے گناہوں کی مثل ہے اور یہ دریا پانچ نمازوں کی مثل ہے، تو جس نے پنجوقتہ نمازیں وقت پر ادا کیں، گناہوں سے ایسا ہی پاک ہو جائے گا جیسا پانی میں غسل کرنے کے بعد یہ پرندہ پاک ہو گیا۔

۳۔ ابن عطا نے فرمایا کہ جب نمازی کی نماز اللہ تعالیٰ قبول فرمالیتا ہے، تو اس نماز سے ایک فرشتہ پیدا فرما دیتا ہے جو رکوع و سجود میں مصروف رہتا ہے اور اس کی عبادت کا ثواب قیامت تک اس بندے کے نامۂ اعمال میں لکھا جاتا رہے گا۔

۴۔ قیامت میں جبکہ سب لوگ اپنی اپنی قبروں سے اٹھیں گے، تو فرشتے نمازی بندوں کے پاس آئیں گے اور ان کے سروں کی مٹی صاف کریں گے، لیکن پیشانیاں صاف کرنے پر بھی ویسی ہی غبار آلود رہیں گی۔ مٹی کا اثر پیشانیوں سے دُور نہ ہو گا۔ ندا آئے گی اسے چھوڑ دو، یہ تو ان کی سجدہ گاہوں کی مٹی ہے، قبروں کی نہیں، اسی مٹی کے سبب جنتی انہیں پہچانیں گے کہ یہ میرے خاص بندوں میں سے ہیں۔

۵۔ روزِ قیامت میدانِ حشر کو جاتے ہوئے کچھ لوگ جب پُل صراط پر پہنچیں گے، تو وہیں کھڑے ہو کر رونے لگیں گے۔ ان سے کہا جائے گا پُل سے گزر و۔ وہ کہیں گے

ہمیں آتش دوزخ سے ڈر لگتا ہے۔ جبریل امین فرمائیں گے، تم دنیا میں دریاؤں کو کیونکر پار کرتے تھے، جواب دیں گے، کشتیوں کے ذریعہ تو بحکم الٰہی وہ مسجدیں وہاں لائی جائیں گی جن میں نمازیں ادا کیا کرتے تھے اور وہ لوگ ان مسجدوں میں سوار ہو کر پل صراط سے بعافیت گزر جائیں گے۔

۶۔ بعض مفسرین کرام آیہ کریمہ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ؁ کی تفسیر میں ارشاد فرماتے ہیں اے ایمان والو صبر کرو (نمازِ فجر کی ادائیگی میں) اور صبر میں دشمنوں سے آگے رہو۔ (ظہر کی نماز کی ادائیگی میں) اور سرحد پر اسلامی ملک کی نگہبانی کرو (نمازِ عصر کی ادائیگی سے) اور اللہ سے ڈرتے رہو (نمازِ مغرب کی ادائیگی میں) اس امید پر کہ کامیاب ہو (نماز عشا کی ادائیگی سے)

۷۔ سورۂ عنکبوت کی تفسیر میں بعض مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ نماز مسلمانوں کی عید ہے کہ وہ عبادتِ الٰہی کی مختلف صورتوں پر مشتمل ہے جیسا کہ عید میں طرح طرح کے کھانے ہوتے ہیں، تو جب دو رکعت نماز پڑھتا ہے، رب العزت ارشاد فرماتا ہے کہ:

اے میرے بندے تو نے باوجود اپنی کمزوری کے طرح طرح میری عبادت کی۔ قیام و قعود، رکوع و سجود اور قرأت۔ تحلیل و تکبیر، تسبیح و تحمید اور تحیت و سلام، تو میں اپنی عزت و جلال اور کبریائی و بے نیازی کے ہوتے یہ کیونکر اچھا جانوں گا کہ تجھے جنت سے روک دوں جس میں انواع و اقسام کی نعمتیں ہیں۔ میں نے جنت تجھے بخشی، اس کی وہ نعمتیں بھی تجھے عطا فرمائیں اور تجھے اپنے دیدار کی عزت عطا فرماؤں گا کہ تو نے میری وحدانیت و یکتائی کو پہچانا، میں لطف فرما ہوں، تیرے عذر کو قبول کروں گا، میں رحیم ہوں تیری نیکیاں میری بارگاہِ رحمت میں مقبول ہوں گی۔ میرے پاس کافر بندے موجود ہیں، میں ان سے جہنم کا پیٹ بھر دوں گا اور میرے سوا تیرا کوئی معبود نہیں کہ تیری خطائیں معاف فرمائے۔ اے میرے بندے تیری ہر رکعت کے بدلے ہم نے تجھے جنت کا ایک محل اور ایک حور

بخشش اور ہر سجدے کے عوض اپنے وجہِ کریم پر نظر کی اجازت عطا فرمائی۔

۸۔ قیامت میں نمازیوں کے گروہوں کو جنت میں جانے کا حکم ہوگا، تو ان میں پہلا گروہ آفتاب کی طرح چہروں کے ساتھ ہوگا۔ فرشتے کہیں گے تم کون ہو، وہ کہیں گے ہم لوگوں نے دنیا میں نماز کی محافظت کی، ہمیشہ وقت پر ادا کرتے رہے۔ فرشتے پوچھیں گے محافظت نماز میں تمہارا کیا طریقہ تھا، وہ جواب دیں گے جب اذان ہوتی ہم مسجد میں ہوتے، یعنی اذان سے پہلے مسجدوں میں پہنچ جایا کرتے تھے۔

پھر دوسرا گروہ آئے گا اور اُن کا چہرہ چاند کی طرح چمکتا ہوگا۔ فرشتے پوچھیں گے، تم کون لوگ ہو، وہ جواب میں کہیں گے، ہم نے دنیا میں نماز پر مداومت کی، ہمیشہ وقت پر پڑھی۔ فرشتے کہیں گے دنیا میں تمہارا کیا طریقہ تھا۔ جواب دیں گے، ہم وقت سے پہلے وضو کر لیتے اور جب اذان ہوتی مسجد میں پہنچ جاتے تھے۔

پھر تیسرا گروہ آئے گا جن کے چہرے کی آب و تاب میں ستاروں کی طرح ہوں گے، فرشتے ان سے سوال کریں گے کہ تم کون ہو اور دُنیا میں نمازیں کس طرح پڑھتے تھے، وہ کہیں گے ہم اذان کے منتظر رہتے اذان ہوتے ہی وضو کرتے اور مسجدوں میں آجاتے تھے۔

۹۔ مسلمانوں پر جب نماز فرض ہوئی، تو ابلیس زور زور سے چیخا اور اس کی ذریت اس کے پاس پہنچ گئی اور اس سے اس وحشت کا سبب پوچھا، تو ابلیس نے انہیں بتایا کہ مسلمانوں کو نماز جیسی کرامت سے مشرف کیا گیا ہے۔ انہوں نے پوچھا پھر آپ کیا تدبیر بتاتے ہیں کہ مسلمان اس نعمت سے محروم رہیں۔ ابلیس نے جواب دیا نمازوں کے اوقات میں انہیں دوسرے کاموں میں پھنسا دو، اس لیے کہ نماز کے اول وقت رحمت اترتی ہے۔ وہ بولے اگر ہم یہ نہ کر سکیں تو کیا کریں؟ شیطان بولا پھر یہ تدبیر ہے کہ جب کوئی مسلمان پڑھنے کھڑا ہو تو تم میں سے ایک شیطان اس کے دائیں طرف کھڑا ہو جائے اور کہے ذرا ادھر دیکھنا اور ایک بائیں طرف کھڑے ہو کر کہے ادھر تو دیکھو اور ایک اس کے سر کی طرف

کھڑا ہوا اور آواز دے اس طرف نظر کرو اور ایک نیچے کھڑے ہو کر پکارے اس طرف بھی نگاہ ڈالو۔ اگر تم نے یہ کر لیا تو فبہا، ورنہ اگر نمازی نے تمہاری طرف توجہ نہ کی، تو اس ایک نماز کا ثواب چار سو نمازوں کی برابر اسے دیا جائے گا۔

۱۰۔ محشر میں دُنیا بھر کی مسجد یں سفید اونٹوں کی شکل میں لائی جائیں گی جن کی ٹانگیں عنبر کی گردنیں زعفران کی، سر مشک کے اور لگامیں زمرد کی ہوں گی۔ اذان دینے والے ان کے آگے ہوں گے اور ائمہ مساجد انہیں ہانکتے چلیں گے اور پیچھے پیچھے وہ لوگ ہوں گے جنہوں نے نمازوں کی محافظت کی۔ جب میدان حشر میں یہ لوگ اس شان سے گزریں گے کہ اہلِ محشر کہیں گے یہ ملائکہ مقربین ہیں یا انبیاء، مرسلین۔ جواب دیا جائے گا نہ یہ ہیں نہ وہ، بلکہ نبی عربی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وہ امتی ہیں جو دُنیا میں نماز کے پابند رہے۔

عوارف المعارف میں لکھا ہے کہ نماز میں چار مختلف حالتیں ہیں، قیام وقعود، رکوع وسجود اور چھ طرح کے ذکر ہیں، قرأتِ قرآن، تسبیح، حمدِ الٰہی، استغفار، دُعا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود شریف۔ یہ کل دس چیزیں ہوئیں اور یہی دس چیزیں فرشتوں کی دس صفوں میں تقسیم کی گئی ہیں۔ ان میں ہر صف دس ہزار فرشتوں پر مشتمل ہے (تو دس صفوں میں ایک لاکھ فرشتے ہیں) تو نماز کی دو رکعتوں میں وہ موجود ہے جو ایک لاکھ فرشتوں پر تقسیم کیا گیا ہے۔

نمازِ پنجگانہ

نماز اللہ تعالیٰ عزوجل کی وہ نعمتِ عظمیٰ ہے کہ اس نے لطف و کرم سے ہم وابستگانِ دامانِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہی کو عطا کی۔ ہم سے پہلے یہ دولت کسی امت کو نہ ملی۔ اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان بریلوی قدس سرہٗ نے اپنے فتاویٰ رضویہ میں اس پر نفیس بحث فرمائی اور امام زندوستی سے ایک لطیف حکایت نقل کی ہے کہ امام زندوستی فرماتے ہیں۔ میں نے امام ابوالفضل سے پوچھا کہ صبح کی دو رکعتیں ظہر و عشا کی چار اور مغرب کی تین کیوں ہیں۔ فرمایا حکم[1]۔ میں کہا مجھے اور بھی افادہ کیجئے۔ کہا ہر نماز[2] ایک نبی نے پڑھی ہے۔ آدم علیہ السلام جب جنت سے زمین[3] پر تشریف لائے، دُنیا آنکھوں میں تاریک تھی اور

---

[1] یعنی ہم بندے اور مملوک ہیں۔ مالک کے احکام میں چون و چرا کی گنجائش نہیں کہ اس سے تکبر و خودی کی بُو آتی ہے۔ اس جواب سے وہ لوگ سبق لیں جو ہر حکمِ الٰہی کی لم چاہتے ہیں اور ہر امر میں کیوں اور کس لیے نکالتے ہیں۔ امام زندوستی کا منشا ر و مقصود اقوال علما سے استفادہ تھا نہ کہ معاذاللہ یہ۔ ۱۲ منہ عفی عنہٗ [2] اس بارے میں کہ کون سی نماز کس نبی نے پہلے پڑھی علمائے کرام کے مختلف اقوال ہیں اور ظاہر ارجح و قرین قیاس وہ حدیث ہے کہ امام اجل رافعی نے شرح مسند میں ذکر فرمائی کہ صبح آدم، ظہر داؤد، عصر سلیمان، مغرب یعقوب، عشا یونس علیٰ نبینا و علیہم الصلوٰۃ والتسلیم نے پڑھی۔ کما حققہ بعدی اللہ تعالیٰ عنہٗ ہم نے بیانِ فضائل کے لیے یہ قول نقل کیا۔ ۱۲ منہ عفی عنہٗ [3] علماء فرماتے ہیں کہ تلاوتِ قرآن مجید یا قرأتِ حدیث کے سوا اپنی طرف سے آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام خواہ کسی نبی کو معصیت سے منسوب کرنا یا ان کی لغزشوں کا ذکر کرنا حرام اور سخت حرام ہے۔ مولیٰ عزوجل کو شایان ہے کہ اپنے محبوب بندوں کو جس عبارت سے تعبیر فرمائے کہ وہ ان کا مالک ہے۔ یوں انبیائے کرام اس کے پیارے بندے ہیں اپنے رب کے لیے جس قدر چاہیں تواضع فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ کی برابری کر کے انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی شان میں کوئی دوسرا یہ الفاظ استعمال کرے تو مردودِ بارگاہ اور سخت شدید عذابِ جہنم و غضبِ الٰہی کا مستحق ہوگا۔ ایسے امور میں سخت احتیاط فرض ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے محبوبوں کا حسنِ ادب عطا فرمائے آمین ۱۲ منہ غفرلہٗ

ادھر رات کی اندھیری آئی۔ انہوں نے رات کہاں دیکھی تھی، بہت خائف ہوئے۔ جب صبح چمکی دو رکعتیں شکرِ الٰہی کی پڑھیں۔ ایک اس کا شکر کہ تاریکیٔ شب سے نجات ملی۔ دوسرا اس کا کہ دن کی روشنی پائی۔ انہوں نے نماز نفل پڑھی تھی، ہم پر فرض کی گئیں کہ ہم سے گناہوں کی تاریکی دور ہو اور طاعت کا نور حاصل ہو، زوال کے بعد سب سے پہلے ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے چار رکعتیں پڑھیں، جبکہ اسمٰعیل علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا فدیہ اترا ہے۔ پہلی اس کے شکریں کہ بیٹے کا غم دور ہوا۔ دوسری فدیہ آنے کے سبب، تیسری رضائے مولیٰ سبحٰنہٗ وتعالیٰ کا شکر۔ چوتھی اس کے شکریں کہ اللہ عزوجل کے حکم پر اسمٰعیل علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے گردن رکھ دی، یہ ان کے نفل تھے، ہم پر فرض ہوا کہ مولیٰ تعالیٰ ہمیں قتلِ نفس پر قدرت دے جیسی انہیں ذبحِ ولد پر قدرت دی اور ہمیں غم سے نجات دے اور یہود و نصاریٰ کو ہمارا فدیہ کر کے نار سے ہمیں بچالے اور ہم سے بھی راضی ہو۔ نمازِ عصر سب سے پہلے یونس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پڑھی کہ اس وقت مولیٰ تعالیٰ نے انہیں چار ظلمتوں سے نجات دی ظلمتِ لغزش، ظلمتِ غم، ظلمتِ دریا، ظلمتِ شکمِ ماہی، یہ اُن کے نفل تھے، ہم پر فرض ہوئے کہ ہمیں مولیٰ تعالیٰ ظلمتِ گناہ، ظلمتِ قبر، ظلمتِ قیامت، ظلمتِ دوزخ سے پناہ دے۔ مغرب سب سے پہلے عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پڑھی۔ پہلی اپنے سے نفیٔ الوہیت، دوسری اپنی ماں سے نفیٔ الوہیت، تیسری اللہ عزوجل کے لیے اثباتِ الوہیت کے لیے (کہ نہ وہ معبود نہ ان کی ماں معبود، بلکہ الٰہ و معبود اللہ عزوجل ہی ہے) یہ ان کے نفل ہم پر فرض ہوئے کہ روزِ قیامت ہم پر حساب آسان ہو، نار سے نجات ہو، اس بڑی گھبراہٹ سے پناہ ہو (یہاں اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے فرمایا اور مقام سے مناسب تر یہ تھا کہ یوں فرماتے کہ "اپنی خودی اور فخرِ آباء (باپ دادوں پر فخر) سے باہر آ کر اللہ عزوجل کے لیے خالص متواضع ہوں) سب سے پہلے عشا موسیٰ علیہ السلام نے پڑھی۔ جب مدائن سے چل کر راستہ بھول گئے۔ بی بی کا غم، اولاد کی فکر، بھائی پر اندیشہ، فرعون سے خوف جب وادیٔ ایمن میں رات کے وقت مولیٰ تعالیٰ نے ان سب فکروں سے انہیں نجات

بخشی۔ چار نفل شکرانے کے پڑھے۔ ہم پر فرض ہوئی کہ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی راہ دکھائے۔ ہمارے بھی کام بنائے، ہمیں بھی اپنے محبوبوں سے ملائے، دشمنوں پر فتح دے۔ آمین۔

انتہیٰ کلامہ۔

یہ فوائد و فضائل گزشتہ ۲۵ پر مزید ہوئے، وبعضہا مشترکہ۔

اُمّت کے فضائل

پھر نماز پنجگانہ کی ادائیگی میں رب العزت جل جلالہ نے اپنے حبیب پاک صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ اور طفیل میں اس امتِ مرحومہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ کو اور کیا فضائل عطا فرمائے، اس کا اندازہ مختصر طور پر اس کلام مبارک سے بھی ہوتا ہے جس کا افادہ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے اپنے فتاویٰ میں فرمایا کہ تنبیہ الغافلین میں امام فقیہ ابواللیث سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت کعب احبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ، (کہ اجلہ ائمہ تابعین وعلمائے کتابین واعلم علمائے توراۃ سے ہیں، پہلے یہودی تھے، خلافتِ فاروقی میں مشرف باسلام ہوتے) (لاالامن والعلیٰ) سے نقل کیا کہ انہوں نے فرمایا میں نے توریت مقدس کے کسی مقام میں پڑھا۔ اے موسیٰ فجر کی دو رکعتیں احمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) اور اس کی امت ادا کرے گی، جو انہیں پڑھے گا، اس دن رات کے سارے گناہ اس کے بخش دوں گا اور وہ میرے ذمے میں ہوگا۔

اے موسیٰ ظہر کی چار رکعتیں احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور اس کی امت پڑھے گی۔ انہیں پہلی رکعت کے عوض بخش دوں گا اور دوسری کے بدلے میں ان کا پلہ بھاری کردوں گا اور تیسری کے عوض فرشتے موکل کردوں گا کہ تسبیح کریں گے اور ان کے لیے دعائے مغفرت کرتے رہیں گے اور چوتھی کے بدلے ان کے لیے آسمان کے دروازے

کشادہ کروں گا، بڑی بڑی آنکھوں والی حوریں ان پر شتاقانہ نظر ڈالیں گی۔ اے موسیٰ عصر کی چار رکعتیں احمد اور ان کی اُمت (صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وعلینا معہم) ادا کرے گی، تو ہفت آسمان وزمین میں کوئی فرشتہ باقی نہ بچے گا سب ہی ان کی مغفرت چاہیں گے اور ملائکہ جس کی مغفرت چاہیں، میں اسے ہرگز عذاب نہ دوں گا۔ اے موسیٰ مغرب کی تین رکعتیں ہیں، انہیں احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور اس کی اُمت پڑھے گی۔ آسمان کے سارے دروازے ان کے لیے کھول دوں گا جس حاجت کا سوال کریں گے، اسے پورا ہی کردوں گا۔ اے موسیٰ شفق ڈوب جانے کے وقت (یعنی عشاء کی) چار رکعتیں ہیں، پڑھیں گے انہیں گناہوں سے ایسا نکال دیں گی جیسے اپنی ماؤں کے پیٹ سے پیدا ہوتے۔

اے موسیٰ وضو کرے گا احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور اس کی امت جیسا کہ میرا حکم ہے میں انہیں عطا فرماؤں گا، ہر قطرے کے عوض کہ بدن سے ٹپکے ایک جنت جس کا عرض آسمان وزمین کی چوڑائی کے برابر ہوگا۔ اے موسیٰ ایک مہینہ کے سالانہ روزے رکھے گا احمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور اس کی امت اور وہ ماہِ رمضان ہے، میں عطا فرماؤں گا، ہر روز ان کے روزوں کے عوض ایک شہر جنت میں اور عطا کروں گا۔ اس میں نفل کے بدلے فرض کا ثواب اور اس میں لیلۃ القدر رکھوں گا جو اس مہینے میں شرمساری اور صدقِ قلب سے استغفار کرے گا۔ اگر اسی شب یا اسی مہینے میں مرگیا، اُسے تیس شہیدوں کا ثواب عطا کروں گا۔ اے موسیٰ امت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میں کچھ ایسے مرد ہیں کہ ہر شرف پر قائم ہیں۔ لا الٰہ الا اللہ کی شہادت دیتے ہیں، تو ان کی جزا اس کے عوض انبیاء (علیہم الصلوٰۃ والسلام) کا ثواب ہے اور میری رحمت ان پر واجب اور میرا غضب ان سے دور اور ان میں سے کسی پر بابِ توبہ بند نہ کروں گا، جب تک وہ لا الٰہ الا اللہ کی گواہی دیتے رہیں گے۔ انتہی کلامہ۔ بالجملہ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت پر نثار کہ ان کے صدقے ان کے طفیل، ان کے اور تمام عالم وعالمیان کے پروردگار نے اس امت مرحومہ کو نماز پنجگانہ سے نوازا اور اس کے باعث ہم ناکاروں کو اپنا قرب بخشا اور ہمارے لیے فضل عظیم کا دروازہ کھولا۔ وَذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ۔

تارکِ صلوٰۃ کو وعیدیں

نماز نہ پڑھنے پر جو وعیدیں آئی ہیں، اُن میں سے بعض یہ ہیں :

۱۔ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں جس کی نماز فوت ہوئی، گویا اس کے اہل و مال جاتے رہے۔ (بخاری و مسلم)

۲۔ جس نے قصداً نماز ترک کی، جہنم کے دروازے پر اس کا نام لکھ دیا جاتا ہے (ابونعیم)

۳۔ قصداً نماز ترک نہ کرو کہ جو قصداً نماز ترک کر دیتا ہے، اللہ و رسول (جل و علا و صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اس سے بری الذمہ ہیں۔ (امام احمد)

۴۔ جو نماز عشاء سے پہلے سوئے، اللہ اس کی آنکھ کو نہ سُلائے (بزار)

۵۔ جس نے نماز چھوڑ دی، اس کا کوئی دین نہیں، نماز دین کا ستون ہے۔ (بیہقی)

۶۔ اسلام میں اس کا کوئی حصہ نہیں، جس کے لیے نماز نہ ہو۔ (بزار)

۷۔ جو صبح کی نماز پڑھتا ہے، وہ شام تک اللہ کے ذمہ میں ہے۔ دوسری روایت میں ہے اللہ کا ذمہ نہ توڑو جو اللہ کا ذمہ توڑے گا۔ اللہ تعالیٰ اسے اوندھا کر کے دوزخ میں ڈال دے گا۔ (طبرانی)

نماز سے غافل رہنے والے ان وعیدوں پر غور کریں۔ عذابِ الٰہی سے ڈریں، اپنی اس عادتِ بد پر شرمائیں، احوالِ قیامت کو دل میں لائیں۔

غنیۃ الطالبین شریف میں فرمایا کہ جو شخص نماز ادا کرنے میں سستی کرتا یعنی اس اس سے غافل رہتا ہے۔ ربِ عزوجل اسے پندرہ عذابوں میں گرفتار کرتا ہے۔ ان میں سے چھ عذاب موت سے پہلے ہیں۔

۱۔ اس کا نام صالحین کی فہرست سے کاٹ دیا جاتا ہے۔

۲۔ زندگی کی برکت اُس سے اٹھالی جاتی ہے۔

۳۔ اُس کے رزق میں خیر و برکت نہیں رہتی۔

۴۔ اُس کا کوئی نیک عمل قبول نہیں ہوتا، جب تک نماز ادا نہ کرے۔

۵۔ اُس کی دُعا قبول نہیں ہوتی

۶۔ صالحین کی دُعاؤں کی برکت سے محروم رہتا ہے۔

اور تین عذاب موت کے وقت ہوتے ہیں:

۱۔ ایسی پیاس میں مبتلا ہوتا ہے کہ سات سمندر بھی اسے سیراب نہیں کر سکتے۔

۲۔ اچانک موت میں مبتلا ہوگا (کہ مرتے وقت توبہ نصیب نہ ہونے کا اندیشہ ہے)

۳۔ اس کے کاندھے اتنے وزنی ہوں گے، گویا اس پر لکڑی اور پتھر کا وزن ہے۔

(فقیر قادری کہتا ہے کہ غالباً یہی وجہ ہے کہ بے نمازی کا جنازہ عموماً بہت وزنی ہوتا ہے)

اور تین عذاب قبر میں ہوتے ہیں:

۱۔ اس کی قبر اس پر تنگ کر دی جاتی ہے۔

۲۔ قبر میں وحشت ناک تاریکی رہتی ہے۔

۳۔ منکر نکیر کے سوالات کے جواب کے وقت عاجز رہتا ہے (جس کا نتیجہ عذاب قبر ہے)

اور تین عذاب قبر سے اٹھتے وقت دیئے جائیں گے:

۱۔ دربارِ خدا میں اس حالت میں لایا جائے گا کہ پروردگارِ عالم اس پر غضب فرمائے گا۔

۲۔ اُس کا حساب سختی سے لیا جائے گا۔

۳۔ اس کا انجام جہنم ہوگا، مگر یہ کہ ربِ عزّوجل اس کی مغفرت فرمائے۔ بے نمازی

خوب یاد رکھیں کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جب بچہ کی عمر سات برس کی ہو تو اسے نماز پڑھنا سکھایا جائے اور جب دس برس کا ہو جائے، تو مار کر پڑھوانا چاہیئے۔

(ابوداؤد ترمذی)

جب دس برس کے بچے کو مار کر نماز پڑھوانے کا حکم ہے، تو وہ نوجوان بلکہ بوڑھے مرد و عورت جو نماز نہیں پڑھتے، اُن پر غیب سے مار پڑتی ہے، اسی لیے ان کے اہل و عیال، جان و مال اور عمر و رزق سے برکت اُٹھالی جاتی ہے اور وہ ذہنی سکون و طمانیتِ قلبی سے محروم و نامراد رہتے ہیں۔

اشعار

اندھیری رات ہے، غم کی گھٹا عصیاں کی کالی ہے
دلِ بیکس کا اس آفت میں آقا تو ہی والی ہے

اترتے چاند، ڈھلتی چاندنی، جو ہو سکے کر لے
اندھیرا پاکھ آتا ہے، یہ دو دن کی اُجالی ہے

اندھیرا گھر، اکیلی جان، دم گھٹتا، دِل اکتاتا!
خدا کو یاد کر پیارے وہ ساعت آنے والی ہے

ارے یہ بھیڑیوں کا بن ہے اور شام آگئی سر پر
کہاں سویا مسافر، ہائے کتنا لا اُبالی ہے

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ وَتُبْ عَلَیَّ اِنَّکَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ التَّوَّابُ ط

بے نمازیوں کے لیے عبرت

ان احادیثِ کریمہ پر پھر ایک نظر ڈالیے اور پھر غور کیجئے کہ نماز کی تاکید کے ساتھ جماعت کی تاکید کیا آپ کو یہ نہیں بتاتی کہ نماز با جماعت کا التزام نہ رکھنا رب عزوجل کی رحمت سے خود ہی کترانا اور غضب الٰہی خریدنے کے مترادف ہے۔

ایک حدیث شریف میں ہے کہ ہمیشہ صفِ اوّل سے لوگ پیچھے ہوتے رہیں گے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ انہیں اپنی رحمت سے مؤخر کر کے نار میں ڈال دے گا (ابوداؤد، ابن ماجہ)

صفِ اوّل سے مؤخر ہوتے رہنا یہ وبال لاتا ہے، تو ترکِ جماعت پر کیا وبال آئے گا۔ اس کے لیے یہ حدیث ہی کافی ہے کہ بے شک میں نے قصد کیا کہ نماز قائم کرنے کا حکم دوں، پھر کسی کو امر فرماؤں کہ لوگوں کو نماز پڑھائے اور میں اپنے ہمراہ کچھ لوگوں کو جن کے پاس لکڑیوں کے گٹھے ہوں، ان کے پاس لے کر جاؤں جو نماز وں میں حاضر نہیں ہوتے اور ان کے گھر آگ سے جلا دوں (بخاری و مسلم)

بلکہ معاذ اللہ تعالیٰ بلا عذر شرعی ترکِ جماعت کی عادت گمراہی یا کفر تک کی نوبت لاتی ہے۔ مسلم، ابوداؤد، نسائی و ابن ماجہ میں حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک روایت یوں ہے کہ جسے یہ اچھا معلوم ہو کہ کل خدا سے مسلمان ہونے کی حالت میں ملے، تو پانچوں نمازوں کی محافظت کرے۔ جب ان کی اذان کہی جائے اور اگر تم نے اپنے گھروں میں نماز پڑھ لی (جماعت ترک دی، حالانکہ کوئی واقعی عذر شرعی نہ تھا محض لاپرواہی برتی) تو تم نے اپنے نبی کی سنت چھوڑ دی اور اگر اپنے نبی کی سنت چھوڑ دو گے، تو گمراہ ہو جاؤ گے اور ابوداؤد کی روایت میں ہے کافر ہو جاؤ گے۔"

اور جب ترکِ جماعت پر یہ وعید شدید ہے، تو مطلقاً ترک کس قدر ہولناک ہوگا۔

اس کے لیے یہ حدیث کافی ہے کہ جس نے نماز کی محافظت کی (مدام پڑھتا رہا) قیامت کے دن وہ نماز اس کے لیے نور و برہان و نجات ہوگی اور جس نے محافظت نہ کی، اس کے لیے نہ نور ہے، نہ بُرہان، نہ نجات اور قیامت کے دن قارون و فرعون و ہامان و ابی بن خلف (سردار منافقین) کے ساتھ ہوگا۔ نزہتہ المجالس میں فرمایا کہ جس نے اپنی تجارت کے لیے نماز چھوڑی، وہ ابی بن خلف کے ساتھ ہوگا اور جو مملکت کے باعث نماز چھوڑے گا، وہ فرعون کے ساتھ ہوگا اور جس شخص کا مال نماز سے غافل و لاپرواہ کرے، وہ قارون کے ساتھ ہوگا۔

پھر فرمایا کہ حدیث شریف میں ہے کہ فرشتے فجر کی نماز ترک کرنے والے سے کہتے ہیں اے فاجر! ظہر کی نماز ترک کرنے والے کو کہتے ہیں اے خاسر! جو عصر کی نماز ترک کرے اس سے کہتے ہیں اے عاصی! جو مغرب کی نماز نہ پڑھے اس سے کہتے ہیں اے کافر! اور تارک صلوٰۃ عشاء سے کہتے ہیں اے ضائع کرنے والے خدا تجھے برباد کرے، بلکہ قرآن کریم قضا کرکے پڑھنے والوں کو فرماتا ہے:

فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلٰوتِهِمْ سَاهُوْنَ۔

(خرابی ان نمازیوں کے لیے جو اپنی نماز سے بے خبر ہیں، وقت گزار کر پڑھنے اُٹھتے ہیں) اور فرماتا ہے

فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوَاتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا۔

(ان کے بعد کچھ ناخلف پیدا ہوئے جنہوں نے نمازیں ضائع کردیں اور نفسانی خواہشوں کا اتباع کیا۔ عنقریب انہیں سخت عذاب طویل و شدید سے ملنا ہوگا)

غیّ جہنم میں ایک وادی ہے جس کی گرمی اور گہرائی سب سے زیادہ ہے۔ اس میں ایک کنواں ہے جس کا نام ہَبْہَب ہے، جب جہنم کی آگ بجھنے پر آتی ہے، اللہ عزوجل اس کنوئیں کو کھول دیتا ہے جس سے وہ بدستور بھڑکنے لگتی ہے۔ یہ کنواں بے نمازیوں اور زانیوں اور شرابیوں اور سود خوروں اور ماں باپ کو ایذا دینے والوں کے لیے ہے۔

وَقِنَا رَبَّنَا عَذَابَ النَّارِ وَاَمِتْنَا عَلٰی مِلَّةِ سَيِّدِ الْاَبْرَارِ

تارکِ نماز وکفر واسلام

بلکہ قرآن کریم سے مستفاد کہ قصدًا تارکِ صلوۃ کافر ہے کہ فرمایا: اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَلَاتَکُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ (نماز قائم کرو اور کافروں سے نہ ہو جاؤ)

بلکہ صدہا صحابہ و تابعین وائمۂ اسلام کا یہی مذہب تھا کہ جو شخص قصدًا بے عذر نماز ترک کرے، یہاں تک کہ اس کا وقت نکل جائے، وہ کافر ہے اور بلاشبہ بہت ظواہر آیاتِ قرآنیہ واحادیثِ نبویہ اس مذہب کی مؤید ہیں کہ عمدًا تارک الصلوٰۃ کافر ہے۔

اسی لیے زمانہ سلف صالح خصوصًا صدرِ اوّل میں ترکِ نماز، علامتِ کفر تھا کہ واقع نہ ہوتا تھا، مگر کافر سے۔ جیسے اب زنّار باندھنا قشقہ لگانا علامت کفر ہے اور صدرِ اوّل کے بعد جب اسلام میں ضعف آیا اور بعض عوام کے دل میں سستی و کسل نے جگہ پائی نماز میں کامل چستی و مستعدی کہ صدرِ اوّل میں مطلقًا ہر مسلمان کا شعار دائم تھی، اب بعض لوگوں سے چھوٹ چلی، تو ہمارے ائمۂ حنفیہ وجماہیر علماء دین وائمۂ مجتہدین شافعیہ و مالکیہ اور ایک جماعت ائمۂ حنبلیہ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین نے فرمایا کہ جو شخص فرضیتِ نماز کا انکار کرے یا اُسے ہلکا اور بے قدر جانے یا اس کا ترک حلال سمجھے، تو وہ کافر ہے اور یہ کہ جو شخص قصدًا بے عذر نماز ترک کرے، اس نے کافروں کا سا کام کیا اور یہ کہ ترکِ نماز سخت کفرانِ نعمت و ناشکری ہے اور یہ کہ نماز نہ پڑھنے والا سخت فاجر، اشد فاسق ہے، مگر دائرۂ اسلام سے خارج نہیں؛ البتہ شرعًا سخت سزاؤں کا مستحق ہے۔

ائمۂ ثلثہ مالک، شافعی واحمد رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں: بے نمازی کو قتل کیا جائے۔ ہمارے ائمہ کا ارشاد ہے اُسے دائم الحبس کریں، قید میں ڈال دیں۔ یہاں تک کہ توبہ کرے یا قید میں مر جائے۔ بعض مشائخ حنفیہ فرماتے ہیں اتنا ماریں کہ خون بہا دیں، پھر قید کریں؛

لیکن یہ تعزیرات یہاں جاری نہیں۔ لہٰذا مسلمان بصورتِ اجتماعی یا بحیثیتِ جداگانہ برادری پنچایت ایسی جمعیتیں قائم کریں جو کم ازکم اس درجہ سزا کا استحقاق واقتدار رکھتی ہوں کہ کسی سے کوئی امر خلافِ شرع مثلاً نماز نہ پڑھنا، روزہ نہ رکھنا، شراب خوری، قمار بازی، تاش وغیرہ پیش آئے تو اس سے سلام وکلام اور دوسرے دُنیاوی تعلقات مثلاً اس سے میل جول رکھنا، اس کے ساتھ کھانا پینا وغیرہ معاملات ہی ترک کر دیں۔ غرض جو تنبیہہ وتہدید وتادیب و تشدید، جمعیت وپنچایت والے اپنے امورِ دینیہ میں کرتے ہیں۔ امورِ دینیہ بدرجۂ اولیٰ ضروری ہے۔ اگر دنیا کے طالب اور دین سے غافل ہیں۔ اس وجہ سے احکامِ شرع کے تارک اور دُنیا طلبی کے عامل ہیں۔ کیا اچھا ہو کہ اللہ تعالیٰ ان میں بیداری پیدا کرے اور اپنی دُنیا سے بڑھ کر دین کا انتظام کریں اور احکامِ شرع وفرامینِ اسلام کا اہتمام رکھیں اور اگر علماء، فضلاء، وصلحا جن سے امید برکت ہوتی ہے۔ چاہیں تو زجر وتنبیہہ کی غرض سے نمازِ جنازہ بے نماز سے خود دُور رہیں، خود نہ پڑھیں، عوام سے پڑھوا دیں، لیکن یہ کوئی نہ پڑھے اور اسے بے نماز دفن کر دیں، یہ جائز نہیں۔ ایسا کریں گے تو جتنوں کو اطلاع ہوگی، سب گنہگار ہوں گے، عالم ہوں خواہ جاہل کہ نماز پڑھنا اس پر فرض تھا اور جنازہ کی نماز ہم پر فرض ہے۔ اگر اس نے اپنا فرض ترک کیا، ہم اپنا فرض کیونکر چھوڑ سکتے ہیں، اسی طرح غسل دینا، مقابرِ مسلمین میں دفن کرنا۔

(فتاویٰ رضویہ)

افادۂ نفیسہ

عابدوں میں ہر قسم کے لوگ ہیں

اللہ و رسول جل و علا و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر حکیم سے بڑھ کر حکیم ہیں، ان کی رعایا میں ہر قسم کے لوگ ہیں۔

ایک وہ عالی ہمت کہ اللہ و رسول جل و علا و صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ و رسول کے لیے یاد کریں۔ اپنی کوئی منفعت، دنیوی تو دنیوی، اُخروی بھی مقصود نہ رکھیں۔ یہ خالص مخلص بندے ہیں جن کی بندگی میں کسی ذاتی غرض کی آمیزش نہیں، ان کے لیے وصل ذات ہے جن کو فرمایا: وَالَّذِیْنَ جَاھَدُوْا فِیْنَا لَنَھْدِیَنَّھُمْ سُبُلَنَا (اور جنہوں نے ہماری راہ میں کوشش کی، ضرور ہم انہیں اپنے راستے دکھا دیں گے)

دوسرے وہ جن کو کسی طمع کی چاشنی (بندگی پر) ابھارے، مگر نفع فانی کے گرویدہ نہیں باقی کی تلاش ہے۔ قرآن و حدیث میں نعیم جنت کے بیان ان کی نظیر سے ہیں جن کو فرمایا: اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَھُمْ وَاَمْوَالَھُمْ بِاَنَّ لَھُمُ الْجَنَّۃَ (بیشک اللہ نے مسلمانوں سے ان کے مال اور جان خرید لیے ہیں، اس بدلے پر کہ ان کے لیے جنت ہے)

تیسرے وہ جن کو نفع عاجل (دنیوی منفعت) کی امید دلانا زیادہ مؤید ہے) جن کو فرمایا: فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّکُمْ اِنَّہٗ کَانَ غَفَّارًا یُّرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَیْکُمْ مِّدْرَارًا (میں نے کہا اپنے رب سے معافی مانگو، وہ بڑا معاف فرمانے والا ہے، تم پر شراٹے کا مینہ بھیجے گا)

اور فرمایا:

قُلْ هُوَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هُدًى وَّشِفَآءٌ

(تم فرماؤ وہ ایمان والوں کے لیے ہدایت اور شفا ہے)

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اُغْزُوْا تَغْنَمُوْا وَصُوْمُوْا تَصِحُّوْا وَسَافِرُوْا تَسْتَغْنُوْا۔

(جہاد کرو غنیمت پاؤ گے اور روزہ رکھو تندرست ہوجاؤ گے اور حج کرو غنی ہوجاؤ گے)

چو تھے وہ پست فطرت دُون ہمت کہ امید نفع پر بھی نہ سرکیں، جب تک تازیانے کا ڈر نہ دلائیں۔ قرآن وحدیث میں عذاب نار کے بیان ان کی نظیر سے ہیں جن کو فرمایا:

وَمَنْ يَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ ۝ وَاِنَّهُمْ لَيَصُدُّوْنَهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ۝ حَتّٰۤى اِذَا جَآءَنَا قَالَ يٰلَيْتَ بَيْنِيْ وَبَيْنَكَ بُعْدَ الْمَشْرِقَيْنِ فَبِئْسَ الْقَرِيْنُ ط وَلَنْ يَّنْفَعَكُمُ الْيَوْمَ اِذْ ظَّلَمْتُمْ ط اَنَّكُمْ فِي الْعَذَابِ مُشْتَرِكُوْنَ ط

(اور جسے رتوند آئے رحمٰن کے ذکر سے ہم اس پر ایک شیطان تعینات کریں کہ وہ اس کا ساتھی رہے اور بے شک وہ شیاطین ان کو راہ سے روکتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ وہ راہ پر ہیں۔ یہاں تک کہ جب کافر ہمارے پاس آئے گا اپنے شیطان سے کہے گا، ہائے کسی طرح مجھ میں اور تجھ میں پورب پچھم کا فاصلہ ہوتا، تو کیا ہی برا ساتھی ہے اور ہرگز تمہارا اس سے بھلا نہ ہوگا۔ آج جبکہ تم نے ظلم کیا کہ تم سب عذاب میں شریک ہو۔)

(افادات رضویہ)

وعدوں اور وعیدوں سے شرع کا مقصود کیا ہے

پھر وعیدوں یا جسمانی دنیاوی بلکہ اُخروی منفعتوں ثوابوں کے وعدے سے بھی حاشا یہ مراد خدا و رسول (جل وعلا وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نہیں کہ ان سے بچنا یا ان منافع کا ملنا ہی مقصود بالذّات بنا کر اسی غرض و نیت سے ذکر خدا و رسول جل وعلا وصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کرو کہ یہ تو قلب موضوع و عکس مقصود (خلاف مطلوب شریعت) ہے۔ جو عبادت جنت کی نیت سے کرے کہ وہی اس کی مقصود بالذّات ہو ہرگز عابد خدا نہیں، عابد جنت ہے۔

توراتِ مقدس سے منقول ہے: "اس سے بڑھ کر ظالم کون ہے جو بہشت کی طمع یا دوزخ کے ڈر سے میری عبادت کرے۔ کیا اگر میں جنت و نار نہ بناتا تو مستحق عبادت نہ ہوتا؟" بلکہ اس سے مراد صرف ابھارنا ہے کہ اس خوف و طمع کے لحاظ سے عمل لوجہ اللہ کریں۔

مضرت سے بچنا یا منفعت جسمانی خواہ روحانی، دنیوی، خواہ اُخروی کا ملنا مقصود بالعرض ہو جیسے حج میں تجارت، جہاد میں غنیمت، روزے میں صحت اور نماز میں کسرت، واللہ تعالیٰ اعلم۔

(فتاویٰ رضویہ)

اسلام باہمی اتفاق سکھاتا ہے

مضامین سابقہ سے یہ امر تو خوب واضح ہو چکا کہ نماز شوکتِ اسلام ہے اور اسلام کا خیمہ اسی چوب پر ایستادہ ہے۔ مسجدوں کی تعمیر، اذانوں کا اعلان، خطیبوں اور پیش اماموں کا تقرر سب کچھ نماز کے لیے ہے۔ حفاظ قرآن کی عزت، علمائے دین کی فضیلت اسی محراب و ممبر سے آشکار و نمودار ہے۔ نماز ہی ہر انسان کو براہِ راست دربارِ الٰہی میں حاضری کا اعزاز عطا کرتی ہے اور نماز ہی انسان اور رب العالمین میں راز و نیاز و ہمکلامی کا راز کھولتی ہے اور چونکہ نماز ہی کمال انسانیت اور تکمیل عبودیت ہے، اس لیے نماز و جماعت مختلف المزاج انسانوں کو ایک مرکز پر لاتی اور نماز ہی اطاعتِ امیر کا عملی سبق پڑھا کر پابندیٔ اوقات کا خوگر بناتی اور اجتماع و تنظیم کا سبق دیتی ہے کہ ہم باہم متحد و متفق ایک دوسرے کے دکھ درد سے واقف، ایک دوسرے کے خیر خواہ، ایک دوسرے کے ہمدرد، ایک دوسرے کے غمگسار اور ایک دوسرے کے ساتھی رہیں۔ بلاشبہ اسلام نے توحید کا سبق پڑھا کر ہماری گردنوں میں پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت و فرمانبرداری کا قلادہ ڈال کر ایک ہی مرکز پر جمع کر دیا اور اقصائے عالم میں اعلان عام فرمادیا کہ، وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِیْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا دیکھو یہ شریعت مصطفےٰ اللہ کی رسّی ہے، اسے مضبوط تھامو اور پراگندہ و متفرق نہ ہو جاؤ۔ دیکھو تم افتراق و انتشار کے باعث جہنم کے گڑھوں تک پہنچ چکے تھے۔ اللہ کی رحمت نے تمہاری دستگیری کی۔ نبی عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے کرم نے تمہیں سہارا دیا اور تم ہلاکت کے گڑھے سے نجات پاگئے کُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا۔ تم ایک دوسرے کے دشمن اور خون کے پیاسے تھے۔ خداوند قدوس جل علا

نے تمہاری دشمنی کو دوستی سے بدل دیا۔ تمہارے دلوں میں محبت ڈالی اور تم کو ایک ہی رشتہ میں منسلک کرکے آپس میں بھائی بھائی بنا دیا۔

وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللّٰهِ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَاءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖ اِخْوَانًا۔

مسلمانو! اسلام اختلافات کو مٹانے نزاعات کو چکانے آیا۔ افتراق وانتشار کا خاتمہ کرنے آیا ظلم و فساد کی بیخ کنی کے لیے آیا۔ جنگ وجدال اسلام کو پسند نہیں۔ شرانگیزی و فتنہ جوئی سے اسلام کو نفرت ہے۔ منافرت باہمی کا اسلام دشمن ہے۔ یہ دیکھو قرآن پاک کی شہادت ہے کہ:

اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ، اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِيْنَ

اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ، اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ كَيْدَ الْخَائِنِيْنَ

وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ ٥ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ خَوَّانٍ كَفُوْرٍ

یہ آیاتِ کریمہ صاف ارشاد فرمارہی ہیں کہ آئین شکنی، حیلہ بازی، عیاری، خیانت، ناشکری، احسان فراموشی، فساد انگیزی، کفر، ظلم، اسراف۔ غرض ہر وہ چیز جو امن عالم میں خلل انداز ہو، رب قدوس جل وعلا کو پسند نہیں اور یہ دیکھو وہ جو تمام عالم کو اسلام و شریعت کے مرکز پر اخوت و مساوات کا سبق پڑھانے اور اس بارے میں فاتح و مفتوح، نسل وقوم، ملک و مقام کی خصوصیتوں اور تفاوتوں کو مٹانے، مختلف زبانوں اور مختلف رنگتوں کو مایۂ الامتیاز سمجھنے والوں کو سدھارنے کے لیے تشریف لائے جنہوں نے اپنی مبارک تعلیم و تلقین سے نفرت و عداوت کی جگہ اپنے غلاموں میں نصرت و اخوت کے بیج دلوں میں بوئے اور فتنہ و فساد کے بجائے دل و دماغ میں امن و سکون کو جگہ دلائی وہ مسلمانوں کو کیا تعلیم دیتے ہیں اور انہیں کس طرح فتنہ و فساد سے روکتے ہیں:

ا۔ زمین والوں پر تم رحم کرو، تم پر وہ رحم فرمائے گا جس کی حکومت آسمان میں ہے۔

(ابوداؤد)

۲۔ تمام مومنین شخص واحد کی طرح ہیں۔ اگر اس کی آنکھ بیمار ہوئی، تو وہ کل بیمار رہے اور سر میں بیماری ہوئی، تو کل بیمار رہے۔ (مسلم شریف)

۳۔ مومن مومن کے لیے عمارت کی مثل ہے کہ اس کا بعض بعض کو قوت پہنچاتا ہے۔ (بخاری شریف)

۴۔ دین خیر خواہی کا نام ہے، اس کو تین مرتبہ فرمایا۔ عرض کیا گیا کس کی خیر خواہی؟ فرمایا اللہ اور رسول اور اس کی کتاب کی اور ائمہ مسلمین اور عام مسلمانوں کی۔ (مسلم شریف)

۵۔ تم میں اچھا وہ شخص ہے جس سے بھلائی کی امید ہو اور جس سے بھلائی کی امید نہ ہو اور جس کی شرارت سے امن نہ ہو۔ (ترمذی)

غرض آیاتِ قرآنیہ واحادیثِ مصطفویہ نے فیصلہ فرمادیا کہ "آپس میں جھگڑو نہیں کہ پھر بزدلی کروگے اور تمہاری بندھی ہوا جاتی رہے گی" اور یہ کہ جو شخص مسلمانوں کے جمّ غفیر سے الگ ہوا، وہ جہنم میں گیا کہ حق وہی جس پر مسلمانوں کی اکثریت عقیدہ رکھتی ہے تو مسلمانوں پر لازم و ضرور ہے کہ اتفاق و اتحاد کی رسی مضبوط تھامیں۔ افتراق بین المسلمین سے دور بھاگیں، انشقاق باہمی سے پرہیز کریں، مسلمانوں میں نفرت نہ پھیلائیں۔ دوستوں میں جدائی نہ ڈالیں، فتنہ کی راہ نہ نکالیں۔ شرانگیزی کی آگ کو ہوا نہ دیں۔ اپنوں سے لڑائی مول نہ لیں۔ مسلمان کی تکلیف کو اپنی تکلیف اور اس کا درد اپنا درد سمجھیں ورنہ عذابِ الٰہی انہیں بھگتنا ہوگا۔

لیکن بایں ہمہ آج بہت مدعیانِ اسلام و دعویداران، ایمان، مدعیان، اتحاد و اتفاق، سوادِ اعظم اہلِ اسلام کے خلاف، جمہور مسلمین کے مخالف، تفریق بین المسلمین اور باہمی منافرت پر کمربستہ، بلکہ اس کے داعی و ساعی ہیں، چاہتے ہیں کہ مسلمانوں میں پھوٹ پڑے، تو ان کے شکم کا دھندا چلے۔ کوشش کرتے ہیں کہ مسلمان آپس میں لڑیں، تو ہم ان کے ہمدرد و خیرخواہ بن کر اپنا اندرونی وار کریں اور اس کے حمایتی بن کر اس کی شان گھٹائیں،

اس کی حمایت کر کے اسے نیچا دکھائیں اور جب کسی پر قابو چلے کوئی ان سیانوں کے ہتھے چڑھے تو دین و ایمان چٹ کر جائیں۔ مسلمانوں کو خسر الدنیا والآخرہ کا مصداق بنائیں۔ ان کی ساری عمر کی نیک کمائی گنوائیں، عمر بھر کی طاعت و عبادت اکارت تباہ و برباد کریں۔ مسلمانو! ہوشیار، ہوشیار، ہوشیار، انہیں میں وہ نئی روشنی کے دیوانے، تہذیب یورپ کے مستانے کہ ضروریات دین کا انکار کرتے قرآن عظیم کے معانی قطعیہ ضروریہ میں در پردہ تاویل و تحریف و تبدیل اور معجزات انبیاء کرام علی سیدہم و علیہم الصلوٰۃ والسلام سے انکار کرتے نیل کے شق ہونے کو جوار بھاٹا بتاتے، عصا کے اژدھا بن کر حرکت کرنے کو سیماب وغیرہ کا شعبدہ ٹھہراتے۔ مسلمانوں کی جنت کو رنڈیوں کا چکلہ کہتے، نار جہنم کو الم نفسانی سے تعبیر کرتے، وجود ملائکہ و آسمان و جن و شیطان و حشر ابدان و نار و جنان کا اپنی ناپاک تاویلوں کی آڑ میں انکار کرتے۔ شیطان کہ ان کا معلم شفیق ہے، اسے قوت بدی کا نام دیتے۔ قرآن عظیم میں جو قصے آدم و حوا وغیرہما کے موجود ہیں جن سے شیطان کا وجود جسمانی سمجھا جاتا ہے۔ تمثیلی کہانیاں بتاتے، آجکل کے یہود و نصاریٰ کو مسلمان اور ہاتھ سے کھانا کھانا وغیرہ بعض سنن کو افعال نامہذب ٹھہراتے بلکہ نصوص قرآنیہ کو عقل کے تابع مانتے ہیں کہ جو بات قرآن عظیم کی نیچر کے مطابق ہوگی، مانی جائے گی، ورنہ کفر جلی کے روئے زشت پر پردہ ڈھکنے کو ناپاک تاویلیں کی جائیں گی۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔

انہیں میں ہیں وہ جھوٹے مدعیان فقر وہ دہریے، ملحد، فقیر و ولی بننے والے صوفی جو کہتے ہیں کہ جب بندہ عارف باللہ ہو جاتا ہے۔ تکالیف شرعیہ اس سے ساقط ہو جاتی ہیں۔ یہ باتیں تو خدا تک پہنچنے کی راہ ہیں جو مقصود تک واصل ہو گیا، اسے راستے سے کیا کام۔ عبادت و ریاضت کی اب ہمیں کیا ضرورت۔ احکام خدا و رسول کی تابعداری کی ہمیں کیا حاجت۔ یہ رکوع و سجود تو محجوبوں کی نماز ہے اور ہم تو مشاہدۂ الٰہی میں غرق ہیں۔ ہماری نماز ترک وجود ہے یا کہتے ہیں کہ خدا تک پہنچنے کے لیے اسلام شرط نہیں۔ بیعت

بک جانے کا نام ہے۔ اگر کافر ہمارے ہاتھ پر بک جاتے، ہم اسے بھی خدا تک پہنچا دیں گے۔ گو وہ اپنے دین خبیث پر رہے یا رنڈیوں کا ناچ علانیہ دیکھتے اور جب اس پر اعتراض ہو تو کہتے ہیں کہ یہ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنّت ہے۔ یا نماز و عبادت چھوڑ کر شبانہ روز طبلہ سارنگی میں مشغول رہتے۔ مزامیر کے واہی تباہی نغموں پر مٹکتے تھرکتے اچھلتے کودتے اور بتکلّف حال لاتے ہیں اور جب انہیں تحریم مزامیر کی احادیث سنائی جائیں، تو کہتے ہیں کہ یہ حدیثیں تو ان کثیف بے مزہ باجوں کے لیے وارد ہوئیں جو اس وقت عرب میں رائج تھے۔ یہ لطیف نفیس باجے جواب ایجاد ہوئے۔ اُس زمانے میں ہوتے، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام سوا ان کے سننے کے اور کوئی کام نہ کرتے۔ معاذاللہ ربّ العٰلمین۔

انہیں میں ہیں، وہ مدعیانِ نبوّت جن میں بعض نے ابتداءً مثیل مسیح عیسٰی علیہ السّلام ہونے کا دعویٰ کیا، حالانکہ وہ مسیح دجّال کذّاب کا مثیل ہے۔ پھر اونچی چڑھا اور اپنے اوپر نزولِ وحیِ ربانی کا ادّعا کیا۔ پھر دعویٰ نبوّت و رسالت کی صاف تصریح کر دی اور اپنے نفس کو نبی و رسولِ خدا کہا اور آیہ کریمہ ھُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَہٗ (الآیہ) کو جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت شریف میں نازل ہوئی، اپنے نفس پر اتارا اور زعم کیا کہ وہی احمد ہے جن کی بشارت عیسٰی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے دی تھی۔ پھر اپنے نفس کو بہت انبیاء و مرسلین علیہم الصّلوٰۃ والتّسلیم سے افضل بتانا شروع کیا۔

پھر جب اس سے مواخذہ ہوا کہ تو اپنے آپ کو رسولِ خدا عیسٰی علیہ السّلام مثیل بتاتا ہے۔ تجھے اور جن کا ذکر قرآن کریم میں بھی ہے جیسے مُردوں کو جِلانا، مادرزاد اندھے کو اچھّا کرنا، مٹی سے ایک پرند کی صورت بنا کر اس میں پھونک مارنا، اس کا حکمِ خدائے عزّوجل سے پرندہ ہو جانا، تو اس کا یہ جواب دیا کہ عیسٰی یہ باتیں مسمریزم سے کرتے تھے اور لکھا کہ میں ایسی باتوں کو اگر مکروہ نہ جانتا، تو میں بھی کر دکھاتا اور جب اس کی پیش گوئیوں میں اس کا جھوٹ کثرت

سے ظاہر ہوا، تو اپنی اس بیماری کی دوا یہ نکالی کہ پیشگوئیاں جھوٹی ہو جانا کچھ نبوت کے منافی نہیں کہ پہلے چار سو انبیاء کی پیش گوئیاں جھوٹی ہو چکی ہیں۔ یونہی شقاوتوں کی سیڑھیاں چڑھتا گیا۔ یہاں تک کہ انہیں جھوٹی پیشگوئیوں میں سے واقعہ حدیبیہ کو گنا دیا۔ پھر عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام میں عیب اور خرابیاں بتانا شروع کیں، یہاں تک کہ ان کی والدہ ماجدہ تک ترقی کی جو صدیقہ ہیں اور خدا ورسول کی گواہی سے چنی ہوئی اور ستھری اور بے عیب ہیں اور اُن کی پاک بتول کو اپنی طرف سے اپنے خبیث رسالوں میں وہ عیب لگائے کہ مسلمان پر ان کا نقل کرنا بھی گراں ہے۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔

انہیں میں ہیں وہ جو اپنے آپ کو اہل قرآن کہتے ہیں یہ ایک طائفہ نیا نکلا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی سے منکر ہے، تمام احادیث مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو صراحۃً باطل اور ناقابل عمل بتایا ہے اور صرف قرآن عظیم کے اتباع کا ادعا رکھتا ہے اور حقیقۃً خود قرآن عظیم کا منکر و مبطل ہے۔ اس گروہ نے اپنی نماز بھی جدا گھڑی ہے جس میں ہر وقت کی صرف دو ہی رکعتیں ہیں۔ نعوذ باللہ منہا۔

انہیں میں ہے وہ بے ادب وگستاخ طائفہ جو صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی شانوں میں گستاخانہ زبان کھولتا ہے۔ یہاں تک کہ تبرا یعنی ان حضرات عالیات پر سبّ وشتم ان کا عام شیوہ ہے، بلکہ باستثنائے چند سب کو معاذ اللہ کافر و منافق قرار دیتا ہے۔ حضرات خلفائے ثلاثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی خلافت راشدہ کو خلافتِ غاصبہ قرار دیتا ہے اور مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو ان حضرات کی خلافتیں تسلیم کیں اور ان کے مدائح وفضائل بیان کیے، اس کو تقیہ و بزدلی پر محمول کرتا ہے، اسی گروہ کا ایک عقیدہ یہ بھی ہے کہ ائمۂ اطہار رضی اللہ تعالیٰ عنہم انبیاء علیہم السلام سے افضل ہیں۔ اسی گروہ کا عقیدہ ہے کہ قرآن مجید جو بفضل الٰہی ہمارے ہاتھوں میں موجود ہمارے سینوں میں محفوظ ہے۔ اس میں کچھ پارے یا سورتیں یا آیتیں امیر المومنین حضرت

عثمان غنی یا دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے کم کردیں یا بڑھادیں یا بدل دیں۔

اسی گروہ کا عقیدہ ہے کہ اللہ عزوجل کوئی حکم دیتا ہے، پھر یہ معلوم کر کے کہ مصلحت اس کے غیر میں ہے پچھتاتا ہے اور حکم بدل دیتا ہے۔

اسی گروہ کا عقیدہ ہے کہ مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حکم الٰہی کی تبلیغ میں تقیہ فرمایا، یعنی حق کو چھپایا یا کچھ کا کچھ بیان کر دیا۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔

انہیں میں ہیں وہ اشقیا کہ بات بات پر مسلمانوں پر حکم شرک جڑتے اور عامہ مومنین کو بلاوجہ کافر و بدعتی، مشرک و جہنمی ٹھہراتے ہیں۔ یہ وہ نیا فرقہ ہے جو ۱۲۰۹ھ میں حادث ہوا۔ جس نے امت میں بہت شدید فتنے پھیلائے، علماء کو قتل کیا، صحابہ کرام و ائمہ و شہداء کی قبریں کھود ڈالیں، روضۂ انور کا نام صنم اکبر رکھا، یعنی بڑا بت اور طرح طرح کے ظلم کیے۔

اس گروہ کا ایک بہت بڑا عقیدہ یہ ہے کہ جو اُن کے مذہب پر نہ ہو وہ کافر مشرک ہے۔ اس مذہب کا رکن اعظم شعائر اللہ کی توہین اور محبوبانِ خدا کی تذلیل ہے۔

اسی گروہ کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جھوٹ بول سکتا ہے۔ یہی گروہ ہر پاگل اور چوپائے کے لیے علم غیب مان کر صاف کہتا ہے کہ جیسا علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تھا، ایسا علم تو ہر پاگل اور جانور کو ہوتا ہے۔

اسی گروہ کے نزدیک ابلیس لعین کا علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم سے زیادہ ہے۔ ابلیس کی وسعتِ علم کو نصِ قطعی سے ثابت کہتا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وسعتِ علم کو باطل و بے ثبوت مانتا ہے۔ ان کے لیے وسعتِ علم کو خالص شرک بتاتا، مگر ابلیس کو وسعتِ علم میں خدا کا شریک ٹھہراتا ہے۔

یہ گروہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم ہونے کا صاف منکر ہے۔ خاتم النبیین کے معنی میں تحریف کرتا اور بمعنی آخر النبیین لینے کو عوام کا خیال بتاتا ہے۔ یہی گستاخ فرقہ اللہ تعالیٰ کو زمان و مکان و جہت سے پاک جاننے اور اس کا دیدار بلا کیف ماننے

کو صراحتہً بدعت وضلالت وگمراہی ٹھہراتا اور یوں تمام ائمہ کرام وپیشوایان مذہب اسلام کو معاذاللہ بدعتی گمراہ بتاتا ہے۔ اسی گستاخ گروہ کے ایک بے باک سرغنہ نے اپنی کتاب میں جابجا صراحتہً اولیاء وانبیاء علیہم افضل الصلوٰۃ والسلام والثنا کو ناکارے لوگ کہا اور انہیں معاذاللہ تعالیٰ عاجز وبے اختیار، بے خبر ونادان چوہڑے چمار سے ذلیل رکھا۔ ان کی راہوں کو جہنم کی راہیں بتایا۔ ان کے مزاراتِ طیبہ پر حاضری اور ان سے استعانت کو شرک ٹھہرایا، بلکہ صاف لکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف ایسی ہی کرو، جیسے آپس میں ایک دوسرے کی کرتے ہو اور ان کی ایسی ہی تعظیم کرو جیسی بڑے بھائی کی، بلکہ صراحتہً لکھا کہ جس کا نام محمد یا علی ہے، وہ کسی چیز کا مختار نہیں۔ اس پر بھی گستاخ کا دل ٹھنڈا نہ ہوا، تو حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر افترا کر کے لکھ دیا کہ وہ تو معاذاللہ مر کر مٹی میں مل گئے۔ اس سے بڑھ کر گستاخی یہ کی کہ نماز میں حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف خیال لے جانے، ان کا تصور کرنے کو ظلمات بالائے ظلمات، کسی فاحشہ رنڈی کے تصور اور اس کے ساتھ زنا کرنے کے خیال سے بھی بُرا اور اپنے بیل یا گدھے کے تصور میں ہمہ تن ڈوب جانے سے بدرجہا بدتر بتایا۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ الغرض خدا ورسول جلّ جلالہٗ وصلی اللہ علیہ وسلم ومحبوبانِ خدا کی تعظیم وتوقیر وعزّت وحرمت کی جگہ ان کے دلوں میں توہین وتذلیل اور بے عزّتی بھری ہوئی ہے۔ اعاذنا اللہ تعالیٰ منہا۔

اور انہیں میں ہیں وہ جہلا کہ بے پڑھے یا چند کتابیں پڑھ کر یا بخاری ومسلم وغیرہما کتب احادیث کا ترجمہ دیکھ کر بزعم خود عالم بن کر ائمہ دین سے بے نیاز ہو بیٹھے اور مسلمانوں میں نفرت پھیلانے اور اختلافات بڑھانے کے لیے اپنی دوکانیں علیحدہ جما بیٹھے۔ یہ فرقہ ضالہ تقلید ائمہ دین کا دشمن اور بے چارہ عوام اہلِ اسلام کے لیے راہزن ہے۔ یہ گروہ مذہب اربعہ کو چورا ہا، ائمہ دین ہدیٰ کو احبار ورہبان ٹھہراتا اشرار یہود وکفار کے حق میں جو آیتیں اتریں، انہیں امت محفوظہ ومرحومہ کے علماء وعوام مسلمین پر ڈھاتا اور سچے

مسلمانوں کو کافر و مشرک بتاتا ہے۔ ان کے عقائدِ زائفہ کا حاصل یہ ہے کہ عالم میں وُہی مشتِ ذلیل، موحد مسلمان ہیں، باقی تمام بلادِ اسلامیہ میں امتِ مرحومہ مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کروڑوں، اربوں آدمی جو ائمۂ اربعہ کی فروع تقلید کرتے ہیں، ان کے نزدیک کافر و مشرک جہنمی ہیں۔ پھر آج ہی کل کے نہیں، گیارہ سو برس کے عامہ مومنین جن میں بڑے بڑے محبوبانِ حضرت عزت جل جلالہٗ، وارا کینِ امت و اساطینِ ملت و حاملانِ شریعت و کاملانِ طریقت حنفیہ و مالکیہ، شافعیہ و حنبلیہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین داخل ہیں، ان کے نزدیک معاذ اللہ سب کفار و مشرکین ٹھہرے کہ معاذ اللہ تعالیٰ تقلیدِ شخصی ان کے مذہبِ نامہذب میں کفر و شرک ہے۔

مسلمانو! اتنا تو اجلی بدیہیات سے ہے جس کا انکار آفتاب کا انکار کہ صدہا برس سے لاکھوں علماء، اولیاء، محدثین، فقہاء، عامۂ اہلِ سنت و اصحابِ حق و ہُدیٰ، تقلیدِ ائمہ اربعہ کا غاشیہ اپنے دوش ہمت پر اٹھائے ہوئے ہیں جیسے دیکھو کوئی حنفی، کوئی شافعی، کوئی مالکی اور کوئی حنبلی ہے، یہاں تک کہ فرقہ ناجیہ اہلِ سنت وجماعت ان چار مذہب میں منقسم ہو گئے اور فروع میں ان مذاہبِ اربعہ کے سوا کوئی مذہب باقی نہ رہا۔ بالجملہ اصلاً محلِ شبہ نہیں کہ ان صاحبوں نے تقلید کو شرک و کفر اور مقلدین کو کافر و مشرک کہہ کر لاکھوں، کروڑوں، علماء و اولیاء و صلحاء و اصفیاء بلکہ اُمتِ مرحومہ محمدیہ علی مولٰہا و علیہا الصلوٰۃ والتحیۃ کے دس حصوں سے نو کو علی الاعلان کافر و مشرک ٹھہرایا ـــ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔

پھر بیباک اتنے کہ جو چاہا کہہ دیا، نہ قرآن سے غرض نہ حدیث سے کام۔ اجماعِ ائمہ تو کس چیز کا نام۔ پھر بات بنانے کو احیاء و اموات پر ہزاروں افتراء و بہتان کرنا، فرضی کتابوں سے سند لانا، خیالی عالموں کے نام گڑھ لینا، نقل عبارات میں قطع و برید کرنا، احادیث و اقوال کے غلط حوالے دینا، قرآن و حدیث کو آپ سمجھنا، ارشاداتِ ائمہ کو جانچنا

پر کھنا، حرامِ خدا کو حلال اور حلالِ خدا کو حرام کہہ دینا، ان کا عام و تیرہ اور شب و روز کا وظیفہ ہے۔ اعاذنا اللہ تعالیٰ والمسلمین من شرھم و شر الشیطٰن اجمعین۔

بالجملہ جملہ فرقِ ضالہ کہ راہِ ہدیٰ کو چھوڑ کر اپنی ہوا و ہوس کو اپنا امام بنا بیٹھے اور خود اپنی تراشیدہ اوہام و خواہشات کے غلام ہو کر رہ گئے، وہ ہر وقت اسی فکر میں ہیں کہ مسلمانوں میں نفاق و شقاق کے چشمے اُبلیں، ان میں اختلاف و مخالفت کی بلائیں پھوٹیں اور یہ ظاہر و عیاں ہے کہ جہاں ان کا فتنہ پہنچا، مسلمانوں میں نفاق پھیلا، خصوصاً ان شہروں کی تو پوری شامت جہاں ان فرقِ ضالہ کی کثرت۔ کچھ دینِ قدیم پر جھگڑ رہے ہیں، کچھ بگڑ گئے، کچھ بگڑ رہے ہیں۔ گھر گھر فتنے آئے دن فساد، عیش تلخ، چین برباد، خاندانوں، گھرانوں میں جدائی ہے، تو کنبہ والوں اور رشتہ داروں سے لڑائی، بھائی بھائی کا دشمن ہے، تو بہن بہن کے لیے گویا کہ سوکن۔ ایک دوسرے کے درپے آزار ہے۔ ایک دوسرے سے محوِ پیکار ہے۔ غرضِ افتراق و انشقاق کا بازار گرم و رواں اور ہر ایک کی زندگی وبالِ جان ہے۔

اے شمعِ رسالت کے پروانو! اسلام ہمیں تفریق نہیں سکھاتا۔ ہاں یہ بتاتا ہے کہ جسے تم اتحاد بین المسلمین کا دشمن پاؤ تنکا توڑ اس سے الگ ہو جاؤ، ورنہ تم بھی انہیں میں شمار کیے جاؤ گے، انہیں کے ساتھ غضب و عذابِ الٰہی کی رسّی میں باندھے جاؤ گے، صراطِ مستقیم سے بھٹک جاؤ گے، دینِ قدیم سے بہک جاؤ گے۔ دُنیا میں جس گروہ، جس جمعیت، جس جماعت کی گنتی چڑھاؤ گے، جس انجمن جس کانفرنس کی رونق بڑھاؤ گے، قیامت کے روز انہیں میں اٹھائے جاؤ گے۔

بھائیو! یہ میں نہیں کہتا، قرآنِ عظیم فرماتا ہے: اِنَّكُمْ اِذًا مِّثْلُهُمْ ایسوں کے لکچروں پر جھمگٹ لگانے والے ان کے جلسوں میں شرکت کرنے والے سب انہیں کے مثل ہیں اور فرمایا ذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُوْنَ تو انہیں اور ان کے بہتانوں کو یک لخت چھوڑ دے اور

ایسوں کی باتوں کی طرف کان لگانا اُن کا کام بتایا جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے اور اس کا نتیجہ یہ فرمایا کہ ان کی ملعون باتیں ان پر اثر کر جائیں اور یہ بھی اُن جیسے ہو جائیں۔ قرآن کریم ارشاد فرماتا ہے:

وَلِتَصْغٰۤى اِلَیْهِ اَفْـِٕدَةُ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ وَلِیَرْضَوْهُ وَلِیَقْتَرِفُوْا مَا هُمْ مُّقْتَرِفُوْنَ۔

یہاں بعض لوگ اپنی جہالت سے گمان کرتے ہیں کہ ہم اپنے دل سے مسلمان ہیں، ہم پر اُن کا کیا اثر ہوگا، حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جو دجال کی خبر سُنے، اس پر واجب ہے کہ اس سے دُور بھاگے کہ خدا کی قسم آدمی کے پاس جائے گا اور خیال کرے گا کہ میں تو مسلمان ہوں، یعنی مجھے اس سے کیا نقصان پہنچے گا، وہاں اس کے دھوکوں میں پڑکر اس کا پیرو ہو جائے گا۔ پھر کیا دجال ایک اسی دجال اخبث کو سمجھتے ہو جو آنے والا ہے۔ حاشا تمام گمراہوں کے داعی منادی سب دجال ہیں اور سب ہی سے دُور بھاگنے کا حکم فرمایا اور اس میں یہی اندیشہ بتایا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ فرماتے ہیں:

یَکُوْنُ فِیْ اٰخِرِ الزَّمَانِ دَجَّالُوْنَ کَذَّابُوْنَ یَاْتُوْنَکُمْ مِنَ الْاَحَادِیْثِ بِمَا لَمْ تَسْمَعُوْا اَنْتُمْ وَلَا اٰبَاءُکُمْ فَاِیَّاکُمْ وَ اِیَّاهُمْ لَا یُضِلُّوْنَکُمْ وَلَا یَفْتِنُوْنَکُمْ۔

(آخر زمانے میں دجال کذاب لوگ ہوں گے کہ وہ باتیں تمہارے پاس لائیں گے، جو نہ تم نے سنیں، نہ تمہارے باپ دادا نے، تو ان سے دور رہو اور انہیں اپنے سے دور رکھو، کہیں وہ تمہیں گمراہ نہ کر دیں، کہیں وہ تمہیں فتنہ میں نہ ڈال دیں (مسلم شریف)

بھائیو! تم اپنے نفع نقصان کو زیادہ سمجھتے ہو، یا تمہارا رب عزّوجل تمہارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے تو یہ احکام ہیں اور تمہاری یہ لاپروائیاں اور غفلتیں۔

مسلمانو! اللہ عزّوجل جلالہٗ سچّا اور اس کا رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) سچّا ان کا کلام سچّا۔ اگر تم اپنے رب، اپنے قرآن اور اپنے نبی پر سچّا ایمان رکھتے ہو، تو اپنا ایمان سنبھالو۔ اپنے اعمال سنوارو، اپنی طاعت و عبادت کی حفاظت کرو اور اپنے رب، اپنے قرآن، اپنے نبی کی عزّت و عظمت پیشِ نظر رکھو اور خوب یاد رہے کہ شیطان تمہارے ایمان کی تاک میں ہے اور شیطان آدمی ہو خواہ جن، اس کا قابو اُسی وقت چلتا ہے۔ جب ان سے میل جول برتتے ان کی تقریر و تحریر دیکھتے اور تنکا توڑ ان سے علیحدہ ہو جاتے ان کی بات پر کان نہ لگاتے، تو وہ خبیث اپنا سا مونہہ لے کر رہ جاتا ہے۔

الٰہی اسلامی کلمہ پڑھنے والوں کی آنکھیں کھول اور اے رب ہمارے ہمیں توفیق خیر دے۔ آمین۔

(ملتقطا من الفتاوی الرضویہ)

موعظۃ المتقین

ضروریات دو قسم پر ہیں:

ضروریاتِ دین: ان کا ثبوت قرآنِ عظیم یا حدیث متواتر یا اجماع قطعی سے (جن کی دلالت اپنے مدلول پر ایسی قطعی اور جن سے اس مدلول کا ثبوت ایسا واضح ہو جس میں نہ شبے کی گنجائش نہ تاویل کی (راہ) ہو ان کا منکر کافر خارج از اسلام ہوتا ہے۔

دوم ضروریات مذہب اہلسنّت: ان کا ثبوت بھی دلیل قطعی سے ہوتا ہے۔ اگرچہ بوجہ احتمالِ تاویل، منکر کی تکفیر نہیں کی جاتی۔ ان کا گمراہ بدمذہب اہل سنت سے خارج ہوتا ہے۔ اسلام سے نہیں، تو جو بدعتی منکر ضروریات دین میں سے کسی شئے کا منکر ہو باجماعِ مسلمین یقیناً قطعاً کافر ہے، اگرچہ کروڑ بار کلمہ پڑھے، پیشانی اس کی سجدے میں

ایک ورق ہوجاتے۔ بدن اس کا روزوں میں ایک خاکہ رہ جائے، عمر میں ہزار حج کرے، لاکھ پہاڑ سونے کے راہِ خدا پر دے۔ لا واللہ ہرگز ہرگز مقبول نہیں، جب تک حضور پُرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ان ضروری باتوں میں جو وہ اپنے رب کے پاس سے لائے، تصدیق نہ کرے۔ ضروریاتِ دین اگر مثلاً ہزار ہیں، تو ان میں سے ایک کا بھی انکار ایسا ہی ہے جیسا نو سو ننانوے کا۔ آجکل جس طرح بعض بددینوں نے یہ روش نکالی ہے کہ بات بات پر کفر و شرک کا اطلاق کرتے ہیں اور مسلمان کو دائرۂ اسلام سے خارج کہتے ہوئے مطلق نہیں ڈرتے، حالانکہ خود اصطفا علیہ الصلوٰۃ والثناء ارشاد فرماتے ہیں کہ فقد باء بہا احدہما۔ یعنی یہ کلمہ دونوں میں سے ایک پر پڑے گا۔

یوں ہی بعض مداہنوں پر یہ بلا ٹوٹی کہ ایک دشمنِ خدا سے صریح کلمات توہین آقائے عالمین حضور پُرنور سید المرسلین الکرام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ضروریاتِ دین سے انکار سنتے جائیں اور اسے سچا پکا مسلمان بلکہ ان میں کسی کو افضل العلماء، کسی کو امام الاولیاء مانتے جائیں، یہ نہیں جانتے یا جانتے ہیں، تو یہ جانتے ہیں اور نہیں مانتے کہ اگر ضروریات بھی کفر نہیں، تو بُت پرستی میں کیا زہر گھُل گیا ہے۔ وہ بھی آخر اسی لیے کفر ٹھہری کہ اوّل ضروریاتِ دین، یعنی توحیدِ الٰہی جل وعلا کے خلاف ہے۔ کہتے ہیں وہ کلمہ گو ہے، نماز پڑھتا ہے، روزے رکھتا ہے، ایسے ایسے مجاہدے کرتا ہے، ہم کیونکر اسے کافر کہیں، ان لوگوں کے سامنے اگر کوئی کلمہ پڑھے، افعالِ اسلام ادا کرے۔ بایں ہمہ دو خدا مانے شاید جب بھی کافر نہ کہیں گے، مگر اس قدر نہیں جانتے کہ اعمال تو تابع ایمان ہیں۔ پہلے ایمان تو ثابت کر لو، تو اعمال سے احتجاج کرو، ابلیس کے برابر تو یہ مجاہدے کاہے کو ہوتے، پھر اس کے کیا کام آتے جو ان کے کام آئیں گے۔ آخر حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک قوم کی کثرتِ اعمال اس درجہ بیان فرمائی کہ:

تحقرون صلوٰتکم عند صلوٰتھم وصیامکم عند صیامھم

اَوْکَمَا قَالَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔

(یعنی تم اپنی نمازوں اور روزوں کو ان کی نمازوں اور روزوں کے سامنے حقیر جانوگے)

پھر ان کے دین کا بیان فرمایا کہ:

یمرقون من الدین کما یمرق السھم من الرمیۃ

(یعنی دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر کمان سے نکل جاتا ہے کہ واپس نہیں آتا)

رہی کلمہ گوئی، تو مجرد زبان سے کہنا ایمان کے لیے کافی نہیں، منافقین تو خوب زور شور سے کلمہ پڑھتے ہیں، حالانکہ ان کے لیے فی الدرک الاسفل من النار کا فرمان ہے۔ والعیاذ باللہ۔

الحاصل ایمان تصدیق قلبی کا نام ہے اور وہ بعد انکار ضروریاتِ دین کہاں۔

بالجملہ ایسوں سے نہ کسی حالت میں گھال میل رکھنا جائز نہ پاس بیٹھنا جائز نہ بٹھانا جائز نہ ان کے کسی کام میں شریک ہونا جائز، نہ اپنے کام میں شریک کرنا جائز۔

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَمَنْ یَّتَوَلَّھُمْ مِّنْکُمْ فَاِنَّہٗ مِنْھُمْ

(جو تم میں سے اُن سے دوستی رکھے گا، وہ انہیں[1] میں سے ہے)

ھدانا اللہ تعالٰی الی الصراط المستقیم ودین ھذا النبی الکریم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم وثبتنا بالقول الثابت فی الدنیا والآخرۃ۔

---

[1] اس صریح، معقول، مناسب اور ضروری انتظام کا نام بعض کوتاہ نظروں، عقل کے دشمنوں نے جو "تنگ نظری" رکھا ہے، وہ خود اس قابل ہیں کہ ان کی عقلوں کا ماتم کیا جائے۔ سبحان اللہ! وبائی بیماریوں میں پرہیز و احتیاط کا نام تو فخر کے ساتھ "اصولِ حفظانِ صحت" رکھا جائے اور جو انتظام کفر وطغیان سے بچنے کے لیے کیا جائے، اس کا نام تنگ نظری پڑ جائے۔

عقل دشمنی کی بھی کوئی حد ہونی چاہیے۔ ۱۲

قندِ مکرّر

نمازِ پنجگانہ کے کچھ اور فضائل

نبی اکرم نورِ مجسّم صلی اللہ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وبارک وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

۱۔ اے لوگو! تم اپنے گناہوں کی آگ میں جلتے ہو، مگر جب تم نے فجر کی نماز پڑھ لی تو وہ آگ بجھ گئی، پھر صبح سے ظہر تک تم اپنے گناہوں کی آگ میں جلتے ہو، مگر ظہر کی نماز سے وہ آگ بجھ جاتی ہے۔ پھر ظہر سے عصر تک تم گناہوں کی آگ میں جلتے ہو، مگر جب تم نمازِ مغرب ادا کرتے ہو، وہ آگ سرد ہو جاتی ہے۔ پھر مغرب سے عشاء تک تم گناہوں کی بھڑکتی آگ میں جلتے ہو، لیکن جب تم عشاء کی نماز ادا کر لیتے ہو، تو وہ آگ گل ہو جاتی ہے اور تم پاک صاف ہو کر سوتے ہو۔ پھر سونے کی حالت میں تم پر کوئی گناہ نہیں لکھا جاتا۔ یہاں تک کہ تم جاگ اٹھو (ترغیب)

۲۔ جب نماز کا وقت آتا ہے، تو ایک فرشتہ ندا کرتا ہے کہ اے لوگو! اٹھو گناہوں کی جو آگ تم نے جلائی ہے، اس پر پانی ڈالو اور اسے بجھا دو۔ نمازی اٹھتے ہیں، وضو کر کے نماز پڑھتے ہیں، اس سبب سے ان کے گناہ بخشے جاتے ہیں اور ان پر رحمت و مغفرت اُترتی ہے۔ (کنز العمال)

۳۔ جس وقت بندہ نماز کے لیے کھڑا ہوتا ہے، اس کے سارے گناہ گٹھڑی کی شکل میں باندھ کر اس کے سر پر رکھ دیے جاتے ہیں اور جب بندہ رکوع میں جاتا ہے، تو وہ سارے گناہ گر جاتے ہیں۔ گنہگار بندہ ہشاش بشاش کھڑا ہوتا اور کہتا ہے:

سمع اللہ لمن حمدہ (کنز العمال)

۴۔ بندہ جب نماز میں رکوع کے لیے جھکتا ہے، تو وہ اپنے وزن کے برابر سونا خیرات کرنے کا ثواب پاتا ہے اور جب رکوع میں سبحان ربی العظیم کہتا ہے تو ساری آسمانی کتابوں کی قرأت کا ثواب پاتا ہے (مجالس سنیہ)

۵۔ نمازی کے لیے تین کرامتیں ہیں:

(ا) جب نمازی نماز کے لیے کھڑا ہوتا ہے، تو اس کے سر سے لے کر آسمان تک رحمتِ الٰہی کی گھٹا چھا جاتی ہے، نیکیاں مینہ کی طرح برسائی جاتی ہیں۔

(ب) ملائکہ اس کی زیارت کرتے ہیں۔

(ج) ایک فرشتہ ندا کرتا ہے کہ اے نمازی بندے اگر تو دیکھ لے کہ تیرے سامنے کون ہے اور تو کس سے ہمکلام ہے، تو واللہ قیامت تک سلام پھیرنے کا نام نہ لے۔ (تنبیہ الغافلین)

۶۔ اے انسان تیرے برابر کون ہو سکتا ہے، تو جب چاہے بارگاہِ الٰہی میں داخل ہو جائے تجھے کسی اذن کی ضرورت نہیں۔ عرض کیا گیا، یہ کیونکر ہو سکتا ہے؟ فرمایا کہ بندہ وضو کرے اور محراب عبادت میں جا کر نماز کی نیت باندھ لے۔ (مجالس سنیہ)

۷۔ جو شخص رات کی اندھیریوں میں مسجد میں نماز کے لیے جائے گا۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اسے نورِ کامل عطا فرما کر اپنی بارگاہ میں بلائے گا۔ (زواجر)

۸۔ جب بندہ اللہ اکبر کہتا ہے، تو یہ تکبیر زمین سے آسمان تک ہر چیز کو خوش کر دیتی ہے (کنز العمال)

۹۔ نماز شیطان کا منہ کالا کرتی ہے اور صدقہ اس کی کمر توڑ دیتا ہے۔ (جامع الصغیر)

۱۰۔ جب آسمان سے کوئی بلا نازل ہوتی ہے، تو مسجد میں آباد کرنے والوں سے ٹالی جاتی ہے۔

۱۱۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ جو شخص نماز کی محافظت کرتا ہے، اللہ عزوجل نو چیزوں سے اس کا اکرام فرماتا ہے:

۱۔ اس کو اپنا محبوب بنا لیتا ہے۔

۲۔ اُسے تندرستی عطا فرماتا ہے۔

۳۔ فرشتے اس کی حفاظت کرتے ہیں۔

۴۔ اس کے اہل و عیال میں برکت ہوتی ہے۔

۵۔ اُس کے چہرے پر نیکوں کے آثار ظاہر ہوتے ہیں۔

۶۔ اس کا دل نرم کر دیا جاتا ہے۔

۷۔ وہ پُل صراط سے بجلی کی طرح گزر جائے گا۔

۸۔ جہنم سے نجات پائے گا۔

۹۔ اور جنت میں ایسے لوگوں کا قرب اُسے نصیب ہو گا، جن کے بارے میں وارد ہے کہ

لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ط (منبہات)

۱۲۔ تنبیہ الغافلین میں فرمایا کہ:

نماز: اللہ کی رضا کا سبب ہے

، فرشتوں کی محبوب چیز ہے

، انبیاء کی سنت ہے ، عرفان الٰہی کا نور ہے

، دُعا کی قبولیت کی موجب ہے

، رزق کی برکت ہے ، ایمان کی جڑ ہے

، بدن کی راحت و صحت ہے۔

، دشمن کے لیے ہتھیار ہے۔

، نمازی کی شفیع ہے ، قبر کا چراغ ہے

، وحشت میں دل بہلانے والی ہے ، منکر نکیر کے سوال کا جواب ہے۔

، اندھیرے کی روشنی اور جہنم کی آڑ ہے۔

، میزانِ عمل کا وزن ہے اور جنت کی کنجی

، قیامت کی اس جان گداز دھوپ کا سایہ ہے۔

کتاب الطہارۃ

وضو، غسل، تیمم اور مسح کے احکام و مسائل

طہارت کا اسلامی نظام

جسمانی طہارت پاکیزگی و پاکیزگی جس کی جانب شریعت مطہرہ محمدیہ نے قدم قدم پر توجہ دلائی۔ قرآن کریم و احادیث نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ والسلام نے جابجا اس کی تاکید فرمائی، انسانی صحت و تندرستی کے لیے ایسی ضروری و مفید چیز ہے جس کی ضرورت و افادیت کا کوئی عقلِ سلیم و فہمِ مستقیم انکار نہیں کر سکتی۔ طبی نقطۂ نگاہ سے وضو و غسل پر بحث کرنا اس مختصر رسالہ میں ہمارا مقصود نہیں، لیکن اتنا بتا دینا ضروری ہے کہ اسلام نے جسمانی پاکیزگی اور بدنی طہارت کا جو نظام قائم فرمایا اور امت کو تعلیم فرمایا ہے، وہ اپنے اندر کچھ ایسی خصوصیات رکھتا ہے جس کا جواب کسی اور دین میں نہیں پایا جاتا۔

اور یہ امر تو بدیہی ہے کہ انسان اگر اپنی صحت و تندرستی کو برقرار رکھنا اور اپنے بدن کو جسمانی امراض اور خبیث بیماریوں سے محفوظ رکھنا چاہتا ہے، تو اس کو اپنے جسم و لباس و مکان و نشست گاہ وغیرہ کا خاص خیال رکھنا اور موقع بموقع بلکہ روزانہ اس کی صفائی کرتے رہنا ضروری و لابدی امر ہے۔ انسان کا جسم گوشت پوست اور ہڈیوں سے تعمیر کردہ ایک مکان ہے۔ مسلسل دنیاوی کاروبار، محنتیں اور مشقتیں ایسی چیزیں ہیں جو انسانی جسم پر غلاظت و کدورت جمع کر دیتی ہیں اور اگر ان کی جانب توجہ نہ دی جائے تو جسمانی ساخت بھی کمزور و مضمحل ہو کر برباد و زیرِ خاک ہو جاتے۔ انسان کے وہ اعضا جو عام طور پر کھلے رہتے اور کپڑوں سے باہر رہ کر گرد آلود ہو جاتے ہیں۔ اگر ان کی صفائی کا خیال نہ رکھا جائے، تو قلیل عرصہ میں جسمانی نظام و تباہ و برباد ہو جاتے اور انسان صاحب فراش بن کر رہ جاتے۔ منہ کی صفائی کا خیال نہ کریں، تو معدے، جگر اور گلے کی بہت سی بیماریاں جسم میں پیدا ہو جاتیں۔ دانتوں کی صفائی نہ کی جائے، تو انسان پائیریا وغیرہ

خبیث وموذی امراض کا شکار بن جائے۔ ناک کو مواد غلیظہ اور اس کی ریزش سے صاف نہ رکھا جائے، تو ذہن کی بلادت، عقل کی سُبکی وغیرہ شکایات رُونما ہوجائیں۔ ہاتھ مُنہ نہ دھوئیں، تو گرد وغبار جمع ہوکر اس کا رنگ وروپ بگاڑ دیں، خون میں فساد پیدا ہوجائے انسان پھوڑے پھنسی وغیرہ کا ہمیشہ شکار رہے۔ غرض یہ کہ جسمانی صحت وتندرستی کے لیے ان اعضاء کو بار بار دھونا، ان پر پانی بہانا اور تر رکھنا ضروری ہے جو غبار آلود ہوتے رہتے ہیں۔

اور اسلام جس طرح روحانی امراض سے نجات بخشتا ہے اور انسان کو روحانی نسخوں کے ذریعے اس کے باطن کو پاک وصاف رکھتا ہے، وہ جسمانی اور ظاہری طہارت کی طرف بھی خاص توجہ دلاتا اور اس کے لیے مستقل بابوں میں دستور و قوانین بیان فرماتا ہے تاکہ اسلام کے نام لیوا ان دستوروں کو اپنائیں اور اپنی صحت وتندرستی کی خاطر بھی انہیں عمل میں لائیں، اس لیے جسمانی طہارت کے لیے جس کے بعد انسان بارگاہِ الٰہی میں حاضری کے قابل ہوسکے۔ اسلام نے وضو اور غسل کے احکامات صادر فرمائے۔ پھر چونکہ جسم کی پلیدی وناپاکی سے نفس میں تاریکی پیدا ہوتی اور اس میں وحشت و درندگی کے آثار مجتمع ہوجاتے ہیں، اس لیے اعضاء جسم کو ہر قسم کی ناپاکی وغلاظت سے پاک وصاف رکھنا شریعتِ مطہرہ نے ضروری قرار دیا تاکہ انسان اپنے ظاہر کی اصلاح وتعمیر میں مصروف رہ کر تزکیہ باطن اور روحانی پاکیزگی کی طرف بڑھتا رہے۔ اس کے لیے عام طور پر بعض اعضا جسم کا دھونا کافی ہے اور خاص حالات میں تمام جسم کو پاک کرنا۔

وضو وغسل اسی اصل کی دو فرعیں ہیں اور دونوں فطرتِ انسانی کے مطابق و موافق اسی لیے تمام اہلِ عالم کی متمدّن ومہذب قومیں حسبِ ضرورت اس کی پابند ہیں، بلکہ ملل وادیانِ سابقہ بلکہ مشرک قومیں بھی اسلام کے ظہور سے پہلے ضرورت کے مطابق

کبھی اعضا جسم دھونے پر کفایت کرتی تھیں، کبھی تمام جسم پر پانی بہانا مفید و بہتر مانتی اور عمل میں لاتی تھیں۔ شریعتِ مطہرہ نے اس نظام کو بہترین صورت میں امت کو تعلیم فرمایا اور پنجگانہ نماز ادا کرنے کے لیے وضو اور مخصوص حالتوں میں غسل کرنے کا حکم دیا۔ اس لیے کہ حدث اکبر یعنی جنابت قلیل الوقوع اور کثیر التلوث ہے۔ یہاں تمام بدن کا دھونا نفس پر بار و شاق نہ گزرے گا، بلکہ یہ نشاط قلب و سرورِ روح کا باعث ہوگا اور حدث اصغر کے مقابل وضو رکھا، اس لیے کہ یہ کثیر الوقوع قلیل التلوث ہے، اس میں نفس کو کسی قدر تنبیہ کافی ہے جو اعضاء بدن دھونے سے حاصل ہو جاتی ہے۔ پھر یہ ہمارا رات دن کا تجربہ اور شب و روز کا مشاہدہ ہے کہ منہ اور سر پر پانی ڈالنے سے نفس پر بڑا اثر پڑتا ہے۔ مدہوش آدمی کے چہرے پر پانی کی کچھ بوندیں فوراً اپنا اثر دکھاتی ہیں۔ سوتے ہوئے آدمی کو بیدار کرنے اور اس کے پراگندہ و خوابیدہ حواس کو برسرِ کار لانے کے لیے اسی پانی کے معمولی چھینٹے، مارگزیدہ کے لیے تریاق اثر رکھتے ہیں۔ صبح سونے سے بیدار ہو کر ہاتھ منہ دھو ڈالنا اور دن بھر کی محنت و مشقت جھیلنے کے بعد شام کو بدن پر پانی بہا دینا، طبیعت کو ہشاش بشاش کرتا اور کسلمندی کو دور کر دیتا ہے۔ بالکل اسی طرح انسانی خواہشات نفسانیہ انسان کو کسلمند بنا دیتی اور اسے درندگی و وحشت کی طرف لے جاتی ہیں۔ نفس میں وحشیانہ خصائل پیدا ہو جاتے ہیں، نافرمانی و سرکشی کے جذبات اُبھرتے ہیں اور انسان کو شترِ بے مہار بنا دیتے ہیں۔

اور جس طرح اکثر ناتوان کہ نشست و برخاست کی طاقت نہیں رکھتے۔ چلنے پھرنے اٹھنے بیٹھنے کے قابل نہیں رہتے۔ بعض اوقات غیرت و حمیت یا غصہ سے بے قابو ہو کر ایسے بڑے بڑے کام کر بیٹھتے ہیں کہ اگر نگاہوں کا مشاہدہ نہ ہو تو عقل اسے تسلیم کرنے پر آمادہ نہیں ہوتی۔ یونہی قدرتِ ربانیہ نے پانی میں کچھ ایسی طاقتیں پنہاں فرمائی ہیں کہ شہوات نفسانیہ کا زور توڑ دیتی ہیں۔ بالفاظِ دیگر وضو یا غسل وہ مبارک چیزیں ہیں جو انسان میں

اطاعت وفرماں برداری کا جذبہ پیدا کرتی اور آنکھوں دیکھے سرکش سے سرکش انسان کی حالت میں انقلابِ عظیم پیدا کر دیتی ہیں اور انسان بہت سی بد عادتیں چھوڑنے پر آمادہ ہو جاتا ہے۔ الغرض جب طہارت کی کیفیت نفس میں خوب راسخ ہو جاتی ہے، تو ملکوتی انوار اس کے قلب وقالب میں بس جاتے ہیں اور انسان کا ظاہر و باطن کندن بن جاتا ہے۔ سینہ کی پاکیزگی وطہارت کی تجلیوں سے منور رہتا ہے۔ خیالات میں بلندی اور کردار میں بلند آہنگی پیدا ہو جاتی ہے۔ بہیمیت کا تاریک حصہ مغلوب ہو جاتا ہے۔ نفسِ امارہ کی سرکشی مردہ ہو جاتی ہے۔ فرمانبرداری واطاعت کے جذبات بیدار ہو جاتے ہیں۔ اس کی خوابیدہ قوتیں جن سے وہ بہترین اور مفید کام انجام دے سکتا تھا، پھر اعمالِ خیر کی طرف انسان کی راہ نمائی کرتی اور اسے سعادتِ اُخروی کی طرف لے جاتی ہیں اور جب کوئی آدمی وضوء غسل سے متعلق ظاہری و باطنی آداب کا لحاظ رکھتا اور انہیں عمل میں لاتا ہے، تو ملکوتی انوار اس پر غالب آجاتے ہیں اور یہ خاکی انسان ملائکہ آسمان سے بازی لے جاتا ہے۔

تنبیہ

حکم حکمت کے لیے ہوتا ہے، مگر حکمت پر اس کا مدار نہیں رہتا۔ بندہ کو حکم کا اتباع کرنا چاہیئے۔ حکمت جو اسے معلوم ہے موجود ہو یا نہ ہو جیسے سفر میں دو رکعت کی تخفیف اس حکمت کے لیے ہے کہ سفر مشقت ہے اور مشقت آسانی کی طالب پھر اگر بادشاہِ وقت کو سفر میں کوئی مشقت نہ پہنچے، بلکہ سیر وشکار سے اور زیادہ راحت وفرحت ہو، جب بھی قصر ہی کرے گا کہ اسے حکم سے کام ہے نہ کہ حکمت سے۔

(فتاویٰ رضویہ)

طہارت و پاکیزگی

اسلام میں کچھ چیزیں ایسی ہیں جن کا مرتبہ اصول کا ہے، یعنی انہیں سمجھ لینا اور ان کے متعلق پختہ عقیدہ رکھنا نفس کے کمال کا موجب بلکہ اصل ایمان ہے اور انہیں، عقائد کہا جاتا ہے اور کچھ چیزیں وہ ہیں جو ان اصول وعقائد کو خوب چمکا دینے والی اور ان کی محافظ ہوتی ہیں، انہیں اعمال کہا جاتا ہے۔ اس کی درستی، عقائد کی صحت پر متفرع ہے، یعنی عبادات کی اصل ایمان ہے۔ بغیر ایمان، عبادت بیکار کہ جڑ ہی نہ رہی تو پھل پھول کہاں سے آئیں گے۔ درخت اسی وقت پھل، پھول لاتا ہے کہ اس کی جڑ قائم ہو۔ جڑ جدا ہو جانے کے بعد آگ کی خوراک ہو جاتا ہے۔ اسی طرح کافر زبان سے کلمہ پڑھتا ہو، لاکھ عبادت کرے، اس کا کیا دھرا سارا برباد اور وہ جہنم کا ایندھن ہوگا۔ بہتیرے جوگی اور راہب ترکِ دُنیا کرکے اپنے طور پر ذکر و عبادتِ الٰہی میں عمر کاٹ دیتے ہیں، بلکہ ان میں بہت وہ ہیں کہ لا الہ الا اللہ کا ذکر سیکھتے اور ضربیں لگاتے ہیں، مگر ازاں جا کہ ایمان نہیں کیا فائدہ۔ اصلا بارگاہِ الٰہی میں قابلِ قبول نہیں۔ اللہ عزّ وجل ایسوں ہی کو فرماتا ہے:

وَقَدِمْنَا اِلٰى مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ هَبَآءً مَّنْثُوْرًا

(انہوں نے جو کچھ اعمال کیے ہم اس کے ساتھ یوں پیش آئے کہ اسے بکھرے ہوئے ذرّے کی طرح کر دیا)

بیہقی کی حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی بدمذہب کی نماز قبول کرے۔ نہ روزہ، نہ زکوٰۃ، نہ حج، نہ عمرہ، نہ جہاد، نہ فرض، نہ نفل، بدمذہب دین سے یوں نکل جاتا ہے جیسے آٹے سے بال۔ غرض اعمال کو اگر ایک عمارت کہیے، تو ایمان و عقیدہ اس کے لیے بنیاد و اساس ہے۔ ہمارے تمام اعمال اسی بنیاد پر قائم ہیں، تو مقبول و قابلِ اعتماد

ہیں۔ ہمارے جملہ افعال و حرکات کے خطوط اگر اسی مرکز سے متصل ہیں، تو لائق اعتبار ہیں۔ ایمان کی دولت سے جو لوگ محروم ہیں۔ قرآن کریم نے ان کے اعمال کی مثال اس راکھ سے دی جس کو ہوا کے تیز جھونکے اڑا اڑا کر فنا کر دیتے ہیں اور پھر ان کا کوئی وجود باقی نہیں رہتا:

مَثَلُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ اَعْمَالُهُمْ كَرَمَادِ ﹰاشْتَدَّتْ بِهِ الرِّیْحُ فِیْ یَوْمٍ عَاصِفٍ۔

اور سورۂ نور میں فرمایا:

اَعْمَالُهُمْ كَسَرَابٍۭ بِقِیْعَةٍ یَّحْسَبُهُ الظَّمْاٰنُ مَآءً ط

جنہوں نے خدا کا انکار کیا، ان کے کام سراب کی طرح ہیں، جو میدان میں ہو جس کو پیاسا پانی سمجھے اور جب وہاں پہنچے، تو وہاں کسی چیز کو نہ پائے۔

الحاصل ہمارے اعمال و افعال اور نیک کرداروں کی مقبولیت کا دار و مدار ایمان پر ہے۔

پھر اعمال و عبادات میں اہم و اعظم نماز ہے اور نماز کے لیے طہارت ایسی ضروری چیز ہے کہ بغیر اس کے نماز ہوتی ہی نہیں۔ طہارت نماز کی کنجی ہے کہ نماز پڑھنے سے پہلے نمازی کا ظاہر اور پاک ہو لینا ضروری ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

اَلطُّهُوْرُ شَطْرُ الْاِیْمَانِ۔ (طہارت نصف ایمان ہے)

اور رب عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ وَیُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِیْنَ ط

(اللہ دوست رکھتا ہے بہت توبہ کرنے والوں کو اور دوست رکھتا ہے خوب پاک ہونے والوں کو) اور فرماتا ہے:

وَاِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا

(اگر تم جنبی ہو تو خوب پاک ہو جاؤ)

رب العالمین آسمان سے پانی نازل فرما کر ہم گنہ گاروں پر اپنی منت رکھتا اور پاک رہنے کی تعلیم دیتا ہے:

وَیُنَزِّلُ عَلَیْکُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً لِّیُطَهِّرَکُمْ بِهٖ وَ یُذْهِبَ رِجْسَ الشَّیْطٰنِ ط

(یعنی وہ آسمان سے تم پر پانی اتارتا ہے کہ تمہیں اس سے پاک کرے اور شیطان کی پلیدی تم سے دور کرے)

اور دوسری جگہ باطہارت رہنے اور صفائی پسند کرنے والے مسلمانوں کی مدح فرماتا ہے: فِیْهِ رِجَالٌ یُّحِبُّوْنَ اَنْ یَّتَطَهَّرُوْا وَاللّٰهُ یُحِبُّ الْمُطَّهِّرِیْنَ۔

(اس (مسجد قبا شریف) میں ایسے لوگ ہیں جو پاک ہونے کو پسند رکھتے ہیں اور اللہ دوست رکھتا ہے پاک ہونے والوں کو)

بلکہ آیت کریمہ میں غور کیجئے تو صاف ظاہر ہوتا ہے کہ سید الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت اور ان کی دنیا میں تشریف آوری کا منشا یہ بھی ہے کہ وہ جانِ جان، جانِ ایمان صلی اللہ علیہ وسلم بالخصوص انسان کو نفس کے خصائلِ ذمیمہ سے پاک وصاف کر کے اس کے قلب و قالب، روح و جسد کو فضائلِ حمیدہ سے مزین کریں اور گندوں کو ستھرا، بروں کو اچھا بنائیں، بلکہ قرآنِ عظیم کو حضور پُر نور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اس صفتِ کریمہ کا اس قدر اہتمام ہے کہ چار جگہ اس وصف کریم کو بیان فرمایا، دو جگہ سورۃ بقر، تیسرے آلِ عمران، چوتھے سورۃ جمعہ، اور آخر میں تو وہ جانفزا کلمے ارشاد فرمائے جنہوں نے ہم خفتہ بختوں کی تقدیر جگا دی، بیمار دلوں پر بجلی گرا دی کہ ارشاد ہوا:

وَ اٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِهِمْ وَ هُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ ط

یعنی یہ نبی پاک کرے گا اور علم عطا فرمائے گا۔ ان کی جنس کے اور لوگوں کو جو

اب تک ان سے نہیں ملے اور وہی غالب حکمت والا ہے۔

الحمدللہ اس آیت کریمہ نے صاف ارشاد فرمایا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا علم عطا فرمانا، گناہوں سے پاک ستھرا بنانا، صرف صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے خاص نہیں، بلکہ قیام قیامت تک تمام امتِ مرحومہ حضور کی ان نعمتوں سے محفوظ اور حضور کی نظرِ رحمت سے ملحوظ ہے۔ والحمدللہ رب العٰلمین۔

اقسامِ طہارت

نبیِ کریم رؤف ورحیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے ارشاد فرمایا:

بُنِیَ الدِّیْنُ عَلَی النَّظَافَۃِ (دین کی بنیاد طہارت پر ہے)

یعنی بدن وروح، قلب وقالب کو ظاہری گندگیوں اور باطنی آلائشوں سے پاک وصاف کرنا اسلام کا بنیادی مسئلہ ہے۔

اس لیے طہارت چار قسم پر ہے:

اوّل۔ ظاہر بدن کو احداث وانجاس سے پاک کرنا۔

دوم۔ اعضاء بدن کو گناہوں اور خطاؤں سے پاک کرنا۔

سوم۔ دل کو اخلاقِ ذمیمہ اور خصائلِ ناپسندیدہ سے پاک کرنا۔

چہارم۔ باطن کو ماسوائے اللہ سے پاک کرنا۔

پھر ان درجات میں ہر طہارت اپنے ماقبل پر موقوف ہے۔ یعنی خدائے عزوجل کی جلالت وعظمت اور باطن میں معرفتِ الٰہی کا ظہور اس وقت تک ناممکن ہے جب تک اس کا دل، اخلاق وخصائل مذمومہ سے پاک اور صفاتِ محمودہ سے منور نہ ہو اور باطن کی طہارت اسی وقت ممکن ہے، جب آدمی اپنے اعضاء بدن کو مناہی وممنوعات

سے پاک کرکے انہیں طاعتِ الٰہی میں لگا دے اور اعضاء بدن سے احکامِ الٰہی کی فرماں برداری اسی وقت ممکن ہے جب انسان اپنے آپ کو ظاہری نجاستوں اور گندگیوں سے بچائے۔

اَللّٰھُمَّ یَا رَبِّ طَھِّرْ قُلُوْبَنَا مِنْ کُلِّ وَصْفٍ یُبَاعِدُنَا عَنْ مُشَاھِدَتِكَ وَ مُحَبَّتِكَ

وَیَا حَسْرَتَاہ کہ آج بہت مدعیانِ تہذیب و دعویداران توحید نے رعونت کا نام طہارت رکھا ہے اور اپنے نفسِ خبیث و جسمِ کثیف کے سنوارنے اور اسے زینت دینے کا وہ اہتمام کیا ہے کہ گویا یہی اصل مراد، یہی گوہرِ مقصود ہے، حالانکہ ان کے باطن کبروعجب، حرص و عداوت، ریا و نفاق وغیرہ مہلکات کی آلودگیوں سے بھرے ہوتے ہیں۔ زبان پرنام اسلام ہے اور دل میں ہادیانِ اسلام وائمہ وعلماء کرام سے نفرت تمام ہے۔ اعاذنا اللہ تعالیٰ منہا۔

بالجملہ مسلمان پرواجب ہے کہ قلب وقالب، رُوح وبدن پر جس قدر احکامِ الٰہیہ ہیں، سب کو بجالائے۔ نہ کسی کبیرہ کا ارتکاب کرے، نہ کسی صغیرہ پر اصرار۔ نفس کے خصائلِ ذمیمہ پر کاربند نہ ہو، مثلاً دل میں بخل ہے، تو نفس پر جبر کرکے ہاتھ کشادہ رکھے حسد ہے تو محسود کی برائی نہ چاہے، دزدرجیم کے اشاروں پر مستانہ رقص نہ کرے۔ اپنا ظاہر بھی حتی الامکان آراستہ کرے، لیکن احکامِ شرعیہ کے موافق جیسے باطن کی پاکیزگی پر توجہ دے یعنی شریعتِ مطہرہ کے مطابق، ورنہ یاد رکھیے کہ ظاہری طہارت سے وہ مراد نہیں جو نرے ظاہرداروں کو مطلوب جن کی نظر صرف اعمالِ جوارح پر مقصود۔ ظاہر احکامِ شرع سے آراستہ اور معاصی سے منزہ کرلیا اور متقی بن گئے۔ اگرچہ باطن مہلکاتِ آفات سے گندہ ہورہا ہے جیسے مزبلہ (گھوڑے) پر زربفت کا خیمہ، اوپر زینت اور نیچے نجاست۔ پھر کیا یہ باطنی خباثتیں اس ظاہری اصلاح پر باقی رہنے دیں گی حاشاللہ

غرض ظاہری طہارت، باطن کی طہارت کا ایک ذریعہ ہے نہ کہ اصل مقصود، یہی ظاہری طہارت اور حسب احکام شرع بدن و جوارح کی پاکیزگی آہستہ آہستہ قلب و روح پر اثر ڈالتی اور اُسے پاکیزہ بناتی ہے، یہاں تک کہ باطن کی پاکیزگی کا اندازہ لوگ اسی ظاہری پاکیزگی سے لگاتے ہیں کہ دلوں پر اُن کی نگاہ نہیں، اسی لیے شریعت مطہرہ نے ہم اہلِ اسلام کو استنجا تک کے طریقے سکھلائے، آداب بتاتے اور آداب سکھائے ہم اس مختصر عبارت میں صرف طہارتِ ظاہری سے متعلق کچھ احکام بیان کرتے ہیں:

استنجے کے مسائل و آداب

جب پیشاب یا پاخانے کو جائے تو مستحب ہے کہ پاخانہ سے باہر آکر یہ پڑھے:

۱۔ بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْٓ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ۔

(اے اللہ میں تیری پناہ مانگتا ہوں، پلیدی اور شیطان سے)

۲۔ پھر بایاں قدم پہلے داخل کرے۔

۳۔ نکلتے وقت پہلے داہنا قدم باہر نکالے۔

۴۔ اور پڑھے غُفْرَانَكَ۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَذْهَبَ عَنِّیْ الْاَذٰی وَعَافَانِیْ۔

(میں اللہ سے مغفرت کا سوال کرتا ہوں۔ حمد ہے اللہ کے لیے جس نے اذیت کی چیز مجھ سے دُور کر دی اور مجھے عافیت دی)

۵۔ پاخانہ پیشاب یا طہارت کرتے وقت نہ قبلہ کی طرف منہ ہو نہ پیٹھ۔

۶۔ یونہی سورج اور چاند کی طرف نہ منہ ہو نہ پیٹھ۔

۷۔ یونہی ہوا کے رُخ پیشاب کرنا یا خود نیچی جگہ بیٹھنا کہ پیشاب کی دھار اونچی جگہ گرے

یا سایہ میں جہاں لوگ اٹھتے بیٹھتے ہوں یا مسجد یا قبرستان کے پہلو میں یا جس جگہ وضو یا غسل کیا جاتا ہے یا ایسی سخت زمین جس سے پیشاب کی چھینٹیں اڑکر آئیں، یونہی ننگے سر پیشاب یا خانہ کرنا ممنوع و مکروہ ہے۔

۸۔ کھڑے ہوکر یا لیٹ کر پیشاب کرنا مکروہ ہے۔

تنبیہ ضروری:۔ نصاریٰ سے تشبہ اور ان کی سُنّتِ مذمومہ میں اُن کے اتباع میں آجکل بعض مدّعیانِ تہذیب کو کھڑے ہوکر پیشاب کرنے کا شوق جاگا ہے اور یہ موجب عذاب و عقوبت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ۔ اس حرکت سے نہی اور اس کے بے ادبی وجفاء خلافِ سُنّتِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہونے میں احادیثِ صحیحہ وارد ہیں۔ ازاں جملہ کہ امام احمد و ترمذی و نسائی وغیرہم۔ امّ المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ جو تم میں سے کہے کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کھڑے ہوکر پیشاب فرماتے، اسے سچّا نہ جاننا حضور پیشاب فرماتے تھے، مگر بیٹھ کر۔

اور ابن ماجہ و بیہقی جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے کھڑے ہوکر پیشاب کرنے سے منع فرمایا۔ بزار مسند میں بسند صحیح بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں، تین باتیں جفاء و بے ادبی سے ہیں:

پہلی یہ کہ آدمی کھڑے ہوکر پیشاب کرے۔

دوسری یہ کہ نماز میں اپنی پیشانی سے (مثلاً مٹی یا پسینہ) پونچھے۔

تیسری یہ کہ سجدہ کرتے وقت زمین پر (مثلاً غبار صاف کرنے کو) پھونکے۔

رہی حدیث حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، (جسے نئی روشنی کے مدعی پیش کرتے ہیں، بلکہ زمانۂ حال کے ایک مولوی نما جاہل نے اسے جواز پر دلیل ٹھہرایا ہے) کہ نبی اکرم

صلی اللہ علیہ وسلّم ایک گھوڑے پر تشریف لے گئے اور وہاں کھڑے ہو کر پیشاب فرمایا (رواہ الشیخان) ائمہ کرام نے اس کے بہت سے جواب دیے:

اوّل یہ حدیث، حدیث ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے منسوخ ہے کہ قول وفعل میں تعارض ہو، قول واجب العمل ہے کہ فعل احتمالِ خصوص وغیرہ رکھتا ہے۔

دوم اس وقت زانوئے مبارک میں زخم تھا، بیٹھ نہ سکتے تھے۔ یہ ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہوا۔

پھر یہ حدیث شریف خود ہی ان مقلدانِ نصرانیت پر رد ہے، وہاں کافی بلندی تھی اور نیچے ڈھال اور زمین گھورے کے سبب نرم کہ کسی طرح چھینٹ آنے کا احتمال نہ تھا۔ سامنے دیوار تھی اور گھورا فنائے دار میں تھا نہ کہ گزرگاہ۔ پس پشت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کھڑا کر لیا تھا، اس طرف کا بھی پردہ فرمایا۔ اس حالت میں پشتِ اقدس پر بھی نظر پڑنا پسند نہ آیا۔ ان تمام احتیاطوں کے ساتھ تمام عمرِ مبارک میں ایک ایسا منقول ہوا۔ کیا یہ نئی روشنی کے مدعی اور ان کی تائید کرنے والے جاہل مولوی ایسی ہی صورت کے مدعی ہیں۔ سبحان اللہ کہاں وہ اور کہاں ان بے ادبوں کے نامہذب افعال اور ان پر معاذاللہ حدیث سے استدلال، ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

غرض کھڑے ہو کر پیشاب کرنے میں (علاوہ جفا و بے ادبی و خلافِ سنّت) چار حرج ہیں:

اوّل: بدن اور کپڑوں پر چھینٹیں پڑنا جسم ولباس بلاضرورت شرعیہ ناپاک کرنا اور یہ حرام ہے۔

دوم: ان چھینٹوں کے باعث عذاب قبر کا استحقاق اپنے سر لینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم فرماتے ہیں، پیشاب سے بہت بچو کہ اکثر عذاب قبر اسی سے ہے۔

سوم: رہ گزر پر ہویا جہاں لوگ موجود ہوں تو باعثِ بے پردگی ہوگا۔ بیٹھنے میں رانوں

زانوؤں کی آڑ ہو جاتی ہے اور وہ کھڑے ہونے میں بالکل بے ستری اور یہ باعثِ لعنتِ الٰہی ہے (فتاویٰ رضویہ)

چہارم : یہ نصاریٰ سے تشبہ اور ان کی سنتِ مذمومہ میں ان کا اتباع ہے۔ آجکل جن کو یہاں یہ شوق جاگا ہے، اس کی یہی علت ہے اور یہ موجبِ عذاب و عقوبت۔

۹۔ استنجا خشک کرنے میں ہر بے قیمت بیکار، پاک چیز کہ رطوبت کو جذب کر کے موضع کو صاف کر دے۔ ڈھیلا ہو یا پتھر، مٹی ہو یا پرانا کپڑا، زمین ہو یا دیوار سب برابر ہے۔ ہاں ہڈی یا کوئلہ یا پکی اینٹ یا ٹھیکری یا چونا نہ ہو، کیونکہ یہ جنوں کی خوراک ہے۔

۱۰۔ کاغذ سے استنجا سنتِ نصاریٰ ہے اور شرعاً منع ہے، اگرچہ اس پر کچھ لکھا نہ ہو یا ابوجہل ایسے کافر کا نام لکھا ہو کہ حروف کی تعظیم لازم ہے۔

۱۱۔ نجاست جب مخرج بول و براز سے مقدار درہم زیادہ تجاوز نہ کرے، تو ڈھیلے کافی ہوتے ہیں، لیکن ان کے بعد پانی لینا سنت ہے اور یہ سنت بھی باقی سُنن مؤکدہ کے مثل ہے جس کا ترک بے شک باعثِ کراہت ہے، لیکن نماز بلا کراہت ہو جاتے گی۔ (فتاویٰ رضویہ) البتہ اگر نجاست مخرج کے علاوہ قدر درم سے زیادہ ہو تو اس وقت پانی سے دھونا فرض ہے کہ دھوئے بغیر طہارت نہ ہوگی، مگر ڈھیلے لینا اب بھی سنت ہے۔

۱۲۔ اس حالت میں کسی مسئلہ دینی پر غور نہ کرے کہ باعثِ محرومی ہے۔

۱۳۔ پاخانے میں تھوکنے کی ممانعت ہے کہ مسلمانوں کا مُنہ قرآنِ عظیم کا راستہ ہے۔ وہ اس سے ذکرِ الٰہی کرتا ہے، تو اس کا لعاب ناپاک جگہ ڈالنا بے جا ہے، البتہ وہاں کی دیوار وغیرہ جہاں نجاست نہ ہو، اس پر تھوکنے میں حرج نہیں۔

۱۴۔ جس ڈھیلے وغیرہ سے چھوٹا استنجا کیا گیا ہو، بعد خشک ہونے کے دوبارہ کام میں لا سکتے ہیں۔

۱۵۔ بغیر ضرورت اپنی شرمگاہ کی طرف نظر نہ کرے اور نہ اس نجاست کو دیکھے

جو اس کے بدن سے نکل رہے اور دیر تک نہ بیٹھے کہ بواسیر کا اندیشہ ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۱۶۔ پیشاب کے بعد جس کو یہ احتمال ہے کہ کوئی قطرہ باقی رہ گیا یا پھر آئے گا، اس پر استبرا یعنی کوئی ایسا کام کرنا کہ اگر قطرہ رُکا ہو تو گر جائے، واجب ہے۔ استبرا ٹہلنے سے ہوتا ہے یا زمین پر زور سے پاؤں مارنے یا داہنے پاؤں کو بائیں اور بائیں کو داہنے پر رکھ کر زور کرنے یا بلندی سے نیچے اترنے یا نیچے سے بلندی پر چڑھنے یا کھنکارنے یا بائیں کروٹ پر لیٹنے سے ہوتا ہے۔ استبرا اس وقت تک کرے کہ دل کو اطمینان ہو جائے اور عورت فارغ ہونے کے بعد تھوڑی دیر وقفہ کر کے طہارت کرے۔ (بہارِ شریعت)

وضو کا بیان

فضائلِ وضو میں چند احادیث

۱۔ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں قیامت کے دن میری امت اس حالت میں بلائی جائے گی کہ منہ اور ہاتھ پاؤں آثارِ وضو سے چمکتے ہوں گے، تو جس سے ہو سکے چمک زیادہ کرے۔ (بخاری و مسلم)

۲۔ مسلمان بندہ جب وضو کرتا ہے، تو کلی کرنے سے منہ کے گناہ گر جاتے ہیں اور جب ناک میں پانی ڈال کر صاف کیا تو ناک کے گناہ گر گئے اور جب منہ دھویا، تو اس کے چہرے کے گناہ گر گئے، یہاں تک کہ پلکوں کے گناہ گر گئے اور جب ہاتھ دھوئے، تو ہاتھوں کے گناہ گر گئے، یہاں تک کہ ہاتھوں کے ناخنوں کے گناہ گر گئے اور جب سر کا مسح کیا، تو سر کے گناہ نکلے، یہاں تک کہ کانوں کے گناہ نکلے اور جب پاؤں دھوئے، تو پاؤں کی خطائیں نکلیں۔ یہاں تک کہ ناخنوں کے، پھر اس کا مسجد کو جانا

اور نماز پڑھنا۔ مزید براں (امام مالک و نسائی) اور امام احمد نے بسندِ حسن روایت کی کہ وہ سب گناہوں سے ایسا خالص ہو جاتے جیسا جس دن ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا تھا۔

فائدہ: یہ نفیس و عظیم بشارت کہ امتِ محبوب صلی اللہ علیہ وسلم پر رب عزوجل کا عظیم فضل اور نمازیوں کے لیے کمالِ تہنیت اور بڑی مبارک باد دی اور بے نمازوں پر سخت حسرت اور نامرادی ہے۔ بکثرتِ احادیثِ صحیحہ میں وارد ہوئی۔

فائدہ: بہت سے علماء فرماتے ہیں کہ یہاں گناہوں سے صغیرہ گناہ مراد ہیں اور اعلحضرت قدس سرہٗ نے فرمایا اقول تحقیق یہ ہے کہ کبائر بھی دُھلتے ہیں، اگرچہ زائل نہ ہوں۔ (کبیرہ گناہوں سے آدمی خالص توبہ و استغفار کے بغیر پاک نہیں ہوتا، ہاں وضو سے یہ کبائر دھلتے اور ہلکے ہو جاتے ہیں) یہ سیدنا امامِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ وغیرہ اکابر اولیائے کرام قدست اسرارہم کا مشاہدہ ہے (یعنی اولیائے کرام آنکھوں سے دیکھتے ہیں) کہ وضو کے پانی کے ساتھ گناہ نکلتے ہیں اور یہ کرم محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم بے پایاں ہے اور بات وہ ہے جو خود مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بشارت بیان کر کے ارشاد فرمائی کہ لَا تَغْتَرُّوْا۔ اس پر مغرور نہ ہونا (انتہی)

ہر مسلمان پر لازم ہے کہ ربِ عزوجل کی گرفت سے غافل نہ ہو، اس کے کرم سے لو لگائے اور اس کے قہر و غضب سے پناہ مانگتا رہے۔

امام اعظم کا کشف

امام عارف باللہ سیدی عبدالوہاب شعرانی قدس سرہٗ کہ اکابر علمائے شافعیہ سے ہیں، فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے سردار علی خواص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو (کہ وہ بھی شافعی ہیں، فرماتے سنا ہے کہ آدمی کو کشف حاصل ہو تو لوگوں کے وضو و غسل

کے پانی کو نہایت گھنونا اور بدبودار پائے اور کبھی اس کا دل نہ ہو کہ اُس سے طہارت کرے جیسے تھوڑے پانی میں کتا یا بلی مر جائے، تو انسان کا دل ہرگز اس سے طہارت کرنے کو نہ چاہے۔

امام شعرانی فرماتے ہیں اس پر میں نے ان سے عرض کی کہ اس سے معلوم تو ہوتا ہے کہ امام ابوحنیفہ اور ابو یوسف جو ماءِ مستعمل کو نجس مانتے ہیں کشف والے تھے۔ فرمایا ہاں دونوں اعظم اہل کشف سے تھے۔ امام جب لوگوں کا آبِ وضو دیکھتے، بعینہٖ ان گناہوں کو پہچان لیتے جو دُھل کر پانی میں گرے اور جدا جدا جان لیتے کہ دھوون گناہ کبیرہ کا ہے اور یہ صغیرہ کا۔ یہ مکروہ کا ہے یہ خلافِ اولیٰ کا۔ بلاتفاوت اسی طرح جیسے اجسام کو کوئی مشاہدہ کرے۔ اور فرمایا ہم کو روایت پہنچی کہ وہ جامع مسجد کوفہ کے حوض پر تشریف لے گئے۔ ایک حوض پر تشریف لے گئے۔ ایک جوان وضو کر رہا تھا۔ اس کا پانی جو ٹپکا امام نے اس پر نظر فرمائی اور جوان سے فرمایا اے میرے بیٹے ماں باپ کو ایذا دینے سے توبہ کر۔ اس نے فوراً عرض کی۔ میں اللہ عزّوجل کی طرف توبہ کرتا ہوں۔

ایک اور شخص کا غسالہ (دھوون) دیکھ کر فرمایا۔ اے بھائی زنا سے توبہ کر۔ اس نے کہا میں نے توبہ کی۔

ایک اور کا غسالہ دیکھ کر فرمایا شراب پینے اور مزامیر (تاشے باجے) سننے سے توبہ کر، اس نے کہا میں تائب ہوا۔ اسی میں ہے اللہ تعالیٰ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ، کے مقلدوں پر اپنی رحمت نازل کرے کہ انہوں نے چھوٹے چھوٹے حوضوں سے (کہ دہ در دہ سے کم ہوں) طہارت کو منع فرمایا کہ وضو والوں کے گناہ اس میں دُھلے ہوتے ہیں اور اپنے پیروؤں کو حکم دیا کہ وضو یا تو نہر سے کریں یا کنوئیں یا بڑے حوض سے۔ اور میرے سردار علی خواص رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ باوصف شافعی ہونے کے اکثر اوقات ان مسجدوں کے چھوٹے حوضوں سے وضو نہ کرتے اور فرماتے کہ ان کا پانی ہم جیسوں کے بدن کو چستی و تازگی نہیں بخشتا کہ گناہوں کے دُھلنے سے گندا ہو گیا ہے۔

(فتاویٰ رضویہ)

فائدہ

گناہوں کا علاج

۱۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :" جب تیرے گناہ کثیر ہو جائیں، تو بکثرت پانی پلا، ایسے گناہ جھڑ جائیں گے جیسے سخت آندھی میں پیڑ کے پتے۔"

۲۔ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابۂ کرام سے ارشاد فرمایا: کہ میں تمہیں ایسی چیزیں بتا دوں جن کے سبب اللہ تعالیٰ خطائیں معاف کر دے اور درجات بلند فرما دے۔ عرض کی ہاں یا رسول اللہ۔ فرمایا جس وقت وضو ناگوار ہوتا ہے، اس وقت کامل وضو کرنا اور مسجدوں کی طرف قدموں کی کثرت اور ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار، اس کا ثواب ایسا ہے جیسا کفار کی سرحد پر اسلامی شہروں کی حمایت کے لیے گھوڑے باندھنے کا۔ (مسلم شریف)

۳۔ حضرت امیر المومنین مولا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو سخت سردی میں کامل وضو کرے، اس کے لیے دوگنا ثواب ہے۔ (طبرانی)

۴۔ جو مسلمان وضو کرے اور اچھا وضو کرے پھر کھڑا ہو اور باطن وظاہر سے متوجہ ہو کر دو رکعت نماز پڑھے، اس کے لیے جنت واجب ہے (مسلم)

۵۔ تم میں سے جو کوئی وضو کرے اور کامل وضو کرے، پھر پڑھے اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ (میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ اکیلا ہے، اس

کا کوئی شریک نہیں اور گواہی دیتا ہوں کہ ہمارے سردار محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے خاص بندے اور رسول ہیں) اس کے لیے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیے جاتے ہیں جس دروازے سے چاہے داخل ہو (مسلم)

۶۔ جو شخص وضو پر وضو کرے، اس کے لیے دس نیکیاں لکھی جائیں گی (ترمذی) یعنی دس بار وضو کرنے کا ثواب لکھا جائے گا۔ (فتاویٰ رضویہ)

۷۔ جس نے بسم اللہ شریف کہہ کر وضو کیا، سر سے پاؤں تک اس کا سارا بدن پاک ہو گیا اور جس نے بغیر بسم اللہ وضو کیا اس کا اتنا ہی بدن پاک ہو گا جتنے پر پانی گزرا۔ (دارِ قطنی، بیہقی)

۸۔ جب کوئی خواب سے بیدار ہو تو وضو کرے اور تین بار ناک صاف کرے کہ شیطان اس کے نتھنے پر رات گزارتا ہے۔

۹۔ حضور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو ایک ایک بار وضو کرے (یعنی ایک ایک بار اعضائے وضو دھوئے) تو یہ ضروری بات ہے اور جو دو دو بار کرے اس کو دوگنا ثواب اور جو تین تین بار دھوئے، تو یہ میرا اور اگلے نبیوں کا وضو ہے۔ (امام احمد)

۱۰۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جو بندہ وضوئے کامل کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے اگلے پچھلے گناہ بخش دیتا ہے (بزار)

مسواک کے فضائل

۱۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں دو رکعتیں جو مسواک کر کے پڑھی جائیں، افضل ہیں، بے مسواک کی ستر رکعتوں سے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ جو نماز مسواک کر کے پڑھی جاتے، وہ اس نماز سے ستر حصے افضل ہے جو بے مسواک کیے پڑھی گئی۔

۲۔ مسواک کا التزام رکھو کہ وہ سبب ہے منہ کی صفائی اور رب تبارک و تعالیٰ کی رضا کا۔ (احمد)

۳۔ متعدد احادیث میں ارشاد ہوا ہے کہ بندہ جب مسواک کر لیتا ہے تو پھر نماز کو کھڑا ہوتا ہے تو فرشتہ اس کے پیچھے کھڑا ہو کر قرأت سنتا ہے، پھر اس سے قریب ہوتا ہے یہاں تک کہ اپنا منہ اس کے منہ پر رکھ دیتا ہے یہ جو کچھ پڑھتا ہے، اس کے منہ سے نکل کر فرشتے کے منہ میں جاتا ہے۔ اس وقت اگر کھانے کی کوئی شے دانتوں میں ہوتی ہے، تو ملائکہ کو اس سے ایسی سخت ایذا ہوتی ہے کہ اور شے سے نہیں ہوتی۔ (بیہقی، دیلمی، طبرانی وغیرہ)
علماء فرماتے ہیں کہ جب منہ میں بدبو ہو تو مسجد میں جانا حرام، نماز میں داخل ہونا منع ہے۔ (فتاویٰ رضویہ)

۴۔ مشکوٰۃ شریف میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ دس چیزیں فطرت سے ہیں (یعنی ان کا حکم ہر شریعت میں تھا) ۱۔ مونچھیں کترنا، ۲۔ ڈاڑھی بڑھانا، ۳۔ مسواک کرنا، ۴۔ ناک میں پانی ڈالنا، ۵۔ ناخن تراشنا، ۶۔ انگلیوں کی چنتیں دھونا، ۷۔ بغل کے بال دُور کرنا، ۸۔ موئے زیرِ ناف مونڈنا، ۹۔ استنجا کرنا، ۱۰۔ کلی کرنا۔

مؤلف غفرلہٗ کہتا ہے کہ یہود و نصاریٰ کی تقلید میں آج بکثرت ہمارے مسلمان بھائیوں نے ڈاڑھی مونچھ میں طرح طرح کی تراش خراش ایجاد کی ہے۔ کہیں ڈاڑھی مونچھ کا بالکل

صفایا ہے تو کہیں فرنچ کٹ کا دکھاوا ہے، کہیں ڈاڑھی غائب ہے، تو مونچھیں کرزن فیشن، کہیں مونچھ دونوں جانب سے مونڈ کر بیچ میں تھوڑی سی باقی رکھتے ہیں۔ تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ ناک کے نیچے دو مکھیاں بیٹھی ہوئی ہیں، کہیں مونچھ لبوں پر بڑھا کر باقی ڈاڑھی کے ساتھ مونڈاتے ہیں اور کبھی متکبرین کی طرح مونچھوں پر تاؤ دیتے ہیں، حالانکہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ڈاڑھی رکھنے اور مونچھ کٹانے کی سخت تاکید فرمائی۔

متعدد احادیث میں وارد ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مونچھیں کترا ؤ اور ڈاڑھیاں بڑھنے دو، آتش پرستوں کا خلاف کرو (مسلم شریف)

اور یہ کہ مونچھیں خوب پست کرو اور ڈاڑھیوں کو معافی دو، یہودیوں کی سی صورت نہ بناؤ۔ (طحاوی شریف)

سگِ ایران خسرو پرویز نے جب فرمانِ اقدس چاک کر دیا اور باذان صوبۂ یمن کی معرفت دو آدمی مدینہ منورہ بھیجے۔ یہ دونوں جب بارگاہ اقدس میں حاضر ہوئے ڈاڑھیاں منڈائے اور مونچھیں بڑھائے ہوئے تھے۔ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی طرف نظر فرماتے ہی کراہیت آئی اور فرمایا خرابی ہو تمہارے لیے کس نے تمہیں اس کا حکم دیا وہ بولے ہمارے رب یعنی خسرو پرویز خبیث نے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، مگر مجھے تو میرے پروردگار نے ڈاڑھی بڑھانے اور لبیں تراشنے کا حکم فرمایا ہے۔

مسلمان اس حدیث کو یاد رکھیں کہ یہ دونوں اس وقت تک اسلام نہ لائے تھے نہ احکامِ اسلام سے آگاہ تھے۔ ان کی یہ وضع دیکھ کر حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی صورت دیکھنے سے کراہیت کی تو جو مسلمان احکامِ حضور جان بوجھ کر ترک کرے اور حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف مجوسیوں (یہودیوں، نصرانیوں) کے موافق ایسی گندی صورت بنائے وہ کس قدر حضورِ اعلیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کراہیت و بیزاری کا باعث ہوگا۔ آدمی جس حال پر مرتا ہے، اسی حال پر اٹھتا ہے تو اگر روزِ

قیامت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ مجوس و یہود کی سی صورت دیکھ کر نگاہ فرمانے سے کراہیت فرمائی تو یقین جان کہ تیرا ٹھکانا کہیں نہ رہا۔ مسلمان کی پناہ، امان، نجات، رستگاری جو کچھ ہے، ان کی نظرِ رحمت میں ہے۔ اللہ کی پناہ اس بُری گھڑی سے کہ وہ نظر کرتے ہی کراہیت فرمائیں۔ والعیاذ باللہ ارحم الراحمین۔

ڈاڑھی منڈوانے، کترانے والے حضرات بالخصوص وہ جو عالم کہلاتے اور امامت کرتے ہیں۔ اس قسم کی احادیث کو یاد رکھیں اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیزاری و بے علاقگی کو ہلکا نہ جانیں اور زیادہ سخت عذاب و آفت کے منتظر رہیں۔ والعیاذ باللہ۔

یہ تراشیں اور خراشیں مشرکوں کی دیکھا دیکھی مدتہا مدت کے بعد مسلمانوں میں آئیں، وہ بھی رند، اوباش اور بدوضع لوگوں میں۔ پھر ان میں جو ایمان سے حصہ رکھتے ہیں، اب تک اپنی اس حرکت کو مثل معاصی کے بُرا جانتے، طریقۂ اسلامی سے جُدا سمجھتے، بلکہ ان میں بھی بعض خوش عقیدہ، علماء وغیرہم بزرگوں کے سامنے جانے سے شرماتے ہیں۔ الحمد للہ یہ اُن کی ایمان کی بات ہے، مگر چوری سروری والوں سے خدا کی پناہ کہ ڈاڑھی رکھنے پر قہقہے اڑا کر شعارِ اسلام کے ساتھ نفسِ اسلام و ایمان بھی مونڈھ کر پھینکدیں۔ (لمعۃ الضحیٰ)

۵۔ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر یہ بات نہ ہوتی کہ میری امت پر شاق ہوگا، تو میں ان کو ہر وضو کے ساتھ مسواک کرنے کا امر[1] فرما دیتا (یعنی فرض کر دیتا) اور بعض

---

[1] اس مضمون میں بکثرت احادیث وارد اور خود آیاتِ قرآنیہ بھی ناطق کہ احکام تشریعیہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قبضہ میں کر دیے گئے اور حضرت عزت جل جلالہ نے حضور اقدس کو یہ منصب دیا تھا کہ شریعت میں جو حکم چاہیں مقرر فرمائیں۔ احکام شریعت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سپرد ہیں جو بات چاہیں واجب فرمائیں جو چاہیں ناجائز کر دیں جس پر جو چاہیں حرام فرما دیں اور جس چیز یا جس شخص کو جس حکم سے چاہیں مستثنیٰ کر دیں جس سے جو فرض معاف فرما دیں اس مسئلہ کی کامل تحقیق اعلیٰحضرت امام اہلسنت رحمۃ اللہ علیہ کے رسالہ مبارکہ "الامن والعلیٰ" میں دیکھیے۔ ۱۲ منہ غفرلہ

روایتوں میں لفظ فرض بھی آیا ہے۔(طبرانی)

اللہ اللہ! حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو مشقتِ امت کا اس قدر لحاظ اور امت پر دشواری کا اتنا خیال ہے کہ ہر وضو کے ساتھ مسواک فرض نہیں فرماتے اور چاہتے تو فرض فرماتے۔

مسلمانو! ذرا ایمان لگتی کہنا کہ کیا کسی اور امت نے بھی ایسا ہمدرد آقا پایا جسے اس کے مالک نے تمام جہان کے لیے رحمت بنا کر بھیجا اور اس نے تمام عالم کا بارتنِ نازک پر اٹھا لیا۔ تمہارے غم میں دن کا کھانا، رات کا سونا ترک کر دیا۔

تم رات دن لہو و لعب میں اور ان کی نافرمانیوں میں مشغول اور وہ شب و روز تمہاری بخشش، تمہاری مغفرت اور تمہاری بھلائی کے لیے گریاں و ملول۔ صلی اللہ تعالیٰ و بارک علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم اجمعین۔

تو ایسی رحمت والے نبی اور ان کی لائی ہوئی ایسی رحمت والی شریعت کے کسی حکم کو گراں سمجھنا یا شامتِ نفس سے بجا نہ لانا کیسی ناشکری و بے حیائی اور ایسے رحمۃ اللعالمین بالمومنین رؤف ورحیم کے ذکرِ پاک کی مجلسوں کو بدعت و حرام کہنا کیسی بے ایمانی اور نفس پرستی ہے۔

مولیٰ عزوجل صدقہ حبیبِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت کا ہمیں اور سب اہلِ سنت کو شریعتِ مطہرہ کی کامل پیروی کی توفیق بخشے، ہمارے اور سب اہلِ سنت کے دلوں میں حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت باقی رکھے اور اپنی رحمتِ محضہ سے قبول فرمائے۔ آمین! وصلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ و بارک وسلم۔

مسواک کے دنیاوی فائدے اور دینی برکتیں

مشائخ کرام فرماتے ہیں جو مسلمان مسواک کا عادی ہو، مرتے وقت اسے کلمہ پڑھنا نصیب ہوگا اور جو شخص افیون کھاتا ہو مرتے وقت اسے کلمہ پڑھنا نصیب نہ ہوگا۔ بحمدہٖ تعالیٰ مسواک کی عادت پر یہ فضل عظیم کہ ایمان پر خاتمہ نصیب ہو، جس پر تمام نتائج اخروی مترتب ہیں اور اسی پر سارے عمل کا مدار ہے۔

رب کریم اور اس کے نبی رؤف و رحیم جل وعلا وصلی اللہ علیہ وسلم کا خاص کرم ہے۔ مولیٰ عزوجل ہمیں عمل اور اس پر ہمیشگی کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

نزہتہ المجالس میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ایک روایت منقول ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مسواک میں دس برکتیں ہیں:

۱۔ مسواک منہ میں خوشبو لاتی ہے، ۲۔ مسوڑھوں کو مضبوط بناتی ہے۔ ۳۔ بلغم کو لے جاتی ہے، ۴۔ آنکھوں میں روشنی بڑھاتی ہے، ۵۔ منہ کی بدبو مٹاتی ہے، ۶۔ دانتوں کو چمکاتی ہے، ۷۔ معدے کی اصلاح کرتی ہے۔ ۸۔ فرشتوں کو فرحت دیتی ہے۔ ۹۔ رب عزوجل کی رضا بخشتی ہے اور ۱۰۔ نیکیوں کو بڑھاتی ہے۔

مسواک کے مسائل

۱۔ مسواک نماز کے لیے سنت نہیں، بلکہ وضو کے لیے ہے۔ تو جو ایک وضو سے چند نمازیں پڑھے، ہر نماز کے لیے اس سے مسواک کا مطالبہ نہیں، جب تک منہ میں کوئی تغیر نہ آگیا ہو، ہاں اگر وضو بے مسواک کر لیا تھا، تو اب وقتِ نماز مسواک کر لے۔

۲۔ مسواک موجود ہو تو انگلی سے دانت صاف کرنا ادائے سنت وحصولِ ثواب کے لیے کافی نہیں۔ ہاں مسواک نہ ہو تو انگلی یا سنگین کپڑے سے صاف کر لے۔ یونہی اگر دانت نہ ہوں، تو انگلی یا کپڑا مسوڑھوں پر پھیر لے، ان شاء اللہ تعالیٰ ادائے سنت کا ثواب پائے گا۔

۳۔ عورتوں کے لیے مسواک موجود ہو تو تب بھی انگلی سے صاف کرنا کافی ہے۔ ان کے لیے مسواک ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی سنت ہے، لیکن اگر وہ نہ بھی کریں تو حرج نہیں، ان کے دانت اور مسوڑھے بہ نسبت مردوں کے کمزور ہوتے ہیں۔ (ملفوظات)

۴۔ سنت یہ ہے کہ مسواک استعمال کرنے سے پہلے دھولی جائے اور فارغ ہونے کے بعد دھو کر رکھی جائے اور کم از کم تین تین مرتبہ پہلے داہنی جانب کے اوپر کے پھر بائیں جانب کے۔ پھر داہنی جانب کے نیچے کے، پھر بائیں جانب کے نیچے کے دانتوں میں تین پانیوں سے کی جائے اور اگر منہ میں بو باقی ہو تو، اس کے کوئی حد مقرر نہیں۔ بدبودار کثیف حقہ پینے والوں کو اس کا خیال سخت ضروری ہے اور ان سے زیادہ سگریٹ، بیڑی والوں کو اور ان سب سے زائد اشد ضرورت تمباکو کھانے والوں کو ہے جن کے منہ میں اس کا جرم دبا رہتا اور منہ کو لسا دیتا ہے۔ پان کے عادی خصوصاً جبکہ دانتوں میں فضا

ہو تجربہ سے جانتے ہیں کہ چھالیہ کے باریک ریزے اور پان کے بہت چھوٹے ٹکڑے منہ میں ایسی جگہ پھنس جاتے ہیں کہ تین بلکہ کبھی دس بارہ کلیاں بھی منہ کو صاف نہیں کر سکتیں۔ یہ سب لوگ وہاں تک مسواک اور کلیاں کریں کہ منہ بالکل صاف ہو جائے اور بُو کا اصلا نشان نہ رہے۔ منہ کی صفائی کی بہت تاکید ہے۔

۵۔ فارغ ہونے کے بعد مسواک زمین پر پڑی نہ چھوڑ دے، بلکہ کھڑی رکھے اور ریشہ کی جانب اوپر ہو اور جب قابلِ استعمال نہ رہے یا اس سے مسواک کرنا دشوار ہو تو اسے دفن کر دیں یا کسی جگہ احتیاط سے رکھ دیں کہ کسی ناپاک جگہ نہ گرے۔ پاؤں کے نیچے نہ پڑے کہ ایک تو وہ ادائے سنت کا آلہ ہے، اس کی تعظیم چاہیئے۔ دوسرے مسلمان کا آبِ دہن ناپاک جگہ ڈالنے سے خود کو محفوظ رکھنا چاہیئے، اسی لیے پاخانہ میں تھوکنے بلکہ ناک صاف کرنے کو بھی علماء نے نامناسب فرمایا۔

۶۔ مسواک نہ بہت نرم ہو کہ منہ صاف نہ کر سکے، نہ بہت سخت کہ مسوڑھوں کو تکلیف پہنچائے اور پیلو یا زیتون یا نیم وغیرہ کڑوی لکڑی کی ہو جو چھنگلی کی برابر موٹی اور زیادہ سے زیادہ ایک بالشت لمبی ہو۔ اتنی چھوٹی مسواک ہے کہ اس سے مسواک کرنا دشوار ہو گرفت میں نہ آسکے پرہیز کرے اور مسواک اس طرح ہاتھ میں لے کہ چھنگلیا مسواک کے نیچے اور بیچ کی تین انگلیاں اوپر اور انگوٹھا سرے پر نیچے ہو، مسواک مٹھی میں نہ باندھے۔ یاد رہے کہ جو مسواک ایک بالشت سے زیادہ ہو، اس پر شیطان بیٹھتا ہے۔

فائدہ: ولہان ایک شیطان کا نام ہے جو وضو میں وسوسہ ڈالتا ہے۔ اس کے وسوسہ کو دفع کرنے کی بہترین تدبیر لاحول اور سورۂ ناس کی قرأت ہے اور وسوسہ کا بالکل خیال نہ کرنا بلکہ اس کے خلاف کرنا بھی وسوسہ کو جڑ سے کاٹتا ہے۔ عبداللہ بن مر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، فرماتے ہیں کہ شیطان جسے دیکھتا ہے کہ میرا وسوسہ اس میں کارگر ہوتا ہے، سب سے زیادہ اس کے پیچھے پڑتا ہے (رواہ ابن شیبہ)

فائدہ نفیسہ

ہر وقت باوضو رہنا، ہر حدث کے بعد معاً وضو کرنا مستحب بلکہ امام رکن الاسلام محمد بن ابی بکر نے شرعۃ الاسلام میں اسے اسلام کی سنتوں سے بتایا اور اس کی شرح مفاتیح الجنان میں بستان العارفین امام فقیہ ابو اللیث سے ہے کہ ہم کو حدیث پہنچی کہ اللہ عزّ وجل نے موسیٰ علیہ الصّلوۃ والسلام سے فرمایا اے موسیٰ اگر بے وضو ہونے کی حالت میں تجھے کوئی مصیبت پہنچے تو خود اپنے آپ کو ملامت کرنا۔

اسی کتاب میں کتاب خالصۃ الحقائق سے ہے کہ بعض عارفین نے فرمایا کہ جو ہمیشہ باوضو رہے، اللہ تعالیٰ اسے سات فضیلتوں سے مشرف فرماتا ہے:

۱۔ ملائکہ اس کی صحبت میں رغبت کریں۔

۲۔ قلم اس کی نیکیاں لکھتا رہے۔

۳۔ اس کے اعضاء تسبیح کریں۔

۴۔ اس سے تکبیرِ اولیٰ فوت نہ ہو۔

۵۔ جب سوئے اللہ تعالیٰ کچھ فرشتے بھیجے کہ جن و انس کے شر سے اس کی حفاظت کریں۔

۶۔ سکراتِ موت اس پر آسان ہو۔

۷۔ جب تک باوضو ہو امانِ الٰہی میں رہے۔

(فتاویٰ رضویہ)

وضو کے متفرق مسائل

۱۔ اگر وضو نہ ہو تو نماز اور سجدۂ تلاوت اور نمازِ جنازہ اور قرآنِ عظیم چھونے کے لیے وضو کرنا فرض ہے۔

۲۔ طواف کے لیے وضو واجب ہے۔

۳۔ غسلِ جنابت سے پہلے اور جنب (جس پر نہانا فرض ہو) کو کھانے، پینے، سونے کے لیے اور اذان واقامت اور خطبۂ جمعہ وعیدین اور روضۂ مبارکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت اور وقوفِ عرفہ اور صفا ومروہ کے درمیان سعی کے لیے وضو کر لینا سنت ہے۔

۴۔ سونے کے لیے اور سونے کے بعد اور میت کے نہلانے یا اٹھانے کے بعد، اور جماع سے پہلے اور جب غصہ آ جائے اس وقت اور زبانی قرآنِ عظیم پڑھنے کے لیے اور حدیث اور علم دین پڑھنے اور پڑھانے اور علاوہ جمعہ وعیدین باقی خطبوں کے لیے اور کتبِ دینیہ چھونے کے لیے اور بعد سترِ غلیظ چھونے اور جھوٹ بولنے، گالی دینے، فحش لفظ نکالنے، کافر سے (اگرچہ کلمہ پڑھتا ہو) بدن چھو جانے، صلیب یا بت چھونے، کوڑھی یا سفید داغ والے سے مس کرنے، بغل کھجانے سے جبکہ اس میں بدبو ہو، غیبت کرنے، قہقہہ لگانے، لغو اشعار پڑھنے اور اونٹ کا گوشت کھانے، کسی عورت کے بدن سے اپنا بدن بے حائل مس ہو جانے سے اور باوضو شخص کے نماز پڑھنے کے لیے ان سب صورتوں میں وضو مستحب ہے۔

(بہارِ شریعت)

وضو کے فرائض

اللہ عزّوجل فرماتا ہے :

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قُمْتُمْ اِلَی الصَّلٰوۃِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْھَکُمْ وَاَیْدِیَکُمْ اِلَی الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِکُمْ وَاَرْجُلَکُمْ اِلَی الْکَعْبَیْنِ۔

(یعنی اے ایمان والو! جب تم نماز پڑھنے کا ارادہ کرو، تو اپنے منہ اور کہنیوں تک ہاتھوں کو دھوؤ اور سروں کا مسح کرو اور ٹخنوں تک پاؤں دھوؤ)

اس آیۂ کریمہ سے ثابت ہوا کہ وضو میں چار فرض ہیں (کہ ان کے ادا کیے بغیر عبادت کالعدم اور باطل)

۱۔ منہ دھونا۔

۲۔ کہنیوں سمیت دونوں ہاتھوں کا دھونا۔

۳۔ سر کا مسح کرنا۔

۴۔ ٹخنوں سمیت دونوں پاؤں کا دھونا۔

فائدہ : کسی عضو کے دھونے کے معنی یہ ہیں کہ اس عضو کے ہر حصے پر کم ازکم دو بوند پانی بہ جائے، بھیگ جانے یا تیل کی طرح پانی چپڑ لینے یا ایک آدھ بوند بہ جانے کو دھونا نہیں کہیں گے نہ اس سے وضو یا غسل ادا ہو، منہ ہاتھ پاؤں کے ہر بال کی جڑ تک ذرّے ذرّے پانی بہنا فرض ہے کہ کم ازکم ہر بال سے دو قطرے بہیں، فقط تر ہاتھ پہنچانا کافی نہیں، اس کا لحاظ بہت ضروری ہے۔ لوگ اس کی طرف توجہ نہیں کرتے اور نمازیں اکارت جاتی ہیں۔ اب ہم ہر عضو کا بیان قدرے تفصیل سے تفصیل کرتے ہیں :

مُنہ دھونا یعنی شروع سطح پیشانی سے (جہاں سے بالوں کے جمنے کی انتہا ہو) ٹھوڑی کے نیچے یعنی دانت جمنے کی جگہ) تک طول میں اور ایک کان سے دوسرے کان تک عرض میں جلد کے ہر حصے پر ایک مرتبہ پانی بہانا فرض ہے یہاں تک کہ رخسار اور کان کے بیچ میں جو جگہ ہے جسے کنپٹی کہتے ہیں اس کا بھی دھونا فرض ہے۔ ہاں مونچھوں یا بھوؤں یا بچی کے بال یا رخسار اور کان کے درمیانی حصہ میں ڈاڑھی کے بال گھنے ہوں کہ کھال بالکل نہ دکھائی دے، تو وضو میں جلد کا دھونا ضروری و فرض نہیں (غسل میں جب بھی ضروری ہے) بالوں کا دھونا فرض ہے اور اگر ان جگہوں کے بال گھنے نہ ہوں، چھدرے ہوں، کھال نظر آتی ہو یا ڈاڑھی چھدری ہو تو جلد کا دھونا فرض ہے اور ڈاڑھی گھنی ہو تو گلے کی طرف دبانے سے جس قدر بال چہرے کے دائرے میں آئیں، اُن کا دھونا فرض ہے۔ ہاں خاص جڑیں ان کی بھی دھونا ضروری نہیں اور جتنے بال منہ کے حلقے سے نیچے ہوں، یعنی دبانے سے منہ کے دائرے سے نکل جائیں، ان کا دھونا ضروری نہیں مستحب ہے۔

مسئلہ: آنکھ کے کوئے پر پانی بہانا فرض ہے، مگر آنکھوں کے ڈھیلے اور پپوٹوں کی اندرونی سطح کا دھونا کچھ درکار نہیں، بلکہ نہ چاہیے کہ نقصان دہ ہے۔ ہاں اگر معلوم ہو کہ سرمہ کا جرم کوئے یا پلک میں کیچڑ وغیرہ کوئی سخت چیز جم گئی ہو تو اسے چھڑانا اور پلک کا ہر بال دھونا فرض ہے۔

مسئلہ: لب کا وہ حصہ جو عادتاً لب بند کرنے کے بعد ظاہر رہتا ہے، اس کا دھونا فرض ہے اور لب کا وہ حصہ جو عادتاً منہ بند کرنے میں ظاہر نہیں ہوتا، اس کا دھونا فرض نہیں ہے۔

تنبیہ: بہت سے یوں کیا کرتے ہیں کہ ناک یا آنکھ یا بھوؤں پر چلّو ڈال کر منہ پر پھیر لیتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ منہ دُھل گیا، حالانکہ پانی کا اوپر چڑھنا کوئی معنی نہیں رکھتا۔ اس

طرح دھونے میں منہ نہیں دُھلتا اور وضو نہیں ہوتا؛ لہٰذا منہ دھونے میں پانی نہ گالوں پر ڈالے نہ ناک پر نہ زور سے پیشانی پر کہ یہ سب افعال جاہلوں کے ہیں، بلکہ آہستگی پیشانی کے اوپر ڈالے کہ ٹھوڑی سے نیچے تک بہتا آئے۔

ایک ہاتھ سے منہ دھونا رافضیوں کا طریقہ اور ہندوؤں کا شعار ہے۔ وہ مسلمان جو اس بلا میں گرفتار ہیں، انہیں چاہیئے کہ یہ عادت ترک کر دیں۔

ہاتھ دھونا

اس حکم میں دونوں کہنیاں بھی تمام و کمال داخل ہیں تو اگر دونوں ہاتھوں کے ناخنوں سے کہنیوں تک ہاتھوں کی آٹھوں گھائیوں اور انگلیوں کی کروٹوں خالی ناخنوں کلائی کے بالوں میں ہر بال کی جڑ سے نوک تک کوئی جگہ ذرہ برابر بھی دُھلنے سے رہ جائے گی، یعنی اس پر پانی بہنے سے رہ جائے گا، تو وضو نہ ہوگا، لہٰذا ہر قسم کے جائز ناجائز[1] گہنے چھلّے انگوٹھیاں، پہنچیاں، کنگن، کانچ، لاکھ وغیرہ کی چوڑیاں، ریشم کے لچھے وغیرہ اگر تنگ ہوں کہ بے اتارے اِن کے نیچے پانی نہ بہے گا، تو انہیں اتار کر دھونا اور پانی بہانا، مرد و عورت سب پر فرض ہے۔ اگر صرف ہلا کر دھونے سے پانی بہہ جاتا ہو تو ہلا ہلا کر پانی بہانا ضروری ہے۔ ہاں اگر اتنے ڈھیلے ہوں کہ بے ہلائے بھی پانی نیچے بہہ جائے گا، تو حرکت دینا کچھ ضروری نہیں، صرف مستحب ہے۔

سر کا مسح

سر پر بال نہ ہوں تو جلد کی چوتھائی اور اگر بال ہوں تو خاص سر کے بالوں کی چوتھائی کا مسح فرض ہے۔ سر کے نیچے جو بال

---

[1] مثلاً لوہے، پیتل، تانبے، رانگ، جست وغیرہ کا زیور عورتوں کو بھی مباح نہیں اور چاندی کے سوا دوسری دھاتوں کی انگوٹھیاں مرد کے لیے ناجائز ہیں۔ یونہی مردوں کو چاندی کا چھلّا ہاتھ یا پاؤں میں، یا سونے کی انگوٹھی یا چاندی کی ایک سے زائد انگوٹھیاں یا ایک ہی انگوٹھی جس میں ایک سے زائد نگ ہوں پہننا ناجائز و حرام ہے، البتہ مرد کو چاندی کی ایک انگوٹھی ساڑھے چار ماشے سے کم کی ایک ہی نگ والی پہننا جائز ہے (الطیب الوجیز وغیرہ)

لٹکتے ہوں، ان کا مسح کافی نہیں، یوں ہی عمامے، ٹوپی، دوپٹے پر مسح ہرگز کافی نہیں، ہاں اگر ان میں سے تری پھوٹ کر چوتھائی سر کو تر کر دے، تو مسح ہو جائے گا۔

پاؤں دھونا ٹخنوں کے بالائی کناروں سے ناخنوں تک گھائیاں اور انگلیوں کی کروٹیں، تلوے، ایڑیاں، کونچیں، غرض ہر حصے کا دُھلنا فرض ہے۔ اس میں سے اگر ذرہ برابر کوئی جگہ پانی بہنے سے رہ گئی، تو وضو نہ ہوگا۔ چھلّے اور پاؤں کے گہنوں کا وہی حکم ہے جو ابھی اوپر گزر چکا ہے۔

وضو کے متفرق مسائل

۱۔ خود پانی کا تمام اعضائے وضو پر بہنا ضروری ہے۔ اگر ہاتھ یا پاؤں کے پنجے پر پانی ڈالا، کہنیوں اور پاؤں کے گٹوں تک نہ پہنچا تھا کہ بیچ میں ہاتھ لگا کر آخر عضو تک پھیر دیا (جیسا کہ بہت سے لوگ کرتے ہیں) تو وضو نہ ہوگا کہ یہ بہانا نہ ہوا، بلکہ چپڑنا ہوا۔

۲۔ مستحب ہے کہ اعضاء دھونے سے پہلے بھیگا ہاتھ پھیر لے کہ پانی جلد توڑتا ہے اور تھوڑا بہت کام دیتا ہے، خصوصاً جاڑے میں اس کی زیادہ حاجت ہے کہ اعضاء میں خشکی ہوتی ہے۔ بہتی دھار بیچ میں جگہ چھوڑ جاتی ہے جیسا کہ مشاہدہ ہے اس ترکیب سے وضو بھی کامل ہوگا اور پانی میں اسراف سے بھی آدمی محفوظ رہے گا۔

۳۔ جو اعضا دھونے کے ہیں، طہارت میں ان میں سے ہر عضو کا پورا تین بار دھونا سنّتِ مؤکدہ ہے، ترک کی عادت سے گنہ گار ہوتا ہے۔ ہاں ہر مرتبہ اس طرح دھوئے کہ عضو کا کوئی حصہ رہ نہ جائے، ورنہ سنّت ادا نہ ہوگی، اس میں چلّوؤں کی گنتی نہیں، بلکہ پورا عضو دھونے کی گنتی ہے کہ وہ تین مرتبہ ہو اگرچہ کتنے ہی چلّوؤں سے۔

۴۔ سب کے لیے وضو و غسل میں پانی کی مقدار جس طرح عوام میں مشہور ہے محض باطل ہے۔ ایک لمبا چوڑا، دوسرا دُبلا پتلا، ایک کا بدن نازک و نرم، دوسرے کا سخت اور کھُرا۔ ایک کے تمام بدن پر بال، دوسرے کا بدن بالکل صاف، ایک کی داڑھی بڑی اور گھنی، دوسرا بے ریشہ یا چند بال والا۔ ایک کے سر پر بڑے بڑے بال، دوسرے کا سر منڈا ہوا۔ وعلیٰ ہذا القیاس تو ان سب کے لیے ایک مقدار کیونکر ممکن ہے، ہاں وضو یا غسل میں پانی کی احتیاط رکھیں۔ بے سبب زیادہ خرچ کرنے سے بچیں، اسراف کے وبال سے دُور رہیں۔

۵۔ وضو دیکھ دیکھ کر ہوشیاری اور احتیاط سے کریں۔ عوام میں جو یہ مشہور ہے کہ وضو جوانوں کا سا اور نماز بوڑھوں کی سی، یہ وضو کے بارے میں غلط ہے۔ ایسی عجلت کہ اعضائے وضو کامل طور پر نہ دھلیں یا وضو بطریقہ مسنون ادا نہ ہو یقیناً باطل بلکہ اگر عجلت میں اعضائے وضو کا کوئی حصہ ذرّہ برابر ایسا رہ گیا کہ اس پر پانی نہ بہا تو وضو ہی نہ ہوگا اور ایسے وضوئے ناقص سے نماز اکارت محنت برباد ہو جاتی ہے، اس کا خیال بہت ضروری ہے۔ بعض لوگ کسی بیماری کی وجہ سے پاؤں کے انگوٹھوں میں اس قدر کھینچ کر تاگا باندھ دیتے ہیں کہ پانی کا بہنا درکنار دھاگے کے نیچے تر بھی نہیں ہوتا، اس سے بچنا لازم ہے کہ اس صورت میں وضو نہیں ہوتا۔

۶۔ استنجے کے بعد جو پانی برتن میں بچ رہا پاک ہی ہے، اس سے وضو کرنا جائز ہے۔ بعض لوگ جو اس کو پھینک دیتے ہیں یہ نہ چاہیئے کہ پانی کا ضائع کرنا اور اسراف و گناہ ہے۔ یونہی وضو کے بعد لوٹے میں جو پانی بچ رہتا ہے، وہ دوسرے وضو میں کام آسکتا ہے۔ جو لوگ اسے پھینک دیتے ہیں، حرام ہے۔ یونہی بعض لوگ چلّو لینے میں پانی ایسا ڈالتے ہیں کہ اُبل جاتا ہے، حالانکہ جو گرا بیکار گیا، اس سے احتیاط چاہیئے۔ ایسا ہی ہر چلو بھرا ہونا ضروری نہیں، بلکہ جس کام کے لیے لیں، اس کا

اندازہ کرلیں، مثلاً ناک میں پانی چڑھانے کے لیے آدھا چلو کافی ہے، بلکہ بھرا چلو تو کلّی کے لیے بھی درکار نہیں تو پورا نہ لے کہ اسراف ہوگا۔

۷۔ وضو میں نیّت نہ کرنے کی عادت سے آدمی گنہ گار ہوگا کہ اس میں نیّت سُنّتِ مؤکدہ ہے اور سنّتِ مؤکدہ کا ایک آدھ بار چھوڑ دینا بُرا اور عادت کے بعد گناہ ہے۔

۸۔ کلّی کرنا اور ناک میں پانی چڑھانا وضو میں سنّتِ مؤکدہ ہے یوں کہ کلّی میں منہ کے ہر پُرزے پر پانی بہ جائے اور روزہ دار نہ ہو، تو غرغرہ کرے اور ناک میں پانی چڑھائے کہ جہاں تک نرم گوشت ہوتا ہے۔ ہر بار اس پر پانی بہ جائے اور روزے دار نہ ہو تو ناک کی جڑ تک پانی پہنچائے۔ اکثر لوگ یہ جانتے ہیں کہ تھوڑا سا پانی منہ میں لے کر اُگل دینے یا جلدی جلدی تین بار تھوڑا تھوڑا کر لینے سے کلّی اور ناک کی پھنک یا نوک سے پانی چھلانے یا لگا لینے سے وضو میں سنّت ادا ہو جاتی ہے، حالانکہ ایسا نہیں بلکہ ایک آدھ بار ایسا کرنے سے تارکِ سنّت اور عادت ڈالنے سے گنہ گار و فاسق ہوتا ہے اور غسل میں فرض رہ جاتا ہے تو غسل تو ہوتا ہی نہیں جیسا کہ آئندہ بیان ہوگا، اس کا خیال رکھنا بہت ضروری ہے۔

تنبیہ ضروری: بدن پر کوئی نجاست نہ لگی ہو تو جو پانی وضو یا غسل کرنے میں بدن سے گرا، وہ پاک ہے، مگر اس سے وضو یا غسل جائز نہیں۔ یونہی اگر بے وضو کا ہاتھ یا انگلی یا پورا یا ناخن یا بدن کا کوئی حصّہ جو وضو میں دھویا جاتا ہو، اسی طرح جس شخص پر نہانا فرض ہے، اس کے جسم کا کوئی بے دُھلا حصّہ ارادہ یا بلا ارادہ دہ در دہ سے کم پانی میں بے دھوئے پڑ جائے یا پانی سے چھو جائے، تو وہ پانی مستعمل ہو گیا۔ نجاستِ حکمیہ دُور کرنے کے قابل نہ رہا، اس سے وضو یا غسل نہیں ہو سکتا۔ اس کا پینا اور اس سے آٹا گوندھنا مکروہ ہے؛ البتہ یہ پانی ناپاک نہیں تو نجاستِ حقیقیہ کے دُور کرنے اور کپڑے وغیرہ دھونے کے کام میں آسکتا ہے۔ ایسے پانی کو اگر

وضو یا غسل کے کام میں لانا چاہیں، تو اچھا پانی اس سے زیادہ اس میں ملا دیں یا اس میں ایک طرف سے پانی ڈالیں کہ دُوسری طرف سے بہ جائے۔ یہ سب پانی کام کا ہو جائے گا۔ اس سے بہت سے لوگ غافل ہیں۔ بعض لوگ پڑھے لکھے بلکہ بعض جگہ ائمہ مساجد بلکہ بعض مولوی کہلانے والے حضرات بھی اس سے غفلت میں ہیں۔ عورتوں کو اس مسئلہ کی طرف توجہ دلانا بہت ضروری ہے۔ وہ اکثر چھنگلیا یا کسی انگلی کی گانٹھ ڈال کر دیکھتی ہیں کہ پانی گرم ہوا یا نہیں اور اس کا انہیں بھی خیال نہیں ہوتا کہ یہ پانی وضو وغسل کے قابل نہ رہا۔ ہاں ہاتھ دھو کر ڈالیں تو کوئی حرج نہیں۔

وضو کا صحیح اور مسنون طریقہ

(اس میں وضو کی سنتیں اور وضو کے مستحبات کی رعایت رکھی گئی ہے)

وضو پر ثواب پانے کے لیے حکمِ الٰہی بجالانے کی نیّت سے وضو کرنا ضروری ہے، ورنہ وضو ہو جائے گا، ثواب نہ پائے گا اور

۲۔ زبان سے کہہ لینا کہ وضو کرتا ہوں اور ہر عضو کے دھوتے یا مسح کرتے وقت نیّتِ وضو حاضر رہنا مستحب ہے۔

وضو کرنے قبلہ رُو اونچی جگہ بیٹھیں اور وضو کا پانی پاک جگہ گرائیں اور وضو شروع کرنے سے پہلے،

بِسْمِ اللّٰهِ الْعَظِیْمِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰی دِیْنِ الْاِسْلَامِ پڑھ لیں کہ جو وضو بسم اللہ سے شروع کیا جاتا ہے، تمام بدن کو پاک کر دیتا ہے، ورنہ جتنے بدن پر پانی گزرے گا، اتنا ہی پاک ہو گا۔ پھر دونوں ہاتھ پہنچوں تک تین تین بار اس طرح دھوئیں کہ پہلے سیدھے ہاتھ کو الٹے ہاتھ سے پانی ڈال کر تین بار، پھر اُلٹے کو سیدھے ہاتھ سے پانی ڈال کر تین بار دھوئیں اور انگلیوں کا خلال کریں۔

اس کا خیال رہے کہ انگلیوں کی گھائیاں اور کروٹیں پانی بہنے سے رہ نہ جائیں ورنہ وضو نہ ہوگا۔

کم از کم تین[14] تین مرتبہ داہنے بائیں اوپر نیچے کے دانتوں میں مسواک[15] کریں اور ہر مرتبہ مسواک[16] کو دھوئیں۔ پھر تین بار کلی[17] ایسی کریں کہ منہ کی تمام جڑوں اور دانتوں کی سب کھڑکیوں میں غرض ہر بار منہ کے ہر پرزے پر پانی بہہ جائے اور روزہ نہ ہو تو غرغرہ کریں اور کلی[18] یا غرغرہ داہنے ہاتھ سے پانی لے کر کریں۔ پھر بائیں ہاتھ کی چھنگلیا ناک میں ڈال کر ناک[19] صاف کریں اور تین چلو سے تین[20] بار ناک میں پانی چڑھائیں کہ جہاں تک نرم گوشت ہوتا ہے ہر بار اس پر پانی بہ جائے اور روزہ نہ ہو تو ناک کی جڑ تک پہنچائیں، یہ کام داہنے[21] ہاتھ سے کریں پھر منہ دھونے[22] کے لیے دونوں ہاتھوں[23] سے ماتھے کے سرے پر ایسا پھیلا[24] کر پانی ڈالیں کہ اوپر کا بھی کچھ حصہ دھل جائے اور دونوں رخسار[25] ساتھ ساتھ ہی دھوئیں اور منہ[26] پر پانی لمبائی میں، پیشانی کے بالوں کی جڑوں سے ٹھوڑی کے نیچے تک اور چوڑائی میں کان کی ایک لو سے دوسری لو تک بہائیں اور منہ[27] دھوتے وقت انگلیوں کو گردن[28] کی طرف سے داڑھی میں داخل کر کے سامنے نکال کر داڑھی[29] کا خلال کریں، بلکہ داڑھی کے جو[30] بال چہرہ کے حلقے کے نیچے ہیں، انہیں دھولیں اور جو بال منہ[31] کے دائرے میں ہیں، انہیں خوب تر کرلیں، جبکہ داڑھی گھنی ہو اور اگر داڑھی چھدری ہو تو جلد کا دھونا فرض ہے کہ اگر ایک بال کی جڑ بھی خشک رہی اور پانی اس پر نہ بہا تو وضو نہ ہوگا۔ پھر پہلے داہنا[31] پھر بایاں[32] دونوں ہاتھ کہنیوں[33] تک تین بار اس طرح دھوئیں کہ پانی کی دھار ناخنوں سے کہنیوں تک برابر پٹی چل جائے اور ہر بار کہنی[35] تک لا کر دھار روک لیں اور رکا ہوا[36] ہاتھ ناخنوں تک لے جا کر پھر وہاں سے پانی بہاتے لائیں یہ نہ ہو کہ پہنچے سے تین بار پانی چھوڑ دیا اور وہ کہنی تک بہتا چلا گیا کہ یہ خلاف سنت ہے اور اس طرح کہنی بلکہ کلائی کی کروٹوں پر پانی نہ پہنچنے کا احتمال ہے۔ اس کا لحاظ ضروری ہے کہ ایک رونگٹا بھی خشک نہ رہے۔ اگر پانی کسی بال کی جڑ کو تر کرتا ہوا بہ گیا اور بالائی حصہ خشک

رہ گیا تو وضو نہ ہوگا۔ پھر پورے[37] سر کا مسح کریں اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ دونوں ہاتھوں[38] کا انگوٹھا اور کلمہ کی انگلی چھوڑ کر ایک ہاتھ کی باقی تین انگلیوں کا سرا دوسرے ہاتھ کی تینوں انگلیوں کے سرے سے ملائیں اور پیشانی کے بال یا کھال پر رکھ کر گدی تک اس طرح کھینچتے ہوئے لے جائیں کہ ہتھیلیاں[39] سر سے جدا رہیں، وہاں سے ہتھیلیوں[40] سے مسح کرتے گدی سے پیشانی تک واپس لائیں اور کلمہ[41] کی انگلی کے پیٹ سے کانوں کے اندرونی حصے یعنی پیٹ کا اور انگوٹھوں[42] کے پیٹ سے کانوں کی بیرونی سطح یعنی پشت کا اور انگلیوں[43] کی پشت سے گردن کے پچھلے حصے کا مسح کریں۔ گلے پر ہاتھ نہ لائیں کہ بدعت ہے پھر تین تین بار[44]۔ پہلے دایاں[45] پھر بایاں دونوں پاؤں ٹخنوں[46] کے اوپر نصف پنڈلی[47] تک دھوئیں اور دھونے میں ہر بار پانی پاؤں[48] کے ناخنوں کی طرف سے گٹوں کے اوپر تک لائیں کہ سنت یہی ہے کہ ناخن سے کہنیوں یا گٹوں تک پانی بہائیں نہ اس کا عکس اور پاؤں[49] کی انگلیوں کا خلال بائیں ہاتھ کی چھنگلیا سے شروع کریں اور اس طرح کہ داہنے[50] پاؤں میں چھنگلیا سے شروع کریں اور انگوٹھے پر ختم اور بائیں[51] پاؤں میں انگوٹھے سے شروع کر کے چھنگلیا پر ختم کریں اور اگر بے خلال کیے پانی انگلیوں کے اندر سے نہ بہتا ہو تو پانی پہنچانا اگرچہ بے خلال ہو فرض ہے، مثلاً گھائیاں کھول کر اوپر سے پانی ڈال دے۔ بعد[52] وضو میانی پر اور تہ بند ہو تو اس کے اندرونی حصے پر جو بدن کے قریب ہے پانی چھڑک لیں کہ شیطانی وسوسہ کو دفع کرتا ہے اور یہ چھینٹا صرف اہلِ وسوسہ ہی کے لیے نہیں، بلکہ سب کے لیے سنت ہے۔ ہاں جسے سلسل بول کا عارضہ ہو، اسے یہ چھینٹا مفید نہیں۔ پھر بچا[53] ہوا پانی کھڑے ہو کر تھوڑا پی لے کہ شفاء امراض ہے۔ آسمان کی طرف منہ کر کے اِنّا انزلناہ پڑھے۔

وضو کے کچھ اور مستحبات اور سنتیں

ترتیب[۱] کہ پہلے منہ پھر ہاتھ دھوئے، پھر سر کا مسح کرے، پھر پاؤں دھوئے

۲۔ اور اعضاء کو اس طرح دھونا کہ پہلے والا عضو سوکھنے نہ پائے کہ دوسرا دھونے لگ جائے۔

۳۔ ہر عضو مل کر دھوئے اور

۴۔ دھو کر اس پر ہاتھ پھیر دے کہ بوندیں بدن یا کپڑے پر نہ ٹپکیں خصوصاً جب مسجد میں جانا ہو کہ قطروں کا مسجد میں ٹپکنا مکروہ تحریمی قریب بہ حرام ہے۔

۵۔ اعضائے وضو بغیر ضرورت نہ پونچھے اور بغیر ضرورت خشک نہ کرے۔ او

۶۔ قدرے نم باقی رہنے دے کہ روزِ قیامت پلۂ حسنات میں رکھی جائے گی۔ (اور کلمات علماء سے ظاہر کہ اس باب میں غسل کا بھی یہی حکم ہے)

تنبیہ: دامن سے منہ ہاتھ پونچھنے سے اہلِ تجربہ منع فرماتے ہیں کہ اس سے بھول پیدا ہوتی ہے۔

بعض لوگ کہ وضو کے بعد اپنے منہ اور ہاتھوں سے پانی پونچھ کر مسجد میں ہاتھ جھاڑتے ہیں یہ محض حرام اور ناجائز ہے۔

۷۔ لوٹے سے اگر وضو کرے، تو لوٹے کی ٹونٹی نہ ایسی تنگ ہو کہ پانی بدقت گرے، نہ اتنی فراخ کہ حاجت سے زیادہ گرے، بلکہ درمیانی ہو ایسے ہی نل وغیرہ کی دھار کا خیال رکھے۔

۸۔ وضو کے وقت ناف سے زانو کے نیچے تک بدن چھپا ہونا چاہیئے بلکہ بلاضرورت کسی وقت نہ کھلے۔

مسئلہ : اپنے گھٹنے کھل جانے یا اپنا یا پرایا ستر دیکھنے سے وضو جاتا رہنا جیساکہ عوام کی زبان زد ہے محض بے اصل ہے۔ ہاں بغیر ضرورت ستر کھلا رہنا منع اور دوسروں کے سامنے کھولنا حرام ہے۔

مسئلہ : جہاں میں مشہور ہے کہ جس وضو سے نماز جنازہ پڑھے یا پڑھائے، اس سے اور نماز نہیں پڑھ سکتے، محض غلط و بے اصل ہے۔

وضو کی دعائیں

مستحب ہے کہ کلی کرتے وقت پڑھے :

اَللّٰهُمَّ اَعِنِّیْ عَلٰی تِلَاوَةِ الْقُرْاٰنِ وَذِكْرِكَ وَشُكْرِكَ وَ حُسْنِ عِبَادَتِكَ ۔

(الٰہی میری مدد فرما، قرآن عظیم کی تلاوت اور اپنے ذکر و شکر اور اپنی اچھی عبادت پر)

ناک میں پانی ڈالتے وقت پڑھے :

اَللّٰهُمَّ اَرِحْنِیْ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ وَلَا تُرِحْنِیْ رَائِحَةَ النَّارِ

(الٰہی مجھ کو جنّت کی خوشبو سونگھا اور دوزخ کی بدبو نہ سونگھا)

۳۔ منہ دھوتے وقت پڑھے :

اَللّٰهُمَّ بَيِّضْ وَجْهِیْ يَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوْهٌ وَتَسْوَدُّ وُجُوْهٌ

(الٰہی میرا منہ اُجالا کر جس دن کچھ منہ اُجالے ہوں گے اور کچھ کالے)

۴۔ داہنا ہاتھ دھوتے وقت پڑھے :

اَللّٰهُمَّ اَعْطِنِیْ كِتَابِیْ بِيَمِيْنِیْ وَحَاسِبْنِیْ حِسَابًا يَّسِيْرًا

(الٰہی میرا اعمال نامہ داہنے ہاتھ میں دے اور مجھ سے آسان حساب لے)

۵۔ بایاں ہاتھ دھوتے وقت پڑھے :

اَللّٰهُمَّ لَا تُعْطِنِیْ کِتَابِیْ بِشِمَالِیْ وَلَا مِنْ وَّرَاءِ ظَهْرِیْ

(الٰہی میرا نامۂ اعمال میرے بائیں ہاتھ میں نہ دینا نہ پیٹھ کے پیچھے سے)

۶۔ سر کا مسح کرتے وقت پڑھے :

اَللّٰهُمَّ اَظِلَّنِیْ تَحْتَ عَرْشِكَ یَوْمَ لَا ظِلَّ اِلَّا ظِلَّ عَرْشِكَ

(الٰہی مجھے اپنے عرش کے سایہ میں رکھ، جس دن سایہ نہیں، مگر تیرے عرش کا)

۷۔ کانوں کا مسح کرتے وقت پڑھے :

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ الَّذِیْنَ یَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَیَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ

(الٰہی مجھے ان میں کر جو کان لگا کر بات سنتے اور اچھی بات پر عمل کرتے ہیں)

۸۔ گردن کا مسح کرتے وقت پڑھے :

اَللّٰهُمَّ اَعْتِقْ رَقَبَتِیْ مِنَ النَّارِ

(الٰہی میری گردن آگ سے آزاد فرما)

۹۔ سیدھا پاؤں دھوتے وقت پڑھے :

اَللّٰهُمَّ ثَبِّتْ قَدَمِیْ عَلَی الصِّرَاطِ یَوْمَ تَزِلُّ الْاَقْدَامُ

(الٰہی میرے پاؤں صراط پر جما جس دن قدم پھسلیں)

۱۰۔ الٹا پاؤں دھوتے وقت پڑھے :

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ ذَنْبِیْ مَغْفُوْرًا وَّسَعْیِیْ مَشْكُوْرًا وَّتِجَارَتِیْ لَنْ تَبُوْرَ

(الٰہی میرا گناہ معاف کر اور میری کوشش ٹھکانے لگا اور میری تجارت ہلاک نہ ہو)

یا سب[۱۱] جگہ درود شریف ہی پڑھے اور یہی افضل ہے اور وضو[۱۲] سے فارغ ہوتے ہی آسمان کی طرف منہ اٹھا کر کلمۂ شہادت پڑھے، پھر کہے[۱۳]:

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ التَّوَّابِیْنَ وَاجْعَلْنِیْ مِنَ الْمُتَطَهِّرِیْنَ۔

(الٰہی تو مجھے بہت توبہ کرنے والوں اور ستھرا ہونے والوں میں کر دے) کہ جنّت کے آٹھوں دروازے اس کے لیے کھول دیے جائیں گے جس دروازے سے چاہے داخل ہو۔

اور یہ بھی کہہ لے تو بہتر:

سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ وَبِحَمْدِکَ اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ اَسْتَغْفِرُکَ وَاَتُوْبُ اِلَیْکَ۔

(تو پاک ہے اے اللہ اور میں تیری حمد کرتا ہوں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تجھ سے معافی چاہتا ہوں اور تیری طرف توبہ کرتا ہوں)

ایک نفیس نکتہ

حدیث شریف میں وارد ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور عملوں کو نہیں دیکھتا، بلکہ تمہارے دلوں اور ارادوں کو دیکھتا ہے، تو طہارت سے فارغ ہو کر آدمی کو یہ بھی سمجھنا چاہیئے کہ وضو و غسل میں ہم نے جو اعضاء پاک صاف کیے یہ لوگوں کے دیکھنے کی جگہیں ہیں اور اللہ تعالیٰ کے دیکھنے کی جگہ دل ہے، تو اپنے دل کو کبر و رعونت، بغض و عداوت، فحش اور بے حیائی پر جرأت، غرض ہر قسم کے گناہوں کی کدورت اور معاصی کے خس و خاشاک، ریا و نمود کے کوڑا کرکٹ سے بھی پاک و صاف اور غلاف کے اندر جو شے ہے، اسے آلودہ رکھنا عقلمندی نہیں۔

حضور پُر نور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ، وارضاہ عنّا ارشاد فرماتے ہیں، "سفرِ ظاہر، تن کا آراستہ کرنا ہے اور سفرِ باطن، دل کا آراستہ کرنا۔ اسی لیے عارفِ الٰہی نے فرمایا ہے کہ خدا کا راستہ نہ تو زمین میں ہے، نہ آسمان میں بلکہ تیرے دل میں ہے

جو شخص اس راستے پر چلا اس نے خدا کو پا لیا۔

دل خدا کا حرم ہے اور خدا کے حرم میں اس کے سوا کسی اور کا داخل ہو کر گھر کرنا حرام ہے۔ اس لیے اپنے دل کو سفر ظاہر کر کے لہو و لعب سے آلودہ نہ کرو تاکہ حضوری حاصل کر سکو۔

(ظاہر کو آراستہ کر لینا اور باطن کی پاکیزگی پر پوری توجہ نہ دینا)

اس کی مثال یہ ہے جیسے کہ کوئی شخص اپنے بادشاہ عالی جاہ کو اپنے گھر میں مدعو کرے اور مکان کے دروازے اور باہر کے تمام حصوں کو تو خوب صاف اور آراستہ کرے، مگر بادشاہ کے بیٹھنے کی جگہ ویسے ہی آلودہ چھوڑ دے۔ ظاہر ہے کہ بادشاہ اس داعی کو سراہنے کے بجائے اس کی خدمات کو رد کر دے گا، لہٰذا جو شخص اپنے قلب کو پاک و صاف رکھتا ہے، وہی اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کر سکتا ہے۔

تنبیہ: ظاہر بدن کی طہارت کے ساتھ ساتھ باطن کی صفائی کا بھی لحاظ رکھا جائے، تو قوتِ ملکوتی دوسری قوتوں پر آہستہ آہستہ غالب آتی اور انسان کو بندۂ محبوب بنا دیتی ہے۔ وضو میں مشغولی کے معنی یہ ہیں کہ انسان اپنے اعضاءِ جسم کو پلیدگی و گندگی سے پاک و صاف کر رہا ہے، لیکن ساتھ ہی ان امور کا بھی لحاظ رکھا جائے کہ جب ہاتھ دھوئے، تو یہ خیال کرے کہ میں اپنے دل کو دنیا کی محبت سے دھو رہا ہوں۔ منہ میں پانی ڈالے، تو اس خیال کے ماتحت کہ میں منہ کو غیر خدا کے ذکر سے خالی کر رہا ہوں۔ نتھنوں میں پانی ڈالے، تو یہ سمجھے کہ میں نے ہر ناجائز خواہش کو اپنے اوپر حرام کر لیا۔ منہ کو دھوتے وقت یہ دھیان کرے کہ میں نے دُنیا کی کدورتوں اور قلب و رُوح کو ملوث کرنے والی چیزوں سے منہ کو پھیر لیا۔ ہاتھ دھوئے تو یہ سمجھ کر کہ میں دنیا کی ہر اس چیز کو ترک کرتا ہوں جو طاعتِ الٰہی و ذکرِ خداوندی سے روکتی اور انسان کو ناکارہ بنا دیتی ہے۔ پاؤں دھوئے، تو اس نیت سے کہ میں کسی ایسے کام و مقام کی

طرف قدم نہ بڑھاؤں گا جو اللہ و رسول جل و علا کو پسند نہیں۔

نیز ہاتھ دھوتے وقت پانی کو دیکھ لے کہ وہ کس حالت میں ہے، اُس کا رنگ تو تبدیل نہیں ہو گیا۔ کلی کرتے وقت پانی کا مزہ معلوم ہو جائے گا اور ناک میں پانی چڑھاتے وقت بُو وغیرہ کا اندازہ ہو جائے گا۔ گویا ان سنتوں کو فرضوں پر مقدم رکھنے میں یہ مصلحت پنہاں ہے کہ وضو کرنے والے پانی کے رنگ، مزے اور بُو وغیرہ کا اندازہ کر لے کہ کسی نجاست کے باعث تو اس کے رنگ، مزے اور بُو میں فرق تو نہیں آ گیا، پھر وضو کر لے۔

وضو توڑنے والی چیزوں کا بیان

وضو نماز کے لیے کس قدر ضروری ہے، یہ بیان سابق اوراق میں گزر چکا ہے۔ کچھ چیزیں ایسی ہیں جنہیں شریعت مطہرہ نے "نواقضِ وضو" قرار دیا، یعنی ان میں سے اگر ایک بھی پائی جائے "تو وضو ٹوٹ جاتا ہے، ان میں سے بعض یہ ہیں:

۱۔ مرد یا عورت کے آگے یا پیچھے کے مقام سے پاخانہ، پیشاب، ودی وغیرہ یا کیڑے یا پتھری کا نکلنا یا پیچھے سے ہوا کا خارج ہونا۔

۲۔ خون، پیپ یا زرد پانی جبکہ کہیں سے نکل کر ایسی جگہ بہ کر جا سکے جس کا وضو یا غسل میں دھونا فرض ہے۔

۳۔ آنکھ، کان، ناف، پستان وغیرہا میں دانہ یا ناسور یا کوئی بیماری ہو، ان وجوہ سے جو آنسو یا پانی بہے، وضو توڑ دے گا۔

۴۔ کھانے یا پانی یا صفرا کی منہ بھر قے، یونہی جمے ہوئے خون کی منہ بھر قے۔

۵۔ بہتے خون کی قے جبکہ تھوک سے مغلوب نہ ہو۔

۶۔ بیہوشی اور جنون اور غشی اور اتنا نشہ کہ چلنے میں پاؤں لڑکھڑائیں۔

۷۔ بالغ کا قہقہہ یعنی اتنی آواز سے ہنسی کہ آس پاس والے سُنیں جبکہ جاگتے ہیں اور رکوع سجود والی نماز میں ہو۔

۸۔ سوجانے سے وضو جاتا رہتا ہے، بشرطیکہ دونوں سُرین خوب نہ جمے ہوں اور نہ ایسی ہیئت پر سویا ہو جو غافل ہوکر نیند آنے کو مانع ہو، مثلاً اکڑوں بیٹھ کر یا ایک کہنی پر تکیہ لگا کر یا بیٹھ کر سویا، مگر ایک کروٹ کو جھکا ہوا ہے یا دوزانو بیٹھا اور پیٹ رانوں پر رکھا یا چار زانو یعنی پالتی مارے بیٹھا اور سر رانوں یا پنڈلیوں پر رکھا اور اگر نماز میں ان صورتوں میں سے کسی صورت پر قصداً سویا تو وضو بھی گیا، نماز بھی گئی (عامۂ کتب متون)

۹۔ مباشرتِ فاحشہ یعنی دو شرمگاہوں کا باہم تندی کی حالت میں ملنا، اگرچہ دو مرد ہوں یا دو عورتیں، بشرطیکہ کوئی شے حائل نہ ہو۔

۱۰۔ منہ سے خون کا نکلنا جبکہ تھوک پر غالب ہے۔

ان تمام صورتوں میں وضو جاتا رہتا ہے۔

"وہ صورتیں جن میں وضو نہیں جاتا"

۱۔ خون یا پیپ یا زرد پانی چمکا یا ابھرا اور بہا نہیں جیسے سوئی کی نوک یا چاقو کا کنارہ لگ جاتا ہے اور خون ابھر یا چمک جاتا ہے، تو وضو نہیں گیا۔

۲۔ یا خلال کیا یا مسواک کی یا انگلی سے دانت صاف کیے یا دانت سے کوئی چیز کاٹی، اُس پر خون کا اثر پایا یا ناک میں انگلی ڈالی، اس پر خون کی سرخی آگئی، مگر وہ خون بہنے کے قابل نہیں یا بہا مگر ایسی جگہ بہہ کر نہیں آیا جس کا دھونا فرض ہو۔

۳۔ زخم یا کان یا ناک یا مُنہ سے کیڑا یا زخم سے کوئی گوشت کا ٹکڑا (جس پر کوئی نجس رطوبت قابلِ سیلان نہ تھی) کٹ کر گرا۔

۴۔ ناک صاف کی، اس میں سے جما ہوا خون نکلا۔

۵۔ کان میں تیل ڈالا تھا اور ایک دن بعد کان یا ناک سے نکلا۔

۶۔ جوں کھٹمل، مچھر یا پسو نے خون چوسا۔

۷۔ ناروسے ڈورا نکلا۔

۸۔ بلغم کی قے ہوئی، جتنی بھی ہو۔

۹۔ بیٹھے بیٹھے جھونکے لینا یا اونگھتا رہا۔

۱۰۔ نماز کے اندر سوتے میں یا نماز جنازہ یا سجدۂ تلاوت میں قہقہہ لگایا، تو ان تمام صورتوں میں وضو نہیں جائے گا، البتہ صورتِ اخیرہ میں نماز یا سجدہ فاسد ہے۔

(عامۂ متون)

متفرق مسائل

۱۔ جو رطوبت انسان کے بدن سے نکلے اور وضو نہ توڑے وہ نجس نہیں۔ مثلاً خون کہ وہ بہ کر نہ نکلے یا تھوڑی سی قے کہ منہ بھر نہ ہو پاک ہے۔ یونہی خارش یا پھڑیوں کی رطوبت جبکہ بہنے والی نہ ہو، بلکہ صرف چپک جاتی ہو، کپڑا اس سے بار بار چھو کر کتنا ہی سن ہو جائے، پاک ہے۔

۲۔ سوتے میں رال جو منہ سے گرے، اگرچہ بدبودار ہو، خواہ پیٹ سے آئے پاک ہے، البتہ مُردے کے منہ سے جو پانی بہے نجس ہے۔

۳۔ چلّو میں پانی لینے کے بعد حدث ہوا، وہ پانی بیکار ہو گیا، کسی عضو کے دھونے میں شک واقع ہوا اور یہ زندگی کا پہلا واقعہ ہے، تو اس کو دھو لے اور اگر اکثر شک پڑا کرتا ہے، تو اس کی طرف التفات نہ کرے۔ یونہی اگر بعد وضو کے شک ہوا تو اس کا کچھ خیال نہ کرے۔

۵۔ جو باوضو تھا، اب اُسے شک ہے کہ وضو ہے یا ٹوٹ گیا، تو وضو کرنے کی اُسے ضرورت نہیں، ہاں کرلینا بہتر ہے اور اگر بطورِ وسوسہ ہے تو اسے ہرگز نہ مانے، یہ احتیاط نہیں، بلکہ شیطان لعین کی اطاعت ہے۔ ہاں اگر بے وضو تھا، اب اسے شک ہے کہ میں نے وضو کیا یا نہیں، تو وہ بے وضو ہے، اس کو وضو کرنا ضروری ہے۔ (فتاویٰ رضویہ)

مسئلہ ضروریہ

یاد رہے کہ جب آدمی کسی کام مثلاً نماز وغیرہ کے انتظار میں جاگتا ہو کہ دل اس طرف متوجہ ہے، سونے کا قصد نہیں، نیند جو آتی ہے، اُسے دفع کرنا چاہتا ہے، تو بعض وقت ایسا غافل ہو جاتا ہے کہ جو باتیں اس وقت ہوئیں، اسے ان کی بالکل خبر نہیں، بلکہ دو دو تین آوازوں میں آنکھ کھلی اور وہ اپنے خیال میں یہ سمجھتا ہے کہ میں سویا نہ تھا، اس لیے کہ اس کے ذہن میں وہی مدافعتِ خواب کا خیال جما ہوا ہے یہاں تک کہ لوگ اس سے کہتے ہیں کہ تو سوگیا تھا، وہ کہتا ہے ہرگز نہیں۔ ایسے خیال کا اعتبار نہیں، جبکہ معتبر و معتمد شخص کہے کہ تو غافل تھا، پکارا جواب نہ دیا یا باتیں پوچھی جائیں اور وہ نہ بتا سکے، تو اس پر وضو لازم ہے۔ (فتاویٰ رضویہ)

فوائدِ جلیلہ

اولیائے کرام کے یہاں ثابت ہوگیا ہے کہ حدث چھوٹا ہو یا بڑا مطلقاً کھانا کھانے ہی سے پیدا ہوتا ہے، یہاں تک کہ نماز میں قہقہہ بھی کہ عین دربار میں ایسی سخت غفلت اسی سے ہوسکے گی جس کا پیٹ بھرا اور خوب بھرا ہو کہ بھوک میں ہنسی سے

دانت کھلنا ہی نادر ہے، نہ کہ ٹھٹھا اور وہ بھی نماز میں اور شک نہیں کہ کھانے کا نفع تمام بدن کو پہنچتا ہے۔ یونہی فضلہ نکل جانے کی منفعت و راحت بھی سارے بدن کو ہوتی ہے، تو کھانا معدہ میں جا کر غفلت پیدا کرتا ہے اور موذی یعنی فضلہ کا نکلنا غفلت کو ثابت و موکد کرتا ہے اور غفلت سے دل کی موت ہے اور دل بدن کا بادشاہ ہے کہ یہی بوٹی درست ہو تو سارا بدن درست رہے اور بگڑے تو سارا بدن خراب ہو جائے اور پانی تازگی لاتا اور غفلت کو دور کرتا ہے جیسے کہ غشی والے کے منہ پر چھڑکنے میں مشاہدہ و تجربہ ہے۔

تو میں کہتا ہوں کہ جس طرح موت کا سبب سارے بدن کو عام ہوا تھا۔ چاہیے تھا کہ حیات کا سبب یعنی پانی بھی سب جسم پر پہنچے اور مطلقاً ہر حدث کے بعد اصغر ہو خواہ اکبر تمام جسم کا دھونا فرض و ضروری ٹھہرے؛ چنانچہ حدثِ اکبر میں شرع نے یہی حکم دیا کہ تمام بدن پر پانی پہنچایا جائے، کوئی رونگٹا خشک نہ رہ جائے۔

مگر حدثِ اصغر بکثرت مکرر ہوتا ہے، تو ہر حدثِ اصغر پر اگر نہانے کا حکم ہوتا تو لوگ حرج اور مشقت میں پڑتے اور اس دین میں حرج نہیں؛ لہٰذا اس نرم و آسان شریعت نے اطرافِ بدن و اعضائے جسم کا دھونا قائم مقام نہانے کے فرمادیا کہ اللہ عزوجل کی سنتِ کریمہ ہے کہ جب اوّل و آخر ٹھیک ہوتے ہیں، تو بیچ میں جو نقصان ہو، اس سے درگزر فرماتا ہے۔

اب اطرافِ بدن میں سر بھی تھا اور اسے ہر روز چند بار دھونا بھی بیمار کر دیتا اور بندۂ مسلمان کو مشقت میں ڈالتا، لہٰذا اس کے عوض مسح مقرر فرمایا۔ رحمت اس کی جو فرماتا ہے کہ:

اِنَّ اللّٰهَ یُرِیْدُ بِکُمُ الْیُسْرَ وَلَا یُرِیْدُ بِکُمُ الْعُسْرَ ط

(اللہ تمہارے ساتھ آسانی چاہتا ہے اور دشواری نہیں چاہتا)

میں کہتا ہوں یہیں سے ظاہر ہوا کہ یہ جو فقہاء میں مشہور ہے کہ نجاست نکلی تو بدن کے ایک ٹکڑے سے دھونے کا حکم ہوا۔ سارے بدن یا اُن اعضاء کا جن سے نجاست کو تعلق نہ تھا۔ اس حکم کی حکمت معلوم نہیں۔ یونہی وضو میں فقط چار اعضاء کا حکم ہوا اس کی حکمت مجہول ہے۔ یہ سب ظاہر نظر ہے، ورنہ علم باطن میں ان تمام احکام کی حکمتیں واضح ہیں جن کا ایک شمہ ابھی مذکور ہوا۔

۲۔ علماء کا اختلاف ہے کہ نواقض وضو میں بھی نجاستِ حکمیہ جنابت کی طرح تمام بدن میں سرایت کرتی ہے اور آسانی کے لیے صرف وضو یعنی اطرافِ بدن دھونے سے اُس کا ازالہ مقرر فرمایا یا نجاست فقط اعضائے وضو ہی میں ہوتی ہے۔
راجح یہی ہے کہ حدث اصغر صرف چار اعضا میں ہوتا ہے۔ نہ یہ کہ ہو تو سارے بدن میں اور تخفیف کے لیے شرع نے صرف چار عضوؤں کی طہارت کو کل بدن کی تطہیر فرما دیا جیسے جنابت کا تیمم کہ حدث سارے بدن میں ہے اور صرف منہ اور ہاتھوں کے مسح سے سب بدن پاک ہو سکتا ہے۔ وضو میں ایسا نہیں، ولہٰذا اگر کوئی شخص حدث اصغر میں وضو کی جگہ غسل کا التزام کرے۔ عزیمت و باعثِ ثواب نہ ہوگا، بلکہ بدعت و مورث مواخذہ و عتاب۔

۳۔ انبیاء علیہم السلام کا سونا ناقص وضو نہیں، ان کی آنکھیں سوتی ہیں، دل جاگتے ہیں۔ نیند کے سوا باقی اور نواقض سے بھی انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا وضو جاتا ہے یا نہیں، اس میں اختلاف ہے اور صحیح یہ ہے کہ نواقض حقیقۃً مثل بول وغیرہ سے اُن کی عظمتِ شان کے سبب جاتا رہتا ہے نہ بسبب نجاست کے کہ اُن کے فضلات شریفہ مثل پیشاب وغیرہ سب طاہر و طیب ہیں جن کا کھانا ہمیں حلال و باعثِ شفا و سعادت و برکت ہے۔ اور بعض نواقض وضو انبیاء علیہم السلام کے لیے یوں ناقض نہیں کہ ان کا وقوع ہی ان سے محال ہے جیسے جنون یا نماز میں قہقہہ، غشی انبیاء علیہم السلام کے جسم ظاہر پر طاری ہو سکتی ہے، لیکن دلِ مبارک اس حالت میں بھی بیدار و باخبر رہتا ہے۔ (افاداتِ رضویہ)

غسل کا بیان

احادیث شریفہ

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

۱۔ ہر بال کے نیچے جنابت ہے، تو بال دھوؤ اور جلد کو صاف کرو۔ (ترمذی)

۲۔ جو شخص غسل جنابت میں ایک بال کی جگہ بغیر دھوئے چھوڑ دے گا۔ اس کے ساتھ آگ سے ایسا ایسا کیا جائے گا، یعنی عذاب دیا جائے گا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، فرماتے ہیں۔ اسی وجہ سے میں نے اپنے سر کے ساتھ دشمنی کر لی۔ تین بار یہی فرمایا (یعنی سر کے بال مونڈوا دیئے کہ بالوں کی وجہ سے کوئی جگہ سوکھی نہ رہ جائے۔ (ابوداؤد)

۳۔ جب تم میں سے کوئی اپنی بی بی کے پاس جا کر دوبارہ جانا چاہے تو وضو کرے۔ (مسلم)

۴۔ حیض والی عورت اور جنبی آدمی قرآن میں سے کچھ نہ پڑھیں۔ (ترمذی)

۵۔ جو اللہ اور قیامت پر ایمان لایا۔ حمام میں بغیر تہبند کے نہ جاتے اور جو اللہ اور پچھلے دنوں پر ایمان لایا اپنی بی بی کو حمام میں نہ بھیجے۔ (متعدد کتب)

۶۔ عورتوں کے لیے حمام میں خیر نہیں، اگرچہ تہبند اور کرتے اور اوڑھنی کے ساتھ جائیں۔

۷۔ ان گھروں کا رُخ مسجد سے پھیر دو کہ میں مسجد کو حیض والی اور جنبی کے لیے حلال نہیں کرتا۔ (ابوداؤد)

۸۔ اللہ تعالیٰ حیا فرمانے والا اور پردہ پوش ہے۔ حیا اور پردے کو دوست رکھتا ہے۔ جب آپ میں سے کوئی نہاتے تو اسے پردہ کرنا لازم ہے (ابوداؤد)

۹۔ حالت جنابت میں جب میں وضو کرلوں تو کھاتا پیتا ہوں، مگر نماز و قرآن بغیر نہائے نہیں پڑھتا۔ (طحاوی)

۱۰۔ تین چیزیں ہیں کہ جب تک ان میں سے ایک بھی گھر میں ہوگی۔ کوئی فرشتہ رحمت و برکت کا اس گھر میں داخل نہ ہوگا، کتا[1] یا جنبی[2] یا جاندار کی تصویر[3]۔ (نسائی)

غسل کی حقیقت

غسل کے تین جزء ہیں اگر ان میں ایک میں بھی کمی ہوئی غسل نہ ہوگا، چاہیے یوں کہو کہ غسل میں تین فرض ہیں:۔

۱۔ مضمضہ یا کلی کر منہ میں پانی اس طرح ڈالے کہ حلق کی جڑ تک پہنچ جائے۔

---

[1] حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ذی روح کی تصویر بنانا بنوانا اعزازاً اپنے پاس رکھنا سب حرام فرمایا اور اس پر سخت وعیدیں ارشاد کیں اور ان کے دور کرنے مٹانے کا حکم دیا۔ احادیث اس بارے میں حد تواتر پر ہیں اور ان احادیث میں اصلاً کسی تصویر کسی طریقے کی تخصیص نہیں تو معظمانِ دین کی تصویروں کو ان احکام خدا و رسول سے خارج گمان کرنا محض باطل و وہم عاطل ہے بلکہ شرح مطہرہ میں زیادہ شدت عذاب تصاویر کی تعظیم ہی پر ہے اور خود ابتدائے بت پرستی اسی تصاویرِ معظمین سے ہوئی پھر اس میں اعتقادِ ثواب کس قدر گمراہی کہ حرام میں ثواب کی امید کیا معنی۔ رہا نقشہ روضہ مبارک، بیت اللہ شریف، مزار اقدس، نعل اقدس وغیرہا تو اس کے جواز میں اصلاً مجال سخن و جائے دم زدن نہیں، اس کا جواز اجماعی ہے، بلکہ اکابرین ان کی تعظیم اور ان سے تبرک کرتے آئے (شفاء الدولہ) اسے وہ لوگ یاد رکھیں جو اپنی نشست گاہوں اور مکانوں کو ذی روح کی زینت دیتے اور پھر اسے جائز و مستحسن جانتے ہیں اور منع کرنیوالوں سے کج بحثی پر اتر آتے ہیں ۱۲ منہ غفرلہٗ

تنبیہ: آج کل بہت سے بے علم اس مضمضہ کے معنی صرف کلی کے سمجھتے ہیں۔ کچھ پانی منہ میں لے کر اگل دیتے ہیں کہ زبان کی جڑ اور حلق کے کنارے تک نہیں پہنچتا۔ یوں غسل نہیں ہوتا نہ اس غسل سے نماز ہو سکے، نہ مسجد میں جانا جائز ہو، بلکہ فرض ہے کہ داڑھوں کے نیچے گالوں کی تہ میں دانتوں کی جڑ اور کھڑکیوں میں زبان کی ہر کروٹ میں حلق کے کنارے تک ہر جگہ پر پانی بہے، یہاں تک کہ اگر کوئی سخت چیز کہ پانی کے بہنے کو روکے گی، دانتوں کی جڑ یا اطراف وغیرہ میں جمی ہو تو لازم ہے کہ اسے جدا کر کے کلّی کرے۔ اگر چھڑانے میں ضرر و اذیت نہ ہو جیسے چھالیا کے دانے، گوشت کے ریشے اور اگر چھڑانے میں حرج و ضرر ہو جس طرح پانوں کی کثرت سے جڑوں میں چونا جم جاتا ہے یا عورتوں کے دانتوں میں مسّی کی ریخیں جم جاتی ہیں کہ ان کے چھیلنے میں دانتوں یا مسوڑھوں کی مضرت کا اندیشہ ہے تو اس قدر کی معافی ہے۔ ان احتیاطوں سے روزہ دار کو بھی چارہ نہیں، ہاں غرغرہ اسے نہ چاہیئے کہ کہیں پانی حلق سے نیچے نہ اتر جائے، اور غیر روزہ دار کے لیے غرغرہ سنّت ہے۔

۲۔ **استنشاق** یا ناک میں پانی ڈالنا یعنی دونوں نتھنوں کا جہاں تک نرم جگہ ہے یعنی سخت ہڈی کے شروع تک دُھلنا اور یہ یونہی ہو سکے گا کہ پانی لے کر سونگھے اور اوپر کو چڑھائے کہ بال برابر بھی جگہ دُھلنے سے رہ نہ جائے۔ یہاں تک علماء فرماتے ہیں کہ اگر ناک کے اندر کثافت (رینٹھ) جمی ہے، تو لازم ہے کہ پہلے اُسے صاف کر لے، ورنہ اس کے نیچے پانی نہ بہا تو غسل نہ ہوگا۔ نیز ناک کے بالوں کا دھونا بھی فرض ہے۔ اس احتیاط یعنی پانی نرم بانسے تک چڑھانے سے بھی روزہ دار کو چارہ نہیں۔ ہاں اس سے اوپر جڑ تک اسے نہ چاہیے کہ کہیں پانی دماغ کو نہ چڑھ جائے۔ لوگ اس کا خیال نہیں کرتے اوپر ہی اوپر پانی ڈالتے ہیں کہ ناک کے سرے کو چھو کر گر جاتا ہے۔ بانسے میں جتنی نرم جگہ ہے، اس سب کو دھونا تو بڑی بات ہے۔

افسوس کہ عوام تو عوام بعض پڑھے لکھے بھی اس بلا میں گرفتار ہیں۔ کاش استنشاق کے لغوی ہی معنی پر غور کرتے تو اس آفت میں نہ پڑتے۔

استنشاق (کہ وضو میں سنت اور غسل میں فرض ہے) سانس کے ذریعے سے کوئی چیز ناک کے اندر چڑھانا ہے نہ کہ ناک کے کنارہ کو چھو جانا۔

۳۔ تمام ظاہر بدن، یعنی سر کے بالوں سے پاؤں کے تلووں تک جسم کے ہر پرزے ہر رونگٹے کی ظاہری سطح پر پانی کا گرنا۔ لوگ یہاں دو قسم کی بے احتیاطیاں کرتے ہیں جن سے غسل نہیں ہوتا اور نمازیں اکارت جاتی ہیں۔

اَوّلاً: سر پر پانی ڈال کر بعض جگہ بدن پر ہاتھ پھیر لیتے اور تیل کی طرح چپڑ لیتے ہیں یا بھیگا ہاتھ پہنچ جانے پر قناعت کرتے ہیں، حالانکہ یہ مسح ہوا۔ غسل میں قطروں کا ٹپکنا اور پانی بہتا ہوا نہ گزرے تو غسل ہرگز نہ ہوگا۔

ثانیاً: پانی ایسی بے احتیاطی سے بہاتے ہیں کہ بعض جگہیں بالکل خشک رہ جاتی ہیں یا ان تک کچھ اثر پہنچتا ہے، تو وہی بھیگے ہاتھ کی تری۔

ان کے خیال میں شاید پانی میں ایسی کرامت ہے کہ ہر گوشہ میں اپنے آپ دوڑ جائے کچھ احتیاط خاص کی حاجت نہیں، حالانکہ جسم ظاہر میں بہت موقع ایسے ہیں کہ وہاں ایک جسم کی سطح دوسرے جسم کی سطح سے چھپ گئی ہے یا پانی کی گزرگاہ سے الگ واقع ہے کہ بغیر لحاظ خاص پانی اس پر بہہ نہ سکے گا اور حکم یہ ہے کہ اگر ایک ذرہ برابر جگہ یا کسی بال کی نوک بھی پانی بہنے سے رہ گئی، تو غسل نہ ہوگا۔

مثلاً ٹھوڑی اور گلے کا جوڑ کہ بغیر منہ اٹھائے نہ دُھلے گا۔ بغلیں بغیر ہاتھ اٹھائے نہ دھلیں گی۔ پیٹ کی بلٹیں، ران اور پیڑو کا جوڑ، ران اور پنڈلی کا جوڑ جبکہ بیٹھ کر نہائیں دونوں سرین ملنے کی جگہ خصوصاً جبکہ کھڑے ہو کر نہائیں، رانوں کی گولائی، پنڈلیوں کی کروٹیں، بازو کا ہر پہلو، پیٹھ کا ہر ذرہ مرد و عورت سب کے لیے اور خاص مردوں کے

لیے مثلاً گندھے ہوئے بال کھول کر دھونا، ذکر و انثیین کے ملنے کی سطحیں کہ بے جُدا کیے نہ دھلیں گی۔ انثیین کی زیرین سطح جوڑ تک انثیین کے نیچے کی جگہ جڑ تک۔ جس کا ختنہ نہ ہوا ہو، اگر کھال اوپر چڑھ سکتی ہو تو چڑھا کر دھوئے اور خاص عورتوں کے لیے مثلاً گندھی ہوئی چوٹی میں ہر بال کی جڑ تر کرنی اور چوٹی اگر ایسی سخت گندھی ہو کہ بغیر کھولے جڑیں تر نہ ہوں گی، تو چوٹی کھولنی ضروری ہے۔ ڈھلکی ہوئی پستان کو اٹھا کر دھونا، پستان و شکم کے جوڑ کی تحریر، ماتھے پر افشاں چُنی ہو تو اُسے چھڑانا۔ غرض بدن کا ہر حصہ، ہر پُرزہ دھونے میں یہ احتیاط لازم ہے کہ کوئی جگہ پانی بہنے سے نہ رہ جائے، ورنہ غسل نہ ہوگا اور اعضائے وضو میں جو احتیاطیں ہر عضو کے بیان میں مذکور ہوئیں، ان کا یہاں بھی لحاظ ضروری ہے۔

غسل کی سُنتیں

غسل کی نیت کر کے پہلے دونوں ہاتھوں کو گٹوں تک تین مرتبہ دھوئے۔ پھر استنجے کی جگہ دھوئے۔ خواہ نجاست ہو یا نہ ہو۔ پھر بدن پر جہاں کہیں نجاست ہو اس کو دُور کرے۔ پھر نماز کا سا وضو کرے، مگر پاؤں نہ دھوئے، ہاں اگر چوکی یا پتھر وغیرہ پر نہائے، تو پاؤں بھی دھو لے۔ پھر بدن پر تیل کی طرح پانی چپڑے، خصوصاً جاڑے میں۔ پھر تین مرتبہ داہنے مونڈھے پر پانی بہائے۔ پھر تین بار بائیں مونڈھے پر، پھر سر پر اور تمام بدن پر تین بار۔ پھر جائے غسل سے علیحدہ ہو جائے اور اگر وضو کرنے میں پاؤں نہیں دھوئے تھے، تو اب دھو لے اور نہانے میں قبلہ رُخ نہ ہو اور ایسی جگہ نہائے کہ کوئی نہ دیکھے اور اگر یہ نہ ہو سکے تو ناف سے گھٹنے تک کا ستر تو ضروری ہے اور کسی قسم کا کلام نہ کرے، نہ دُعا پڑھے، عورتوں کو بیٹھ کر نہانا بہتر ہے۔

غسل کے متفرق مسائل

۱- جس پر غسل واجب ہے، اُسے چاہیئے کہ نہانے میں تاخیر نہ کرے اور اگر اتنی دیر کر چکا کہ نماز کا آخر وقت آگیا، تو اب فوراً نہانا فرض ہے، اگر اب تاخیر کرے گا، تو گنہ گار ہوگا۔

۲- جنبی کو بلا وضو یا بغیر ہاتھ منہ دھوئے کھانا پینا مکروہ اور محتاجی لاتا ہے۔

۳- جس کو نہانے کی حاجت ہو، خواہ مرد ہو یا عورت اس کو مسجد میں جانا، قرآن مجید چھُونا، اگرچہ اس کا سادہ حاشیہ یا جلد یا چولی چھُوئے یا بغیر چھوئے دیکھ کر زبانی پڑھنا، یا کسی آیت کا لکھنا یا آیت کا تعویذ لکھنا یا ایسا تعویذ وغیرہ چھُونا حرام ہے۔

۴- بغیر وضو قرآن مجید یا اس کی کسی آیت کا چھُونا حرام ہے۔ زبانی یا دیکھ کر پڑھے، تو کچھ حرج نہیں۔

۵- قرآن مجید کا ترجمہ فارسی یا اُردو یا کسی اور زبان میں ہو، اس کے بھی چھُونے اور پڑھنے میں قرآن مجید ہی کا سا حکم ہے، ہاں اگر قرآنِ عظیم یا ترجمۂ قرآن، جزدان میں رکھا ہو تو جزدان پر ہاتھ لگانے میں حرج نہیں۔ یونہی رومال وغیرہ یا کسی علیحدہ کپڑے سے قرآن مجید چھونا جائز ہے نہ دُعا پڑھے۔ عورتوں کو بیٹھ کر نہانا بہتر ہے۔

۶- کتب حدیث و تفسیر و فقہ کا چھُونا ان کو مکروہ ہے اور جہاں ان کتابوں میں آیت ہو، بغیر وضو ہاتھ لگانا حرام ہے۔

۷- قرآن شریف کے سوا اور تمام اذکار کلمہ شریف، درود شریف اور دعاؤں کے پڑھنے میں کوئی حرج نہیں، مگر بہتر یہ ہے کہ وضو کر کے پڑھیں۔

ایسا ہی یہ لوگ اذان کا جواب دے سکتے ہیں۔

۸۔ بچوں کو پڑھانے والی حیض یا نفاس کی حالت میں ایک ایک کلمہ سانس توڑ کر پڑھائے اور ہجے کرانے میں کوئی حرج نہیں۔

۹۔ حیض و نفاس والی کو مستحب ہے کہ جب تک یہ حالت رہے، وضو کر کے نماز کے اوقات پر تسبیح، کلمہ شریف، درود شریف پڑھ لیا کرے، تہجد کی عادت ہو تو اُس وقت بھی۔

۱۰۔ اکثر عورتوں میں رواج ہے کہ جب تک حیض سے فراغت کے بعد نہا نہ لیں یا نفاس کا پورا چلّہ نہ ہو لے، اگرچہ حیض و نفاس ختم ہو گیا ہو نہ نماز پڑھیں نہ اپنے آپ کو قابلِ نماز کے جانیں۔ یہ محض جہالت ہے۔ مردوں پر فرض ہے کہ انہیں اس عادت سے باز رکھیں اور انہیں اس امر سے آگاہ کریں کہ جس وقت حیض و نفاس ختم ہوا اُسی وقت سے نہا کر نماز شروع کر دیں، تاخیر کریں گی تو گنہ گار ہوں گی اور اب جتنی نمازیں چھوٹیں بعد طہارت ان کی قضا کرنا فرض ہے۔

تنبیہ: نفاس میں عورت کو زچہ خانے سے نکلنا جائز ہے۔ اس کو ساتھ کھلانے یا اس کا جھوٹا کھانے میں کوئی حرج نہیں۔ مسلمانوں میں بعض جگہ ان کے برتن تک الگ کر دیے جاتے ہیں، بلکہ ان برتنوں کو مثل نجس کے سمجھا جاتا ہے۔ یہ ہندوؤں کی رسمیں ہیں، ایسی بیہودہ رسموں سے احتیاط لازم ہے۔

۱۱۔ جس پر چند غسل واجب ہوں، سب کی نیت سے ایک غسل کر لیا، سب ادا ہو گئے، سب کا ثواب ملے گا۔

۱۲۔ جنبی نے جمعہ یا عید کے دن غسلِ جنابت کیا اور جمعہ اور عید وغیرہ کی نیت کر لی، سب ادا ہو گئے، اگرچہ اسی غسل سے جمعہ اور عید کی نماز ادا کر لے۔

۱۳۔ رمضان شریف میں اگر رات کو جنبی ہوا، تو بہتر یہی ہے کہ قبل طلوع فجر نہا لے

کہ روزے کا ہر حصّہ جنابت سے خالی ہو اور اگر نہیں نہایا تو بھی روزے میں کچھ نقصان نہیں، مگر مناسب یہ ہے کہ غرغرہ اور ناک میں جڑ تک پانی چڑھانا، یہ دو کام طلوعِ فجر سے پہلے کرلے کہ پھر روزے میں نہ ہو سکیں گے اور اگر نہانے میں اتنی تاخیر کی کہ دن نکل آیا اور نماز قضا کر دی تو یہ اور دنوں میں بھی گناہ ہے اور رمضان میں اور زیادہ۔

۱۴۔ جائز ہے کہ زن و شوہر دونوں ایک برتن سے ایک ساتھ غسل جنابت کریں، اگرچہ باہم ستر نہ ہو اور اس وقت ضرورتِ غسل کے متعلق بات بھی کر سکتے ہیں مثلاً ایک سبقت کرے، تو دوسرا کہے میرے لیے پانی رہنے دو۔ (افاداتِ رضویہ)

۱۵۔ وضو یا غسل میں اگر کسی عضو کا پانی دھار بندھ کر برتن میں گرا، برتن کا پانی قابلِ طہارت رہے گا، ہاں اگر اتنا گرا کہ برتن کے پانی سے زائد ہو گیا، تو اس سے وضو اور غسل نہ ہو سکے گا۔ (فتاویٰ رضویہ)

۱۶۔ وضو یا غسل کا پانی مسجد میں ڈالنا یا چھڑکنا حرام ہے۔

۱۷۔ نابالغ نہ کبھی بغیر وضو ہو نہ جُنبی، انہیں وضو و غسل کا حکم عادت ڈالنے اور ادب سکھانے کے لیے ہے، ورنہ کسی حدث سے اُن کا وضو نہیں جاتا نہ جماع سے اُن پر غسل فرض ہوا۔ (افاداتِ رضویہ)

۱۸۔ ہنود وغیرہم کفار جس طرح نہاتے ہیں، اس سے غسلِ جنابت نہیں اترتا۔ اسلام لائیں، تو فوراً غسل سکھا کر دوبارہ صحیح غسل دلانا ضروری ہے، ورنہ ان کی نماز نہ ہوگی۔ (افاداتِ رضویہ)

۱۹۔ نابالغ کا بھرا ہوا پانی کہ شرعاً اس کی ملک ہو جائے، اسے پینا یا غسل یا کسی کام میں لانا اس کے ماں باپ یا جس کا وہ نوکر ہے، اس کے سوا کسی کو جائز نہیں، اگرچہ وہ اجازت بھی دے دے۔ اگر وضو کر لیا، وضو ہو جائے گا اور گنہگار ہوگا۔ یہاں سے معلّمین کو سبق لینا چاہیے کہ اکثر وہ نابالغ بچّوں سے پانی بھروا کر اپنے کام میں لایا کرتے ہیں۔

اسی طرح بالغ کا بھرا ہوا پانی بغیر اجازت صرف کرنا بھی حرام ہے۔ (بہارِ شریعت)

۲۰۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ زانی پر سے غسل چالیس روز تک نہیں اترتا ہے، یہ محض غلط ہے۔ زانی کے ظاہرِ بدن کی طہارت اوّل بار ہی نہانے سے ہو جائے گی۔ ہاں قلب کی طہارت توبہ سے ہوگی، اس میں چالیس دن کی حد باندھنی غلط ہے، چالیس برس تک توبہ نہ کرے، تو چالیس برس تک طہارتِ باطن نہ ہوگی۔ (فتاویٰ افریقہ)

غسل کن چیزوں سے فرض ہوتا ہے

کچھ نجاستیں ایسی بھی ہیں جن کے خارج ہونے یا بعض دفعہ ان کے خروج کا سبب پائے جانے پر شریعتِ مطہرہ نے غسل کرنے کا حکم دیا۔ انہیں "موجباتِ غسل" کہا جاتا ہے۔ ان کے متعلق بھی کچھ نہ کچھ واقفیت ہر مسلمان پر لازم و ملزوم ہے تاکہ وہ اپنی طہارت و پاکی کو ملحوظ رکھے اور جب کوئی موجب غسل پایا جائے، تو غسل کرے۔

ہم ان صورتوں کا مختصر بیان کرتے ہیں جو فرضیتِ غسل کا سبب ہیں:

۱۔ منی کا اپنی جگہ سے شہوت کے ساتھ جدا ہو کر نکلنا، اگر منی شہوت کے ساتھ اپنی جگہ سے جدا نہ ہوئی، بلکہ بوجھ اٹھانے یا بلندی سے گرنے کے سبب سے نکلی یا پیشاب کے وقت یا ویسے ہی کچھ قطرے بلا شہوت نکل آئیں، تو غسل واجب نہیں، البتہ وضو جاتا رہے گا۔

اور اگر منی اپنے ظرف سے شہوت کے ساتھ جدا ہوئی، مگر اس شخص نے اپنے آلہ کو زور سے پکڑ لیا کہ باہر نہ ہو سکی۔ پھر جب شہوت جاتی رہی، چھوڑ دیا۔ اب منی باہر ہوئی تو اگرچہ باہر نکلنا شہوت سے نہ ہوا، مگر چونکہ اپنی جگہ سے شہوت کے ساتھ جدا ہوئی، لہٰذا غسل واجب ہوا، اسی پر عمل ہے۔

۲۔ احتلام، کہ کوئی شخص سوتے سے اٹھا اور بدن یا کپڑے پر تری پائی... جس کے منی یا مذی ہونے کا یقین یا احتمال ہو تو غسل واجب ہے، اگرچہ خواب یاد نہ ہو۔

مسئلہ (۱) اگر یقین ہے کہ یہ نہ منی ہے نہ مذی بلکہ پسینہ یا پیشاب یا ودی یا کچھ اور ہے، تو اگرچہ احتلام یاد ہو اور لذتِ انزال خیال میں ہو، غسل واجب نہیں۔

مسئلہ (۲) اور اگر منی نہ ہونے پر یقین کرتا ہے اور مذی کا شک ہے تو اگر خواب میں احتلام ہونا یاد نہیں، تو غسل بھی نہیں اور احتلام ہونا یاد ہے تو غسل ہے۔

مسئلہ (۳) مرد و عورت ایک چارپائی پر سوتے، بعد بیداری بستر پر منی پائی گئی اور ان میں سے ہر ایک احتلام کا منکر ہے۔ احتیاط یہ ہے کہ بہر حال دونوں غسل کریں اور یہی صحیح ہے۔

مسئلہ (۴) لڑکے کا بلوغ احتلام سے ہوا، اس پر غسل واجب ہے۔

مسئلہ (۵) کھڑے یا بیٹھے یا چلتے ہوئے سو گیا، آنکھ کھلی تو مذی پائی، غسل واجب ہے۔

مسئلہ (۶) احتلام یاد ہے، مگر اس کا کوئی اثر کپڑے وغیرہ پر نہیں تو غسل واجب نہیں۔

مسئلہ (۷) عورت کو خواب ہوا، تو جب تک منی فرج سے نہ نکلے غسل واجب نہیں۔

۳۔ حشفہ یعنی ذکر کا سرا عورت کے آگے یا پیچھے یا مرد کے پیچھے داخل ہونا دونوں پر غسل واجب کرتا ہے۔ شہوت کے ساتھ ہو یا بلا شہوت۔ انزال ہو یا نہ ہو، بشرطیکہ دونوں مکلف ہوں اور اگر ایک بالغ ہے، تو اس پر فرض ہے اور نابالغ پر اگرچہ غسل فرض نہیں، مگر غسل کا حکم دیا جائے گا۔

فائدہ: ان تین وجوہ سے جس پر نہانا فرض ہو، اس کو جُنُب اور ان اسباب

کو جنابت کہتے ہیں۔

۴۔ حیض سے فارغ ہونا:

مسئلہ (۱) حیض وہ بدبودار خون ہے جو بالغہ عورت کے آگے کے مقام سے ہر ماہ عادی طور پر نکلتا ہے۔

مسئلہ (۲) حیض کی مدت کم از کم تین دن تین راتیں یعنی بہتر گھنٹے ہیں۔ اس سے اگر ایک منٹ بھی کم ہے تو حیض نہیں استحاضہ ہے اور زیادہ سے زیادہ دس دن دس راتیں ہیں۔

مسئلہ (۳) یہ ضروری نہیں کہ مدت میں ہر وقت جاری رہے جبھی حیض ہو، بلکہ اگر بعض بعض وقت بھی آئے جب بھی حیض ہے۔

مسئلہ (۴) کم سے کم نو برس کی عمر سے حیض شروع ہوگا اور انتہائی عمر حیض آنے کی پچپن سال ہے۔ اس عمر والی عورت کو آئسہ اور اس عمر کو سنِ ایاس کہتے ہیں۔

مسئلہ (۵) حمل والی عورت کو جو خون آیا وہ استحاضہ ہے۔

۵۔ نفاس کا ختم ہونا:

مسئلہ: نفاس وہ خون ہے جو بچہ پیدا ہونے کے بعد عورت کے رحم سے آتا ہے، اس میں کمی کی جانب کوئی مدت مقرر نہیں اور زیادہ سے زیادہ اس کا زمانہ چالیس دن، رات ہے، لہٰذا بچہ پیدا ہونے سے پیشتر جو خون آیا نفاس نہیں بلکہ استحاضہ ہے۔

تنبیہ: بالغہ عورت کے آگے کے مقام سے کسی بیماری کی وجہ سے جو خون آئے، اُسے استحاضہ کہتے ہیں۔ یہ خون رحم سے نہیں آتا، بلکہ یہ رگ کا خون ہے، اسی لیے استحاضہ میں نہ نماز معاف ہے نہ روزہ اور نہ ایسی عورت سے صحبت حرام

مسئلۂ ضروریہ: استحاضہ اگر اس حد تک پہنچ گیا کہ نماز کا پورا

ایک وقت اسی حالت میں گزر جائے، تو ایسی عورت ایک وضو سے اُس وقت میں جتنی نمازیں چاہے پڑھے۔ اس خون کے آنے سے اُس کا وضو نہ جائے گا۔ (عامہ کتب)

معذور کے مسائل

۱۔ ہر وہ شخص جس کو کوئی ایسی بیماری ہے کہ ایک وقت ایسا گزر گیا کہ وضو کے ساتھ نماز فرض ادا نہ کر سکا، وہ معذور ہے۔

۲۔ معذور کا حکم یہ ہے کہ وقت میں وضو کرے اور آخر وقت تک جتنی نمازیں چاہے، اس وضو سے پڑھے، اُس بیماری سے اس کا وضو نہیں جاتا۔ جیسے قطرے کا مرض یا دست آنا یا ہوا کا خارج ہونا یا دُکھتی آنکھ سے پانی گرنا یا ناسور سے ہر وقت رطوبت بہنا یا کان، ناف، پستان سے پانی نکلنا کہ یہ سب بیماریاں توڑنے والی ہیں، ان میں جب پُورا ایک وقت ایسا گزر گیا کہ ہر چند کوشش کی، مگر طہارت کے ساتھ نماز نہ پڑھ سکا، تو عذر ثابت ہو گیا اور ایسا شخص معذور ہے

۳۔ فرض نماز کا وقت جانے سے معذور کا وضو ٹوٹ جاتا ہے، جیسے کسی نے عصر کے وقت وضو کیا تھا، تو آفتاب کے ڈوبتے ہی وضو جاتا رہا۔

۴۔ معذور کا وضو اس چیز سے نہیں جاتا جس کے سبب معذور ہے۔ ہاں اگر کوئی دوسری چیز وضو توڑنے والی پائی گئی تو وضو جاتا رہا، مثلاً جسے قطرے کا مرض ہے، ہوا نکلنے سے اس کا وضو جاتا رہے گا۔

۵۔ اگر کسی ترکیب سے عذر جاتا رہے یا اس میں کمی ہو جائے تو اس میں ترکیب کا کرنا فرض ہے، مثلاً کھڑے ہو کر پڑھنے سے خون بہتا ہے اور بیٹھ کر پڑھے تو نہ بہے گا تو بیٹھ کر پڑھنا فرض ہے۔

۶۔ معذور کو ایسا عذر ہے جس کے سبب کپڑے نجس ہو جاتے ہیں تو اگر ایک درم سے زیادہ نجس ہو گیا اور جانتا ہے کہ اتنا موقع ہے کہ اسے دھو کر پاک کپڑوں سے نماز پڑھ لوں گا، تو دھو کر نماز پڑھنا فرض ہے اور اگر جانتا ہے کہ نماز پڑھتے پڑھتے پھر اتنا ہی نجس ہو جائے گا، تو دھونا ضروری نہیں اور اگر درہم کے برابر ہے تو پہلی صورت میں دھونا واجب اور درہم سے کم ہے، تو سنت اور دوسری صورت میں مطلقاً نہ دھونے میں کوئی حرج نہیں۔

۷۔ استحاضہ والی عورت اگر غسل کر کے ظہر کی نماز آخر وقت میں اور عصر کی وضو کر کے اوّل وقت میں اور مغرب کی غسل کر کے آخر وقت میں اور عشاء کی وضو کر کے اوّل وقت میں پڑھے اور فجر کی بھی غسل کر کے پڑھے تو بہتر ہے اور عجب نہیں کہ یہ ادب جو حدیث میں ارشاد ہوا ہے اس کی رعایت کی برکت سے اس کے مرض کو بھی فائدہ پہنچے۔

۸۔ کسی زخم سے ایسی رطوبت نکلے کہ بہے نہیں، تو نہ اس کی وجہ سے وضو ٹوٹے، نہ معذور ہو، نہ رطوبت ناپاک۔

۹۔ معذور کا وضو ہمارے نزدیک خروجِ وقت سے جاتا ہے، دخول سے نہیں، تو تہجد کے وضو سے صبح نہیں پڑھ سکتا کہ وقتِ عشا خارج ہو گیا۔ صبح کے وضو سے اشراق نہیں پڑھ سکتا کہ وقت صبح خارج ہو گیا اور اشراق کے وضو سے ظہر و جمعہ پڑھ سکتا ہے کہ اس بیچ میں کسی فرض نماز کا وقت خارج نہ ہوا۔ (فتاویٰ رضویہ)

۱۰۔ معذور اپنے مثل یا اپنے سے زائد عذر والے کی امامت کر سکتا ہے۔ کم عذر والے کی امامت نہیں کر سکتا، یوں ہی طاہر معذور کی اقتداء نہیں کر سکتا جبکہ حالتِ وضو میں یا بعد وضو وقت کے اندر حدث پایا جاتے اگرچہ نماز کے بعد، اور اگر نہ وضو کے وقت حدث تھا نہ ختم وقت تک اس نے عود کیا تو یہ نماز جو اس نے

انقطاع پر پڑھی، اُس میں تندرست اس کی اقتداء کر سکتا ہے۔ (درمختار)

۱۱۔ معذور نے اپنے مثل دوسرے معذور اور صحیح کی امامت کی، صحیح کی نہ ہوگی اوروں کی ہو جائے گی۔ (درمختار)

پانی کا بیان

طہارت کے لیے پانی کی ضرورت ہے اور بدن ستھرا رکھنا میل کچیل دُور کرنا، نجاست سے پرہیز کرنا ہمہ اوقات شرع کو مطلوب ہے تو ظاہر ہے کہ طہارت کے لیے پاک اور صاف پانی ہی درکار ہوگا کہ جو پانی خود ہی نجس ہو اور اس سے طہارت و پاکیزگی کا ارادہ کیا جائے، تو بجائے طہارت کے بدن نجاستوں سے اور زیادہ ملوث ہو جائے گا۔ لہٰذا ضرورت ہے کہ ہم پاک اور ناپاک پانی کو سمجھیں اور وہ بھی شریعتِ مطہرہ کے فرامین و احکام کے مطابق، ورنہ ہو سکتا ہے کہ ایک شخص کسی چیز کو اپنی دانست میں پاک جانتا ہے اور نظرِ شریعت میں، وہ ناپاک و ممنوع الاستعمال ہے۔ یونہی پانی کہ اگر وہ واقعتہً نجس ہے، تو کون کہہ سکتا ہے کہ اس سے بدن کو پاکیزگی حاصل ہوگی اور جب یہ ظاہری طہارت حاصل نہیں ہو سکتی تو باطنی طہارت کس طرح میسر آ سکتی ہے۔

اس اعتبار سے کہ طہارت کس پانی سے ہو سکتی ہے یا کس پانی سے ہم وضو و غسل کر سکتے ہیں اور کس سے نہیں، ہم پانی کو حسبِ ذیل اقسام پر تقسیم کر سکتے ہیں:

طاہر مطہر غیر مکروہ کہ خود پاک ہے، دوسروں کو پاک کر سکتا ہے اور شریعتِ مطہرہ اس کراہت و ناپسندیدگی کا حکم بھی نہیں دیتی، مثلاً مینہ، ندی، نالے، چشمے، سمندر، دریا، کنوئیں اور برف اولے کا پانی کہ ان سے وضو و غسل بلا کراہت جائز ہے۔

طاہر مطہر مکروہ کہ خود پاک ہے اوروں کو پاک کر سکتا ہے، مگر شریعت مطہرہ اس کا استعمال بلا ضرورت پسند نہیں فرماتی، لہٰذا اچھا پانی ہوتے ہوئے اس سے

وضو وغسل مکروہ ہے اور اگر اچھا پانی موجود نہیں، تو کوئی حرج نہیں۔ یہ پانی وضو وغسل کے کام میں لایا جا سکتا ہے، مثلاً اُڑنے والے شکاری جانور جیسے شکرا، باز، بہری، چیل وغیرہ کا جھوٹا یا کوّے کا جھوٹا پانی یوں ہی گھروں میں رہنے والے جانور جیسے بلّی، چوہا، چھپکلی، سانپ وغیرہ کا جھوٹا مکروہ ہے۔ البتہ پہلی صورت میں اگر ان جانوروں کو پال کر شکار کے لیے سکھا لیا ہو اور چونچ میں نجاست نہ لگی ہو تو ان کا جھوٹا پاک ہے۔

طاہر غیر مطہر کہ خود پاک ہے، مگر اس سے وضو وغسل جائز نہیں، مثلاً جو پانی وضو یا غسل کرنے میں بدن سے گرا یا بے وضو شخص کا ہاتھ یا اُنگلی یا پورا یا ناخن یا بدن کا کوئی ٹکڑا جو وضو میں دھویا جاتا ہے۔ بالقصد یا بلا قصد دہ دردہ سے کم پانی میں بے دھوئے پڑ جائے۔ اسی طرح جس شخص پر نہانا فرض ہے اس کے جسم کا کوئی بے دُھلا ہوا حصّہ پانی سے چھو جائے۔ یوں ہی اگر ہاتھ دُھلا ہوا ہے، مگر پھر دھونے کی نیّت سے پانی میں ڈالا اور یہ دھونا ثواب کا کام ہو، جیسے کھانے کے لیے یا وضو کے لیے تو ان تمام صورتوں میں وہ پانی پاک ہے، مگر وضو اور غسل کے کام کا نہیں؛ البتہ نجس چیز اس سے دھو کر پاک کر سکتے ہیں، اسے ماءِ مستعمل کہتے ہیں۔

تنبیہ: اگر بضرورت ہاتھ پانی میں ڈالا جیسے پانی بڑے برتن میں ہے کہ اُسے جھکا نہیں سکتا نہ کوئی چھوٹا برتن ہے کہ اس سے نکالے تو ایسی صورت میں بقدر ضرورت ہاتھ پانی میں ڈال کر اس سے پانی نکالے اور اس صورت میں وہ پانی مستعمل نہ ہوگا۔ اس مسئلہ سے بہت کم لوگ واقف ہیں، خیال رکھنا چاہیئے۔

مشکوک یعنی وہ پانی کہ اس کے وضو یا غسل کے قابل ہونے میں شک ہے لہٰذا اس سے وضو وغسل نہیں ہو سکتا کہ یقینی حدث مشکوک طہارت سے زائل نہ ہوگا۔ ہاں اگر اچھا پانی نہ ہو تو اسی سے وضو وغسل کر لے اور تیمم بھی۔ تو اگر وضو کیا اور تیمم نہ کیا یا تیمم کیا اور وضو نہ کیا نماز نہ ہوگی۔ مثلاً گدھے خچر کا جھوٹا کہ اس میں مختلف روایتیں ہیں، اسی لیے اس کے قابلِ طہارت ہونے یا نہ ہونے پر یقین نہیں شک ہے۔

مسائل متفرقہ

۱- جس پانی میں کوئی چیز مل گئی کہ بول چال میں اسے پانی نہ کہیں بلکہ اس کا کوئی اور نام ہوگیا ہے جیسے شربت یا پانی میں کوئی شربت یا پانی میں کوئی ایسی چیز ڈال کر پکائیں جس سے مقصود میل کا ٹنا نہ ہو جیسے چاء یا گلاب یا عرق تو اس سے وضو و غسل جائز نہیں

۲- اگر ایسی چیزیں ملائیں یا ملا کر پکائیں جس سے مقصود میل کاٹنا ہو جیسے صابن یا بیری کے پتے تو اس سے وضو و غسل جائز ہے، بشرطیکہ اس کا پتلا پن زائل نہ ہو اور اگر ستو کی مثل گاڑھا ہو گیا، تو وضو و غسل جائز نہیں۔

۳- پانی میں کوئی پاک چیز ملی جس سے رنگ یا بُو یا مزے میں فرق آگیا، مگر اس کا پتلا پن نہ گیا جیسے ریتا چُونا یا تھوڑی زعفران تو اس سے وضو وغیرہ جائز ہے۔ ہاں زعفران کا رنگ اتنا آجائے کہ پانی کپڑا رنگنے کے قابل ہو جائے تو وضو و غسل جائز نہیں، یونہی پڑیا کا رنگ۔

۴- بہتا پانی کہ اس میں تنکا ڈال دیں تو بہا لے جائے پاک اور پاک کرنے والا ہے نجاست پڑنے سے ناپاک نہ ہوگا۔ ہاں اگر نجس چیز سے رنگ یا بو یا مزہ بدل گیا، تو ناپاک ہو گیا۔ اب یہ پانی اس وقت پاک ہوگا کہ اس کے اوصاف رنگ، مزہ، بو ٹھیک ہو جائیں۔ خواہ یوں کہ وہ نجاست تہ نشین ہو جائے یا پاک پانی اتنا ملے کہ نجاست کو بہا لے جائیں۔

۵- جس پانی کی بالائی سطح کی پیمائش سَو ہاتھ ہو، مثلاً دس ہاتھ لمبا چوڑا یا بیس ہاتھ لمبا، پانچ ہاتھ چوڑا یا پچیس ہاتھ لمبا، چار ہاتھ چوڑا وعلیٰ ہذا القیاس غرض کل لمبائی چوڑائی سو ہاتھ ہو اور اگر گول ہو تو اس کی گولائی تقریباً ساڑھے پینتیس ہاتھ ہو اور گہرا اتنا

کہ لپ سے پانی لے تو زمین نہ کھل جائے' اس پانی کو دَہ دَردَہ کہتے ہیں۔ یہ پانی نجاست پر گزرنے سے ناپاک نہیں ہوتا۔ جب تک نجاست کے سبب اس کا رنگ یا مزہ یا بُو نہ بدل جائے۔

۶۔ دَہ دردہ پانی میں پاک چیزوں کے سڑنے یا بہت دن گزرنے سے تینوں وصف بدل جائیں، تو کچھ حرج نہیں اور تحقیق نہ ہو کہ یہ تغیر کس وجہ سے ہے تو یہ حکم جواز میں ہے، یعنی اس پانی سے وضو و غسل جائز ہے۔ (فتاویٰ رضویہ وغیرہ)

۷۔ مینہ کا پانی جب تک چھت یا زمین پر بہ رہا یا پرنالے سے گزر رہا ہے، پاک ہے۔ اگرچہ چھت پر جا بجا نجاست پڑی ہو۔ اگرچہ نجاست پرنالے کے منہ پر ہو جب تک نجاست سے پانی کے کسی وصف میں تغیر نہ آئے۔ یہی صحیح ہے اور اسی پر اعتماد ہے۔ ہاں اگر مینہ رُک گیا اور پانی کا بہنا موقوف ہو گیا، تو اب وہ ٹھہرا ہوا پانی اور جو چھت سے ٹپکے نجس ہے، اگرچہ اُس کا کوئی وصف نہ بدلا ہو۔ (فتاویٰ رضویہ)

۸۔ بڑے حوض میں لٹھے یا کڑیاں گاڑی گئی ہوں، تو ان لٹھوں کڑیوں کے علاوہ باقی جگہ اگر سو ہاتھ ہے، تو وہ حوض بڑا ہے، ورنہ نہیں۔ البتہ پتلی پتلی چیزیں جیسے گھاس نرکل کھیتی وغیرہ اس کے پانی کے اتصال کو مانع نہیں (فتاویٰ رضویہ)

۹۔ حوض اسی کو نہیں کہیں گے جو مسجدوں، عیدگاہوں میں بنا لیے جاتے ہیں، بلکہ ہر وہ گڑھا جس کی پیمائش سو ہاتھ ہے، بڑا حوض ہے اور اس سے کم ہے تو چھوٹا۔

۱۰۔ بڑے حوض میں ایسی نجاست پڑی کہ دکھائی نہ دے (جسے غیر مرئیہ کہتے ہیں) جیسے شراب، پیشاب تو اس کی ہر جانب سے وضو جائز ہے اور اگر دیکھنے میں آتی ہو، (جسے مرئیہ کہتے ہیں) جیسے پاخانہ یا کوئی مرا ہوا جانور تو جس طرف وہ نجاست ہو، اُس طرف وضو نہ کرنا بہتر ہے، دوسری طرف کرے۔

۱۱۔ بڑے حوض کہ اکثر مساجد یا عیدگاہ میں بنائے جاتے ہیں اور اس پر بہت

سے لوگ جمع ہو کر وضو کرتے ہیں، اُس میں کلی کرنا یا ناک سُنکنا نہ چاہیئے کہ یہ نظافت کے خلاف ہے۔

۱۲۔ مستعمل پانی اگر اچھے پانی میں مل جائے، مثلاً وضو یا غسل کرتے وقت قطرے لوٹے یا گھڑے میں ٹپکے، تو اگر اچھا پانی زیادہ ہے، تو یہ وضو اور غسل کے کام کا ہے، ورنہ سب کچھ بیکار ہو گیا۔

۱۳۔ پانی کسی طرح مستعمل ہو گیا، مثلاً اس میں ہاتھ پڑ گیا اور یہ چاہیں کہ یہ کام کا ہو جائے تو اچھا پانی اُس سے زیادہ اس میں ملا دیں، سب کام کا ہو جائے گا۔

۱۴۔ نجاست نے پانی کا مزہ بُو، رنگ بدل دیا، تو اس کو اپنے استعمال میں بھی لانا ناجائز اور جانوروں کو پلانا بھی۔ گارے وغیرہ کے کام میں لا سکتے ہیں، مگر اس گارے کی مٹی کو مسجد کی دیوار وغیرہ میں صرف کرنا جائز نہیں۔

۱۵۔ چھوٹے چھوٹے گڑھوں میں پانی ہے اور اس میں نجاست پڑنا معلوم نہیں، تو اس سے وضو جائز ہے۔

تنبیہ: کراہت طبعی کوئی مسئلہ شرعی نہیں۔ ہاں کوئی محلِ شک ہو تو احتیاط مناسب ہے اور یہ بھی نہ ہو کہ شرعاً جس کی طہارت ثابت ہو، اُسے اپنی اوہام پرستی سے ناپاک سمجھے یا اس کے استعمال کرنے والوں پر طعن کرے۔ حکم وہی ہے جو اللہ و رسول کا ہے اور حکم نہیں، مگر اللہ و رسول کے لیئے جل و علا و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

۱۶۔ بچہ جب پانی میں اپنا ہاتھ یا پاؤں ڈال دے، تو خاص اس بچے کے ہاتھ پاؤں دیکھیں۔ اگر ڈالتے وقت نجاست ثابت ہو تو پانی ناپاک ہے اور پاکی ظاہر ہو تو پاک ہے اور کچھ نہ کھلے تو صرف مستحب ہے کہ اور پانی استعمال کریں اور اگر اسی سے وضو کر کے نماز پڑھ لی، تو بلاشبہ جائز ہے۔ (فتاویٰ رضویہ)

"فائدہ نفیسہ واجبۃ الحفظ"

حق جلّ وعلا نے ہمیں یہ تکلیف نہ دی کہ ایسی ہی چیز کو استعمال کریں جو واقع ونفس الامر میں طاہر وحلال ہو کہ اس کا علم ہمارے حیطۂ قدرت سے ورا ہے : قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَھَا ۰ نہ یہ تکلیف فرمائی کہ صرف وہی شے برتیں جسے ہم اپنے علم ویقین کی رُو سے طیب وطاہر جانتے ہیں کہ اس میں بھی حرج عظیم ہے اور حرج مدفوع بالنص ہے : قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی مَا جَعَلَ عَلَیْکُمْ فِی الدِّیْنِ مِنْ حَرَجٍ ۰

اے عزیز! یہ دین بحمد اللہ تعالٰی آسانی وسماحت کے ساتھ آیا جو اسے اس کے طور پر لے گا۔ اس کے لیے ہمیشہ رفق ونرمی ہے اور تعمق وتشدد کو راہ دے گا۔ یہ دین اُس کے لیے سخت ہوتا جائے گا۔ یہاں تک کہ وہی تھک رہے گا اور اپنی سخت گیری کی آپ ندامت اٹھائے گا جیسا کہ احادیثِ کریمہ میں وارد ہے بلکہ صرف اس قدر حکم ہے کہ وہ چیز تصرف میں لائیں جو اپنی اصل میں حلال وطیب ہو اور اُسے کسی نجاست کا عارض ہونا ہمارے علم میں نہ ہو۔ لہٰذا جب تک خاص اس شے میں جسے استعمال کرنا چاہتا ہے۔ ممانعت کا کوئی قوی مَظِنّہ نہ پایا جائے گا۔ تفتیش وتحقیق کی بھی حاجت نہیں مسلمان کو روا ہے کہ اصل حل وطہارت پر عمل کرے اور یمکن ویحتمل وشاید ولعل کو جگہ نہ دے۔

خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے "جب تم میں سے کوئی اپنے بھائی مسلمان کے یہاں جائے اور اُسے اپنے کھانے میں سے کھلائے تو کھا لے اور کچھ نہ پوچھے اور اپنے پینے کی چیز میں سے پلائے تو پی لے اور کچھ دریافت نہ کرے (حاکم وغیرہ)

ہاں اس میں شک نہیں کہ شبہ کی جگہ تفتیش وسوال بہتر ہے۔ جب تک اس پر کوئی فائدہ مترتب ہوتا سمجھے اور یہ بھی اسی وقت تک جب اس احتیاط وورع میں کسی امر اہم کا خلاف لازم نہ آئے کہ شرع مطہر میں مصلحت کی تحصیل سے مفسدہ کا ازالہ مقدم تر ہے۔ مثلاً مسلمان نے دعوت کی یہ اس کے مال وطعام کی تحقیقات کر رہے ہیں، کہاں سے لایا، کیونکر پیدا کیا حلال ہے یا حرام، کوئی نجاست تو اس میں نہیں ملی ہے کہ بے شک یہ باتیں وحشت دینے والی ہیں اور مسلمان پر بدگمانی کر کے ایسی تحقیقات میں اسے ایذا دینا ہے۔ خصوصاً اگر وہ شخص شرعاً معظم ومحترم ہو جیسے عالم دین یا سچا مرشد یا ماں باپ یا استاذ یا ذی عزت مسلمان، سردار قوم کہ اس میں ترک ادب بھی ہے۔ غرض یہ کہ فرائض کی ادائیگی اور محرمات سے دوری وپرہیز کو رضائے خلق پر مقدم رکھے اور ان امور میں کسی کی مطلقاً پرواہ نہ کرے اور مستحب کی بجا آوری اور غیر مناسب کو چھوڑ دینے پر خلق کی مدارات اور مسلمانوں کے دل کی مراعات کو اہم جانے اور فتنہ ونفرت وایذا وحشت کا باعث ہونے سے بہت بچے۔ اسی طرح جو عادات ورسوم خلق میں جاری ہوں اور شرع مطہر سے ان کی حرمت وشناعت نہ ثابت ہو، ان میں اپنی بڑائی وبرتری اور تقوی وپرہیزگاری کے اظہار کے لیے مسلمانوں کا خلاف وجدائی نہ کرے کہ یہ سب امور اہل اسلام میں باہمی مدارات وانسیت کے مخالف ومعارض اور شارع کی مراد ومقصود کے مناقص ومنافی ہیں۔

ہاں ہاں ہوشیار یہ وہ نکتۂ جمیلہ وحکمت جمیلہ وکوچہ سلامت وجادۂ کرامت ہے جس سے بہت سے زاہدانِ خشک غافل وجاہل ہوتے ہیں، وہ اپنے زعم میں محتاط ودین پرور بنتے ہیں اور فی الواقع مغز حکمت ومقصود شریعت سے دور پڑتے ہیں۔ وباللہ التوفیق۔

ہاں ہاں شرع مطہر میں جس طرح گناہ سے بچنا فرض ہے یونہی موضعِ تہمت سے احتراز ضرور ہے اور بلا وجہ شرعی اپنے اوپر دروازۂ طعن کھولنا ناجائز ہے اور مسلمانوں کو اپنی غیبت وبدگوئی میں مبتلا کرنے کے اسباب کا ارتکاب ممنوع اور انہیں اپنے سے نفرت دلانا قبیح وشنیع۔ احادیث و اقوال ائمۂ دین سے اس پر صدہا دلائل ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم (فتاویٰ رضویہ)

کنوئیں کا بیان

پانی کے رہنے یا پائے جانے کی دو جگہ ہیں۔ معدن جیسے جھیل چشمہ نہر ندی سمندر اور کنواں وغیرہ، دوسری مشک مٹکے لگن وغیرہ دوسرے برتن جن میں عام طور پر پانی رکھا جاتا ہے۔ اور معدن ایسی چیز ہے کہ اس کے ناپاک ہونے سے لوگوں پر ناقابل برداشت مشقت پڑتی اور اس کے پانی نکالنے میں بڑی دقت ہوتی ہے کہ استعمالی برتنوں یا مشکیزوں کی طرح پانی کے چشموں یا دریاؤں یا نہروں وغیرہ کا نہ کوئی سرپوش ہے اور نہ ہی ان کو جانوروں کے لید گوبر اور درندوں کے منہ ڈالنے سے محفوظ رکھ سکتے ہیں۔ اس لیے شریعت مطہرہ نے یہ حکم دیا کہ ایسے بہتے ہوئے پانی میں اگر نجاست وغیرہ پڑ جائے تو وہ پانی کی طہارت پر غالب نہیں آسکتی۔ ان کی طہارت علیٰ حالہا باقی رہتی ہے، ان سے وضو و غسل کرنا ہر حال میں جائز و روا و درست و بجا ہے۔

اور اسی ماء جاری کے حکم میں ہیں، بڑے بڑے حوض یا گڑھے جن میں پانی کی بالائی سطح دہ در دہ کے مقدار میں ہوتی ہے۔

اب باقی رہے کنوئیں کہ انہیں پانی سے خالی کر کے بالکل پاک و صاف کر لینا نہ تو اتنا دشوار ہے کہ برداشت سے باہر ہو اور نہ ہی اتنا آسان کہ جب چاہو، اسے پاک صاف کر کے دھو ڈالو جس طرح کھانے پینے کے برتنوں کو پاک صاف کر لیا جاتا ہے اور کوئی دشواری و دقت پیش نہیں آتی۔ شریعتِ مطہرہ نے انسانی ضروریات و مقتضیات کا لحاظ فرماتے ہوئے کنوئیں کی طہارت کے کئی طریقے اپنی اپنی نوعیت و اہمیت کے اعتبار سے علیحدہ علیحدہ مقرر فرمائے۔

(۱) کنوئیں کا کُل پانی نکالا جائے، جبکہ:

۱۔ کنوئیں میں آدمی یا کسی جانور کا پیشاب یا بہتا ہوا خون یا کسی قسم کی شراب یا ناپاک لکڑی یا نجس کپڑا یا کوئی اور ناپاک چیز گر جائے۔

۲۔ یا جن چوپایوں کا گوشت نہیں کھایا جاتا، ان کا پاخانہ یا پیشاب یا مرغی اور بطخ کی بیٹ اُس میں پڑ جائے۔

۳۔ یا کنوئیں میں آدمی، بکری یا کتا یا ان کے برابر یا ان سے بڑا کوئی اور جانور جس میں بہتا ہوا خون ہو گر کر مر جائے یا جو بچہ مردہ پیدا ہوا وہ گر جائے یا گر کر مر جائے۔

۴۔ یا مرغا مرغی، بلی، چوہا، چھپکلی یا کوئی دموی جانور اس میں مر کر پھول جائے یا پھٹ جائے یا دو بلیاں مر جائیں یا سور کنوئیں میں گر جائے اگرچہ نہ مرے۔

۵۔ یا کافر مردہ اگرچہ سو بار دھویا گیا ہو، کنوئیں میں گر جائے یا اُس کی انگلی یا ناخن پانی سے لگ جائے۔

۶۔ یا چھ چوہے گر کر مر جائیں یا چھپکلی یا چوہے کی دُم کٹ کر کنوئیں میں گر جائے، اگرچہ پھولی پھٹی نہ ہو تو ان سب صورتوں میں کنوئیں کا کُل پانی نکالا جائے گا۔

۷۔ یونہی جبکہ جوتا یا گیند کنوئیں میں گر گئی اور نجس ہونا یقینی ہے۔

۸۔ یونہی کوئی جانور زندہ نکل آیا، مگر اس کا منہ پانی میں پڑا اور اس کا جھوٹا ناپاک یا مشکوک ہے۔

(ب) چالیس سے ساٹھ ڈول تک پانی نکالا جائے، جبکہ :
کنوئیں میں کبوتر، بلی، مرغی گر کر مرے یا تین یا چار چوہے گر کر مر جائیں۔

(ج) بیس ڈول سے تیس تک نکالا جائے جبکہ :
چوہا، چھچوندر، چڑیا، چھپکلی، گرگٹ یا ان سے چھوٹا کوئی دموی جانور کنوئیں میں گر کر مر جائے یا دو چوہے گر کر مر جائیں

(د) صرف تسکینِ قلب کے لیے بیس ڈول نکالنا مستحب ہے، جبکہ :

۱۔ جُوتا یا گیند کنوئیں میں گر گئی اور اس کا نجس ہونا یقینی نہیں۔

۲۔ سوّر کے سوا اور کوئی جانور کنوئیں میں گرا اور زندہ نکل آیا اور اس کے جسم پر نجاست لگی ہونا یقینی معلوم نہ ہو اور پانی میں اس کا مُنہ نہ پڑا۔

۳۔ یونہی جس کا جھوٹا پاک ہے، مثلاً بکری گری اور زندہ نکل آئی۔

۴۔ بچّے کے نہالچے کا ٹکڑا کنوئیں میں گر گیا اور اس پر نجاست کا ہونا معلوم نہیں

۵۔ یونہی بے وضو اور جُنبی اگر بلا ضرورت کنوئیں میں اتریں اور ان کے بدن پر نجاست نہ لگی ہو۔

(ف) بوجہ ضرورت پانی کی ناپاکی کا حکم نہ دیا جائے، جبکہ :

۱۔ پانی کا جانور یعنی وہ جو پانی میں پیدا ہوتا ہے اگر کنوئیں میں مر جائے یا مرا ہوا گر جائے۔ ہاں پھٹ کر گرا اس کے اجزاء پانی میں مل گئے، تو اس کا پینا حرام ہے۔

۲۔ یا جن جانوروں میں بہتا ہوا خون نہیں ہوتا جیسے مچھر، مکھّی وغیرہ وہ کنوئیں میں مر جائیں یا مر کر کنوئیں میں گر جائیں۔

۳۔ یا گھڑا وغیرہ جو برتن زمین پر رکھا جاتا ہے۔ اگر کنوئیں میں ڈالا جائے یا گر پڑے، یونہی لوٹا کہ پاخانے کو لے جاتے اور موضع نجاست سے الگ رکھتے ہیں، وہ کنوئیں میں۔ وہ کنوئیں میں جا پڑے، کنواں ناپاک نہ ہوگا، جب تک نجاست معلوم نہ ہو۔

۴۔ یا اہل ہنود کنوئیں میں اپنے لوٹے ڈالیں اور پانی بھریں یا ان پر کھڑے ہو کر نہائیں یا اپنے کپڑے دھوئیں کہ چھینٹیں کنوئیں میں جائیں۔ جب نجاست یقیناً نا معلوم ہو اور صرف اس قدر کہ غالباً ان کے برتن، کپڑے ناپاک ہوتے ہیں حکم نجاست کے لیے کافی نہیں، ورنہ بازار کی مٹھائی اور دودھ گھی وغیرہ سب حرام و نجس ٹھہریں گے اور یہ حرج ہے اور حرج مدفوع بالنص۔ ہاں احتیاط اس میں ہے کہ کنوئیں کو ان کے تصرّف

سے بچایا جائے، بالخصوص مسجد کے کنوئیں کہ اُن کے تصرف سے دُور رہیں اور اگر عام کنواں ہے جس کی بندش نہیں ہو سکتی اور کفار اور گنوار بھرتے ہیں، تو یہ محل ضرورت و حرج میں آگیا، جبکہ اور کنواں وہاں نہ ہو، ورنہ گندوں کا کنواں گندوں پر چھوڑ دیں۔

(فتاویٰ رضویہ)

۵۔ یا مینگنی، گوبر، لید، خشک یا تر، ثابت یا ریزہ ریزہ، کنوئیں میں گر جائے، جبکہ قلیل ہو، یعنی جسے دیکھنے والا کم کہے۔ شہر میں ہو خواہ گاؤں میں کنوئیں پر ڈھکنا ہو یا نہ ہو۔ ہاں کثیر ہو تو سب پانی نکالا جائے گا۔

۶۔ یا اُڑنے والے حلال جانور کبوتر، چڑیا کی بیٹ یا شکاری پرند، چیل، شکرا، باز کی بیٹ گر جائے یا چوہے یا چمگادڑ کا پیشاب اُس میں پڑ جائے۔

۷۔ یا پیشاب کی بہت باریک بُندکیاں مثل سُوئی کی نوک کے یا نجس غبار کنوئیں میں پڑ جائے۔

مسائلِ متفرقہ

۱۔ جس کنوئیں کا پانی ناپاک ہو گیا، اس کا ایک قطرہ بھی پاک کنوئیں میں پڑ جائے، تو یہ بھی ناپاک ہو گیا جو حکم اس کا تھا، وہی اس کا ہو گیا۔ یونہی ڈول، رسی، گھڑا جن میں ناپاک کنوئیں کا پانی لگا تھا۔ پاک کنوئیں میں پڑ گئے، وہ بھی ناپاک ہو جائے گا۔

۲۔ آدمی کا بچہ جو زندہ پیدا ہو حکم میں آدمی کے ہے اور بکری کا چھوٹا بچہ حکم میں بکری کے ہے اور جو جانور کبوتر سے چھوٹا ہو، چوہے کے حکم میں ہے اور جو بکری سے چھوٹا ہو، مرغی کے حکم میں ہے۔

۳۔ کنوئیں میں وہ جانور گرا جس کا جھوٹا پاک ہے یا مکروہ اور پانی کچھ نہ نکالا

اور وضو کرلیا تو وضو ہو جائے گا۔

۴۔ جس کی پیدائش پانی کی نہ ہو اور پانی میں رہتا ہو جیسے بطخ اس کے مرجانے سے پانی نجس ہو جائے گا۔

۵۔ جس کنوئیں کا پانی ناپاک ہو گیا، اس میں سے جتنا پانی نکالنے کا حکم ہے، نکال لیا گیا، تو اب وہ رسّی ڈول جس سے پانی نکالا ہے، پاک ہو گیا، دھونے کی ضرورت نہیں۔

۶۔ یہ جو حکم دیا گیا ہے کہ اتنا اتنا پانی نکالا جائے۔ اس کا یہ مطلب ہے کہ وہ چیز جو اس میں گری ہے، اس کو کنوئیں میں سے نکال لیں، پھر اتنا پانی نکالیں۔ اگر وہ اسی میں پڑی رہی، تو کتنا ہی پانی نکالیں، بیکار ہے۔ ہاں اگر وہ چیز سڑ گل کر مٹی ہو گئی یا اس کا نکالنا مشکل ہو تو اب فقط پانی نکالنے سے کنواں پاک ہو جائے گا۔

۷۔ جس کنوئیں کا ڈول معین ہو تو اسی کا اعتبار ہے اور اگر اس کا کوئی خاص ڈول نہ ہو تو ایسا ہو کہ ایک صاع یعنی تقریباً ۴ ½ سیر پانی آجائے۔ فائدہ صاع ہمارے امام کے نزدیک، آٹھ رطل کا ہوتا ہے اور ہر رطل بیس استار، ہر استار ساڑھے چار مثقال ہر مثقال ساڑھے چار ماشہ تو ہر رطل تینتیس تولہ نو ماشے اور صاع دو سو ستر تولہ کا ہوا۔

(فتاوی رضویہ)

۸۔ کنوئیں سے مرا ہوا جانور نکلا، تو اگر اس کے گرنے مرنے کا وقت معلوم ہے، تو اسی وقت سے پانی نجس ہے۔ اس کے بعد اگر کسی نے وضو یا غسل کیا یا کپڑے دھوئے اور اسی وضو و غسل یا کپڑوں سے نمازیں پڑھیں، وہ نمازیں نہ ہوئیں، ان کا لوٹانا فرض ہے اور اگر وقت معلوم نہیں، تو جس وقت دیکھا گیا، اسی وقت سے نجس قرار پائے گا۔ تیسرا اسی پر عمل ہے۔

۹۔ کنوئیں سے جتنا پانی نکالنا ہے، اس میں اختیار ہے کہ ایک دم سے اتنا

نکالیں یا تھوڑا تھوڑا کر کے۔

۱۰۔ مسلمان مردہ بعد غسل کے کنوئیں میں گر جائے تو اصلا پانی نکالنے کی ضرورت نہیں۔ یہی حکم شہید کا ہے، اگرچہ اس کے بدن پر خون ہو۔ ہاں بہنے کے قابل خون اس کے بدن سے جدا ہو کر پانی میں مل گیا تو اب ناپاک ہو گیا۔ واللہ اعلم!

جھوٹے پانی کا بیان

پانی جبکہ نہ جاری ہو نہ جاری کے حکم میں اور اس میں سے کوئی جاندار پی لے، تو شرعاً اس کی چار صورتیں ہوتی ہیں:

۱۔ جھوٹا پاک ہے، مثلاً:

آدمی کا جھوٹا چاہے جنبی ہو یا حیض و نفاس والی عورت یا کافر، مگر اس سے بچنا چاہیئے۔ تھوک اور کھنکار وغیرہ سے بدتر کافر کے جھوٹے کو سمجھنا چاہیئے۔ ہاں اگر منہ نجس ہو تو پانی ناپاک ہو جائے گا، مثلاً شراب پی کر فوراً پانی پیا، تو نجس ہو گیا۔ یونہی جن جانوروں کا گوشت کھایا جاتا ہے، چوپائے ہوں یا پرند ہوں، یونہی گھوڑے کا جھوٹا، یونہی اُس مرغی کا جھوٹا جو بند رہتی ہے۔

۲۔ جھوٹا پانی نجس ہے، اس کا استعمال جائز نہیں، مثلاً:

سؤر، کتا، شیر، چیتا، بھیڑیا، ہاتھی، گیدڑ اور دوسرے درندوں کا جھوٹا۔

۳۔ جھوٹا مکروہ ہے۔

۴۔ جھوٹا مشکوک ہے۔

ان دونوں صورتوں کا بیان قدرے تفصیل سے گزر چکا ہے۔

تیمم کا بیان

اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰۤى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآىٕطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَیَمَّمُوْا صَعِیْدًا طَیِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَ اَیْدِیْكُمْ ؕ

(یعنی اگر تم بیمار ہو یا سفر میں ہو یا تم میں کوئی پاخانہ سے آیا یا عورتوں سے مباشرت کی (جماع کیا) اور پانی نہ پاؤ تو پاک مٹی کا قصد کرو تو اپنے منہ اور ہاتھوں کا اس سے مسح کرو۔

احادیثِ کریمہ

۱۔ اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدّیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے ساتھ ایک سفر میں گئے۔ یہاں تک کہ جب "بیدا" یا "ذات الجیش" میں اترے، تو میرا ہار گم گیا، اُس کی تلاش کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے وہاں اقامت فرمائی، حالانکہ جہاں لشکر اترا تھا، وہاں پانی نہ تھا اور صبح وہاں سے کوچ کرنے کا ارادہ تھا۔ غرض صبح ہوئی تو پانی نہ تھا۔ لوگوں نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کیا کہ کیا آپ نہیں دیکھتے صدّیقہ نے کیا کیا حضور کو اور سب کو ٹھہرالیا اور نہ یہاں پانی ہے نہ لوگوں کے ہمراہ ہے۔ فرماتی ہیں کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے اور مجھ پر عتاب کیا۔ تو جب صبح ہوئی، ایسی جگہ جہاں پانی نہ تھا حضور اُٹھے اور اللہ تعالیٰ نے تیمم کی آیت نازل فرمائی اور لوگوں نے تیمم کیا۔ اس پر اسید بن حضیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: اے

آل ابوبکر یہ تمہاری پہلی برکت نہیں۔ یعنی تمہاری برکت سے مسلمانوں کو آسانیاں ہوتی ہی رہتی ہیں اور انہیں فائدے پہنچتے ہی رہتے ہیں۔ فرماتی ہیں جب میری سواری کا اونٹ اٹھایا گیا، تو اس کے نیچے سے ہار ملا۔ (بخاری شریف)

فائدہ جلیلہ

(۱) ہار گم ہونے اور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نہ بتانے میں بہت حکمتیں ہیں:

۱۔ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ہار کی وجہ سے قیام ان کی فضیلت و منزلت کا مشعر ہے۔

۲۔ صحابہ کا جستجو فرمانا اس میں ہدایت ہے کہ حضور کے ازواج کی خدمت مومنین کی سعادت ہے۔

۳۔ پھر حکم تیمم ہونا معلوم ہوتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کی خدمت کا صلہ ایسا ہے جس سے قیامت تک مسلمان منتفع ہوتے رہیں گے۔ سبحان اللہ

(۲) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ارشاد فرماتے ہیں منجملہ ان باتوں کے جن سے ہم کو لوگوں پر فضیلت دی گئی، یہ تین باتیں ہیں:

۱۔ ہماری صفیں ملائکہ کی صفوں کے مثل کی گئیں۔

۲۔ اور ہمارے لیے تمام زمین مسجد کر دی گئی:

۳۔ اور جب ہم پانی نہ پائیں زمین کی خاک ہمارے لیے پاک کرنے والی بنائی گئی۔ (مسلم شریف)

(۳) پاک مٹی مسلمان کا وضو ہے، اگرچہ دس برس پانی نہ پائے اور جب پانی پائے تو اپنے بدن کو پہنچائے، (غسل و وضو کرے) کہ یہ اس کے لیے بہتر ہے۔ (ترمذی شریف)

تیمم کے مسائل

جس کا وضو نہ ہو یا نہانے کی ضرورت ہو اور پانی پر قدرت نہ ہو تو وضو و غسل کی جگہ تیمم کرلے۔ اور پانی پر قدرت نہ ہونے کی چند صورتیں ہیں:

۱۔ ایسی بیماری کہ وضو یا غسل سے اس کے زیادہ ہونے یا دیر میں اچھا ہونے کا صحیح اندیشہ ہو، محض خیال ہی خیال بیماری بڑھنے کا ہو، تو تیمم جائز نہیں۔

۲۔ وہاں چاروں طرف ایک ایک میل تک پانی کا پتہ نہیں۔ اگر یہ گمان ہو کہ ایک میل کے اندر پانی ہوگا، تو تلاش کرلینا ضروری ہے، ورنہ تیمم نہ ہوگا۔

اور اگر غالب گمان یہ ہے کہ میل کے اندر پانی نہیں ہے، تو تلاش کرنا ضروری نہیں۔

اور اگر قریب میں پانی ہونے یا نہ ہونے کسی کا گمان نہیں، تو تلاش کرلینا مستحب ہے۔

اور اگر یہ گمان ہے کہ میل کے اندر تو پانی نہیں، مگر ایک میل سے کچھ زائد فاصلہ پر مل جائے گا تو مستحب ہے کہ نماز کے آخر وقت مستحب تک تاخیر کرے۔

۳۔ دشمن کا خوف کہ اگر اس نے دیکھ لیا، تو مار ڈالے گا یا مال چھین لے گا یا اس غریب نادار کا قرض خواہ ہے کہ اسے قید کرادے گا یا اس طرف سے سانپ ہے یا شیر ہے جس سے جان کا خطرہ ہے یا کوئی بدکار شخص ہے اور یہ عورت یا اَمرد ہے جس کو اپنی بے آبروئی کا گمان صحیح ہے، تو تیمم جائز ہے۔

۴۔ جنگل میں ڈول رسی نہیں کہ پانی بھرے، تو تیمم جائز ہے۔ اور اگر رسی چھوٹی ہے کہ پانی تک نہیں پہنچتی، مگر اس کے پاس کوئی کپڑا ایسا ہے کہ اس کے جوڑنے سے پانی مل جائے گا، تو تیمم جائز نہیں۔

۵۔ پیاس کا خوف یعنی اس کے پاس پانی ہے، مگر وضو یا غسل کے صرف میں

لائے گا تو خود یا دوسرا مسلمان یا اس کا جانور پیاسا رہ جائے گا یا وہ راہ ایسی ہے کہ دُور تک پانی کا پتہ نہیں تو تیمم جائز ہے۔

بدن یا کپڑا اس قدر نجس ہے جو مانع جوازِ نماز ہے اور پانی صرف اتنا ہے کہ دونوں کام نہیں ہو سکتے، تو پانی سے کپڑے یا بدن کو پاک کرلے اور پھر تیمم کرے اور اگر تیمم پہلے کر لیا تو اب پھر کرے کہ پہلا تیمم نہ ہوا۔

۶۔ پانی گراں ہونا یعنی وہاں کے حساب سے جو قیمت ہونی چاہیئے، اس سے دو چند مانگتا ہے، تو تیمم جائز ہے اور اگر اتنا فرق نہیں تو تیمم جائز نہیں۔

یونہی پانی مول ملتا ہے اور اس کے پاس حاجتِ ضروریہ سے زیادہ دام نہیں، تو تیمم جائز ہے۔

۷۔ یہ گمان کہ پانی تلاش کرنے میں قافلہ نظروں سے غائب ہو جائے گا یا ریل چھوٹ جائے گی، تو تیمم کرلے۔

۸۔ یہ گمان ہے کہ وضو یا غسل کرنے میں عیدین کی نماز جاتی رہے گی تو تیمم کرلے۔

۹۔ سردی شدید ہے اور حمام نہیں یا اُجرت دینے کو نہیں نہ پانی گرم کر سکتا ہے نہ ایسے کپڑے، لحاف وغیرہ ہیں کہ نہا کر ان سے گرمی حاصل کر سکے اور سردی کے ضرر سے بچنے کیلئے نہ آگ ہے جس سے تاپ سکے، تو اس سردی میں نہانے سے مرض کا صحیح خوف ہے، تو تیمم کر سکتا ہے۔ اگرچہ شہر میں ہو۔ سردی کے باعث وضو نہیں چھوڑ سکتا۔ ہاں اگر اس سردی میں وضو سے بھی حدوثِ مرض کا صحیح خوف ہو جب بھی تیمم کرے۔ خالی وہم کا اعتبار نہ نہانے میں بھی نہیں وضو تو وضو۔

۱۰۔ غیر ولی کو نمازِ جنازہ فوت ہو جانے کا خوف ہو تو تیمم جائز ہے، یعنی یہ کہ نمازِ جنازہ قائم ہونے کو ہے، اس کے وضو کا انتظار نہ ہو گا اور یہ جب تک وضو کرے چاروں تکبیریں ہو چکی ہوں گی۔ اگرچہ سلام پھیرنا باقی رہے کہ نمازِ جنازہ تکبیروں پر ختم ہو جاتی ہے۔ ان کے بعد ملنے کا محل نہیں، اگرچہ ابھی سلام نہ ہوا ہو۔ (کما فی الدرر وغیرہا)

افاداتِ رضویہ

۱۔ جو تیمم تنگی وقت کے لیے کیا ہو، اس سے دوسری عبادت کے لیے طہارت جائز نہیں کہ یہ اس ضرورت کے لیے تھا جہاں ضرورت نہیں، اس کے لیے وہ تیمم بھی باطل۔

۲۔ پانی نہ ہونے کے سبب تیمم کیا تھا، پھر ایسا بیمار ہوگیا کہ وضو نقصان کرے گا۔ اب پانی پایا، تو دوبارہ بیماری کا تیمم کرے کہ وہ تیمم کہ پانی نہ ہونے کا تھا جاتا رہا۔

۳۔ اگر پانی سے طہارت کر کے وقت میں فرض پا سکتا ہے۔ سنتیں یا وتر نہ ہو سکیں گے تو تیمم کی اجازت نہیں۔ پانی سے طہارت کر کے تنہا فرض پڑھ لے، وتروں کی قضا پڑھے، سنتیں گئیں۔

۴۔ کیسی ہی سخت سردی ہو، اس کے سبب وضو کی جگہ تندرست آدمی کو تیمم جائز نہیں، جب تک دلائلِ شرعیہ میں سے کوئی دلیل یہ ثابت نہ کرے کہ وضو کیا تو بیمار ہو جائے گا۔

۵۔ بعض لوگ معمولی نزلہ زکام وغیرہ کی حالت میں وضو یا غسل سے نقصان پہنچنے یا بیماری بڑھنے کے خیال ہی خیال میں نماز کے لیے وضو وغسل چھوڑ بیٹھتے اور وضو یا غسل کا تیمم کر کے نماز ادا کرتے ہیں، حالانکہ وضو یا غسل میں پانی سے نقصان کا نرا خیال کافی نہیں بلکہ مریض کو تیمم کے لیے وضو یا غسل سے بیماری زیادہ ہونے یا دیر میں اچھا ہونے کا صحیح اندیشہ دخوف درکار ہے۔ خواہ یوں کہ خود اس کا تجربہ ہو کہ پانی سے طہارت کرتا ہے، تو مرض بڑھ جاتا ہے یا دیر میں اچھا ہوتا ہے یا یوں کہ کسی مسلمان اچھے لائق حکیم نے جو ظاہرًا فاسق نہ ہو کہہ دیا کہ پانی نقصان کرے گا۔ یہاں کسی ڈاکٹر یا فاسق یا ناقص ومعمولی طبیب کا قول بھی معتبر و کافی نہیں۔ یوں ہی اگر فی الحال مرض نہیں، مگر تجربہ وغیرہ سے (جس کا ابھی بیان ہوا) ثابت ہے کہ اس وقت پانی سے طہارت کی تو بیمار ہو جائے گا، تو بھی تیمم جائز ہے۔

اور بیماری میں اگر ٹھنڈا پانی نقصان کرتا ہے، تو گرم پانی سے وضو اور غسل ضروری ہے، تیمم جائز نہیں۔ ہاں اگر ایسی جگہ ہو کہ گرم پانی نہ مل سکے، تو تیمم جائز ہے۔

۶۔ جس طرح باوضو کو وضو کرنا ثواب ہے، تیمم ہوتے ہوئے دوبارہ تیمم کرنا کچھ ثواب نہیں، بلکہ عبث و مکروہ ہے۔ یونہی تیمم میں کسی عضو پر مکرر مسح کرنا بالاجماع مکروہ ہے، یعنی جدید و ضرب واحد سے بھی عبث ہے، مگر جبکہ استیعاب میں شبہ ہو۔

۷۔ تیمم کی ضربوں سے صرف اس قدر مراد ہے کہ ہاتھوں سے جنس ارض کو مس کرنا، کچھ سختی سے مارنا ہی ضرور نہیں، ہاں اولیٰ ہے۔

۸۔ تیمم کے لیے پانی معدوم ہونے کے یہ معنی ہیں کہ اس کے پاس نہ ہو اور اس تک پہنچنے میں حرج و ضرر ہو، تو پانی اگر آنکھوں کے سامنے موجود ہے، مگر اس تک پہنچ نہیں سکتا تو وہ پانی معدوم ہی ٹھہرے گا۔

۹۔ جاڑے میں وضو کرنے سے سردی بہت معلوم ہوگی۔ اس کو تکلیف ہوگی، مگر کسی مرض کا اندیشہ نہیں، تو تیمم کی اجازت نہیں۔

۱۰۔ جنبی اگر وضو کی نیت سے تیمم کرے، جب بھی صحیح ہے، تو اگر وضو کا تیمم غسل کی نیت سے کرے، تو بدرجۂ اولیٰ صحیح ہے۔

۱۱۔ پانی ہوتے ہوئے قرآن کریم چھونے یا تلاوت کے لیے تیمم کیا لغو و باطل ہوگا نہ اس سے مصحف شریف کا چھونا حلال ہو سکے گا نہ جنبی کو تلاوت۔

۱۲۔ اگر وضو کرتا تو نماز جنازہ ہو چکتی، اس ضرورت سے تیمم کرکے پڑھی، اتنے میں اور جنازہ آگیا اور اس میں اتنی مہلت تھی کہ وضو کر لیتا، مگر نہ کیا اور اب اتنی مہلت نہ رہی، تو اس کے لیے دوبارہ تیمم کرے پہلا جاتا رہا۔ ہاں دونوں نمازوں کے بیچ میں وضو کر لینے کی مہلت نہ تھی، تو پہلا ہی تیمم باقی ہے، اسی سے دوسرا جنازہ بھی پڑھے۔

(فتاویٰ رضویہ)

تنبیہ ضروری: تیمم معہود میں اکثر کف سے چہرے اور ہاتھوں کو مسح کرنا لازم ہے۔ اگر ایک بار دو انگلیوں سے مسح کیا، اگرچہ انہیں بار بار ضرب کرکے چہرہ یا ہاتھ کے مختلف مواضع پر پھیر کر استیعاب کر لیا (کہ چہرہ و ہر دو دست کا جہاں تک دھونا فرض ہے، تیمم میں ان کے ہر ذرّے پر پھیر لیا) تیمم نہ ہوگا۔ (فتاویٰ رضویہ)

تیمم کے فرائض

تیمّم میں تین فرض ہیں،

۱۔ فرضِ اوّل نیّت یعنی ایسی نجاست سے جس سے وضو یا غسل فرض ہوتا ہے، طہارت حاصل کرنے کے لیے مسلمان عاقل کا جنس زمین طاہر سے چہرہ و ہر دو دست کا مسح کرنا۔

اس پر متعدد مسائل متفرع ہوتے ہیں، مثلاً:

۱۔ کسی نے ہاتھ مٹی پر مار کر منہ اور ہاتھوں پر پھیر لیا اور نیّت نہ کی تیمم نہ ہوگا۔

۲۔ کافر نے اسلام لانے کے لیے تیمم کیا، اس سے نماز جائز نہیں کہ وہ اُس وقت نیّت کا اہل نہ تھا کہ نیّت اللہ عزّوجل کے لیے ہے اور کافر اسے جانتا ہی نہیں اس کے لیے نیّت کیا کرے گا۔

۳۔ بیمار یا بے دست و پا اپنے آپ تیمم نہیں کر سکتا، تو اسے کوئی دوسرا تیمم کرا دے۔ اب تیمم کرانے والے کی نیّت کا اعتبار نہیں، بلکہ اس کی نیّت چاہیئے جسے تیمم کرایا جا رہا ہے۔

۴۔ نابالغ نے تیمم کیا، تو یہ تیمم صحیح ہے کہ تیمم کے لیے بلوغ شرط نہیں۔

۵۔ مجنون یا ناسمجھ بچہ اگر تیمم کی نقل کرے، وہ معتبر نہیں، کہ تیمم کی شرط نیّت ہے۔

اور یہ یہاں دونوں صورتوں میں مفقود۔

۶۔ جنس زمین پر ہاتھ مارتے وقت نیت نہ تھی، بعد کو خیال آیا، تو اب نیت کر لینا کافی نہ ہوگا۔

۷۔ تیمم کی نیت سے خاک پر لوٹا، اگر خاک چہرہ اور ہر دو دست کو پہنچ گئی تیمم ہوگیا، ورنہ نہیں۔

۸۔ زمین پر نجاست پڑ کر خشک ہوگئی کہ اس کا رنگ و بو وغیرہ کوئی اثر نہ رہا نماز کے حق میں پاک ہوگئی، مگر تیمم اس سے نہیں ہو سکتا، جب تک دھو کر پاک نہ کر لی جائے۔ (افادات رضویہ)

فرض دوم۔ سارے منہ پر ہاتھ پھیرنا اس طرح کہ کوئی حصہ باقی نہ رہ جائے۔ اگر بال برابر بھی کوئی جگہ رہ گئی، تیمم نہ ہوا۔

یہاں بھی متعدد صورتیں نکل سکتی ہیں:

۱۔ داڑھی اور مونچھوں اور بھوؤں کے بالوں پر ہاتھ نہ پھیرا تو تیمم نہ ہوا۔

۲۔ بھوؤں کے نیچے اور آنکھوں کے اوپر جو جگہ ہے اور ناک کے حصہ زیریں کا خیال نہ رکھیں گے، تو ان پر ہاتھ نہ پھرے گا اور تیمم نہ ہوگا۔

۳۔ کسی نے ہاتھ پھیرتے وقت ہونٹوں کو زور سے دبا لیا کہ کچھ حصہ باقی رہ گیا، تو تیمم نہ ہوا۔

۴۔ یونہی اگر زور سے آنکھیں بند کر لیں، جب بھی تیمم نہ ہوگا۔

۵۔ مونچھوں کے بال اتنے بڑھ گئے کہ ہونٹ چھپ گیا اور بالوں کو اٹھائے بغیر ہاتھ پھیر لیا تو تیمم نہ ہوگا کہ بالوں پر ہاتھ پھیرنا کافی نہیں۔

فرض سوم: دونوں ہاتھوں کا کہنیوں سمیت مسح کرنا۔ اس میں یہ خیال رہے کہ ذرہ برابر جگہ باقی نہ رہے، ورنہ تیمم نہ ہوگا۔

تیمم کا طریقہ

تیمم کا طریقہ یہ ہے کہ دونوں ہاتھ کی انگلیاں کشادہ کر کے زمین پر یا کسی ایسی چیز پر جو زمین کی قسم سے ہو (جو چیز آگ سے جل کر نہ راکھ ہوتی ہے نہ پگھلتی ہے نہ نرم ہوتی ہے، وہ زمین کی جنس سے ہے، اس سے تیمم جائز ہے جیسے کھریا مٹی پتھر، گیرو، ہڑتال، سُرمہ، کچی اینٹ وغیرہ) مار کر لوٹ لیں اور زیادہ گرد لگ جائے تو ایک ہاتھ کے انگوٹھے کی جڑ کو دوسرے ہاتھ کے انگوٹھے کی جڑ پر مار کر جھاڑ لیں (نہ اس طرح کی سی آواز نکلے) اور اس سے سارے منہ کا مسح کریں۔

پھر دوسری مرتبہ یُوں ہی زمین پر ہاتھ مار کر دونوں کا ناخن سے کہنیوں سمیت مسح کریں اور ہاتھوں کے مسح میں بہتر طریقہ یہ ہے کہ بائیں ہاتھ کے انگوٹھوں کے علاوہ چار انگلیوں کا پیٹ داہنے ہاتھ کی پشت پر رکھے اور انگلیوں کے سروں سے کہنی تک لے جائے اور پھر وہاں سے بائیں ہاتھ کی ہتھیلی سے داہنے کے پیٹ کو مس کرتا ہوا گٹے تک لائے اور بائیں انگوٹھے کے پیٹ سے داہنے انگوٹھے کی پشت کو مسح کرے۔ پھر یونہی داہنے ہاتھ سے بائیں کا مسح کرے اور غبار پہنچ گیا ہو تو بھی انگلیوں کا خلال کرے اور غبار نہ پہنچا ہو، تو خلال فرض ہے۔

فائدہ جلیلہ

عبارت دو قسم کی ہے؛

۱۔ مقصودہ کہ خود مستقل قربت ہو، دوسری قربت کے لیے محض وسیلہ ہونے کو مقرر نہ ہوئی ہو۔

۲۔ غیر مقصودہ کہ وہ صرف وسیلہ ہے۔

اور ان میں ہر قسم سے بعض مشروطہ بطہارت ہیں کہ بے طہارت جائز نہیں اور بعض غیر مشروطہ کہ بے طہارت بھی جائز ہیں۔

تو اب عبادات چار قسم کی ہو گئیں:

۱۔ مقصودہ مشروطہ بطہارت جیسے نماز و سجدۂ تلاوت و سجدۂ شکر کہ سب مقصود بالذات ہیں اور سب کے لیے طہارتِ کاملہ شرط یعنی نہ حدثِ اکبر ہو نہ اصغر نیز یادہ پر تلاوتِ قرآن مجید کہ مقصود بالذات ہے اور اس کے لیے حدثِ اکبر سے طہارت شرط ہے، بغیر وضو البتہ جائز ہے۔

۲۔ مقصودہ غیر مشروطہ کہ ہو تو مقصود بالذات مگر اس کے لیے طہارت ضرور نہ ہو، جیسے اسلام لانا سلام کا جواب دینا کہ سب مقصود بالذات ہیں اور ان کے لیے طہارت شرط نہیں۔

۳۔ غیر مقصودہ مشروطہ کہ ہو تو دوسری عبادات کا وسیلہ، مگر بغیر طہارت جائز نہ ہو، خواہ صرف طہارتِ کبریٰ شرط ہو یا کاملہ جیسے مصحف شریف کا چھونا کہ بغیر وضو بھی حرام ہے اور مسجد میں جانا کہ صرف حدثِ اکبر میں حرام، اصغر میں جائز ہے۔

۴۔ غیر مقصودہ غیر مشروطہ کہ وسیلہ ہو اور طہارت شرط نہیں جیسے اذان و اقامت کہ وسائلِ نماز ہیں اور جنب سے بھی صحیح، اگرچہ اس کی اقامت زیادہ مکروہ ہے۔

اب پانی نہ ہونے کی حالت میں چاروں قسموں کے لیے تیمم صحیح ہے اور نماز صرف اسی تیمم سے ہو سکے گی جو رفع حدث و حصولِ طہارت یعنی پاک ہونے کی نیت سے کیا گیا یا خاص قسم اول یعنی ایسی عبادت مقصودہ کے لیے کیا گیا جو بلا طہارت جائز نہ ہو، ورنہ جس کے لیے کیا گیا، اس کے سوا کوئی عبادت بھی جائز نہیں۔

(فتاویٰ رضویہ)

وہ چیزیں جن سے تیمم جائز ہے

سیدنا امام الائمہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کے نزدیک ہر اس چیز سے تیمم جائز درواہے جو جنس زمین سے ہو اور ہر وہ چیز کہ آگ سے جل کر نہ راکھ ہوتی ہے نہ پگھلتی ہے نہ نرم ہوتی ہے، وہ زمین کی جنس سے ہے۔ ہم یہاں ان بعض اشیاء کا شمار کرتے ہیں جن سے ہمارے یہاں تیمم جائز ہے۔

ریتا، چونا، سرمہ، ہڑتال، گندھک، مردہ سنگ، گیرو، پتھر، زبرجد، فیروزہ، عقیق، زمرد وغیرہا جواہر اگرچہ ان پر غبار نہ ہو۔

شورہ جو ہنوز پانی میں ڈال کر صاف نہ کیا گیا ہو، نمک جو کان سے نکلتا ہے۔ زمین یا پتھر جو جل کر سیاہ ہو جاتے، یونہی پتھر اگر جل کر راکھ ہو جاتے۔ خاک اور ہمارے نزدیک شور بھی جس میں کوئی چیز اگنے کی صلاحیت نہ ہو۔ کالی مٹی، سرخ مٹی، پیلی مٹی، سفید مٹی مگر جب رنگ چھوٹ کر ہاتھ منہ کو رنگین کر دے تو بغیر ضرورت شدیدہ اس سے تیمم کرنا جائز نہیں اور کر لیا تو ہو گیا۔ بھیگی مٹی جبکہ مٹی غالب ہو جیسے وہ تر زمین جس پر چھڑکاؤ ہوا ہو، کچی اینٹ یا اس کی دیوار یا مٹی سے پتی ہوئی دیوار یا گوندے یا ڈھیلوں کی دیوار مٹی کے آبخورے، مٹکے، کونڈے، رکابیاں وغیرہ ہر مٹی کا برتن جس پر روغن نہ ہو نہ غیر جنس کی رنگت یا وہ چیز جس کی رنگت ہے، جنس زمین سے تو نہیں، مگر برتن پر اس کا جرم نہیں۔ ٹھیکری سالم ہو یا پسی ہوئی روڑا، کنکریٹ، بجری، کنکری، پتھر کے ریزے کہ زمین پر ہوتے ہیں۔ پکی اینٹ اگرچہ باریک کٹی ہوئی گچ چونے کا پتھر جسے پھونک کر چونا بناتے ہیں۔ گچ کی دیوار، نورہ مال اڑانے کا نسخہ ہڑتال چونا ملا ہوا معدنی شیشہ جس پر غبار ہو کہ یہ ساری چیزیں جنس زمین سے ہیں اور ان سے تیمم جائز ہے۔

ان کے علاوہ بعض چیزیں کہ جنس زمین ہیں یہ ہیں تیمم ان سے بھی جائز و روا ہے۔
خاکِ شفا، کھریا مٹی، ملتانی مٹی، گل خوردنی خالص، سوندھی مٹی، خوشبو، خوشنا اَلقہ جسے طین خراسانی کہتے ہیں۔ بعض حاملہ عورتیں اور پست طبیعت لوگ اسے کھاتے ہیں۔ طباً مضر اور شرعاً حرام ہے، مگر اس سے تیمم جائز جبکہ اور دوائیں ملا کر اسے مغلوب نہ کر دیا ہو۔ کاٹھیاواڑ میں سُن کر کی مٹی کہ سونے کے مثل ہوتی ہے۔ سیمنٹ کہ ایک پتھر ہے پھنکا ہوا۔ سیل کھڑی اس سے دیوار پر سفید چمکدار چکنی قلعی ہوتی ہے۔ اگرچہ دودھ بھی ملاتے ہیں، مگر وہ قلیل ہے اور اعتبار غالب کا۔ قلعی کا سفیدہ جس سے دیوار پر سفیدی ہوتی ہے۔ سنگجراحت اور سنگ سماق جس کے کھرل مشہور ہیں۔ (فتاوی رضویہ)

یادداشت ضروری: یہاں ایک دقیقہ ہے جس کا ذکر کتب میں نظر سے نہ گزرا۔ بعض پتھر پیدائشی یا ان میں ذانت پیدا کرنے سے ایک سمت میں ایسے کھدرے ناہموار ہوتے ہیں کہ ان پر کف دست کی ضرب سے ہتھیلی کی پوری سطح پتھر سے مس نہ کرے گی۔ اس صورت میں اگر اکثر کف کو مس نہ کیا تیمم صحیح نہ ہوگا، لہٰذا اقبال و ادبار یعنی ہاتھ جنسِ ارض پر ملنا آگے لے جانا پیچھے لانا کہ تیمم میں سنت تھا، یہاں فرض ہوگا کہ تمام کف یا کم از کم اکثر کو پتھر سے مس ہو جائے۔ یہی حکم کنکریلی ناہموار زمین وغیرہ میں ملحوظ رہنا لازم ہے۔ (فتاوی رضویہ)

وہ بعض اشیا جن سے تیمم صحیح نہیں

ظاہر ہے کہ جنسِ ارض کے سوا دنیا کی تمام چیزیں ہمارے ائمہ کے اجماع سے ناقابلِ تیمم ہیں، تو ان کا شمار نامقدور، مگر ہم یہاں ان کا ذکر اس لیے کرتے ہیں کہ دستور علما ہے کہ اگر علمائے کرام افادہ نہ فرمائیں، تو اپنے گھر سے کون جان سکتا ہے۔

جو چیز آگ سے جل کر راکھ ہو جاتی ہو جیسے گھاس، لکڑی، درخت وغیرہ اُن سے تیمم جائز نہیں۔ یونہی نباتات، میوے، مہندی، وسمہ ہر قسم کا غلہ گیہوں جو وغیرہ آٹا ستو جملہ اقسام طعام۔

یونہی جو چیز آگ میں پگھل جاتی یا نرم ہو جاتی ہے، وہ جنس زمین سے نہیں، لہٰذا ان پر تیمم جائز نہیں، جیسے چاندی، سونا، تانبا، لوہا، پیتل، کانسا، بھرت، رانگ، سیسا وغیرہ دھاتیں، یونہی شورا، نوشادر، سفیدہ کاشغری کہ قلعی کا سپیدہ ہے یعنی رانگ اور جست سے بنتا اور دکھتی آنکھ میں بھرا جاتا ہے۔ طباشیر بانس کی رطوبت ہے کہ جم جاتی ہے۔ سیندور رانگ اور سفیدہ سے بنتا ہے۔ سانبھر نمک کہ پانی سے بنتا ہے۔ مشک، عنبر، کافور، موتی، سیپ، گھونگا، لوبان، راکھ، سونے، چاندی رانگ فولاد غرض کسی دھات کا کشتہ، مصنوعی مردار سنگ، مٹی جس میں راکھ یا آٹا برابر یا زائد ملے ہوں۔ کیچڑ جس پر پانی غالب ہو، غبار کہ ناپاک زمین سے اٹھا یا تر ناپاک چیز پر گرا۔ یونہی تیمم اس زمین یا پہاڑ پر نہیں کیا جا سکتا جس پر دوب اُگی ہے یا برف جما ہوا ہے یا جس پر مینہ برس رہا ہے یا مینہ برس کر کھل گیا اور پانی جاری ہے اور اسی کے حکم میں ہے پختہ فرش اور دیوار جس پر کاہی جمی ہوئی ہے یا وہ زمین جہاں نجاست کا گمان ہو یا وہ زمین جس کا نمک پانی سے بنا ہو یا وہ زمین جس پر کھیتی یا گھاس وغیرہ تھی اور وہ جلائی گئی اور ان کی راکھ خاک پر غالب آگئی۔ وہ زمین جس پر نجاست گری اور سوکھ گئی کہ نجاست کا اثر باقی نہ رہا، البتہ اس پر نماز پڑھ سکتے ہیں۔ (فتاویٰ رضویہ)

مسائل متفرقہ

۱۔ کھر نجے اور سڑک اور سادہ زمین پر بھی اس حالت میں تیمم جائز ہے کہ ان پر

لید، گوبر، پیشاب کوئی نجاست نہ پڑی ہو یا پڑی اور زور کا مینہ برسا کہ پاک کر گیا یا دھو کر پاک کر لی۔

۲۔ کھریا پتھر نہیں، اس پر تیمم نہیں ہو سکتا۔ یونہی سنگِ بصری پتھر نہیں، بلکہ سیسے کا دھواں ہے، اس پر بھی تیمم نہیں ہو سکتا۔

۳۔ جو ایسی جگہ ہے جہاں نہ پانی نہ پاک مٹی۔ وہ نمازوں کے وقت نماز کی صورت ادا کرے۔ حقیقتاً نماز کی نیت نہ ہو۔ پھر قدرت پانے پر ان نمازوں کی قضا پڑھے۔

۴۔ اگر کیچڑ کے سوا تیمم کو کچھ نہ ملے، تو اگر وقت میں وسعت ہے کپڑا یا اپنا پاؤں مثلاً اس سے سان لے، جب خشک ہو جائے، اس سے تیمم کرے، ورنہ گیلی ہی سے تیمم واجب۔

۵۔ اگر تیمم میں حصولِ طہارت یا رفع حدث (ناپاکی دور ہونے) یا جوازِ نماز (نماز جائز ہونے) کی نیت نہ کی، بلکہ صرف اتنی کہ میں تیمم کرتا ہوں یا میں نے تیمم کی نیت کی، تو تیمم نہ ہو گا۔

۶۔ تیمم میں ترتیب شرط نہیں چاہے، پہلے ہاتھوں کا مسح کرے یا منہ کا ہر طرح تیمم ہو جائے گا۔ ہاں تیمم معہود میں ترتیب سنت ہے۔

۷۔ ہتھیلیوں پر کوئی لیپ لگا ہے اور خشک ہو گیا اور اس کا چھڑانا مضر ہے، تو اسی حالت میں ہتھیلیاں جنس ارض پر مار کر تیمم کرے۔

۸۔ آدمی نے جہاں سے تیمم کیا۔ اگر ہزار بار وہیں سے تیمم کیا یا جہاں سے ایک شخص نے تیمم کیا۔ اگر ہزاروں آدمی خاص اسی جگہ سے تیمم کریں، کچھ حرج نہیں کہ جنسِ ارض تیمم سے مستعمل نہیں۔

۹۔ یہ جو مشہور ہے کہ مسجد کی دیوار یا زمین سے تیمم کرنا ناجائز یا مکروہ ہے یا غلط ہے، مذہبِ حنفی میں اس کی کوئی اصل نہیں اور بے دلیل مردود و ذلیل ہے کہ تیمم جو کچھ تصرف میں

ہے۔ اپنے چہرہ و دست پر ہے، دیوار یا زمین سے صرف چھونے ہاتھ لگانے کا تعلق ہوگا۔ یہ دیوار میں کوئی تصرف نہ کہلائے گا، ورنہ مکروہ نہیں، بلکہ حرام ہوتا اور نہ صرف تیمم کرنا بلکہ اُس پر ہاتھ لگانا یا انگلی سے چھونا یا دیوارِ مسجد سے پیٹھ لگانا سب حرام ہوتا اور اس کا قائل نہ ہوگا، مگر سخت جاہل۔

۱۰۔ سنّت یہ ہے کہ جنسِ ارض پر کفِ دست و پشتِ دست دونوں سے ضرب کرے، پہلے ہتھیلیاں رکھے، پھر ان کی پیٹھ۔ یونہی تیمم کے لیے ہاتھ جنسِ ارض پر رکھے تو سنّت یہ ہے کہ ہاتھ اس پر ملے، آگے بڑھائے، پھر اپنی طرف لائے۔

تیمم توڑنے والی چیزوں کا بیان

چونکہ پانی پر قدرت نہ ہونے کی صورت میں تیمم وضو اور غسل کا قائم مقام ہوتا ہے، اس لیے عقلی طور پر یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ تیمم نہ رہنے کی تین صورتیں نکل سکتی ہیں:

۱۔ کوئی ایسی صورت پائی جائے جس میں وضو ٹوٹ جاتا ہے۔

۲۔ یا غسل واجب ہو جاتا ہے۔

۳۔ یا پانی کے استعمال کا کوئی عذر باقی نہ رہے۔

تو قاعدۂ کلیہ یہ ٹھہرا کہ جن چیزوں سے وضو ٹوٹتا ہے یا غسل واجب ہوتا ہے ان سے تیمم بھی جاتا رہے گا اور علاوہ ان کے پانی پر قادر ہونے سے بھی تیمم ٹوٹ جائے گا۔

تشریحی مسائل

۱۔ مریض نے غسل کا تیمم کیا تھا اور اب تندرست ہو گیا کہ غسل سے ضرر نہ پہنچے گا،

تو تیمم جاتا رہا۔

۲۔ اتنا پانی ملا کہ وضو کے لیے کافی نہیں، یعنی ایک مرتبہ اور ایک ایک مرتبہ دونوں ہاتھ پاؤں نہیں دھو سکتا، تو وضو کا تیمم نہ ٹوٹا اور اگر ایک ایک مرتبہ دھو سکتا ہے، تو جاتا رہا۔

۳۔ غسل کے تیمم کرنے والے کو اتنا پانی ملا جس سے غسل نہیں ہو سکتا، تو تیمم نہیں گیا۔

۴۔ پانی کے پاس اونگھتا ہوا گزرا اور پانی کی اطلاع ہو گئی، تو تیمم ٹوٹ گیا، ورنہ نہیں یوں ہی پانی پر گزرا اور اپنا تیمم یاد نہیں، تو بھی تیمم جاتا رہا۔

۵۔ چند شخص تیمم کیے ہوئے تھے، کسی نے ان کے پاس ایک وضو کے لائق پانی لاکر کہا کہ جس کا جی چاہے اس سے وضو کر لے، تو سب کا تیمم جاتا رہا اور اگر وہ سب نماز میں تھے، تو نماز بھی سب کی گئی۔

۶۔ صورت مذکورہ میں یہ کہا کہ تم سب اس سے وضو کر لو تو کسی کا بھی تیمم نہ ٹوٹے گا۔

۷۔ کسی نے غسل کیا، مگر تھوڑا سا بدن سوکھا رہ گیا، یعنی اس پر پانی نہ بہا اور اب پانی بھی نہ رہا کہ اسے دھولے، اس لیے غسل کا تیمم کیا، پھر بے وضو ہوا اور وضو کا تیمم کیا، پھر اسے اتنا پانی ملا کہ وضو بھی کر لے اور وہ سوکھی جگہ بھی دھو لے، تو دونوں تیمم وضو اور غسل کے جاتے رہے اور اگر اتنا پانی ملا کہ نہ اس سے وضو ہو سکتا نہ وہ جگہ دُھل سکتی ہے، تو وہ دونوں تیمم باقی ہیں اور اس پانی سے جتنا خشک حصہ دُھل سکے، دھولے۔

اور اگر اتنا ملا کہ وضو کر سکتا ہے اور خشکی کے لیے کافی نہیں، تو وضو کا تیمم جاتا رہا۔

اور اگر صرف خشک حصہ کو دھو سکتا ہے، وضو نہیں کر سکتا، تو غسل کا تیمم جاتا رہا۔ وضو کا باقی ہے۔ اُس پانی کو اس کے دھونے میں صرف کرے۔

اور اگر ایک کر سکتا ہے، وضو کر لے، چاہے اُسے دھولے، تو غسل کا تیمم جاتا رہا، اس سے اس جگہ کو دھولے اور وضو کا تیمم باقی ہے۔

(بہارِ شریعت)

موزوں پر مسح کا بیان

جو شخص موزہ پہنے ہوتے ہے، وہ اگر وضو میں بجائے پاؤں دھونے کے مسح کرے، تو جائز ہے اور بہتر پاؤں دھونا ہے۔ بشرطیکہ مسح جائز سمجھے اور جہاں مسح نہ کرنے پر بدگمانی ہوتی ہو (مثلاً رافضی یا خارجی موجود ہے کہ یہ اسے ناجائز مانتے ہیں)، تو دفع تہمت کے لیے مسح ہی افضل ہے۔ موزوں پر مسح ہی کے جواز میں بکثرت حدیثیں آئی ہیں جو قریب تواتر کے ہیں، اسی لیے امام کرخی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جو اس کو جائز نہ مانے، اس کے کافر ہو جانے کا اندیشہ ہے۔

امام شیخ الاسلام فرماتے ہیں جو اسے جائز نہ مانے گمراہ ہے۔

اور امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے دل میں موزوں پر مسح کے جواز پر کچھ خدشہ نہیں کہ اس میں چالیس صحابہ سے مجھ کو حدیثیں پہنچیں۔

ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اہل سنت و جماعت کی علامت دریافت کی گئی، تو فرمایا: تَفْضِیْلُ الشَّیْخَیْنِ وَحُبُّ الْخَتَنَیْنِ وَمَسْحُ الْخُفَّیْنِ۔

یعنی حضرت امیر المومنین ابوبکر صدیق و امیر المومنین فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو تمام صحابہ سے بزرگ جاننا اور امیر المومنین عثمان غنی و امیر المومنین علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے محبت رکھنا اور موزوں پر مسح کرنا اور ان تین باتوں کی تخصیص اس لیے فرمائی کہ حضرت کوفہ میں تشریف فرما تھے اور وہاں رافضیوں ہی کی کثرت تھی تو وہی علامات ارشاد فرمائیں جو ان کا رد ہیں۔ اس روایت کے یہ معنی نہیں کہ صرف ان تین باتوں کا پایا جانا سُنی ہونے کیلئے کافی ہے علامت شے میں پائی جاتی ہے۔ شے لازم علامت نہیں ہوتی جیسے حدیث صحیح بخاری شریف میں وہابیہ کی علامت فرمائی سیماھم التحلیق ان کی علامت سر منڈانا ہے۔ اس کے یہ معنی نہیں کہ سر منڈانا ہی وہابی ہونے کے لیئے کافی ہے۔ (بہار شریعت)

چند مسائلِ متفرقہ

مَسح میں فرض دو ہیں

(۱) ہر موزہ کا مسح ہاتھ کی چھوٹی تین انگلیوں کے برابر ہونا۔

(۲) موزہ کی پیٹھ پر ہونا۔

اور پوری تین انگلیوں کے پیٹ سے مسح کرنا اور پنڈلی تک کھینچنا اور مسح کرتے وقت انگلیاں کھلی رکھنا سنّت ہے۔

یہاں سے حسب ذیل مسائل متفرع ہوتے:

۱۔ ایک پاؤں کا مسح بقدر دو انگل کے کیا اور دوسرے کا چار انگل تو مسح نہ ہوا۔

۲۔ موزے کے تلے یا کروٹوں یا ٹخنے یا پنڈلی یا ایڑی پر مسح کیا تو مسح نہ ہوا۔

۳۔ انگلیوں کی پشت سے مسح کیا یا پنڈلی کی طرف سے انگلیوں کی طرف کھینچا یا موزے کی چوڑائی کا مسح کیا یا انگلیاں ملی ہوئی رکھیں یا ہتھیلی سے مسح کیا، تو ان سب صورتوں میں مسح ہوگیا، مگر سنّت کے خلاف ہوا۔

۴۔ یونہی اگر ایک ہی انگلی سے تین بار نئے پانی سے ہر مرتبہ تر کرکے تین جگہ مسح کیا، جب بھی ہوگیا، مگر سنّت ادا نہ ہوئی اور اگر ایک ہی جگہ مسح ہر بار کیا یا ہر بار تر نہ کیا تو مسح نہ ہوا۔

۵۔ انگلیوں کی نوک سے مسح کیا، تو اگر ان میں اتنا پانی تھا کہ تین انگل تک برابر ٹپکتا رہا، تو مسح ہوا، ورنہ نہیں۔

مسح کرنے کے لیے چند شرطیں ہیں:

۱۔ موزے ایسے ہوں کہ ٹخنے چھپ جائیں۔

۲۔ پاؤں سے چپٹا ہو کہ اس کو پہن کر آسانی کے ساتھ خوب چل پھر سکیں۔

۳۔ چمڑے کا ہو یا صرف تلا چمڑے کا اور باقی کسی اور دبیز چیز کا جیسے کرمچ وغیرہ۔

۴۔ وضو کر کے پہنا ہو یعنی پہننے کے بعد اور حدث سے پہلے ایک ایسا وقت ہو کہ کہ اس وقت میں وہ شخص باوضو ہو۔

۵۔ نہ حالت جنابت میں پہنا نہ بعد پہننے کے جنب ہوا ہو۔

۶۔ مدت کے اندر ہو اور اس کی مدت مقیم کے لیے ایک دن رات ہے اور مسافر کے واسطے تین دن تین راتیں۔

۷۔ کوئی موزہ پاؤں کی چھوٹی تین انگلیوں کے برابر پھٹا نہ ہو، یعنی چلنے میں تین انگل بدن ظاہر نہ ہوتا ہو۔ (عامہ کتب)

ان شرائط پر مندرجہ ذیل مسائل متفرع ہوتے ہیں:

۱۔ سوتی یا اونی موزے جیسے ہمارے بلاد میں رائج ہیں۔ ان پر مسح کسی کے نزدیک درست نہیں کہ نہ وہ مجلد ہیں، یعنی ٹخنوں تک چمڑا منڈھے ہوئے نہ منعل ہیں یعنی تلا چمڑے کا لگا ہوا نہ ثخین یعنی ایسے دبیز و محکم کہ تنہا انہیں کو پہن کر قطع مسافت کریں، تو شق نہ ہو جائیں اور ساق پر اپنے دبیز ہونے کے سبب بے بندش کے رکے ہیں۔

۲۔ اگر پاؤں دھو کر موزے پہن لیے اور حدث سے پہلے وضو پورا کر لیا تو مسح جائز ہے۔

۳۔ وضو کر کے ایک ہی پاؤں میں موزہ پہنا اور دوسرا نہ پہنا تھا کہ حدث ہو گیا، تو اس ایک پر بھی مسح جائز نہیں۔ دونوں پاؤں کا دھونا فرض ہے۔

۴۔ جنبی نے جنابت کا تیمم کیا اور وضو کر کے موزہ پہنا، تو مسح کر سکتا ہے، مگر جب جنابت کا تیمم جاتا رہا، تو اب مسح جائز نہیں۔

۵۔ موزہ پھٹ گیا یا سیون کھل گئی اور ویسے پہنے رہنے کی حالت میں تین انگل پاؤں

ظاہر نہیں ہوتا، مگر چلنے میں تین انگل دکھائی دیتا ہے، تو اس پر مسح جائز نہیں۔

۶۔ کوئی موزہ تین انگل پھٹا ہوا اور بدن تین انگل سے کم دکھائی دیتا ہے تو مسح جائز ہے اور اگر دونوں تین تین انگل سے کم پھٹے ہوں اور مجموعہ تین انگل یا زیادہ ہے، تو بھی مسح ہو سکتا ہے۔ سلائی کھل جائے جب بھی یہی حکم ہے کہ ہر ایک میں تین انگل سے کم ہے، تو جائز ورنہ نہیں۔

۷۔ ایسی جگہ سے موزہ پھٹا یا سیون کھلی کہ انگلیاں خود دکھائی دیں، تو چھوٹی بڑی کا اعتبار نہیں، بلکہ تین انگلیاں ظاہر ہوں، تو مسح نہیں ہو سکتا۔

۸۔ ٹخنے کے اوپر کتنا ہی پھٹا ہو اس کا اعتبار نہیں۔

۹۔ تیمم کر کے موزے پہنے گئے، تو مسح جائز نہیں۔

۱۰۔ جنبی نے غسل کیا، مگر تھوڑا سا بدن خشک رہ گیا اور موزے پہن لیے اور حدث سے قبل اس جگہ کو دھو ڈالا، تو مسح جائز ہے۔

۱۱۔ وضو کیا اور کوئی جگہ اعضائے وضو میں دھونے سے رہ گئی ہے اور قبل دھونے کے حدث ہوا، تو مسح جائز نہیں۔

۱۲۔ غسل میں موزوں کا مسح جائز نہیں، بلکہ موزے اتار کر پاؤں دھونا فرض ہے۔ ہاں غسل کی ضرورت ہوئی اور بسبب کسی عذر کے غسل نہیں کر سکتا، تو تیمم میں موزے اتارنے کی حاجت نہیں۔

۱۳۔ یہ جائز نہیں کہ ایک دھوئے اور ایک موزے پر مسح کرے۔

۱۴۔ اگر وضو کے بعد حدث نہ ہوا اور موزہ خود ہی اتارا یا مسح کی مدت ختم ہونے کے سبب اتارنا ضرور ہوا تو صرف پاؤں دھو لے، ہاں اگر بعد وضو حدث ہوا تھا تو آپ ہی سارا وضو کرے گا۔

(افاداتِ رضویہ و بہارِ شریعت)

وہ چیزیں جن سے مسح ٹوٹ جاتا ہے

۱۔ جن چیزوں سے وضو ٹوٹتا ہے، اُن سے مسح بھی جاتا ہے۔

۲۔ مدّتِ مسح کا پورا ہو جانا۔

۳۔ موزے اتار دینا، اگرچہ ایک ہی اتارنا۔

۴۔ ایک پاؤں کا آدھے سے زیادہ موزے سے باہر ہو جانا۔ (عامہ کتب)

متفرق مسائل

۱۔ مدت پوری ہو جانے کی صورت میں صرف پاؤں دھو لینا کافی ہے۔ پھر سے پورا وضو کرنے کی حاجت نہیں اور بہتر یہ ہے کہ پورا وضو کرلے۔ یونہی موزہ اتار دینے کی صورت میں صرف پاؤں کو دھو لینا ہی کفایت کرتا ہے۔

۲۔ مسح کی مدت پوری ہو گئی اور قوی اندیشہ ہے کہ موزے اتارنے میں سردی کے سبب پاؤں جاتے رہیں گے، تو نہ اتارے اور ٹخنوں تک پورے موزے کا (یعنی نیچے اوپر اغل بغل اور ایڑیوں پر) مسح کرے کہ کچھ رہ نہ جائے۔ (در مختار)

۳۔ موزہ اتارنے یا پاؤں کا اکثر حصّہ باہر ہونے میں پاؤں کا وہ حصّہ معتبر ہے جو گٹوں سے پنجوں تک ہے۔ پنڈلی کا اعتبار نہیں۔

۴۔ موزہ ڈھیلا ہے کہ چلنے میں موزے سے ایڑی نکل جاتی ہے تو مسح نہ گیا، ہاں اگر اتارنے کی نیت سے باہر کی تو ٹوٹ گیا۔

۵۔ کسی طرح سے موزے میں پانی چلا گیا اور آدھے سے زیادہ پاؤں دھل گیا، تو مسح جاتا رہا۔ پانی موزے میں خود پہنچا یا، تو بھی یہ حکم ہے۔

۶۔ شبنم سے تر گھاس میں چلنے سے موزوں کا مسح ہو جائے گا، جبکہ اس مقدار

تک بھیگ جائے جو مسح موزہ میں درکار ہے۔ یونہی جبکہ موزے پر پانی گر جائے یا مینہ کی بوندیں پڑ جائیں۔

۷۔ موزے کے مسح میں نہ نیت ضروری ہے۔ نہ تین بار کرنا سنت ایک بار کر لینا کافی ہے۔ (تنویر الابصار)

۸۔ پائتابوں پر اس طرح مسح کیا کہ مسح کی تری موزوں تک پہنچی تو مسح ہو گیا اور پائتابوں کے اتارنے سے وہ مسح جائے گا بھی نہیں۔

۹۔ عمامے برقعے اور نقاب اور دستانوں پر مسح جائز نہیں۔

۱۰۔ انگریزی بوٹ جوتے پر مسح جائز ہے۔ اگر ٹخنے اس سے چھپے ہوں۔ (بہار شریعت)

۱۱۔ موزہ پہننے کے بعد پہلی مرتبہ جو حدث ہوا، اس وقت سے اس کا شمار ہے، مثلاً صبح کے وقت موزہ پہنا اور ظہر کے وقت پہلی بار حدث ہوا، تو مقیم دوسرے دن کی ظہر تک مسح کرے اور مسافر چوتھے دن کی ظہر تک۔

۱۲۔ مقیم کو ایک دن رات پورا نہ ہوا تھا کہ سفر کیا، تو اب ابتدائے حدث سے تین دن تین راتوں تک مسح کر سکتا ہے اور مسافر نے اقامت کی نیت کر لی تو اگر ایک دن رات پورا کر چکا ہے، تو مسح جاتا رہا اور پاؤں دھونا فرض ہو گیا اور نماز میں تھا تو نماز جاتی رہی اور اگر چوبیس گھنٹے پورے نہ ہوئے تھے، تو جتنا باقی ہے۔

(عامہ کتب متون و شروح)

اعضائے وضو پر مسح کے مسائل

۱۔ اعضائے وضو اگر پھٹ گئے ہوں یا ان میں پھوڑا یا اور کوئی بیماری ہو اور ان پر پانی بہانا ضرر کرتا ہو یا تکلیف شدید ہوتی ہو تو بھیگا ہاتھ پھیر لینا کافی ہے اور اگر یہ بھی نقصان کرتا ہو تو اس پر کپڑا ڈال کر کپڑے پر مسح کرے اور اس سے بھی ضرر پہنچے تو اب معاف ہے۔

۲۔ اس میں کوئی دوا بھر لی ہو تو اس کا نکالنا ضروری نہیں، اس پر پانی بہا دینا کافی ہے۔

۳۔ کسی پھوڑے یا زخم یا فصد کی جگہ باندھی ہو کہ اس کو کھول کر پانی بہانے سے یا اس جگہ مسح کرتے یا کھولنے سے ضرر ہو یا کھولنے باندھنے والا نہ ہو، تو اس پٹی پر مسح کر لینا کافی ہے۔

۴۔ اگر پٹی پر بھی مسح نہ کر سکتے ہوں، تو خالی چھوڑ دیں۔ جب اتنا آرام ہو جائے کہ پٹی پر مسح کرنا ضرر نہ کرے، تو فوراً مسح کر لیں۔ پھر جب اتنا آرام ہو جائے کہ پٹی پر سے پانی بہانے میں نقصان نہیں، تو پانی بہائیں۔ پھر جب اتنا آرام ہو جائے کہ خاص عضو پر مسح کر سکتا ہو، تو فوراً مسح کر لے۔ پھر جب اتنی صحت ہو جائے کہ عضو پر پانی بہا سکتا ہے تو بہائے۔ غرض اعلیٰ پر جب قدرت حاصل ہو اور جتنی حاصل ہوتی جائے، تو ادنیٰ پر اکتفا جائز نہیں۔

۵۔ ہڈی کے ٹوٹ جانے سے تختی باندھی گئی ہو، اس کا بھی یہی حکم ہے۔

۶۔ تختی یا پٹی کھل جائے اور ہنوز باندھنے کی حاجت ہو، تو پھر دوبارہ مسح نہیں کیا جائے گا، وہی پہلا مسح کافی ہے۔

۷۔ تختی یا پٹی کھل گئی اور دوبارہ باندھنے کی ضرورت نہیں، تو مسح ٹوٹ گیا۔ اب اس جگہ کو دھو سکیں، تو دھو لیں، ورنہ مسح کر لیں۔ (تنویر الابصار، درمختار)

نجاست کے احکام

نجاست دو قسم کی ہے، ایک وہ جس کا حکم سخت ہے، اس کو غلیظ کہتے ہیں دوسری وہ جس کا حکم ہلکا ہے، اس کو خفیفہ کہتے ہیں۔

مسئلہ: نجاست غلیظ کا حکم یہ ہے کہ اگر کپڑے یا بدن میں ایک درم سے زیادہ لگ جائے، تو اس کا پاک کرنا فرض ہے۔ بے پاک کیے نماز پڑھ لی تو ہوگی ہی نہیں اور اگر درم کے برابر ہے، تو پاک کرنا واجب ہے کہ بغیر پاک کیے نماز پڑھی تو اس کا لوٹانا واجب ہے اور اگر درم سے کم ہے، تو پاک کرنا سنت ہے کہ بغیر پاک کیے نماز پڑھی تو خلافِ سنت ہوئی اور اس کا اعادہ بہتر ہے۔

مسئلہ: اگر نجاست گاڑھی ہے جیسے پاخانہ۔ لید، گوبر، تو درم کے برابر، کم، یا زیادہ ہونے کے معنی یہاں ساڑھے چار ماشے کے برابر یا کم یا زیادہ ہونا ہے۔ اور اگر پتلی ہو جیسے آدمی کا پیشاب اور شراب تو شریعت نے اس کی مقدار ہتھیلی کی گہرائی یعنی تقریباً یہاں کے روپے کے برابر رکھی ہے۔

مسئلہ: نجاستِ خفیفہ کا حکم یہ ہے کہ کپڑے کے حصہ یا بدن کے جس عضو پر لگی ہے، تو اگر اس کی چوتھائی سے کم ہے (مثلاً دامن میں لگی ہے تو دامن کی چوتھائی سے کم اور آستین میں اس کی چوتھائی سے کم یونہی ہاتھ میں ہاتھ کی چوتھائی سے کم ہے) تو معاف ہے کہ اس سے نماز ہو جائے گی، مگر دھو کر نماز پڑھنا بہتر ہے اور اگر پوری چوتھائی میں ہو تو بغیر دھوئے نماز نہ ہوگی۔

مسئلہ: نجاستِ غلیظہ اور خفیفہ کے یہ الگ الگ احکام اسی وقت ہیں کہ بدن یا کپڑے میں لگے اور اگر وہ درہ درہ سے کم سو کبھی پتلی چیز میں اس کا ایک قطرہ بھی گرے، نجاست خواہ غلیظہ ہو یا خفیفہ تو وہ چیز کل ناپاک ہو جائے گی۔

نجاستِ غلیظہ وخفیفہ

انسان کے بدن سے جو چیز ایسی نکلے کہ اس سے غسل یا وضو واجب ہو جیسے پیشاب، پاخانہ، بہتا خون، پیپ، منہ بھر قے، حیض ونفاس واستحاضہ کا خون، منی، مذی، ودی، دکھتی[1] آنکھ یا ناف یا پستان سے درد کے ساتھ جو پانی نکلے۔ دودھ[2] پیتے لڑکی یا لڑکے کا پیشاب، دودھ پیتے بچے نے دودھ ڈال دیا، اگر منہ بھر ہو تو نجاستِ غلیظہ ہے خشکی کے ہر جانور کا بہتا خون، مُردار کا گوشت اور چربی۔ (وہ جانور جس میں بہتا ہوا خون ہوتا ہے۔ اگر بغیر ذبح شرعی کے مرجائے یا مجوسی یا بت پرست یا مرتد اسے ذبح کرے، اگرچہ وہ حلال ہو، مردار کہلاتا ہے) حرام چوپائے مثلاً کتا، شیر، لومڑی، بلی، چوہا، گدھا، خچر، ہاتھی کا پاخانہ، پیشاب، اور گھوڑے کی لید اور ہر حلال چوپائے کا پاخانہ جیسے گائے، بھینس کا گوبر، بکری، اونٹ کی مینگیاں اور جو پرند کہ اونچا نہ اڑے اس کی بیٹ جیسے مرغی، اور بطخ اور ہر قسم کی شراب اور نشہ لانے والی تاڑی اور سیندھی، سانپ کا پاخانہ، پیشاب، چھپکلی یا گرگٹ کا خون، ہاتھی کے سونڈ کی رطوبت، شیر، کتے، چیتے اور دوسرے درندے چوپایوں کا لعاب، سور کا گوشت، ہڈی، بال اور کھال یہ غلیظ نجاستیں ہیں اور اس جنگلی سانپ اور مینڈک کا گوشت جن میں بہتا خون ہوتا ہے، اگرچہ ذبح کیے گئے ہوں۔ یوں ہی ان کی کھال اگرچہ پکالی گئی ہو، نجاست غلیظہ ہے۔

---

[1] تنبیہ: اکثر دیکھا گیا ہے کہ آنکھ دکھنے میں جو پانی بہتا ہے، لوگ اسے کرتے وغیرہ سے پونچھ لیا کرتے ہیں اور اپنے خیال میں اسے اور آنسو کی طرح سمجھتے ہیں، حالانکہ یہ غلط ہے اور ایسا کیا گیا تو کپڑا بھی ناپاک ہوگیا۔

[2] یہ جو عوام میں مشہور ہے کہ دودھ پیتے بچے کا پیشاب پاک ہے اور اسی لیے اسے دھونے کا کچھ خاص خیال نہیں کرتے محض غلط ہے۔

جن جانوروں کا گوشت حلال ہے، جیسے گائے، بیل، بھینس، بکری، اونٹ وغیرہا ان کا نیز گھوڑے کا پیشاب، اور جس پرند کا گوشت حرام ہے خواہ شکاری ہو یا نہیں جیسے کوا، چیل، شکرا، باز، بہری، اس کی بیٹ نجاستِ خفیفہ ہیں۔

جو پرند حلال اونچے اڑتے ہیں جیسے کبوتر، مینا، مرغابی، قاز ان کی بیٹ۔ مچھلی اور پانی کے دیگر جانوروں اور کھٹمل اور مچھر کا خون اور خچر اور گدھے کا لعاب اور پسینہ پاک ہے، یونہی جو خون زخم سے بہا نہ ہو یا گوشت، تلی، کلیجی میں جو خون باقی رہ گیا ہے، پاک ہے۔ ہاں اگر یہ چیزیں بہتے خون میں سن ہو جائیں، تو ناپاک ہیں، بغیر دھوئے پاک نہ ہوں گی۔ اُپلے کی راکھ پاک ہے اور اگر راکھ ہونے سے قبل بجھ گیا، تو ناپاک۔

متفرق مسائل ضروریہ

۱۔ ہر چوپائے کی جگالی کا وہی حکم ہے جو اس کے پاخانہ کا اور ہر جانور کے پتّے کا وہی حکم ہے جو اس کے پیشاب کا، یعنی حرام جانوروں کا پتّا نجاست ہے اور حلال کا نجاستِ خفیفہ۔

۲۔ نجاست غلیظہ، خفیفہ میں مل جاتے، تو کل غلیظہ ہے۔

۳۔ پیشاب یا نجس پانی کی نہایت باریک سوئی کی نوک برابر چھینٹیں بدن یا کپڑے پر پڑ جائیں، تو کپڑا اور بدن پاک رہے گا۔ اگرچہ جمع کرنے سے روپے بھر سے زائد جگہ میں جمع ہو جائیں، مگر ان سے بچنا چاہیے اسی لیے ایسی سخت زمین پر جس سے پیشاب کی چھینٹیں اُڑ کر آئیں، پیشاب کرنا ممنوع ہے۔

۴۔ راستہ کی کیچڑ پاک ہے، جب تک اس کا نجس ہونا معلوم نہ ہو، یونہی سڑک پر پانی چھڑکا جا رہا تھا، زمین سے چھینٹیں اڑ کر کپڑے پر پڑیں، تو کپڑا نجس نہ ہوا، مگر دونوں

صورتوں میں کپڑے یا بدن کا دھو لینا ہی بہتر ہے۔

۵۔ کتا، بدن یا کپڑے سے چھو جائے، تو اگرچہ اس کا جسم تر ہو، بدن اور کپڑا پاک ہے۔ ہاں اگر اس کے بدن پر نجاست لگی ہو تو اور بات ہے یا اس کا لعاب لگے، تو ناپاک کر دے گا۔

۶۔ پاخانہ پر سے مکھیاں اڑ کر کپڑے پر بیٹھیں، کپڑا نجس نہ ہوگا۔

۷۔ کسی کپڑے یا بدن پر چند جگہ نجاست غلیظہ لگی اور کسی جگہ درم کے برابر نہیں، مگر مجموعہ درم کے برابر ہے، تو درہم کے برابر سمجھی جائے گی اور زائد ہے تو زائد اور نجاست خفیفہ میں بھی مجموعہ ہی حکم دیا جائے گا۔

۸۔ اگر نماز پڑھی اور جیب وغیرہ میں شیشی ہے اور اس میں پیشاب یا خون یا شراب یا ایسی ہی کوئی چیز اور ہے تو نماز نہ ہوگی اور جیب میں انڈا ہے اور اس کی زردی خون ہو چکی ہے تو نماز ہو جائے گی۔

نجاست دُور کرنے کا طریقہ

جو چیزیں کسی نجاست کے لگنے سے ناپاک ہو جائیں، ان کے پاک کرنے کے مختلف طریقے ہیں:۔

۱۔ پانی اور ہر رقیق بہنے والی چیز سے جس سے نجاست دُور ہو جائے، دھو کر نجس چیز کو پاک کر سکتے ہیں، مثلاً گلاب اور سرکہ اور چائے، مگر بغیر ضرورت گلاب اور سرکہ وغیرہ سے پاک کرنا ناجائز ہے کہ یہ فضول خرچی ہے۔

مسئلہ: نجاست اگر دلدار ہو (مثلاً پاخانہ، گوبر، خون وغیرہ) تو دھونے میں گنتی کی کوئی شرط نہیں، بلکہ اسے دُور کرنا ضروری ہے، اگرچہ ایک بار یا پانچ بار، ہاں اگر

تین مرتبہ سے کم میں نجاست دُور ہو جائے، تو تین بار پورا کر لینا مستحب ہے اور نجاست دُور ہو گئی۔ اس کا اثر رنگ یا بو باقی ہے، تو اسے بھی زائل کرنا لازم ہے۔ ہاں اگر اس کا اثر بدقت جائے، تو اثر دُور کرنے کی ضرورت نہیں، تین بار دھو لیا، پاک ہو گیا۔

مسئلہ: اگر نجاست دلدار نہ ہو، بلکہ رقیق ہو جیسے پیشاب یا شراب وغیرہ تو تین مرتبہ دھونے اور تینوں مرتبہ بقوت نچوڑنے سے کپڑا پاک ہو گا اور قوت کے ساتھ نچوڑنے کے یہ معنی ہیں کہ وہ شخص اپنی طاقت بھر اس طرح نچوڑے کہ اگر پھر نچوڑے تو اس سے کوئی قطرہ نہ ٹپکے، ورنہ کپڑا پاک نہ ہو گا۔

مسئلہ: جو چیز نچوڑنے کے قابل نہیں جیسے چٹائی، قالین، جوتا وغیرہ اس کو دھو کر چھوڑ دیں کہ پانی ٹپکنا موقوف ہو جائے، یونہی دو مرتبہ اور دھوئیں، جب پانی ٹپکنا بند ہو گیا، وہ چیز پاک ہو گئی اور جو کپڑا اپنی نازکی کے سبب نچوڑنے کے قابل نہیں، اسے بھی یُوں ہی پاک کیا جائے گا۔

مسئلہ: اگر ایسی چیز ہو کہ اس میں نجاست جذب نہ ہوئی جیسے چینی کے برتن یا لوہے، تانبے، پیتل وغیرہ کی چیزیں تو اسے فقط تین بار دھو لینا کافی ہے۔ اس کی بھی ضرورت نہیں کہ اسے اتنی دیر تک چھوڑ دیں کہ پانی ٹپکنا موقوف ہو جائے، ہاں ناپاک برتن کو مٹی سے مانجھ لینا بہتر ہے۔

۲۔ لوہے کی چیزیں جیسے چھری، چاقو، تلوار وغیرہ جس میں نہ زنگ ہو نہ نقش و نگار، یونہی سونے، چاندی، پیتل، گلٹ اور ہر قسم کی دھات کی چیزیں بشرطیکہ نقشی نہ ہوں، اگر نجس ہو جائے، تو اچھی طرح پونچھ ڈالنے سے پاک ہو جاتی ہیں اور اس صورت میں نجاست کے دلدار یا پتلی ہونے میں کچھ فرق نہیں اور اگر نقشی ہوں یا لوہے میں زنگ ہو تو دھونا ضروری ہے۔

۳۔ موزے یا جوتے میں دلدار نجاست اگرچہ وہ تر ہو یا مثل پیشاب کے کوئی پتلی سی نجاست لگی ہو تو کھرچنے یا اس پر مٹی یا راکھ یا ریتا وغیرہ ڈال کر رگڑنے سے پاک ہو جائیں

گے، ہاں اگر پتلی نجاست سوکھ گئی، تو اب بغیر دھوئے پاک نہ ہوں گے۔

۴۔ ناپاک زمین یا دیوار یا ایسی ہی اینٹ جو زمین میں جڑی ہو۔ اگر ہوا یا دھوپ یا آگ سے خشک ہوجائے اور نجاست کا اثر یعنی رنگ و بُو جاتا رہے، تو پاک ہوگئی۔ زمین پر نماز پڑھ سکتے ہیں، مگر اس زمین یا ایسی دیوار سے تیمم نہیں کرسکتے۔

۵۔ رانگ سیسہ پگھلانے سے پاک ہوجاتا ہے۔ ان طریقوں کے علاوہ نجس چیزوں کے پاک کرنے کے اور بھی طریقے ہیں جو بڑی کتابوں میں مذکور ہیں۔ اس مختصر کتاب میں ان کی گنجائش نہیں۔

یاد دہانی

وضو، غسل اور تیمم کے ذکر میں طہارت کے جو مسائل بیان کیے گئے، ان کا تعلق بدن اور اعضائے جسم کی طہارت وصفائی اور لباس کی پاکیزگی سے ہے اور ہم بیان کر آئے ہیں کہ طہارت کی اصل پاکیزگی کی جان وہ دل کی طہارت اور رُوح کی پاکیزگی ہے اور یہ اُسی وقت حاصل ہوتی ہے، جب دل میں مصطفےٰ پیارے صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت اور ان سے محبت ہو کہ آخر رب عزوجل کی ہر نعمت ہمیں انہیں کے طفیل نصیب ہوئی، بلکہ ہم نے خداوند قدوس جلّ وعلا کو انہیں کی بدولت پہچانا اور پایا۔

علماء تصریح فرماتے ہیں کہ ہر چیز ہر نعمت ہر مراد ہر دولتِ دین میں دنیا میں آخرت میں روزِ ازل سے آج تک۔ آج سے ابدالآباد تک جسے ملی یا ملتی ہے یا ملے گی۔ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دستِ اقدس سے ملی، ملتی ہے اور ملے گی دینے والا رب عزوجل ہے اور اس کی تمام نعمتوں کے بانٹنے والے صرف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ دوسرے سے کوئی نعمت کوئی مراد کسی کو کبھی نہ ملی ہے

رب ہے معطی یہ ہیں قاسم — دیتا ہے وہ دلاتے یہ ہیں

ان کی بخشش ان کا صدقہ رزق اس کا ہے کھلاتے یہ ہیں

اور دل میں ایمان ہے تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے بے گنتی اہلِ کبائر نجات پائیں گے اور حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بحکم و مشیت الٰہی بے شمار گناہ گاروں، آلودہ روزگاروں، سخت خطا داروں کو بخشوائیں گے۔ اگرچہ لاکھوں کبائر کا ارتکاب کیا ہو بلکہ ان میں وہ بھی ہوں گے جن کے گناہ نیکیوں سے بدل دیے جائیں گے۔ قال اللہ تبارک و تعالیٰ: فَاُولٰٓئِکَ یُبَدِّلُ اللّٰہُ سَیِّاٰتِھِمْ حَسَنَاتٍ وَکَانَ اللّٰہُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا ط اور اگر دل اُن کی عظمت و محبت سے خالی یا انسان کو اس طرف سے لاپروائی ہے، تو یہ بڑی ہلاکت و بربادی ہے کہ بے دینی و بدمذہبی کے ساتھ کوئی عبادت قبول نہ ہوگی۔ اگرچہ لاکھ برس کی ہو۔

الغرض انسان کے اعمال، افعال، احوال، اقوال ایسے ہوناکہ اگر انہیں پر خاتمہ ہو تو کرم الٰہی سے امید واثق ہے کہ وہ بلا حساب جنت میں داخل کیا جائے اور انجام کار رستگاری پائے یہی وہ چیز ہے جس کی تلاش کا ہمیں حکم ہے کہ:

سَابِقُوْٓا اِلٰی مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّکُمْ (جلدی کرو اپنے رب کی مغفرت کی طرف)

اور اعمال و افعال، اقوال و احوال میں درستگی و پاکیزگی اُسی وقت آتی ہے، جب بندہ اپنے ظاہر و باطن، رُوح و بدن کو احکامِ شرع سے آراستہ اور معاصی سے منزہ کرے۔ اعضائے بدن اور جسم کی طہارت کے طریقے وہ تھے جو مختصراً بیان کیے گئے اور روح و قلب و باطن کی طہارت یہ ہے کہ آدمی اپنے باطن اور دل کو مثلاً ریا و نمود، حسد و کینہ، عُجب و تکبر، حرص و بُخل، عنادِ حق و اصرارِ باطل، خیانت و کفرانِ نعمت، حبِ جاہ و حبِ شہرت، دین سے لاپروائی، دُنیا سے محبت، بے دینوں کی عظمت، دینداروں سے نفرت، دُنیا میں چستی، دین میں سستی، غرض شیطان و نفس و شہوت کی بندگی و اطاعت وغیرہا ہلاک آفریں آفتوں سے پاک و صاف کرے، نفس و شہوت کے دھوکے میں نہ آئے، ورنہ صرف

ظاہری طہارت اور باطنی خباثت کی وہی مثل ہوگی کہ گندگی پر زربفت کا خیمہ اوپر زینت اندر نجاست اور اس سے کیا فائدہ ؟

بلکہ اس حدیث سے کہ : "جس گھر میں کُتّا ہو یا تصویر یا جنبی ہو اس میں رحمت کے فرشتے نہیں آتے ۔"

ہمیں یہ نصیحت بھی حاصل کرنی چاہیئے کہ دل انسان کا وہ گھر ہے جس میں فرشتوں کا گزر اور اثر اور مقام ہوتا ہے اور بُری خصلتیں مثل غضب ، شہوت ، کینہ و حسد ، کبر و رعونت وغیرہ باطنی کتے ہیں ۔

تو جب دل میں یہ کُتے بھرے ہوں گے ، ملائکہ رحمت کا گزر اس میں کیونکر ہوگا ۔ غفلت بڑھے گی اور ہلاکت لائے گی ۔ والعیاذ باللہ !

ہاں ہاں ! ان گندگیوں اور کُتا فتوں کے دور کرنے کے لیے جس پانی کی ضرورت ہے وہ کسی چشمے یا کنوئیں یا دریا یا سمندر یا نہر کا پانی نہیں ۔ یہ پانی ہماری آپ کی آنکھوں میں نہاں ہے ، یہ چشمے ہماری چشمِ ندامت میں بہ رہے ہیں ۔ یہ دریا ہماری دیدۂ عبرت میں جاری ہیں ۔ آیئے ان گندگیوں اور کثافتوں کو دُور کرنے کے لیے ہم توبہ و استغفار کریں جو کر چکے ہیں اس پر آنسو بہائیں ، بارگاہِ الٰہی میں گڑگڑائیں ، اسی کے حضور التجا لائیں ، اُسی کے سامنے دستِ التجا پھیلائیں کہ :

"اے رب ہمارے ہمیں نہ پکڑ ۔ اگر ہم بھُولیں اور سہو سے تیرے کسی حکم کی تعمیل میں قاصر رہیں یا چُوکیں ۔ اے رب ہمارے ہم پر بھاری بوجھ نہ رکھ جیسا تو نے ہم سے اگلوں پر رکھا تھا ۔ اے رب ہمارے ہم پر وہ بوجھ نہ ڈال جس کی ہمیں برداشت نہ ہو اور ہمیں معاف فرما دے اور بخش دے اور ہم پر رحم کر تو ہمارا مولیٰ ہے ۔

اور پھر آئندہ کے لیے عزم پختہ کرلیں کہ اُس کی نافرمانی نہ کریں گے ، حکم عدولی سے بچتے رہیں گے ۔ ہاں یہ توبہ و استغفار وہ نعمت ہے جس کے طفیل بارشِ کرم نازل ہوتی

ہے۔ زمین سرسبز و شاداب رہتی ہے۔ کھیتیاں لہلہاتی اور زندگی تازہ پاتی ہیں۔

حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ایک مرتبہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کے پاس تشریف لے گئے، تو آپ سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کے ایک ملازم نے کہا کہ میں مالدار آدمی ہوں، مگر میرے کوئی اولاد نہیں مجھے ایسی کوئی چیز بتائیے کہ جس سے اللہ تبارک تعالیٰ مجھے اولاد عطا فرمائے۔ آپ نے فرمایا استغفار پڑھا کرو۔ اس نے استغفار کی یہاں تک کثرت کی کہ روزانہ سات سو مرتبہ استغفار پڑھنے لگا۔ اس کی برکت سے اُس شخص کے دس بیٹے ہوئے۔ یہ خبر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ہوئی تو انہوں نے اس شخص سے فرمایا کہ تو نے حضرت امام سے یہ کیوں نہ دریافت کیا کہ یہ عمل حضور نے کہاں سے پایا۔ دوسری مرتبہ جب اس شخص کو حضرت امام سے نیاز حاصل ہوا تو اس نے یہ دریافت کیا۔ امام نے فرمایا تو نے حضرت ہود علیہ السلام کا قول نہیں سُنا جو انہوں نے فرمایا:

یَزِدْکُمْ قُوَّۃً اِلٰی قُوَّتِکُمْ (تم میں جتنی قوت ہے، اللہ اس سے زیادہ دے گا)

اور حضرت نوح علیہ السلام کا یہ ارشاد کہ:

یُمْدِدْکُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِیْنَ (مال اور بیٹوں سے تمہاری مدد کرے گا)

ایک اور روایت حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے مروی ہے کہ ایک شخص آپ کے پاس آیا اور اس نے بارش کی قلت کی شکایت کی۔ آپ نے استغفار کا حکم دیا۔ دوسرا آیا اس نے تنگدستی کی شکایت کی، اسے بھی یہی حکم فرمایا۔ پھر تیسرا آیا اس نے قلتِ نسل کی شکایت کی اس سے بھی یہی فرمایا۔ ربیع بن صبیح جو حاضر تھے انہوں نے عرض کی چند لوگ قسم قسم کی حاجتیں لیکر آئے آپ نے سب کو ایک ہی جواب دیا کہ استغفار کرو، تو آپ نے حضرت نوح علیہ السلام کا قول بیان فرماتے ہوئے یہ آیت تلاوت کی:

اِسْتَغْفِرُوْا رَبَّکُمْ اِنَّہٗ کَانَ غَفَّارًا یُّرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَیْکُمْ مِّدْرَارًا وَّیُمْدِدْکُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِیْنَ وَیَجْعَلْ لَّکُمْ جَنّٰتٍ وَّیَجْعَلْ لَّکُمْ اَنْھٰرًا (اپنے رب سے معافی مانگو وہ بڑا معاف فرمانے والا ہے تم پر شراٹے کا مینہ بھیجے گا اور مال، بیٹوں سے تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے لیے باغ بنا دے گا اور تمہارے لیے نہریں بنائے گا۔

کتاب الصلوٰۃ

ہر کس کہ در نماز نہ بیند جمالِ دوست
فتویٰ ہمیں دہم کہ نمازش قضا کند

(حضرت قطبِ عالم بختیار کاکی قدس سرہٗ العزیز)

مجازی حاکموں اور دنیاوی حکمرانوں کی کچہریوں اور ان کے درباروں میں دن رات شب وروز "جی حضور" ہاں سرکار" کی رٹ لگا کر اپنی زندگی بسر کرنے والا درباری اور چپراسی جب ان کچہریوں اور درباروں میں حاضر ہونے کا ارادہ کرتا ہے، تو اسے سب سے پہلے "درباری آداب" یاد آتے ہیں اور وہ اپنے لباس وغیرہ میں ان آداب کی رعایت کرتا ہے۔ پھر جب دربار میں پہنچتا، کچہری میں حاضر ہوتا اور حاکم کے روبرو جاتا ہے تو اُسے اپنی رفتار و گفتار اور کردار میں آداب شاہی کا لحاظ رکھنا اور بھی ضروری ہو جاتا ہے۔ قدم دھماکے سے نہ پڑیں، آواز بلند نہ ہو، گردن نیچی رہے، نگاہیں اونچی نہ ہوں، گفتگو میں بے ادبی کا کوئی پہلو نہ آ جائے۔ بات چیت میں معقول طریقہ اختیار کیا جائے۔ سوال وجواب میں تہذیب کا خیال رکھا جائے جو کہے ادب سے کہے جو کرے، دھیان سے کرے۔ غرض آداب دربار کا پورا پورا خیال رکھے۔

نماز کیا ہے؟

یہ اس شہنشاہِ حقیقی کے دربار میں حاضری ہے جس کی حکومت میں زمین و آسمان داخل اور شرق و غرب شامل ہیں جس کی سلطنت سب سے زبردست جس کا علم سب پر حاوی جس کی رحمت سب کو عام، نہ کوئی اس کے مشابہ نہ نظیر، نہ کوئی اس کا معاون نہ وزیر۔ ہر عیب سے پاک، ہر نقص سے بَری۔

یہ اس احکم الحاکمین کی درگاہ میں حضوری ہے جو ہر غالب پر غالب اور ہر زبردست سے زبردست قوت والا ہے جس کے یہاں انصاف ہے ظلم نہیں۔ عدل ہے زیادتی نہیں جس کا ہر قانون اٹل، ہر فرمان واجب العمل، جس پر کسی کا زور چلے نہ کسی کو اس پر قابو۔

تو عقل کہتی ہے دل پکارتا ہے، رُوح تقاضا کرتی ہے جسم آواز دیتا ہے کہ اس مالک الملک کے دربار اور اس شہنشاہِ حقیقی کی سرکار میں حاضری کے آداب

ہمیں بتاؤ اس مالکِ علی الاطلاق کے حضور پہنچنے کے طریقے ہمیں سکھاؤ۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ ان "آدابِ شاہی" سے کوئی ادب چھوٹ جائے اور ہم پر عتاب آ جائے۔ یہ نہ ہو کہ ہم بے ادبوں کی مانند وہاں پہنچ جائیں اور وہ غضب فرمائے۔

رُوح و بدن کی یہ پکار کون سنتا، جان و دل کی اس فریاد کو کون پہنچتا، مگر اس کا کرم دستگیری فرماتا ہے، اس کا فضل ہمت بندھاتا ہے، اس کی رحمت آواز دیتی ہے کہ آنے والو کمرِ ہمت باندھ کر آؤ، پیاسو اپنی پیاس بجھاؤ، ہمارے وصال کا اشتیاق رکھنے والو ہمارے فضل کے سایہ میں پناہ لو، وادئ ضلالت میں بھٹکنے والو ہماری رحمت کے دامن میں چھپ جاؤ، فاران کی چوٹیوں پر اپنی نظریں دوڑاؤ، مکہ کی نورانی وادیوں میں اپنی نگاہیں جماؤ، وہ دیکھو ایک نور چمک رہا ہے اور چمکتا ہی جا رہا ہے۔ وہ دیکھو ایک روشنی بڑھی اور بڑھتی ہی جا رہی ہے۔ وہ دیکھو آفتابِ ہدایت طلوع ہو رہا ہے اور اس کی شعاعیں اطرافِ عالم میں پھیلتی ہی چلی جا رہی ہیں۔

وہ کون ہے؟ وہ میرا محبوب ہے جسے میں نے اپنے خزانوں پر قبضہ دے دیا۔ وہ میرا پیارا ہے جس کی حکومت نے مشرق و مغرب کو گھیر لیا۔ آسمان اس کی شوکت سے چھپ گیا۔ زمین اس کی حمد سے بھر گئی، وہ کھڑا ہوا اور اس نے زمین کو لرزا دیا۔ اس نے نگاہ کی اور قوموں کو پراگندہ کر دیا۔ (حبقوق نبی)

جس کا ہاتھ سب پر بالا ہے اور سب کے ہاتھ عاجزی سے اس کی طرف پھیلے ہیں۔ سب امتیں اس کے قدموں پر گریں گی اور وہ ساری زمین اور تمام امتوں کی گردنوں کا مالک ہوگا (توراۃ)

یہی تمہیں "شاہی آداب" تعلیم فرمائیں گے کہ یہ علم دینے ہی کو بھیجے گئے ہیں۔ یہی تمہیں آدابِ بندگی و رموزِ عبادت سکھائیں گے کہ یہ اسی لیے مبعوث کیے گئے ہیں یہی تمہیں پاکیزہ اور ستھرا بنائیں گے کہ ان کی بعثت کا یہی منشا ہے

الغرض خداوند قدوس جل جلالہٗ نے ہمیں بتایا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں سکھایا، ائمہ دین نے ہمیں پہنچایا اور حکماءِ اسلام نے ہمیں سمجھایا کہ اس شہنشاہِ حقیقی کے دربار میں حاضری کا شرف پانے درگاہِ خداوندی میں اپنا سر جھکانے، اس کی عظمت وکبریائی کا اقرار کرنے اور اپنی عاجزی و بیچارگی کا اظہار کرنے کے لیے نماز جیسی عبادت بجالانے کے لیے بھی کچھ ایسی چیزیں درکار ہیں، نمازی میں عرض معروض کرنے کی اہلیت پیدا کرتی ہیں اور جن کی جانب ہر شخص کو یکساں حاجت ہے جن کا ہر بندہ مسلمان محتاج ہے۔

انہیں چیزوں سے نماز کی ترکیب وجود میں آتی ہے اور انہیں چیزوں کے پیشگی وجود پر نماز موقوف رہتی ہے اور وہ ہیں "فرائض وارکان وشرائطِ نماز" جن کا بیان آئندہ صفحات پر آتا ہے۔

اَوقاتِ نماز

شعائرِ اسلام میں نماز ہی وہ عبادت ہے جس کی بجا آوری ہر فردِ مسلم سے اس کے زمانۂ بلوغ وعقل میں تمام عبادتوں سے زیادہ مطلوب ومقبول ہے۔ غریب و امیر، بادشاہ وفقیر، صغیر وکبیر، مرد وزن، مسافر ومقیم، صحیح وسقیم، تندرست ومریض، مالک ومملوک، حاکم ومحکوم، غرض ہر عاقل وبالغ مسلمان پر فرض ہے کہ اسے اس کے مقررہ وقت میں ادا کرے، اس کی مقررہ شروط وارکان کے ساتھ اسے بجالائے۔ اس میں غفلت نہ کرے، ورنہ فرمانبرداروں میں شمار نہ ہوگا، اس کی طرف سے غافل نہ رہے، ورنہ اطاعت گزاروں میں نہ گنا جائے گا، اگرچہ وہ دوسری عبادات میں کتنا ہی انہماک کیوں نہ رکھتا ہو۔

چونکہ نماز تمام شعائرِ دین میں سب سے زیادہ اہم ہے، اسی لیے شارع علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے اس کی فضیلت، تعیینِ اوقات اور اس کے شروط وارکان، آداب و مستحبّات وغیرہا امور کے بیان میں بہت زیادہ اہتمام فرمایا ہے۔

اس لیے بندۂ مومن پر اس کے اوقات و جمیع متعلّقات میں انہیں امور کو اختیار کرنا ضروری ہے جو قرآن کریم واحادیث کریمہ میں وارد یا ان سے مستنبط ہیں۔

چونکہ افضل الاعمال وہ عمل ہے جو مدام ہو اور اس کا صاحب باختیار خود اسے ہمیشگی سے انجام دیتا رہے اور انسان یہ قدرت رکھتا نہیں کہ اپنے تمام اوقات نماز میں صرف کردے اور زندگی کے تمام لوازم سے دستبردار ہو کر محض گوشہ نشین ہو کر رہ جائے اور نماز کی مصروفیت میں اہل وعیال، ووالدین ودیگر اعزاء واقارب کے حقوق کا بھی لحاظ نہ رکھے، بلکہ انہیں یکسر پامال کردے، اس لیے شریعتِ مطہرہ نے مکلفین کی حالت داخلی وخارجی کا لحاظ فرما کر انسانی ضرورتوں اور زندگی کی کاوشوں کا اندازہ لگا کر خود ہی اوقاتِ نماز منضبط فرما دیئے اور اس انضباطِ اوقات میں اس کی حالت کی رعایت اور ماحول کا لحاظ رکھا اور ان پر کوئی ایسی نماز فرض ولازم نہ کی جس کا بجالانا اُن کے لیے عمومی لحاظ سے ناقابل برداشت یا ان کی قوّتِ ارادی سے باہر ہو کہ اگر وہ اس کی پابندی کریں، تو اکتسابِ معاش سے محروم ہو جائیں اور نظامِ معیشت درہم برہم ہو جاتے، اس لیے کہ انسان کے ساتھ کھانے پینے کے حوائج ضروریات بھی ہیں۔

اسی لیے اللہ تعالیٰ نے بندوں پر عبادات میں تخفیف فرمائی اور دن کے اوّل واوسط وآخر میں اور رات کے اوّل وآخر میں نمازیں مقرر فرمائیں تاکہ ان اوقات میں مصروف رہنا دائمی عبادت کے حکم میں ہو۔

قرآن کریم ارشاد فرماتا ہے:

اَقِمِ الصَّلٰوۃَ طَرَفَیِ النَّھَارِ وَزُلَفًا مِّنَ اللَّیْلِ ؕ اِنَّ الْحَسَنٰتِ یُذْھِبْنَ السَّیِّاٰتِ ؕ ذٰلِکَ ذِکْرٰی لِلذّٰکِرِیْنَ ۝

(نماز قائم کر دن کے دونوں کناروں اور رات کے کچھ حصّہ میں، بے شک نیکیاں گناہوں کو دور کرتی ہیں۔ یہ نصیحت ہے نصیحت ماننے والوں کے لیے)

مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ آیتِ کریمہ میں دن کے دو کناروں سے صبح و شام مراد ہیں۔ زوال سے قبل کا وقت صبح میں اور بعد کا وقت شام میں داخل ہے۔ صبح کی نماز فجر اور شام کی نماز ظہر و عصر ہیں اور رات کے حصّوں کی نمازیں مغرب و عشاء ہیں۔ غرض پنجگانہ نمازیں اس آیتِ کریمہ میں مذکور ہیں۔

سورۂ روم میں ارشاد فرمایا:

فَسُبْحٰنَ اللّٰہِ حِیْنَ تُمْسُوْنَ وَحِیْنَ تُصْبِحُوْنَ وَلَہُ الْحَمْدُ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَعَشِیًّا وَّحِیْنَ تُظْھِرُوْنَ ۝

(تو اللہ کی پاکی بولو جب شام کرو (اس میں مغرب و عشاء کی نمازیں آگئیں) اور جب صبح ہو (یہ نماز فجر ہوئی) اور اسی کی تعریف ہے۔ آسمانوں اور زمین میں اور (اس کی پاکی بولو) کچھ دن رہے (یہ نماز عصر ہوئی) اور جب تمہیں دوپہر ہو۔ (یہ نماز ظہر ہوئی)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے دریافت کیا گیا کہ کیا پنجگانہ نمازوں کا ذکر قرآن میں ہے۔ فرمایا: ہاں! اور یہی آیات تلاوت فرمائیں اور فرمایا کہ ان میں پانچوں نمازیں اور ان کے اوقات مذکور ہیں، اسی لیے قرآن کریم فرماتا ہے:

اِنَّ الصَّلٰوۃَ کَانَتْ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ کِتٰبًا مَّوْقُوْتًا ؕ (بے شک مسلمانوں پر نماز وقت باندھا ہوا فرض ہے) تو لازم ہے کہ اس کے اوقات کی رعایت کی جائے۔

تعیین اوقات کے اسرار

دنیاوی کاروبار اور مشاغلِ زندگی کے اعتبار سے ہم اپنے شبانہ روز کو کئی حصوں پر تقسیم کر سکتے ہیں:

(۱) شب بھر آرام لے کر بیداری کے بعد کا وقت۔

(۲) زراعت، تجارت، صنعت اور دوسری مصروفیتوں کا وقت۔

(۳) دوپہر کامل کے بعد بدن کو غذا پہنچانے اور اعضاء بدن کو قدرے سکون دینے یا کچھ دیر سستا لینے کا وقت۔

(۴) دوپہر کے بعد پھر کاروبار میں مشغولیت کا وقت۔

(۵) پھر دوپہر کاروبار میں مشغول رہ کر قدرے آرام لینے کا وقت۔

(۶) جملہ کاروبار کو سمیٹ کر کام ختم کر لینے کا وقت۔

(۷) غروب آفتاب کے بعد دوبارہ غذا حاصل کرنے کا وقت۔

(۸) دنیاوی امور و حوائج زندگی سے غافل ہو کر سو جانے کا وقت وغیرہ وغیرہ۔

اب دیکھئے کہ شریعتِ مطہرہ نے انسانی ضروریات کا لحاظ فرماتے ہوئے اس کے اوقات کے اوّل و آخر و اوسط کو کس طرح اپنی عبادات کے لیے تقسیم فرمایا:

(۱) نیند ایک قسم کی موت ہے۔ بندہ جب نیند سے بیدار ہوتا ہے، تو اس کے معنی یہ ہیں کہ بارگاہِ الٰہی سے اس نے ایک نئی زندگی پائی۔ یہ زندگی جس نے عطا فرمائی، اسے یاد رکھنا بھی لازم و ضرور ہے۔ اس کی شکر گزاری بھی فرض ہے اس کی جناب پاک میں اپنی بندگی کا اظہار اور اپنی عاجزی کا اقرار بھی ضروری ہے کہ اگر وہ یہ زندگی نہ بخشتا کاروبارِ عالم کس طرح اور کون سنبھالتا، زندگی نہ ملتی تو حوائج

زندگی کی فکر کیسے رہتی۔

اس لیے شریعتِ مطہرہ نے مسلمان بندہ پر دُنیا وی مشاغل میں مصروفیت سے پہلے ایک نماز فرض کی۔ یہ نماز "نمازِ فجر" ہے۔

(ب) اہلِ زراعت و تجارت وغیرہم کی عادت یہ ہے کہ وہ صبح سے دوپہر تک اپنے کاروبار میں منہمک رہتے اور اپنی زندگی کی دوڑ دھوپ میں لگے رہتے ہیں۔ گویا کسبِ معاش کا یہی وقت ہے اور واقعی بہت سے اشغال ایسے ہوتے ہیں کہ اُنہیں تمام کرنے کے لیے طویل مدت درکار ہوتی ہے۔ اب ایسے انہماک و مصروفیت کے وقت کسی عبادات کی تعمیل ظاہر ہے کہ عموماً لوگوں پر شاق گزرتی، بلکہ ان کی اکثریت حرج میں پڑجاتی، کاروبارِ زندگی کے نظام میں خلل واقع ہوتا، اس لیے طلوعِ آفتاب سے لے کر زوال تک کوئی نماز بنی آدم پر ہماری شریعت نے فرض نہ کی۔

ہاں چونکہ مسلسل چھ سات گھنٹے کام کرتے کرتے طبیعت کسلمند ہوجاتی ہے اور انسان آرام کا خواہشمند ہوتا ہے، تو شریعتِ مطہرہ نے خدا پرست انسان کو یاد دلایا کہ وہ اپنے پروردگار کی ان نعمتوں کا شکریہ ادا کرلینے اور مالکِ حقیقی کی یاد تازہ کرنے کے لیے پھر اس کی بارگاہ میں سربسجود ہوجائے تاکہ اس کا دل و دماغ دنیاوی کدورتوں اور زندگی کی کثافتوں سے میلا کچیلا اور پراگندہ نہ رہے، اس لیے پھر ایک نماز فرض کی گئی اور یہ نماز "نمازِ ظہر" ہے۔

(ج) زندگی کی دوڑ دھوپ ابھی ختم نہیں ہوئی۔ آدمی معاش و اسبابِ معیشت کے افکار یا بالفاظ دیگر اپنی ضروریات سے فارغ نہیں ہوا، فکرِ معاش پھر اسے دُنیاوی اشغال کی طرف دھکیلتی ہے اور آدمی گرتا پڑتا پھر کاروباری دنیا میں مشین کے پرزوں کی طرح دوڑتا پھرتا ہے اور ظاہر ہے کہ دوپہر کامل تک اس کی لگاتار محنت و مسلسل کوشش نے اسے اس قابل نہیں چھوڑا کہ وہ بلاتوقف پھر اپنے

کاروبار میں مصروف ہو جائے، اُس کے اعضاء و جوارح میں اب وہ چستی نظر نہیں آسکتی جو دن کے ابتدائی حصہ میں پائی جاتی تھی۔ اُس کے دل و دماغ میں وہ تازگی اور فرحت نہیں مل سکتی جو اسے دن کے نصف اوّل میں ہر مشکل کے وقت مدد دیتی تھی۔ دُنیا کے مشاغل بھی نہیں چھوڑے جا سکتے۔ اس صورت میں تھوڑے تھوڑے وقفے کے بعد تھوڑی تھوڑی دیر کے لیے آرام لینا اور سستانا ضروری سا ہو جاتا ہے ورنہ مسلسل تگ و دَو اس کے دماغ کو ماؤف اور ہاتھ پیروں کو کچھ ہی عرصہ میں شل کر کے رکھ دے۔

اور یہ تو ہمارا رات دن کا مشاہدۂ شب و روزہ کا تجربہ ہے کہ ایک مزدور جس کا کام مٹی ڈھونا ہوتا ہے، وہ بھی اس وقت دو دو ایک ایک گھنٹہ کے بعد کچھ دیر حُقّہ پانی کے نام سے اپنے بدن کو آرام پہنچاتا ہے۔ یہاں بھی شریعتِ مطہرہ اسباب سے غافل کر کے مسبّب الاسباب کی طرف متوجہ کرتی اور اسے یاد دلاتی ہے کہ مسلمان کا کام دُنیاوی کاروبار کی دلدل میں پھنس کر رہ جانا نہیں، بلکہ اسے اپنے رُوح و جسم کو اس قادرِ مطلق کی بارگاہ میں جُھکا دینا چاہیئے جس نے اسے رُوح بخشی، اس کے بدن میں جان ڈالی۔ حقیقتاً وہی مربی ہے۔ مسببات کو اسباب کے ساتھ اسی نے مربوط فرمایا ہے۔ وہی اس قابل ہے کہ اُس کی یاد ہمیشہ دل میں جاگزیں رہے؛ لہٰذا ظہر کی نماز کے بعد گھنٹہ دو گھنٹہ کی محنت سے تھک کر جب آدمی تازہ دم ہونا چاہتا ہے، تو شریعتِ مطہرہ اسے ایک اور نماز ادا کرنے کا حکم دیتی ہے اور یہ نماز "نمازِ عصر" ہے۔

(د) عصر کی نماز سے فراغت حاصل کرنے کے بعد انسان کو صرف یہ فکر رہ جاتی ہے کہ دن گزر رہا ہے۔ رات بڑھتی آرہی ہے، اس لیے سورج ڈوبنے سے پہلے پہلے میں اپنا ہر کام اختتام و انجام کو پہنچا دوں اور آج کا کام کل پر نہ اُٹھا

رکھوں، اس لیے وہ اپنے کاروبار کے سمیٹنے یا زندگی کی دوڑ دھوپ کو ختم کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

آپ دیکھتے ہیں کہ شام کا جُھٹ پٹا ہوتے ہی چرند پرند اور دوسرے تمام حیوانات رات گزارنے اور دن بھر کی تھکن دُور کرنے اپنے اپنے گھونسلوں اور ٹھکانوں کی طرف دوڑتے اور اڑتے چلے جاتے ہیں۔

سورج غروب ہوتا دیکھ کر تھکا ماندہ انسان اطمینان کا سانس لیتا اور اپنے اہل وعیال واعزاواقارب سے قریب ہونا اور قریب رہنے کی کوشش کرتا ہے۔ شریعتِ مطہرہ پھر اسے ایک فرض یاد دلاتی اور بتاتی ہے کہ جس نے اطمینان سے سانس لینے کا موقع دیا اور تجھے یہ سانس نصیب فرماتے۔ اُس ذاتِ برحق کی شکرگزاری بھی لازم وضروری ہے۔ اسی کی رحمت نے تیری کشتیٔ عمل کے کناروں تک پہنچا دیا، لہٰذا اُس کی بارگاہ میں سرِ عبودیت جُھکا اور اس معبودِ برحق کو سجدہ کر اور ایک نماز اور پڑھ۔ اور یہ نماز "نمازِ مغرب" ہے۔

(۴) اب کہ خوردونوش وغیرہ دوسری ضروریات سے انسان فارغ ہوا اور اپنے بستر پر آرام کی خاطر لیٹنا اور دُنیا کی ہر نیرنگی سے آنکھ بند کرکے سوجانا چاہتا ہے۔ شریعتِ مطہرہ یہاں پھر اسے تنبیہ کرتی ہے کہ سارے دن کی کدورتوں کا کفارہ ادا کرنا تو لازم ہے۔ اب تو وہ وقت آتا ہے کہ بظاہر تجھ پر موت طاری کردی جاتے گی، تو گویا بستر پر لیٹنا دنیادی کاروبار سے رخصت ہونے کا وقت ہے۔ اہل وعیال سے رُخصت ہونے کا وقت ہے، مال ومتاع سے رخصت ہونے کا وقت ہے، دُنیاوی کدورتوں اور زندگی کی کثافتوں سے رخصت ہونے کا وقت ہے۔ لہٰذا اس معبودِ برحق کی بندگی لازم وملزوم ہے جس نے تجھے معاشی مصروفیات سے نجات بخشی جس نے تجھے قلب فارغ عطا فرمایا جس نے تجھے ان چیزوں سے ہٹایا

جو تجھے یادِ مولیٰ سے غافل کرنے والی تھیں۔ سونے سے پہلے ایک نماز کا ادا کرنا اور بھی فرض فرمایا تاکہ انسان یادِ مولیٰ پر سوتے، اور یہ نماز نمازِ عشاء ہے۔
الغرض اس معبودِ برحق کی عبادت اور اس کی بارگاہ میں اپنی نیازمندی کے اظہار کا بہترین وقت وہ ہے جبکہ طبعی تشویشات انسان کو نہ ستا رہی ہوں، مثلاً وہ بھوک، پیاس اور نیند کا غلبہ نہ محسوس کر رہا ہو، اسی طرح پیشاب، پاخانے وغیرہ کا شدید احساس مضطرب نہ کرتا ہو، ورنہ یہ چیزیں انسان کی مدرکہ و متخلیہ قوتوں پر برا اثر ڈالتی اور اسے لذتِ عبادت سے محروم رکھتی ہیں کہ وہ اپنے خیالات کو کسی ایک مرکز پر جمع نہیں کر پاتا۔
لیکن صبح و شام کے اوقات طبعی طور پر ان پراگندگیوں اور کثافتوں سے خالی ہوتے ہیں اور ان اوقات میں انسان اپنے کاروبار سے فراغت کے باعث دل میں سرور و فرحت اور نشاط و مسرت محسوس کرتا ہے۔ بالخصوص جب انسان ہر کام سے فارغ ہو کر اپنے تھکے ماندے اعضاء کو آرام دینے کی خاطر سونے کا ارادہ کرتا ہے، تو دنیاوی افکار و آلام بھی اُس سے کنارہ کرتی ہیں اور بندہ ہر غم و فکر سے آزاد ہو جاتا ہے۔
شریعتِ مطہرہ نے اوقات کی خصوصیات اور انسانی ضروریات کا لحاظ کرتے ہوتے نمازیں فرض فرمائیں اور ان مخصوص اوقات میں بارگاہِ الٰہی میں سر جھکانے کا حکم دیا تاکہ دُنیاوی امور میں انہماک و مصروفیت کے باعث دلوں پر جو کثافتیں جم چکی ہیں، وہ عبادت و بندگی کی نورانیت اور تابشوں سے نیست و نابود ہو جائیں اور بارگاہِ خداوندی میں سجدہ ریزی کے باعث انسان کو سرخروئی حاصل ہو اور اس کا آئینۂ دل بے غبار ہو جاتے۔

آیاتِ قرآنیہ

قرآن کریم کی وہ آیاتِ کریمہ جن میں اوقات کی تعیین کا بیان یا ان کی محافظت کی ترغیب یا ان کی مخالفت سے ترہیب ہے، ان سے ثابت ہوتا ہے کہ ہر نماز کے لیے شرعِ مطہر نے جدا وقت مقرر فرمایا ہے کہ نہ اس سے پہلے ہو سکے نہ اسے کھو کر دوسرے وقت کے لیے اٹھا رکھی جائے، بلکہ ہر نماز اپنے ہی وقت پر ہونی چاہیے۔ رب العزت تبارک وتعالیٰ نے محافظت والتزامِ اوقات کا حکم سات سورتوں میں نازل فرمایا: بقرہ، نساء، انعام، مریم، مومنون، معارج، ماعون۔

(۱) اِنَّ الصَّلٰوۃَ کَانَتْ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ کِتٰبًا مَّوْقُوْتًا ط

(بے شک نماز مسلمانوں پر فرض ہے، وقت باندھا ہوا)

(۲) حَافِظُوْا عَلَی الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوۃِ الْوُسْطٰی وَقُوْمُوْا لِلّٰہِ قٰنِتِیْنَ ط

(محافظت کرو سب نمازوں اور خاص بیچ والی نماز کی اور کھڑے ہو اللہ کے حضور ادب سے)

بیچ والی نماز عصر ہے، اس وقت لوگ بازار وغیرہ کے کاموں میں زیادہ مصروف ہوتے ہیں اور وقت بھی تھوڑا ہے، اس لیے اس کی خاص تاکید فرمائی۔

(۳) وَالَّذِیْنَ ھُمْ عَلٰی صَلَوٰتِھِمْ یُحَافِظُوْنَ ہ اُولٰٓئِكَ ھُمُ الْوٰرِثُوْنَ الَّذِیْنَ یَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ ھُمْ فِیْھَا خٰلِدُوْنَ ط

(اور وہ لوگ جو اپنی نماز کی نگہداشت کرتے ہیں (کہ اسے وقت سے بے وقت

نہیں ہونے دیتے) وہی سچے وارث ہیں کہ جنت کی وراثت پائیں گے، وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں)

(۴) وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ فِيْ جَنّٰتٍ مُّكْرَمُوْنَ ط

(اور وہ لوگ کہ اپنی نماز کی محافظت کرتے ہیں، وہ جنتوں میں باعزت جائیں گے)

(۵) وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَهُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ط

(اور جنہیں آخرت پر یقین ہے، وہ قرآن پر ایمان لاتے ہیں اور وہ اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں (کہ وقت سے باہر نہ ہو جائیں)

(۶) ثُمَّ خَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ ط

(پھر ان کے بعد کچھ پس ماندے (ناخلف) پیدا ہوئے جنہوں نے نمازیں ضائع کر دیں)

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

اَخَّرُوْهَا عَنْ مَوَاقِيْتِهَا وَصَلَّوْهَا بِغَيْرِ وَقْتِهَا ط

وہ لوگ جن کی مذمت اس آیتِ کریمہ میں فرمائی گئی، وہ ہیں جو نمازوں کو ان کے وقت سے ہٹاتے اور غیر وقت پر پڑھتے ہیں۔

(۷) فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ ط

(خرابی ہے، ان نمازیوں کے لیے جو اپنی نمازوں سے غافل ہیں کہ وقت نکال کر پڑھتے ہیں)

الغرض یہ آیاتِ کریمہ اور ان کے علاوہ احادیث متکاثرہ و متواترہ ہر نماز کے لیے جدا وقت بتا رہی ہیں۔ محافظت وقت کی نہایت تاکید شدید فرما رہی ہیں۔ وقت ضائع کرنے کو گناہِ عظیم و موجب عذابِ الیم ٹھہرا رہی ہیں۔

احادیث و آثار کریمہ

(۱) اللہ عزوجل فرماتا ہے (اے محبوب) میں نے تیری امت پر پانچ نمازیں فرض کیں اور اپنے پاس عہد مقرر کر لیا کہ جو ان کے وقتوں پر ان کی محافظت کرتا آئے گا، اسے جنت میں داخل کروں گا اور جو محافظت نہ کرے گا، اس کے لیے میرے پاس کچھ عہد نہیں (ابوداؤد)

(۲) جو پانچوں نمازیں اپنے اپنے وقتوں پر نہ پڑھے، ان کا وضو و قیام و خشوع و رکوع و سجود پورا نہ کرے، وہ نماز سیاہ تاریک ہو کر یہ کہتی ہے کہ اللہ تجھے ضائع کرے جس طرح تو نے مجھے ضائع کیا، یہاں تک جب اس مقام پر پہنچے جہاں تک اللہ عزوجل چاہے پرانے چیتھڑے کی طرح لپیٹ کر اس کے منہ پر ماری جاتی ہے۔ (والعیاذ باللہ تعالیٰ) (طبرانی)

(۳) سیدنا عبداللہ بن مسعود[1] رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں نے

---

[1] یہ وہی ابن مسعود ہیں جن کی نسبت حدیث میں ہے۔ حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان کے عہد کو لازم پکڑو (ترمذی) یہ وہی ابن مسعود ہیں جنہیں حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ صاحب سر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ بے شک چال ڈھال روش میں سب سے زیادہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے مشابہ عبداللہ بن مسعود ہیں (بخاری و ترمذی) یہ وہی ابن مسعود ہیں جنہیں امیرالمومنین حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: کُنَیْفٌ مُلِئَ عِلْمًا ایک گٹھڑی ہیں علم سے بھری ہوئی۔ نہایت یہ کہ حضور اقدس سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے اپنی امت کے لیے پسند فرمالیا جو کچھ عبداللہ بن مسعود اس کے لیے پسند کرے (حاکم) یہ وہی عبداللہ بن مسعود ہیں کہ بوجہ کمال قرب اہل بیت عظام رسالت میں سے سمجھے جاتے اور سفر و حضر میں خدمت والا منزلت حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے معزز

(بقیہ ۲۰۷ پر)

کبھی نہ دیکھا کہ حضور پُرنور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کوئی نماز اس کے غیر وقت میں پڑھی ہو، مگر دو نمازیں کہ ایک ان میں سے نماز مغرب ہے جسے مزدلفہ میں عشا کے وقت پڑھا تھا اور وہاں فجر بھی روز کے معمولی وقت سے پیشتر تاریکی میں پڑھی۔ (بخاری و مسلم)

تنبیہ: یہ حدیث سنن نسائی میں یوں ہے کہ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز اس کے وقت ہی میں پڑھتے تھے، مگر مزدلفہ و عرفات میں۔ تو مراد یہ ہے کہ حضور پُرنور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے صرف انہیں دو نمازوں یعنی عرفہ کی عصر اور مزدلفہ کی مغرب کا غیر وقت میں پڑھنا ثابت ہے، انہیں دو کو ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیکھا، انہیں دو کو صلاتین (دو نمازیں) کہہ کر یہاں شمار فرمایا۔ اگرچہ تفصیل میں بوجہ شہرتِ عامہ تامہ ایک کا نام نہ لیا، صرف ذکر مغرب پر اقتصار فرمایا اور ایسا اکتفا کلام صحیح میں شائع ہے۔

رہی نماز فجر کہ وہ مذکور ہوئی، وہ دوسری نماز کا بیان نہیں، وہ مسئلہ جُدا گانہ ہے کہ دو نمازیں تو غیر وقت میں پڑھیں اور فجر وقت معمول سے پیشتر تاریکی میں، اور اس پر اجماعِ امت ہے کہ فجر حقیقتاً وقت سے پہلے نہ تھی۔ نہ ہرگز کہیں اس کا جواز، بلکہ صحیح بخاری میں تو تصریح صریح ہے کہ نماز فجر بعد طلوع فجر پڑھی۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۰۹)

دمتاز رہتے یعنی آپ سے متعلق یہ خدمتیں تھیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جس مجلس میں تشریف فرما ہوں نعلین مبارک اٹھا کر رکھیں، اٹھتے وقت سامنے رکھ دیں، سوتے وقت بچھونا بچھائیں اور اوقاتِ نماز پر پانی لائیں (بخاری) لاجرم ہمارے ائمہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے نزدیک خلفاء اربعہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کے بعد وہ جناب تمام صحابہ کرام علیہم الرضوان سے علم و فقاہت میں زائد ہیں۔ (فتاویٰ رضویہ)

غرض یہ حدیث کہ اوقات مختلفہ میں بقدرِ حاجت پارہ پارہ کر کے بیان کی گئی، تمام وکمال یُوں ہے کہ میں نے کبھی نہ دیکھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو نمازیں جمع فرمائی ہوں، کبھی کوئی نماز اپنے وقت سے پہلے یا وقت کے بعد پڑھی ہو، مگر صرف دو۔ عصر عرفہ کہ وقتِ ظہر میں ادا کی اور مغربِ مزدلفہ کہ وقتِ عشا پڑھی اور اس دن فجر کو بھی مسنون ومعمول سے پہلے طلوعِ فجر کے بعد ہی تاریکی میں پڑھ لیا تھا۔ اس دن کے سوا کبھی ایسا بھی نہ کیا۔

(۴) نماز کے لیے اوّل آخر ہے۔ اوّل وقت ظہر کا اس وقت ہے جب کہ آفتاب ڈھل جائے اور آخر اس وقت کہ عصر کا وقت آجائے اور آخر وقت عصر کا اس وقت کہ آفتاب کا قُرص زرد ہوجائے اور اوّل وقت مغرب کا اس وقت کہ آفتاب ڈوب جائے اور اس کا آخر وقت جب شفق ڈوب جائے اور اوّل وقت عشا جب شفق ڈوب جائے اور آخر وقت (یعنی وقت مباح بلا کراہت) جب آدھی رات ہوجائے۔ (امام احمد وترمذی)

(۵) حاکم نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں، فجر دو ہیں، ایک تو وہ جس میں کھانا حرام، یعنی روزے دار کے لیے اور نماز حلال، دوسری وہ کہ اس میں نماز (فجر) حرام اور کھانا حلال۔

(۶) فجر کی نماز اجالے میں پڑھو کہ اس میں بہت عظیم ثواب ہے (ترمذی، ابوداؤد)

(۷) جو فجر کو روشن کر کے پڑھے گا، اللہ تعالیٰ اس کی قبر اور قلب کو منوّر کرے گا اور اس کی نماز قبول فرمائے گا (دیلمی)

(۸) میری امت ہمیشہ فطرت یعنی دینِ حق پر رہے گی، جب تک فجر کو اجالے میں پڑھے گی۔ (طبرانی)

(۹) امام طحاوی بطریق داؤد بن یزید الاودی عن ابیہ روایت فرماتے ہیں کہ

مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم ہمیں نمازِ صبح پڑھایا کرتے اور ہم سورج کی طرف دیکھا کرتے تھے۔ اس خوف سے کہ کہیں طلوع نہ ہو گیا ہو۔

(۱۰) حضرت ابوذر بخاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ہم ایک سفر میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ رکابِ اقدس تھے۔ موذن نے اذان دینی چاہی، فرمایا: اَبْرِدْ وقت ٹھنڈا کر۔ دیر کے بعد پھر موذن نے سہ بارہ اذان کا ارادہ کیا فرمایا: اَبْرِدْ وقت ٹھنڈا کر اور یونہی تاخیر کا حکم فرماتے رہے۔ یہاں تک کہ سایہ ٹیلوں کے برابر ہو گیا۔ اس وقت اذان کی اجازت فرمائی اور فرمایا: گرمی کی شدت جہنم کی سانس سے ہے، تو جب گرمی سخت ہو، ظہر ٹھنڈے وقت پڑھو (بخاری شریف)

(۱۱) حاکم و دارقطنی نے زیاد بن عبد اللہ نخعی سے روایت کی کہ ہم امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کے ساتھ مسجدِ جامع میں بیٹھے تھے، موذن نے آکر عرض کی یا امیر المومنین "نماز" امیر المومنین نے فرمایا: بیٹھو۔ وہ بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد پھر حاضر ہوا اور نماز کے لیے عرض کی۔ امیر المومنین نے فرمایا: هٰذَا الْكَلْبُ يُعَلِّمُنَا السُّنَّةَ (کتا ہمیں سنت سکھاتا ہے) پھر اٹھ کر ہمیں نمازِ عصر پڑھائی جب ہم نماز پڑھ کر وہاں واپس آئے جہاں مسجد میں پہلے بیٹھے تھے، تو ہم زانوؤں پر کھڑے ہو کر سورج کو دیکھنے لگے کہ وہ غروب کے لیے نیچے اتر گیا تھا

یعنی دیواریں اس زمانے میں نیچی نیچی ہوتیں، آفتاب ڈھلک گیا تھا، بیٹھے سے نظر نہ آیا۔ دیوار کے نیچے اتر چکا تھا، گھٹنوں پر کھڑے ہونے سے نظر آیا۔ (افاداتِ رضویہ)

تنبیہ: اگر یہ صرف مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کا اپنا فعل ہوتا، جب بھی حجتِ شرعی تھا نہ کہ وہ اسے صراحۃً سنت بتا رہے ہیں اور موذن پر جو جلدی کا تقاضا کرتا تھا، ایسا شدید غضب فرما رہے ہیں۔

(۱۲) امام دیلمی نے زبیر بن کیسان سے روایت کی کہ میں رصافی کے ساتھ نماز عصر پڑھ کر مسجدِ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ، میں گیا۔ امام نے اتنی تاخیر فرمائی کہ مجھے خدشہ ہوا کہ وقت جاتا رہے گا۔ پھر میں مسجد امام سفیان ثوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف گیا تو کیا دیکھا کہ انہوں نے ابھی نماز پڑھی ہی نہیں۔ میں نے کہا: اللہ تعالیٰ ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر رحمت فرمائے انہوں نے اتنی تاخیر نہیں کی جتنی سفیان رضی اللہ تعالیٰ نے کی۔

(۱۳) میری اُمت ہمیشہ فطرت پر رہے گی، جب تک مغرب میں اتنی تاخیر نہ کریں کہ ستارے گتھ جائیں۔ (امام احمد و ابوداؤد)

(۱۴) دن کی نماز یعنی عصر ابر کے دن میں جلدی پڑھو اور مغرب میں تاخیر کرو۔ (ابوداؤد)

(۱۵) اگر یہ بات نہ ہوتی کہ میری امّت پر مشقت ہو جائے گی، تو میں ان کو حکم فرماتا کہ ہر وضو کے ساتھ مسواک کریں اور عشاء کی نماز تہائی یا آدھی رات تک مؤخر کر دیتا کہ رب تبارک تعالیٰ آسمان پر خاص تجلی رحمت فرماتا ہے اور صبح تک فرماتا رہتا ہے کہ کوئی سائل ہے اُسے دوں۔ ہے کوئی مغفرت چاہنے والا کہ اس کی مغفرت کر دوں۔ ہے کوئی دُعا کرنے والا کہ قبول کر دوں۔ (امام احمد)

(۱۶) جب فجر طلوع کر آئے تو کوئی نفل، نماز نہیں ہوتی، سوائے دو رکعت فجر کے (طبرانی)

(۱۷) بعد صبح نماز نہیں تا وقتیکہ آفتاب بلند نہ ہو جائے اور عصر کے بعد نماز نہیں، یہاں تک کہ غروب ہو جائے۔ (بخاری و مسلم)

(۱۸) آفتاب شیطان کے سینگ کے ساتھ طلوع کرتا ہے جب بلند ہو جاتا ہے تو جُدا ہو جاتا ہے، پھر جب سر کی سیدھ پر آتا ہے، تو شیطان اس سے قریب ہو جاتا ہے، جب ڈھل جاتا ہے تو ہٹ جاتا ہے، پھر جب غروب ہونا چاہتا ہے، شیطان اس سے قریب ہو جاتا ہے جب ڈوب جاتا ہے، جُدا ہو جاتا ہے، تو ان تین وقتوں میں نماز نہ پڑھو۔ (بخاری و مسلم)

اوقاتِ نماز کی حد بندی

تمام لوگوں کو ایک ہی وقت میں نماز پڑھنے کا حکم دینا کہ نہ اس سے پہلے پڑھنے کی اجازت ہو نہ اس سے مؤخر کرنا جائز وروا ہو، بندوں پر حرج عظیم کا موجب تھا، اس لیے شریعتِ مطہرہ نے اوقاتِ نماز میں کسی قدر توسیع فرمادی اور اوقات کے حدود مقرر فرمادی تاکہ بندہ بسہولت واطمینان اس فریضہ سے سبکدوش ہوسکے اور ان اوقات کی حدود بندی سے چار قسم کے اوقات حاصل ہوئے:

(۱) وقت اختیاری: یہ وہ وقت ہے کہ نماز بلاکراہت ادا ہوجاتی ہے۔

(۲) وقت استحبابی: یہ وہ وقت ہے جس میں نماز ادا کرلینا اُولیٰ وبہتر ہے، تو اگر یہ وقت گزر گیا اور نماز ادا نہ کی تو اس پر گناہ نہیں، وقت کے دوسرے حصے میں بلاتردد نماز ادا کرے۔

(۳) وقت کراہت: یہ وہ وقت ہے جس میں نماز ادا کرنا شرع مطہرہ کو پسند نہیں۔ بلاوجہ شرعی اتنا مؤخر کرنا نماز کی نورانیت کو ختم کردیتا ہے اور اگر پڑھ لی تو فرض ساقط ہوگیا۔ مواخذہ شرعی ذمہ پر باقی رہا۔

(۴) وقتِ قضا: یہ وہ وقت ہے جس میں انسان اُس نماز کو ادا کرتا ہے، جیسے وہ بھول یا نیند یا غفلت کے باعث وقتِ مقررہ میں ادا نہ کرسکا ہو۔ یہاں تک کہ وہ وقت از اوّل تا آخر بالکل گزر گیا اور دوسرا وقت آگیا۔

اجمالی اشارے

وقت فجر

نماز فجر کا وقت طلوع صبح صادق سے آفتاب کی کرن چمکنے تک ہے۔

فائدہ: صبح صادق ایک روشنی ہے کہ پورب کی جانب جہاں سے آج آفتاب طلوع ہونے والا ہے، اس کے اوپر آسمان کے کنارے میں دکھائی دیتی ہے اور بڑھتی جاتی ہے، یہاں تک کہ تمام آسمان پر پھیل جاتی ہے اور زمین پر اجالا ہو جاتا ہے اور اس سے قبل بیچ آسمان میں ایک دراز سفیدی ظاہر ہوتی ہے جس کے باعث نیچے سے سارا افق سیاہ ہوتا ہے۔ صبح صادق اس کے نیچے سے پھوٹ کر جنوباً شمالاً دونوں پہلوؤں پر پھیل کر اوپر بڑھتی ہے، یہ دراز سفیدی اس میں غائب ہو جاتی ہے۔ اس کو صبح کاذب کی سفیدی کہتے ہیں، اس سے فجر کا وقت نہیں ہوتا۔ یہ جو بعض نے لکھا ہے کہ صبح کاذب کی سفیدی جاکر بعد کو تاریکی ہو جاتی ہے، محض غلط ہے۔ صحیح وہ ہے جو ہم نے بیان کیا۔ (بہار شریعت)

تنبیہ: صبح صادق چمکنے سے طلوع آفتاب تک ان بلاد میں کم از کم ایک گھنٹہ پینتیس منٹ نہ اس سے کم ہوگا نہ اس سے زیادہ۔

اکیس مارچ کو ایک گھنٹہ اٹھارہ منٹ ہوتا ہے، پھر بڑھتا رہتا ہے، یہاں تک کہ بائیس جون کو پورا ایک گھنٹہ ۳۵ منٹ ہو جاتا ہے، پھر گھٹنا شروع ہو جاتا ہے یہاں تک بائیس ستمبر کو ایک گھنٹہ اٹھارہ منٹ رہ جاتا ہے۔ پھر بڑھتا ہے، یہاں تک کہ ۲۲ر دسمبر کو ایک گھنٹہ چوبیس منٹ ہوتا ہے۔ پھر کم ہوتا رہتا ہے، یہاں تک کہ ۲۱ر مارچ کو وہی ایک گھنٹہ اٹھارہ منٹ ہو جاتا ہے۔

جو شخص صحیح وقت نہ جانتا ہو، اسے چاہیئے کہ گرمیوں میں طلوعِ آفتاب میں ایک گھنٹہ چالیس منٹ باقی رہنے پر سحری چھوڑ دے۔ خصوصاً جون، جولائی اور جاڑوں میں ڈیڑھ گھنٹہ رہنے پر۔ خصوصاً دسمبر، جنوری اور مارچ، دسمبر کے اواخر میں جب دن رات برابر ہوتا ہے، تو سحری ایک گھنٹہ چوبیس منٹ پر چھوڑے اور سحری چھوڑنے کا جو وقت بیان کیا گیا ہے، اس کے آٹھ دس منٹ بعد اذان کہی جائے تاکہ سحری اور اذان دونوں طرف احتیاط رہے۔ ابتدائے وقت فجر کی شناخت دشوار ہے خصوصاً جبکہ گرد و غبار ہو یا چاندنی رات ہو، لہٰذا ہمیشہ طلوعِ آفتاب کا خیال رکھیے کہ آج جس وقت طلوع ہوا، دوسرے دن اسی حساب سے وقت مذکورہ بالا کے اندر اندر اذان و نماز فجر ادا کی جائے۔ (افاداتِ رضویہ)

وقتِ ظہر

آفتاب ڈھلنے سے اس وقت تک ظہر کا وقت ہے کہ ہر چیز کا سایہ علاوہ سایۂ اصلی کے دو چند یعنی دو گنا ہو جائے۔

فائدہ: ہر دن کا سایۂ اصلی وہ سایہ ہے کہ اس دن آفتاب کے خطِ نصف النہار پر پہنچنے کے وقت ہوتا ہے اور وہ موسم اور بلاد کے مختلف ہونے سے مختلف ہوتا ہے۔ دن جتنا گھٹتا ہے، سایہ بڑھتا جاتا ہے اور دن جتنا بڑھتا ہے، سایہ کم ہوتا جاتا ہے، یعنی جاڑوں میں زیادہ ہوتا ہے اور گرمیوں میں کم اور ان شہروں میں کہ خطِ استوار کے قرب میں واقع ہیں، کم ہوتا ہے، بلکہ بعض جگہ بعض موسم میں بالکل ہوتا ہی نہیں، جب آفتاب بالکل سمتِ راس پر ہوتا ہے۔ (افاداتِ رضویہ)

وقتِ عصر

ظہر کا وقت ختم ہونے یعنی سایۂ اصلی کے سوا دو مثل سایہ ہونے سے عصر کا وقت شروع ہوتا ہے اور غروبِ آفتاب تک رہتا ہے۔ حضرت سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک جب تک سایۂ ظل اصلی کے علاوہ دو مثل نہ ہو جائے وقتِ عصر نہیں آتا امام الائمہ سراج الامۃ کا قول ہی احوط و اصح اور از روئے دلیل ارجح ہے۔ اسی قول پر فتویٰ ہے۔ اسی پر متون مذہب ہیں اسی پر اکثر مشائخ ہیں۔ جمہور ائمہ مذہب نے اسی کی تصحیح فرمائی، اسی کو شارحین نے پسندیدہ رکھا اور اسی میں احتیاط ہے کہ اگر مثلِ ثانی میں عصر پڑھی، تو ایک مذہبِ جلیل پر کہ مذہب امامِ اعظم ہے۔ فرض ذمہ سے ساقط نہ ہوا، پڑھی بے پڑھی برابر رہی اور مثلِ ثانی کے بعد (کہ ہر شئے کا سایۂ اصلی سایہ کے سوا اس کا دو چند ہو جاتے) پڑھی، تو بالاتفاق صحیح و کامل ادا ہوئی۔ (فتاوٰی رضویہ)

تنبیہ: بعض صاحبوں نے یہ گمان کیا کہ احادیث، مذہب صاحبین میں نص ہیں، یعنی احادیث کریمہ صراحۃً یہ بتاتی ہیں کہ ایک ہی مثل کے بعد وقت عصر آجاتا ہے اور یہی مذہب صاحبین ہے اور مذہبِ امامِ اعظم احادیث سے منصوص معلوم نہیں ہوتا حالانکہ حق یہ ہے کہ صحاح احادیث دونوں طرف موجود ہیں، ہرگز کوئی ثابت نہیں کر سکتا کہ صاحبین کے مذہب پر کوئی صحیح صریح کہ تعارض سے سالم و محفوظ ہو ناطق ہے اور وہ حدیث جس سے اس مسئلہ پر استناد کیا جاتا اور اُسے بطورِ سند لایا جاتا ہے یا تو حدیث صحیح نہیں یا صحیح ہے تو مذہبِ صاحبین پر صراحۃً دلالت نہیں کرتی، ورنہ کم از کم اس کے معارض دوسری صحیح حدیث ضرور موجود ہے اور جب احادیث اس باب میں مختلف و معارض ہیں تو اس تعارض میں مذہبِ صاحبین کی احادیث کو منسوخ ماننا ہی اصول کے مطابق و موافق ہے کہ جب بوجہ تعارض مثل ثانی میں شک واقع ہوا

کہ یہ وقت ظہر ہے یا وقت عصر اور اس سے پہلے وقت ظہر بالیقین ثابت تھا، تو اب شک کے سبب یقین زائل نہ ہوگا، بلکہ وقت ظہر باقی رہے گا۔ یونہی وقتِ عصر بالیقین نہ تھا شک کے سبب داخل نہ ہوگا، والحمدللہ۔ (افاداتِ رضویہ)

پھر ابھی حدیث گزری کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کی اذان کی اجازت اس وقت دی کہ سایہ ٹیلوں کا سایہ ٹیلوں کے برابر ہوگیا۔ اس پر امام ابن اثیر جزری شافعی نے نہایہ میں فرمایا کہ ٹیلوں کا سایہ کا اس وقت آغاز ہوتا ہے جب ظہر کا اکثر وقت گزر جاتا ہے اور ظاہر ہے کہ جب آغاز اس وقت ہوگا تو ٹیلوں کے برابر ہرگز نہ پہنچے گا، مگر مثل ثانی کے بھی اخیر حصّہ میں۔ اس وقت تک حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اذان نہ دینے دی، تو نماز یقیناً اور بھی بعد، مگر اپنے وقت میں ہوئی، تو ثابت ہوا کہ مثلِ ثانی میں ظہر کا وقت باقی رہتا ہے۔ عصر کا شروع نہیں ہوتا کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ابراد کا حکم دے رہے ہیں کہ نماز اپنے وقت کے ٹھنڈے حصّے میں پڑھی جائے نہ یہ کہ وقت نکال دینے کے بعد دوسری نماز کے وقت میں ادا کی جائے۔ وہو تعالیٰ اعلم! (افاداتِ رضویہ)

فائدہ جلیلہ

ان بلاد میں وقت عصر کم از کم ایک گھنٹہ پینتیس منٹ اور زیادہ سے زیادہ دو گھنٹے چھ منٹ رہتا ہے، اس کی تفصیل یہ ہے:

۲۴ اکتوبر تحویل عقرب سے آخر ماہ تک ایک گھنٹہ چھتیس منٹ، پھر یکم نومبر سے ۱۸ فروری یعنی پونے چار مہینے تک تقریباً ایک گھنٹہ پینتیس منٹ۔

سال میں یہ سب سے چھوٹا وقت ہے، عصر کا وقت کبھی اس سے کم نہیں ہوتا۔

پھر ۱۹ر فروری تحویل حوت سے ختم ماہ تک ایک گھنٹہ ۳۶ منٹ۔

پھر مارچ کے اول ہفتہ میں ایک گھنٹہ ۳۷ منٹ، ہفتہ دوم میں ایک گھنٹہ ۳۸ منٹ۔ ہفتہ سوم میں ایک گھنٹہ ۴۰ منٹ، پھر ۲۱ر مارچ کو تحویل حمل سے آخر ماہ تک ایک گھنٹہ ۴۱ منٹ۔

پھر اپریل کے اول ہفتہ میں ایک گھنٹہ ۴۳ منٹ۔ دوسرے ہفتہ میں ایک گھنٹہ ۴۵ منٹ۔ تیسرے ہفتہ میں ایک گھنٹہ ۴۸ منٹ۔ پھر ۲۰، ۲۱ر اپریل تحویل ثور سے آخر ماہ تک ایک گھنٹہ ۵۰ منٹ۔

پھر مئی کے اول ہفتہ میں ایک گھنٹہ ۵۳ منٹ، ہفتہ دوم میں ایک گھنٹہ ۵۵ منٹ، ہفتہ سوم میں ایک گھنٹہ ۵۸ منٹ۔ پھر ۲۲، ۲۳ مئی تحویل جوزا سے آخر ماہ تک دو گھنٹے ایک منٹ۔

پھر جون کے پہلے ہفتہ میں دو گھنٹے تین منٹ۔ ہفتہ دوم میں دو گھنٹے چار منٹ، ہفتہ سوم میں دو گھنٹے ۵ منٹ۔ پھر ۲۲ر جون تحویل سرطان سے آخر ماہ تک دو گھنٹے ۶ منٹ۔

پھر ہفتہ اول جولائی میں دو گھنٹے ۵ منٹ۔ دوسرے ہفتہ میں دو گھنٹے ۴ منٹ۔ تیسرے ہفتہ میں دو گھنٹے ۲ منٹ۔ پھر ۲۳ر جولائی تحویل اسد کو دو گھنٹے ایک منٹ۔ اس کے بعد آخر ماہ تک دو گھنٹے۔

پھر اگست کے پہلے ہفتہ میں ایک گھنٹہ ۵۸ منٹ۔ دوسرے ہفتہ میں ایک گھنٹہ ۵۵ منٹ۔ تیسرے ہفتہ میں ایک گھنٹہ ۵۱ منٹ۔ پھر ۲۳، ۲۴ر اگست تحویل سنبلہ کو ایک گھنٹہ پچاس منٹ۔ پھر اس کے بعد سے آخر ماہ تک ایک گھنٹہ ۴۸ منٹ۔

پھر اول ستمبر میں ایک گھنٹہ ۴۶ منٹ۔ دوسرے ہفتہ میں ایک گھنٹہ ۴۴ منٹ۔ تیسرے ہفتہ میں ایک گھنٹہ ۴۲ منٹ۔ پھر ۲۳، ۲۴ ستمبر تحویل میزان میں ایک گھنٹہ

۱۴ منٹ۔ پھر اس کے بعد آخر ماہ تک ایک گھنٹہ ۴ منٹ۔
پھر ہفتہ اوّل اکتوبر میں ایک گھنٹہ ۳۹ منٹ۔ ہفتہ دوم میں ایک گھنٹہ ۳۸ منٹ۔
ہفتہ سوم میں ۲۳ اکتوبر تک ایک گھنٹہ ۳۷ منٹ۔
غروب آفتاب سے پیشتر وقت عصر شروع ہوتا ہے۔

وقتِ مغرب

جب مشرق سے سیاہی بلند ہو اور مغرب میں دن غروب ہو اور جب آفتاب ڈوبنے پر یقین ہو جائے، تو مغرب کا وقت شروع ہو جاتا ہے اور شفق کے غروب ہونے تک رہتا ہے۔ اور شفق ہمارے نزدیک مذہب میں اس سپیدی کا نام ہے جو جانب مغرب میں سُرخی ڈوبنے کے بعد جنوباً شمالاً صبح صادق کی طرح پھیلی رہتی ہے۔ اور یہ وقت ان شہروں میں کم از کم ایک گھنٹہ اٹھارہ منٹ اور زیادہ سے زیادہ ایک گھنٹہ ۳۵ منٹ ہوتا ہے۔

(افاداتِ رضویہ)

وقتِ عشاء و وتر

سپیدی مذکور کے غروب ہو جانے کے بعد عشاء کا وقت شروع ہوتا اور طلوع فجر تک رہتا ہے کہ فجر طلوع ہوئی اور عشا کا وقت چلا گیا۔

فائدہ: اس جنوباً شمالاً پھیلی ہوئی سپیدی کے بعد جو سپیدی شرقاً غرباً طویل باقی رہتی ہے، اس کا کچھ اعتبار نہیں، وہ جانبِ مشرق میں صبح کاذب کی مثل ہے۔

(بہارِ شریعت)

اوقاتِ مستحبہ

فجر: ہمارے علماء کے نزدیک مردوں کو ہمیشہ ہر زمان ہر مکان میں اسفارِ فجر یعنی جب صبح خوب روشن ہو جائے نماز پڑھنا سنّت ہے، سوا یوم النحر کے کہ حاجیوں کو اس روز مزدلفہ میں تغلیس یعنی نہایت اوّل وقت فجر پڑھنا مستحب ہے۔

طبرانی وابن عدی نے روایت کیا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا: "اے بلال! فجر کی اذان اس وقت دیا کرو، جب لوگ اپنے تیر گرنے کی جگہ بسبب روشنی کے دیکھ لیں۔"

ظاہر ہے کہ یہ بات اُس وقت حاصل ہوگی، جب صبح خوب روشن ہو جائے گی اور جب اذان ایسے وقت ہوگی، تو نماز اس سے بھی زیادہ روشنی میں ہوگی۔ اور حکمتِ فقہی اس باب میں یہ ہے کہ اسفار میں جماعت کثیر ہو جاتی ہے اور تکثیرِ جماعت شرع مطہر کو مطلوب و محبوب ہے، اور تغلیس میں جماعت میں قلیل آدمی ہوتے ہیں۔ پھر اس میں لوگوں کو مشقت میں ڈالنا ہے اور یہ دونوں باتیں ناپسند و مکروہ۔ لہٰذا نماز فجر کے بعد اشراق تک ذکرِ الٰہی میں بیٹھے رہنا مستحب ہے اور یہ امر اسفار میں آسان ہے تغلیس میں دشوار۔

غرض فجر میں تاخیر مستحب ہے اور عامہ مشائخ فرماتے ہیں کہ نماز بقراءتِ مسنونہ یعنی چالیس سے ساٹھ آیات تک ترتیل و اطمینان سے پڑھ سکے۔ پھر سلام پھیرنے کے بعد اتنا وقت باقی رہنے کہ اگر نماز میں فساد ظاہر ہو تو وضو کر کے پھر اُسی طرح پڑھ سکے اور ہنوز آفتاب طلوع نہ ہو۔ ہاں ایسے وقت تک تاخیر مکروہ ہے کہ طلوعِ آفتاب کا شک ہو جائے۔ (درالمختار، ردالمحتار)

ظہر: موسم گرما میں ظہر کا ابراد یعنی تاخیر مستحب ہے، خواہ تنہا پڑھے یا جماعت کے ساتھ۔ اور جاڑوں کی ظہر میں جلدی کرنا مستحب ہے اور گرمیوں میں ظہر کی جماعت

اوّل وقت میں ہوتی ہو تو مستحب وقت کے لیے جماعت کا ترک کرنا جائز نہیں۔ موسم ربیع جاڑوں کے حکم میں ہے اور خریف گرمیوں کے حکم میں۔ (درمختار)

اور بہتر یہ ہے کہ ظہر مثل اوّل میں پڑھیں (غنیہ)

عصر: نمازِ عصر میں ابر کے دن تو جلدی کرنا چاہیے، مگر نہ اتنی کہ وقت سے پہلے ہو جائے۔ باقی اس میں ہمیشہ تاخیر مستحب ہے۔ (عالمگیری۔ درمختار)

اسی واسطے اس کا نام عصر رکھا گیا لانّھا تُعصَرُ یعنی وہ نچوڑ کے وقت پڑھی جاتی ہے، مگر ہرگز ہرگز اتنی تاخیر جائز نہیں کہ خود آفتاب کا قرص متغیر ہو جائے، اس پر زردی آجائے کہ بے تکلف بے غبار و نگاہ قائم ہو جانے لگے۔ تجربے سے یہ وقت تقریباً بیس منٹ ثابت ہوا ہے، تو جب غروب کو بیس منٹ رہیں، تو وقتِ کراہت آجائے گا۔ یونہی جب سے آفتاب کی کرن چمکے، اس وقت سے بیس منٹ گزرنے تک نماز ناجائز اور وقت کراہت ہوا۔

تنبیہ: یہ جو بعض لوگوں کا خیال ہے کہ آفتاب متغیر ہونے سے مراد دھوپ کا میلا ہونا ہے۔ یہ ہرگز صحیح نہیں۔ جاڑے کے موسم میں تو آفتاب ڈھلنے کے تھوڑی ہی دیر بعد کہ ابھی سایہ ایک مثل بھی نہیں پہنچتا اور بالاجماع وقت ظہر باقی ہوتا ہے۔ یقیناً آفتاب بہت متغیر ہو جاتا ہے اور بیّن طور پر دھوپ میں زردی پیدا ہو جاتی ہے، تو چاہیے کہ عصر کا وقت آنے سے پہلے ہی وقت کراہت آجائے اور نماز بے کراہت مل ہی نہ سکے اور صریح باطل و محال ہے (فتاویٰ رضویہ)

مغرب: روزِ ابر کے سوا مغرب میں ہمیشہ تعجیل مستحب ہے اور دو رکعت سے زائد کی تاخیر مکروہ تنزیہی اور اگر بغیر عذرِ سفر و مرض وغیرہ اتنی تاخیر کی کہ ستارے گتھ گئے، تو مکروہِ تحریمی۔ (درمختار۔ عالمگیری)

عشاء: عشاء میں تہائی رات تک تاخیر مستحب ہے اور آدھی رات تک تاخیر

مباح یعنی جبکہ آدھی رات ہونے سے پہلے فرض پڑھ چکے اور اتنی تاخیر کی کہ رات ڈھل گئی مکروہ ہے کہ باعثِ تقلیل جماعت ہے۔ (درمختار)

تنبیہ: ان بلاد میں اذان مغرب و عشاء کا فاصلہ کم از کم ایک گھنٹہ اٹھارہ منٹ ہے۔ بعض جلد باز مؤذن گھنٹے بلکہ بعض اوقات خصوصاً ماہِ مبارک رمضان المبارک میں پون گھنٹے اذانِ مغرب کے بعد عشاء کی اذان کہہ دیتے ہیں، انہیں یہ مسئلہ خوب ذہن نشین کرلینا چاہیئے۔ اذان، دخولِ وقتِ نماز کا اعلان ہے اور دخولِ وقت سے پہلے اذان دی گئی، تو وہ اذان کہاں ہوئی؟ بلکہ لوگوں کو مغالطہ ڈال کر ان کی نمازوں کی بربادی کا گناہ نقد وقت رہا۔ اللہ تعالیٰ جہل خصوصاً جہلِ مرکب سے بچائے کہ یہ بد بلا ہے۔

مسائلِ متفرقہ

۱۔ عورتوں کے لیے ہمیشہ فجر کی نماز غلس یعنی اوّل وقت میں مستحب ہے اور باقی نمازوں میں بہتر یہ ہے کہ مردوں کی جماعت کا انتظار کریں۔ جب جماعت ہو چکے تو پڑھیں۔ (درمختار)

۲۔ تاخیر سے مراد یہ ہے کہ وقت مستحب کے دو حصے کیے جائیں اور پچھلے حصے میں نماز ادا کریں۔ (بحرالرائق)

۳۔ عصر کی نماز وقت مستحب میں شروع کی تھی، مگر اتنا طول دیا کہ وقت مکروہ آگیا تو اس میں کراہت نہیں (درمختار۔ عالمگیری)

۴۔ جمعہ کا وقت مستحب وہی ہے جو ظہر کے لیے ہے۔ (بحرالرائق)

۵۔ ابر کے دن عصر و عشاء میں تعجیل مستحب ہے اور باقی نمازوں میں تاخیر (عامۂ کتب)

۶۔ نمازوں کے لیے اگر گھنٹہ وغیرہ گھڑی کے حساب سے کوئی وقت مقرر کرلیا جائے جس سے لوگوں کو زیادہ انتظار نہ کرنا پڑے اور وقت معیّن پر جلد جمع ہو جائیں جیسا کہ اب عموماً

معمول ہے۔ اس میں حرج نہیں، جبکہ ضعیفوں اور کمزوروں پر تکلیف اور جماعت کی تفریق نہ ہو، مگر وقت مستحب کی تعیین مناسب ہے۔ پھر بھی اگر تاخیر دیکھیں، تو اتنا انتظار کریں کہ حاضرین پر بار نہ ہو، ہاں کسی خاص شخص کے انتظار کے لیے تاخیر نہ کرنا چاہیے، مگر چند صورتوں میں:

اوّل: وہ کہ امام معین ہو، دوم: عالمِ دین ہو۔ سوم: حاکمِ اسلام۔ چہارم: پابندِ جماعت ہو کہ بعض اوقات مرض وغیرہ عذر کی وجہ سے اُسے دیر ہو جاتی۔ پنجم: سرِ آوردہ شریر، جس کے انتظار نہ کرنے سے ایذا کا اندیشہ ہو۔ (فتاویٰ رضویہ)

اَوقاتِ مکروہہ

تین وقت وہ ہیں جن میں کوئی بھی نماز جائز نہیں، نہ فرض، نہ نفل، نہ واجب، نہ ادا، نہ قضا۔ یونہی سجدۂ سہو و سجدۂ تلاوت ان اوقات میں جائز نہیں۔

۱۔ طلوعِ آفتاب یعنی آفتاب کا کنارہ ظاہر ہونے سے اس وقت تک کہ اُس پر نگاہ خیرہ ہونے لگے اور اس کی مقدار کنارہ چمکنے سے بیس منٹ تک ہے۔

۲۔ نصف النہار شرعی سے نصف النہار حقیقی یعنی آفتاب ڈھلنے تک جس کو ضحوۂ کبریٰ کہتے ہیں۔

فائدہ: نہار یعنی دن دو ہیں:

ایک نہار عرفی یعنی جسے عرفاً عوام و خواص میں دن کہا جاتا ہے۔ یہ آفتاب کی پہلی کرن چمکنے سے شروع ہو کر اس وقت ختم ہوتا ہے کہ آفتاب کی پچھلی کرن نظر سے غائب ہو جائے، تو نہار عرفی طلوع کنارۂ شمس سے قرصِ آفتاب کے ڈوبنے تک ہے۔

دوسرا نہار شرعی ہے جسے شریعتِ مطہرہ نے دن کا حکم دیا۔ یہ نہار شرعی صبحِ صادق کے طلوع ہوتے ہی شروع ہوتا اور غروبِ آفتاب تک رہتا ہے۔

تو نہارِ عرفی سے نہارِ شرعی بمقدارِ مدّتِ فجر زیادہ ہوتا ہے، یعنی جس جگہ جس فصل جس مہینے، بلکہ جس دن میں طلوعِ فجر سے طلوعِ آفتاب تک جتنی مدت ہوگی، اس دن کا نہار شرعی اس کے نہارِ عرفی سے اسی قدر بڑا ہوگا اور ظاہر ہے کہ جب دو بڑی چھوٹی چیزوں میں صرف ابتدا مختلف اور انتہا متفق ہو تو بڑی چیز کا نصف، چھوٹی کے نصف سے بقدر نصف زیادتی کے پہلے ہوگا، لہٰذا ہمیشہ نہارِ شرعی کا نصف، نہارِ عرفی کے نصف سے بقدرِ نصف مقدارِ فجر کے پیشتر ہوتا ہے۔

پس یہی حساب ہمیشہ ملحوظ رکھنا چاہیے، آج کی فجر دریافت کرلی کہ کس مقدار کی ہوئی، اس کے دو برابر برابر حصّے کردیے اس میں جتنے منٹ، سیکنڈ آئے، ٹھیک دوپہر یعنی کیلی کا سایہ گھڑی میں خطِ نصف النہار پر منطبق ہونے سے پیشتر اتنے منٹ، سیکنڈ لے لیے، وہی وقت حقیقی نصف النہار شرعی کا ہوا، اس وقت سے آفتاب ڈھلنے تک ہر نماز کی ممانعت کا وقت ہے، اسی کو وقتِ استواء کہا جاتا ہے۔

فرض کیجیے آج آفتاب جب گھڑی سے ۶ بج کر ۸ منٹ پر چمکا اور ۶ بج کر ۱۴ منٹ پر ڈوبا اور ۴ بج کر ۴۸ منٹ پر صبح ہوئی، تو اس دن نہارِ شرعی ۱۳ گھنٹے ۲۶ منٹ کا ہے جس کا آدھا ۶ گھنٹے ۴۳ منٹ ہوا، اسے ۴ گھنٹے ۴۸ منٹ پر بڑھایا تو ۱۱ گھنٹے ۳۱ منٹ کا وقت آیا اور نصف النہار شرعی وقت استوائے حقیقی سے کہ آج ۱۲ بج کر ۱۱ منٹ پر ہے ۴۰ منٹ پیشتر ہوا۔ اسی کو ضحوۂ کبریٰ کہتے ہیں۔ یہ سارا وقت کراہت کا ہے جس میں نماز ناجائز اور ممنوع ہے اور ظاہر ہے کہ یہ مقدار اختلافِ موسم سے گھٹتی بڑھتی رہے گی۔ ہاں ہمارے شہروں میں یہ وقت انتہا درجے ۴۸ منٹ تک پہنچتا ہے۔ یعنی ۲۲ جون کو ٹھیک دوپہر سے اتنے منٹ پیشتر نصف النہار شرعی ہوجاتا ہے اور کم از کم یہ وقت ۳۹ منٹ ہے یعنی ۲۱ مارچ و ۲۴ ستمبر کو اتنے منٹ پہلے نصف النہار شرعی ہوجاتا ہے، نہ اس سے گھٹے نہ اس سے بڑھے۔ باقی ایّام میں انہیں کے بیچ میں دَورہ کرتا ہے۔ (فتاویٰ رضویہ)

۲۔ غروبِ آفتاب، یعنی اس وقت سے کہ آفتاب پر نگاہ ٹھہرنے لگے قرصِ آفتاب ڈوب جانے تک، یہ وقت بھی بیس منٹ ہے۔

مسائلِ متعلّقہ

۱۔ عوام اگر صبح کی نماز آفتاب نکلنے کے وقت پڑھیں، تو منع نہ کیا جائے۔ (دُرمختار) اور حکمت اس میں یہ ہے کہ وہ کہیں بالکل ہی نہ ترک کر دیں، اسی لیے حکم ہے کہ بعد نماز کہہ دیا جائے کہ نماز نہ ہوئی، آفتاب ہونے کے بعد پھر پڑھیں۔

۲۔ جنازہ اگر اوقاتِ ممنوعہ میں لایا گیا، تو اسی وقت پڑھیں، کوئی کراہت نہیں۔ کراہت اس صورت میں ہے کہ پہلے سے تیار موجود ہے اور تاخیر کی، یہاں تک کہ وقتِ کراہت آگیا۔ (عالمگیری۔ ردالمحتار)

۳۔ ان اوقات میں قضا نماز ناجائز ہے اور اگر قضا شروع کر لی تو واجب ہے کہ توڑ دے اور وقتِ غیر مکروہ میں پڑھے۔

۴۔ ان وقتوں میں نفل نماز شروع کی تو وہ نماز واجب ہو گئی، مگر اس وقت پڑھنا جائز نہیں، لہٰذا واجب ہے کہ توڑ دے اور وقتِ کامل میں قضا کرے اور اگر پوری کر لی تو گناہ گار ہوا اور اب قضا واجب نہیں۔ (درمختار)

۵۔ ان اوقات میں تلاوتِ قرآن مجید بہتر نہیں۔ بہتر یہ ہے کہ ذکر و درود شریف میں مشغول رہے۔ (درمختار)

۶۔ ان اوقات میں آیتِ سجدہ پڑھی جائے تو بہتر یہ ہے کہ سجدے میں تاخیر کرے یہاں تک کہ وقتِ کراہت جاتا رہے اور اگر وقت مکروہ ہی میں کر لیا تو بھی جائز ہے اور اگر وقت غیر مکروہ میں آیتِ سجدہ پڑھی تھی، تو وقتِ مکروہ میں سجدہ کرنا مکروہ تحریمی ہے۔ (عالمگیری)

۷۔ اس روز کی عصر کی نماز نہیں پڑھی، تو اگرچہ آفتاب ڈوبتا ہو، پڑھ لے، مگر اتنی تاخیر کرنا حرام ہے۔ حدیث میں اس کو منافق کی نماز فرمایا، تو اگر گزرے ہوئے وقت کی نماز عصر اس وقت قضا کرے گا، صحیح نہ ہوگی۔

اوقاتِ ممنوعہ نفل

یعنی وہ اوقات جن میں نوافل پڑھنا منع ہے، بارہ ہیں، بلکہ ان کے چھ اور بارہ میں فرائض و واجبات و نمازِ جنازہ و سجدۂ تلاوت کی بھی اجازت نہیں ہے۔

۱۔ اپنے مذہب کی جماعت کے لیے اقامت ہوئی، تو اقامت سے ختم جماعت تک نفل و سنت پڑھنا مکروہ تحریمی ہے، البتہ اگر نماز فجر نہیں اور جانتا ہے کہ سنت پڑھے گا، جب بھی جماعت مل جائے گی، اگرچہ قعدہ میں شرکت ہوگی، تو حکم ہے کہ جماعت سے الگ سنتِ فجر پڑھ کر شریک ہو اور سنت کے خیال سے اگر جماعت ترک کر دی تو یہ ناجائز و گناہ ہے اور باقی نمازوں میں آتنی بھی اجازت نہیں۔

۲۔ طلوعِ فجر سے طلوعِ آفتاب تک کہ اس درمیان میں سوا دو رکعت سنتِ فجر کے کوئی نفل جائز نہیں، یونہی نماز فجر کے بعد سے طلوعِ آفتاب تک اگرچہ وقت وسیع باقی ہو۔ اگرچہ سنتِ فجر فرض سے پہلے نہ پڑھی تھی اور اب پڑھنا چاہو تو جائز نہیں۔

۳۔ عصر کی نماز کے بعد۔

۴۔ غروبِ آفتاب سے فرض مغرب تک۔

۵۔ جس وقت امام اپنی جگہ سے خطبۂ جمعہ کے لیے کھڑا ہوا اس وقت سے فرضِ جمعہ ختم ہونے تک۔ یہاں تک کہ جمعہ کی سنتیں بھی نہیں پڑھ سکتا۔

۶۔ عین خطبہ کے وقت اگرچہ وہ عیدین بلکہ استسقاء۔ بلکہ نکاح کا ہو، بلکہ اس وقت قضا بھی ناجائز ہے، مگر صاحبِ ترتیب کے لیے خطبۂ جمعہ کے وقت قضاء کی

اجازت ہے۔ (درمختار) ہاں جمعہ کی سنتیں شروع کی تھیں کہ امام خطبہ کے لیے اپنی جگہ سے اٹھا، تو چاروں رکعتیں پوری کرلے۔ (عالمگیری)

۷۔ نمازِ عیدین سے پیشتر خواہ گھر میں پڑھے یا عیدگاہ و مسجد میں۔

۸۔ نمازِ عیدین کے بعد عیدگاہ یا مسجد میں، البتہ گھر میں پڑھنا مکروہ نہیں۔

۹۔ عرفات میں جو ظہر و عصر ملا کر پڑھتے ہیں، اُن کے درمیان میں اور بعد میں۔

۱۰۔ مزدلفہ میں جو مغرب اور عشاء جمع کیے جاتے ہیں، فقط ان کے درمیان میں، ہاں بعد میں نفل و سنت پڑھنا مکروہ نہیں۔

۱۱۔ فرض کا وقت تنگ ہو تو ہر نماز یہاں تک کہ سنتِ فجر و ظہر مکروہ ہے۔

۱۲۔ جس بات سے دل بٹے اور دفع کرسکتا ہو، اُسے بے دفع کیے۔ ہر نماز مکروہ ہے، مثلاً پاخانے یا پیشاب یا ریاح کے غلبہ کے وقت۔ ہاں اگر وقت جاتا دیکھے تو پڑھ لے مگر پھر پھیرے (عالمگیری)

یونہی کھانا سامنے آگیا اور اس کی خواہش ہو۔ غرض کوئی ایسا امر درپیش ہو جس سے دل بٹے تو بھی نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ (نورالایضاح۔ درمختار۔ عالمگیری)

جمع بین الصّلوٰتین

اللہ عزوجل نے اپنے نبی کریم علیہ الصّلوٰۃ والتسلیم کے ارشادات سے ہر نماز فرض کا ایک خاص وقت جداگانہ مقرر فرمایا ہے کہ نہ اس سے پہلے نماز کی صحت نہ اس کے تاخیر کی اجازت۔ ظہرینِ عرفہ اور عشائینِ مزدلفہ (یعنی عرفہ کی ظہر و عصر اور مزدلفہ کی مغرب و عشاء) کے سوا دو نمازوں کا قصداً ایک وقت میں جمع کرنا سفر و حضر میں ہرگز کسی طرح جائز نہیں۔ قرآنِ عظیم و احادیثِ صحاح سیّد المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کی ممانعت پر شاہدِ عدل ہیں اور یہی مذہب ہے۔ اعاظم صحابہ کرام و اجلہ ائمہ تابعین و اکابر تبع تابعین

وغیرہم ائمۂ دین کا رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

اور تحقیق مقام یہ ہے کہ جمع بین الصلوتین یعنی دو نمازیں ملا کر پڑھنا دو قسم ہے:

جمع فعلی جسے جمع صوری بھی کہتے ہیں کہ واقع میں ہر نماز اپنے وقت میں واقع، مگر ادا میں مل جائیں، جیسے ظہر اپنے آخر وقت میں پڑھی کہ اس کے ختم پر وقتِ عصر آگیا۔ اب فوراً عصر اوّل وقت میں پڑھ لی، تو ہوئیں، تو دونوں اپنے اپنے وقت میں مگر فعلاً وصورتاً مل گئیں، اسی طرح مغرب میں دیر کی یہاں تک کہ شفق ڈوبنے پر آئی۔ اس وقت پڑھی ادھر فارغ ہوئے کہ شفق ڈوب گئی، عشا کا وقت ہوگیا، وہ پڑھ لی۔ ایسا ملانا بعذرِ مرض وضرورت سفر بلاشبہ جائز ہے۔ ہمارے علماء کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی اس کی رخصت دیتے ہیں، بلکہ جمع صوری کا جواز صرف مرض وسفر پر مقصور نہیں، بلکہ بضرورت شدتِ بارش میں بھی اجازت ہے۔ مثلاً ظہر کے وقت بارش ہو رہی ہو تو انتظار کر کے آخر وقت میں حاضر مسجد ہوں۔ جماعتِ ظہر ادا کریں اور وقتِ عصر پر یقین ہوتے ہی جماعتِ عصر کرلیں کہ شاید بارش کی شدت اور بڑھ جائے اور مسجد میں حاضری سے مانع آئے، تو اس صورت میں جماعت ومسجد دونوں کی محافظت ہے۔ واللہ اعلم!

۲۔ دوسری قسم جمع وقتی جسے جمع حقیقی بھی کہتے ہیں۔

اس جمع کے یہ معنی ہیں کہ ایک نماز دوسری کے وقت میں پڑھی جائے، اس کی دو صورتیں ہیں:

جمع تقدیم کہ وقت کی نماز مثلاً ظہر یا مغرب پڑھ کر اس کے ساتھ ہی متصلاً بلافصل پچھلے وقت کی نماز مثلاً عصر یا عشا پیشگی پڑھ لی۔

اور جمع تاخیر کہ پہلی نماز مثلاً ظہر یا مغرب کو باوصفِ قدرت واختیار اٹھا رکھیں کہ جب اس کا وقت نکل جائے گا۔ پچھلی نماز مثلاً عصر یا عشاء کے وقت میں پڑھ کر اس وقت کی ادا کریں گے۔ یہ دونوں صورتیں بحالتِ اختیار صرف حاجیوں کو صرف عصر عرفہ و

مغرب مزدلفہ میں جائز ہیں۔ اوّل میں جمع تقدیم اور دوم میں جمع تاخیر یا ظہر عصر وغیرہ کسی شے کی تخصیص نہیں، جتنی نمازوں تک جہاد میں مشغولی یا مرض کی شدت یا غشی وغیرہا کے سبب قدرت نہ ملے، ناچار سب موخر رہیں گی اور وقتِ قدرت جبکہ ساقط نہ ہوئی ہوں، ادا کی جائیں گی جس طرح حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم وصحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے غزوۂ خندق میں ظہر و عصر و مغرب و عشاء سب عشاء کے وقت پڑھیں۔ ان کے سوا کبھی کسی شخص کو کسی حالت میں کسی صورت جمع وقتی کی اصلا اجازت نہیں۔ اگر جمع تقدیم کرے گا، نماز اخیر محض باطل وضائع وناکارہ رہے گی اور جمع تاخیر کرے گا، تو گناہ گار ہوگیا۔ عمداً نماز قضا کردینے والا ٹھہرے گا، اگرچہ دوسرے وقت میں پڑھنے سے فرض سر سے اتر جائے گا۔ احادیث اس باب میں مذکور ہیں، وہ جمع صوری پر محمول ہیں۔ (فتاویٰ رضویہ)

مسئلہ کی تفصیل کے لیے فتاویٰ مذکورہ ملاحظہ فرمائیں۔

اذان واقامت

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو جب یہ معلوم ہوا کہ جماعتِ پنجگانہ شرعاً مطلوب ومقصود ہے اور شریعتِ اسلامیہ اہلِ اسلام کا کم از کم پنجوقتہ اجتماع چاہتی ہے اور ایک وقت اور ایک جگہ میں بغیر اعلام واطلاع تام یہ اجتماع دشوار اور باعثِ حرج موجب انتشار ہے تو باہم اس امر میں گفتگوئیں ہوئیں کہ اعلام واعلانِ جماعت کے لیے کونسا طریقہ بروئے کار لایا جائے۔ بعض نے آگ جلانے کا مشورہ دیا، جو اس لیے رد کردیا گیا کہ اس میں مشابہتِ مجوس پائی جاتی ہے۔ بعض نے نرسنگھا اور ناقوس بجانے کے لیے کہا، یہ بھی یہود ونصاریٰ سے مشابہت کے باعث بارگاہِ نبی میں قبول نہ ہوا۔ اسی اثناء میں حضرت عمر فاروقِ اعظم اور عبداللہ بن زید بن عبد ربہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو

خواب میں اذان تعلیم ہوئی۔ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ خواب حق ہے اور عبداللہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا جاؤ بلال کو تلقین کرو، وہ اذان کہیں کہ وہ تم سے زیادہ بلند آواز ہیں۔ (ابوداؤد و ترمذی وغیرہما)

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم فرمایا کہ اذان کے وقت کانوں میں انگلیاں کرلو کہ اس کے سبب آواز زیادہ بلند ہوگی۔ (ابن ماجہ)

پھر حکمتِ الٰہی کا اقتضاء یہ ہوا کہ اذان میں صرف اعلام و تنبیہ ہی نہ ہو، بلکہ اس کا شعائرِ دین میں بھی شمار ہو اور وہ یوں کہ بے خبر لوگوں کے کانوں تک اس آواز و اعلان کا پہنچنا، نماز و جماعت کا اعلام ہو جائے اور لوگوں کا اس کو قبول کر لینا ان کے دینِ الٰہی کے تابع ہونے کی دلیل ہو، اس لیے اذان میں اقرارِ توحید و رسالت و ادائے شہادتین کو شامل کر دیا گیا تاکہ اذان ذکرِ الٰہی میں بھی شمار ہو اور مقصود بھی ہاتھ سے نہ جائے۔

بعض احادیثِ کریمہ

۱۔ جب اذان کہی جاتی ہے، شیطان گوز مارتا ہوا بھاگتا ہے۔ یہاں تک کہ اذان کی آواز اُسے نہ پہنچے۔ جب اذان پوری ہو جاتی ہے، آ جاتا ہے اور خطرہ ڈالتا ہے کہتا ہے فلاں بات یاد کر، وہ جو پہلے یاد نہ تھی، یہاں تک کہ آدمی کو یہ نہیں معلوم ہوتا کہ کتنی پڑھی (بخاری و مسلم)

۲۔ جس بستی میں اذان کہی جائے۔ اللہ تعالیٰ اپنے عذاب سے اس دن اُسے امن دیتا ہے۔ (طبرانی)

۳۔ جس قوم میں صبح کو اذان ہوئی، ان کے لیے اللہ کے عذاب سے شام تک امان ہے اور جن میں شام کو اذان ہوئی، اُن کے لیے صبح تک امان ہے۔ (طبرانی)

۴۔ جب اذان کہی جاتی ہے، آسمان کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور دُعا قبول ہوتی ہے۔ (ابوالشیخ) اور ابوداؤد و ترمذی کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا کہ اذان واقامت کے درمیان دُعا رَد نہیں کی جاتی۔

۵۔ میں جنت میں گیا اس میں موتی کے گنبد دیکھے، اس کی خاک مشک کی ہے۔ فرمایا اے جبریل یہ کس کے لیے ہے۔ عرض کی حضور کی امت کے مؤذنوں اور اماموں کے لیے۔ (ابویعلیٰ)

۶۔ جو سال بھر اذان کہے اور اُس پر اُجرت طلب نہ کرے۔ قیامت کے دن بلایا جائے گا اور جنت کے دروازہ پر کھڑا کیا جائے گا اور اس سے کہا جائے گا جس کے لیے تو چاہے، شفاعت کر۔ (ابن عساکر)

۷۔ مؤذنوں کا حشر یوں ہوگا کہ جنت کی اونٹیوں پر سوار ہوں گے۔ ان کے آگے بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہوں گے۔ سب کے سب بلند آواز سے اذان کہتے ہوئے آئیں گے، لوگ ان کی طرف نظر کریں گے۔ پوچھیں گے، یہ کون لوگ ہیں؟ کہا جائے گا یہ امت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مؤذن ہیں۔ لوگ خوف میں ہیں اور ان کو خوف نہیں۔ لوگ غم میں ہیں اور انہیں غم نہیں۔ (خطیب وابن عساکر)

۸۔ جس نے سات برس ثواب کے لیے اذان کہی، اللہ تعالیٰ اس کے لیے دوزخ سے برأت (آزادی) لکھ دے گا۔ (ترمذی۔ ابن ماجہ)

۹۔ مؤذنوں کی گردنیں قیامت کے دن سب سے زیادہ دراز ہوں گی[1]۔ (مسلم)

---

[1] اذان دینے والے چونکہ دنیا میں خدا تعالیٰ کا بول بالا کرنے اور اس عظمت والے پروردگار کا نام بلند کرنے کے لیے پانچ وقت اونچے مقام پر کھڑا ہو کر اذان کہتا ہے، اس لیے رب کریم اور اس کے رسول کریم رؤف رحیم کی جانب سے قیامت کے روز جبکہ ہفت اقلیم کے جبار و صاحبِ اقتدار بادشاہ بھی سرنگوں کھڑے ہوں گے۔ مؤذن کی عزت و وقار کا اظہار کرنے کے لیے خدائی انتظام یہ ہوگا کہ ان کی گردن اس روز بھی اور لوگوں سے بلند رہے گی۔ باعزت وممتاز افراد میں ان کا شمار ہوگا، اور دنیا دیکھے گی کہ سربلندی اسی کو حاصل ہوتی ہے جو احکامِ خداوندی کے حضور سربسجود رہتے ہیں۔

علماء اس حدیث کے معنی یہ بیان فرماتے ہیں کہ مؤذن رحمت الٰہی کے بہت سے امیدوار ہوں گے کہ جس چیز کی امید ہوتی ہے، اس کی طرف گردن دراز کرتا ہے۔ بعض علماء نے فرمایا کہ یہ کنایہ ہے، اس سے کہ وہ شرمندہ نہ ہوں گے۔ اس لیے کہ جو شرمندہ ہوتا ہے، اس کی گردن جھک جاتی ہے۔

۱۰۔ مؤذن کی جہاں تک آواز پہنچتی ہے، اس کے لیے مغفرت کردی جاتی ہے اور ہر خشک وتر جس نے اس کی آواز سنی، اس کی تصدیق کرتا ہے۔ (احمد)

پھر اس کے بعد حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے دُعا کرنے کا حکم دیا تاکہ بندہ مزید رحمتِ الٰہی کا مستحق ہو جائے۔

اَحادیثِ کریمہ

۱۔ جب مؤذن کو اذان کہتے سنو، تو جو وہ کہتا ہے، تم بھی کہو۔ (ابن ماجہ)

۲۔ اے گروہِ زناں جب تم بلال کی اذان و اقامت سنو، تو جس طرح وہ کہتا ہے تم بھی کہو کہ اللہ تعالیٰ تمہارے لیے ہر کلمہ کے بدلے ایک لاکھ نیکی لکھے گا اور ہزار درجے بلند کرے گا اور ہزار گناہ محو فرمائے گا۔ عورتوں نے عرض کیا: یہ عورتوں کے لیے ہے، مردوں کے لیے کیا ہے؟ فرمایا، مردوں کے لیے دوگنا۔ (ابن عساکر)

۳۔ جب مؤذن اذان دے تو جو شخص اس کی مثل کہے اور جب وہ حی علی الصلوٰۃ حی علی الفلاح کہے تو یہ لا حول ولا قوۃ الا باللہ کہے، تو جنت میں داخل ہوگا۔ (مسلم شریف)

۴۔ مومن کو بدبختی و نامرادی کے لیے کافی ہے کہ مؤذن کو تکبیر کہتے سنے اور اجابت نہ کرے۔ (طبرانی)

۵۔ جو اذان سن کر یہ دُعا پڑھے:

اَللّٰھُمَّ رَبَّ ھٰذِہِ الدَّعْوَۃِ التَّامَّۃِ وَالصَّلٰوۃِ الْقَائِمَۃِ اٰتِ سَیِّدَنَا مُحَمَّدَنِ الْوَسِیْلَۃَ وَالْفَضِیْلَۃَ وَالدَّرَجَۃَ الرَّفِیْعَۃَ وَابْعَثْہُ مَقَامًا مَّحْمُوْدَنِ الَّذِیْ وَعَدْتَّہٗ وَاجْعَلْنَا فِیْ شَفَاعَتِہٖ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ اِنَّکَ لَا تُخْلِفُ الْمِیْعَادِ ط

(اے اللہ! اس دُعائے تام کے مالک اور برپا ہونے والی نماز کے تو عطا کر، ہمارے سردار محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو وسیلہ اور فضیلت اور بلند درجہ اور ان کو مقام محمود میں کھڑا کر جس کا تو نے وعدہ کیا ہے اور ہمیں ان کی شفاعت نصیب کر روز قیامت، بے شک تو وعدے کے خلاف نہیں کرتا۔)

اس کے لیے میری شفاعت واجب ہو گئی۔ (بخاری شریف)

لہ صحیح بخاری و جامع ترمذی میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ حضرت سید المرسلین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال ہوا، مقام محمود کیا ہے۔ ارشاد فرمایا، "شفاعت" اور شفاعت کی حدیثیں، خود متواتر و مشہور اور صحاح وغیرہ میں مروی و مسطور، اس دن آدم صفی اللہ سے عیسیٰ کلمۃ اللہ تک سب انبیاء اللہ علیہم الصلٰوۃ والسلام نفسی نفسی فرمائیں گے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم انا لھا انا لھا (میں ہوں شفاعت کے لیے میں ہوں، شفاعت کے لیے) انبیاء و مرسلین و ملائکہ مقربین سب ساکت ہوں گے اور وہ متکلم، سب سر بگریباں اور وہ ساجد و قائم، سب محل خوف میں امن و ناعم سب اپنی اپنی فکر میں انہیں فکر عوالم، سب زیر حکومت وہ مالک و حاکم، بارگاہ الٰہی میں سجدہ کریں گے،" اُن کا رب انہیں فرمائے گا، اے محمد! اپنا سر اٹھاؤ اور عرض کرو کہ تمہاری عرض سنی جائے گی اور مانگو کہ تمہیں عطا ہوگا اور شفاعت کرو تمہاری شفاعت قبول ہے۔" اُس وقت اوّلین و آخرین میں حضور کی حمد و ثناء کا غلغلہ پڑ جائے گا اور دوست دشمن موافق مخالف ہر شخص حضور کی افضلیت کبریٰ و سیادت عظمیٰ پر ایمان لائے گا ؎

مقام تو محمود و نامت محمد بدینساں مقامے و نامے کہ دارد

کلماتِ اذان پر ایک نظر

اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ ○ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ ○ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ
اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ○ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ ○ اَشْهَدُ اَنَّ
مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ ○ حَیَّ عَلَی الصَّلٰوةِ ○ حَیَّ عَلَی الصَّلٰوةِ ○ حَیَّ عَلَی
الْفَلَاحِ ○ حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ ○ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ ○ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ○

مؤذن چار مرتبہ خدائے تعالیٰ کی عظمت وکبریائی کا اعلان کرتا اور لوگوں کو بتاتا ہے کہ اے لوگو! یہ تمہاری دنیاوی یا اُخروی، حسی یا معنوی مرغوبات جن میں تم منہمک ہو، کہیں تمہیں یادِ الٰہی سے محروم وغافل نہ کر دیں۔ ان نعمتوں کی عظمت اور تمہاری نظروں میں ان کی جو قدر و منزلت ہے، وہ کہیں مہجوری کا باعث نہ ہو جائے۔ دیکھو میں تمہیں جس ذاتِ کریم کی جانب بُلا رہا ہوں، وہ اس کی مستحق ہے کہ تم اس کے لیے تمام مرغوبات کو چھوڑ دو اور اس کی جانب قدمِ ہمت بڑھاؤ اور اسی کی طرف راغب ہو جاؤ۔

اس کے بعد دو مرتبہ اللہ تعالیٰ کی یکتائی کی گواہی دیتا اور لوگوں کو بتاتا ہے کہ دنیا کی وہ عظیم شخصیتیں جن کے روبرو تم دست بستہ کھڑے ہوتے اور جن کی خدمت کرنا تم اپنی سعادت کی موجب سمجھتے ہو، ان میں کوئی اس قابل نہیں کہ تمہاری ساری حاجتیں پوری کر سکیں اور تم جب ان کے روبرو سرنگوں ہو تو وہ تمہیں حسبِ منشا تمہاری مرادوں کے عروج تک پہنچا سکیں۔ ہاں صرف ایک ہی ذات ایسی ہے کہ تم اس کے حضور اپنے سر جھکاؤ، تو وہ تمہیں رفعت و بلندی عطا فرماتے۔ وہی ذات عبادت کے قابل ہے، وہی معبود ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، لیکن عبادتِ خداوندی کی سعادت حاصل کرنا، وہ تمہاری رائے پر موقوف نہیں۔ تمہاری دنیاوی و اُخروی حاجتیں اسی وقت پوری ہو سکتی ہیں، جب تم اُس کی بارگاہ میں اُس کے سچے اور برگزیدہ رسول

کے فرمان کے مطابق سرِ عبودیت جھکاؤ، اسی لیے وہ دو مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا اعلان کرتا اور لوگوں کو سناتا ہے کہ یہی وہ ہیں جو تمہارے اور تمہارے پروردگار کے درمیان واسطہ ہیں، انہیں کی بدولت تمہیں دینی اور دنیاوی مصلحتوں کی اطلاع ملتی ہے، یہی صراطِ مستقیم پر ہیں، یہی صراطِ مستقیم کی طرف تمہیں دعوت دیتے ہیں، یہی راہِ ہدایت کی طرف تمہیں بلاتے ہیں، لہٰذا خدا کی عبادت کے جو طریقے رائج اور حدود یہ تعلیم فرمائیں، اسی کی تعمیل میں منہمک رہو۔

اس کے بعد وہ لوگوں کو نماز کی طرف دعوت دیتا اور اعلان کرتا ہے کہ وہ تمام عبادتیں جو رسول کے واسطے سے تم پر فرض کی گئی ہیں، ان میں اہم تر نماز ہے، لہٰذا اس کی طرف سے غافل نہ رہو، آؤ اور ذکرِ الٰہی کی طرف دوڑو، پھر نماز کے فوائد و ثمرات کیا ہیں۔ مؤذن اجمالی طور پر لوگوں کو بتاتا ہے کہ حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ یعنی کامیابی و رستگاری کی طرف دوڑو، نماز ہی ہر قسم کی فلاح کا ذمہ لیتی ہے، تمہارے اخلاق تمہارے اعمال تمہاری سیرتیں تمہارے کاروبار تمہارے معاملات سب سدھر جائیں گے، اگر تم نے نماز کو اپنا لیا۔

اور آخر کار وہ تمام لوگوں کو پھر ایک بار اللہ تبارک وتعالیٰ کی عظمت و کبریائی کی جانب متوجہ کرتا اور انہیں یاد دلاتا ہے کہ تمہاری منزلِ مقصود اسی کی بارگاہ میں تقرب و رسائی ہے، لہٰذا ہر کام میں اسی کا تقرب مدنظر رکھو، تمہاری مشتاق نگاہوں میں صرف اسی کے جلوے ہوں۔ تمہارا سر صرف اسی کی بارگاہ میں جھکے، اس لیے کہ وہی معبود ہے، اس کے سوا کوئی پرستش کے قابل نہیں۔

مسائلِ متعلقہ

۱۔ فرائض پنجگانہ کہ انہی میں جمعہ بھی ہے۔ جب جماعتِ مستحبہ کے ساتھ مسجد

میں وقت پر ادا کیے جائیں، تو ان کے لیے اذان سنّت مؤکدہ ہے اور اس کا حکم مثل واجب ہے کہ اگر اذان نہ کہی، تو وہاں کے سب لوگ گنہ گار ہوں گے۔ یہاں تک کہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا، اگر کسی شہر کے سب لوگ اذان ترک کر دیں تو میں ان سے قتال کروں گا اور اگر ایک شخص چھوڑ دے، تو اسے ماروں گا اور قید کروں گا۔ (درمختار، ردالمحتار)

۲۔ مسجد میں بلا اذان واقامت جماعت پڑھنا مکروہ ہے۔ (عالمگیری)

۳۔ وقت ہو جانے کے بعد اذان کہی جائے، قبل از وقت کہی گئی یا وقت ہونے سے پہلے شروع ہوئی اور اثنائے اذان میں وقت آ گیا، تو اعادہ کی جائے۔ (درِمختار)

۴۔ خنثے و فاسق اگرچہ عالم ہو اور نشہ والے اور پاگل اور ناسمجھ بچے اور جنب کی اذان مکروہ ہے، ان سب کی اذان کا اعادہ کیا جائے۔ (درمختار)

۵۔ بے وضو کی اذان صحیح ہے۔ (درمختار) مگر بے وضو اذان کہنا مکروہ ہے (مراقی الفلاح)

۶۔ اذان کہنے کا اہل وہ ہے جو اوقات نماز پہچانتا ہو اور وقت نہ پہچانتا ہو تو اس ثواب کا مستحق نہیں، جو مؤذن کے لیے ہے۔ (عالمگیری)

۷۔ کلماتِ اذان میں لحن حرام ہے، مثلاً اللہ یا اکبر کے ہمزہ کو مد کے ساتھ آللہ یا آکبر پڑھنا یونہی اکبر میں ب کے بعد الف بڑھانا حرام ہے۔ (درمختار) یونہی کلماتِ اذان کو قواعدِ موسیقی پر گانا بھی لحن ناجائز ہے۔ (ردالمحتار)

۸۔ جس مسجد میں منارہ بنا ہو تو اذان منارہ پر دینا چاہیے خواہ وہ کسی جانب ہو اور جہاں نہ ہو تو بیرونِ مسجد اور نظر فقہی میں انسب یہ کہ جس طرف حاجت زیادہ ہو اسی جانب کو اختیار کرے، مثلاً ایک جانب مسلمان زیادہ رہتے ہیں یا اس طرف مسلمانوں کی آبادی دور تک ہے، تو وہی جانب اذان کے لیے انسب ہے کہ اصل مقصود اذان تبلیغ و اعلام

لہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: اَلْاِمَامُ ضَامِنٌ وَالْمُؤَذِّنُ مُؤْتَمَنٌ (امام ذمہ دار ہے اور مؤذن امین) (ابوداؤد، ترمذی) ظاہر ہے کہ فاسق امین نہیں ہو سکتا؛ لہٰذا مقصود اذان کہ اعلام باوقاتِ نماز و سحری و افطار ہے فاسق کی اذان سے حاصل نہیں ہو سکتا۔

ہے جس طرف یہ مقصود زیادہ پایا جاتے، وہی افضل ہے، باقی داہنے بائیں کی کوئی تخصیص شرع مطہر سے ثابت نہیں۔ (فتاویٰ رضویہ)

۹۔ جب اذان ہو تو اتنی دیر کے لیے سلام کلام اور جواب سلام تمام اشغال موقوف کر دے، یہاں تک کہ قرآن مجید کی تلاوت موقوف کر دے اور اذان کو غور سے سنے اور جواب دے، یونہی اقامت میں (در مختار، عالمگیری)

۱۰۔ جو اذان کے وقت باتوں میں مشغول رہے، اس پر معاذاللہ خاتمہ برا ہونے کا خوف ہے۔ (فتاویٰ رضویہ)

۱۱۔ صبح کی اذان میں فلاح کے بعد اَلصَّلٰوۃُ خَیۡرٌ مِّنَ النَّوۡمِ (نماز سونے سے بہتر ہے) کہنا مستحب ہے اور اس کے جواب میں صَدَقۡتَ وَبَرَرۡتَ وَبِالۡحَقِّ نَطَقۡتَ (تو سچا اور نیکوکار ہے اور تو نے حق کہا) کہنا۔ (درِ مختار)

۱۲۔ افضل یہی ہے کہ حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ کے جواب میں کہے حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ لَاحَوۡلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الۡعَلِیِّ الۡعَظِیۡمِ اور حَیَّ عَلَی الۡفَلَاحِ کے جواب میں کہے حَیَّ عَلَی الۡفَلَاحِ لَاحَوۡلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الۡعَلِیِّ الۡعَظِیۡمِ مَاشَآءَ اللّٰہُ کَانَ وَمَا لَمۡ یَشَاۡ لَمۡ یَکُنۡ (جو اللہ نے چاہا ہوا اور جو نہ چاہا نہ ہوا)۔ (فتاویٰ رضویہ)

۱۳۔ اقامت کا جواب مستحب ہے اور اس کا جواب بھی اسی طرح ہے جیسے اذان کا، البتہ قَدۡ قَامَتِ الصَّلٰوۃُ (کہ یہ کلمہ اقامت میں فلاح کے دوبارہ پڑھایا جاتا ہے) کے جواب میں اَقَامَہَا اللّٰہُ تَعَالٰی وَاَدَامَہَا مَادَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالۡاَرۡضُ (اللہ تعالیٰ اسے قائم و ہمیشہ رکھے، جب تک آسمان و زمین ہیں) کہے۔ (عالمگیری)

یا یہ کہے: اَقَامَہَا اللّٰہُ تَعَالٰی وَاَدَامَہَا وَجَعَلَنَا مِنۡ صَالِحِیۡ اَہۡلِہَا اَحۡیَآءً وَّاَمۡوَاتًا (اللہ تعالیٰ اسے قائم و دائم رکھے اور ہم کو زندگی میں مرنے کے بعد اس کے نیک اہل سے بنا دے)

۱۴۔ درود شریف قبل از اقامت پڑھنے میں حرج نہیں، مگر اقامت سے فصل ذفاصلہ چاہیئے یا درود شریف کی آواز، آوازِ اقامت سے ایسی جدا ہو کہ امتیاز رہے اور عوام کو درود شریف جزءِ اقامت نہ معلوم ہو۔ (فتاویٰ رضویہ)

۱۵۔ اقامت امام کی محاذات میں کہی جاتے، یہی سنت ہے۔ وہاں جگہ نہ ملے تو داہنی طرف لفضل الیمین علی الشمال ورنہ بائیں طرف لحصول المقصود (فتاویٰ رضویہ)

۱۶۔ شہر میں اگر کچھ لوگ مکان یا دوکان یا میدان میں نماز پڑھیں اور اذان نہ کہیں، تو حرج نہیں کہ وہاں کی مسجد کی اذان اس کے لیے کافی ہے اور کہہ لینا مستحب ہے (ردالمختار)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: اَذَانُ الْحَیِّ یَکْفِیْنَا محلہ کی اذان ہمیں کفایت کرتی ہے، یونہی مسافر کو ترکِ اذان کی اجازت ہے، لیکن اگر اقامت بھی ترک کرے گا، تو مکروہ ہو گا۔ (فتاویٰ رضویہ)

۱۷۔ مسجد میں اذان کہنا مکروہ ہے۔ (فتح القدیر غایۃ البیان)

مسجد میں اذان دینا مسجد و دربارِ الٰہی کی گستاخی ہے۔ (فتاویٰ رضویہ)

۱۸۔ اذان و اقامت کے درمیان وقفہ کرنا سنت ہے۔ اذان کہتے ہی اقامت کہہ دینا مکروہ ہے، مگر مغرب میں وقفہ تین چھوٹی آیتوں یا ایک بڑی کے برابر ہو (جیسا کہ عموماً معمول ہے) باقی نمازوں میں اذان و اقامت کے درمیان اتنی دیر تک ٹھہرے کہ جو لوگ پابندِ جماعت ہیں، آجائیں، مگر اتنا انتظار نہ کیا جائے کہ وقتِ کراہت آجائے۔ (درمختار)

۱۹۔ رئیس محلہ کا اس کی ریاست کے سبب انتظار مکروہ ہے۔ ہاں! اگر وہ شریر ہے اور وقت میں کچھ گنجائش ہے، تو انتظار کر سکتا ہے۔ (درمختار)

۲۰۔ جس نے اذان کہی۔ اگر موجود نہیں، تو جو چاہے، اقامت کہہ لے اور بہتر امام ہے۔ اگر مؤذن موجود ہو تو اس کی اجازت سے دوسرا کہہ سکتا ہے کہ یہ اسی کا حق ہے اور اگر بے اجازت کہی اور مؤذن کو ناگوار ہو تو مکروہ ہے۔ (عالمگیری)

مسئلہ تقبیلِ ابہامین

جب مؤذن اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ کہے تو سننے والا درود شریف پڑھے اور مستحب ہے کہ پہلی بار کہے صلی اللہ علیک یارسول اللہ جب دوبارہ کہے تو یہ کہے: قُرَّۃُ عَیْنِیْ بِکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہ اور ہر بار آنکھوں سے انگوٹھوں کے ناخن لگائے اور کہے: اَللّٰھُمَّ مَتِّعْنِیْ بِالسَّمْعِ وَالْبَصَرِ (اے اللہ تعالیٰ شنوائی اور بینائی سے مجھے متمتع فرما) (رد المحتار)

علمائے محدثین نے اس باب میں حضرت خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، وحضرت ریحانۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سیدنا امام حسن و حضرت نقیب اولیائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سیدنا ابو العباس خضر علی الحبیب الکریم وعلیہم الصلوٰۃ والتسلیم وغیرہم اکابرین سے حدیثیں نقل فرمائیں اور جامع الرموز وفتاوائے صوفیہ وکنز العباد ورد المحتار[1] وغیرہا کتب فقہ میں اس فعل کے استحباب و استحسان پر صاف تصریح آئی اور اس سے بھی گزرے تو بلاشبہ یہ فعل اکابرین سے مروی ومنقول اور سلف صالح میں روشنائی چشم کے لیے مجرب ومعمول ہے۔ ایسے محل پر بالفرض اگر کچھ نہ ہو تو اسی قدر سند کافی، بلکہ اصلاً نقل بھی نہ ہو تو صرف تجربہ وافی کہ آخر اس میں کسی حکم شرعی کا ازالہ نہیں نہ کسی سنتِ ثانیہ کا خلاف اور نفع حاصل تو منع باطل۔

مولانا علی قاری علیہ الرحمۃ الباری نے موضوعات کبیر میں فرمایا:

واذ ثبت رفعہ الی الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فیکفی للعمل

---

[1] مقاصدِ حسنہ۔ طحطاوی علی مراقی الفلاح۔

به لقوله علیه الصلوٰۃ والسلام علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین۔
یعنی حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہی اس فعل کا ثبوت عمل کو بس ہے
کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: میں تم پر لازم کرتا ہوں، اپنی سنت اور اپنے
خلفاء راشدین کی سنت رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

تو صدیق سے کسی شے کا ثبوت بعینہٖ حضور اکرم سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے
ثبوت ہے اور دیلمی نے مسند الفردوس میں حدیث سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
سے روایت کیا ہے کہ جب اس جناب نے مؤذن کو اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔
کہتے سنا، یہ دعا پڑھی: رضيت بالله ربا و بالاسلام دنيا و بمحمد صلى الله
عليه وسلم نبيًا۔ اور دونوں کلمے کی انگلیوں کے پورے جانب زیریں سے چوم کر
آنکھوں سے لگائے۔ اس پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو ایسا کرے جیسا
میرے پیارے نے کیا، اس پر میری شفاعت حلال ہو جائے۔

اور حضرت ابو العبا احمد بن ابی بکر نے اپنی کتاب موجبات الرحمۃ میں حضرت سیدنا
خضر علیہ السلام سے روایت کی کہ جو شخص مؤذن سے اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ،
سن کر مرحبا بِحَبِيْبِيْ وَقُرَّةِ عَيْنِيْ محمد بن عبد اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہے۔ پھر دونوں انگوٹھے
چوم کر آنکھوں پر رکھے، اس کی آنکھیں کبھی نہ دُکھیں گی۔

شرح نقایہ میں ہے: خبردار ہو بیشک مستحب ہے کہ جب اذان میں پہلی بار اَشْهَدُ
اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ سنے صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ط اور دوسری بار
قُرَّةُ عَيْنِيْ بِكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ۔ پھر انگوٹھوں کے ناخن آنکھوں پر رکھ کر کہے: اَللّٰهُمَّ
مَتِّعْنِيْ بِالسَّمْعِ وَالْبَصَرِ۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے پیچھے پیچھے اُسے جنت میں لے جائیں گے۔ ایسا ہی
کنز العباد میں ہے۔

علامہ شامی قدس سرہٗ السامی اسے نقل کرکے فرماتے ہیں: ونحوہ فی الفتاوی الصوفیۃ یعنی اسی طرح امام فقیہ عارف باللہ سیدی فضل اللہ بن محمد بن ایوب سہروردی تلمیذ امام علامہ یوسف بن عمر صاحب جامع المضمرات شرح قدوری قدس سرہما نے فتاوی صوفیہ میں نقل فرمایا۔ بہرحال ان مباحث جلیلہ سے جو اعلیٰحضرت فاضل بریلوی قدس سرہٗ العزیز نے اپنے فتاویٰ میں افادہ فرمائے۔ اذان کے وقت نام پاک سن کر انگوٹھے چومنے سے حسب ذیل فائدے حاصل ہوتے ہیں۔

۱۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، و دیگر اکابر دین و سلف صالحین کا اتباع کہ بجائے خود سعادت عظمیٰ ہے۔

۲۔ اس کا فاعل شفاعت کا مستحق ہوجاتا ہے۔

۳۔ اس پر عامل آنکھیں دُکھنے سے محفوظ رہتا ہے۔

۴۔ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے جنّت میں جائے گا۔

فرض کیجیے وہ شخص جس کے دھرم میں اس موقع پر انگوٹھوں کو بوسہ دینا ناجائز و بدعت ہے، وہ اپنی آنکھوں کے علاج کو جالینوس کا شیاف یا ابن سینا کی سلائی لگاتا ہے اور ایک مسلمان سورۂ فاتحہ و آیۃ الکرسی و اسم الٰہی نُوْرٌ و صَلٰوۃ نُوْرٌ سے علاج کرتا ہے تو اس کے ناپاک دھرم میں دونوں برابر ہیں کہ ایک فعل مباح کررہے ہیں۔ طاعت نہ یہ نہ وہ۔ مگر مسلمان جانتے ہیں کہ کہاں جالینوس اور ابن سینا پر بھروسہ اور کہاں کلام اللہ نور و ہدیٰ و شفاء، و اسمائے الٰہیہ سے توسل و التجاء۔ یہ صرف طاعت ہے اور مسلمان کے حسن ایمان کی علامت۔

انگوٹھے چومنا اگرچہ جائز بلکہ مستحب ہے، لیکن اس وقت جبکہ کوئی ممانعت شرعی نہ ہو، مثلاً حالتِ خطبہ میں یا جس وقت قرآن مجید سُن رہا ہے یا نماز پڑھ رہا ہے، ایسی حالتوں میں اجازت نہیں۔ باقی سب اوقات میں جائز بلکہ مستحب ہے جبکہ بہ نیت محبت و تعظیم ہو۔ (افاداتِ رضویہ)

قبر پر اذان کی بحث

اس مسئلہ پر ہم فتاویٰ رضویہ شریف سے ایک فتویٰ کا خلاصہ نقل کرتے ہیں:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ دفن کے وقت جو قبر پر اذان کہی جاتی ہے، شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ بینوا و توجروا۔

جواب: حق یہ ہے کہ اذان مذکور فی السوال کا جواز یقینی ہے۔ ہرگز شرع مطہر سے اس کی ممانعت پر کوئی دلیل نہیں اور جس امر سے شرع منع نہ فرمائے، اصلاً ممنوع نہیں ہو سکتا۔ قائلانِ جواز کے لیے اسی قدر کافی، جو مدعی ممانعت ہو دلائل شرعیہ سے اپنا دعویٰ ثابت کرے۔ پھر بھی فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہٗ بدلائل کثیرہ اس کی اصل شرع مطہر سے نکال سکتا ہے۔ فاقول:

دلیلِ اول: نوادر الاصول میں امام اجل حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ تعالیٰ سے روایت ہے کہ "جب مردے سے سوال ہوتا ہے کہ تیرا رب کون ہے؟ شیطان اس پر ظاہر ہوتا ہے اور اپنی طرف یہ اشارہ کرتا ہے کہ میں تیرا رب ہوں۔ اس لیے حکم آیا کہ میت کے لیے جواب میں ثابت قدم رہنے کی دعا کریں۔"

اور صحیح حدیثوں سے ثابت ہے کہ جب موذن اذان کہتا ہے شیطان پیٹھ پھیر کر گوز زناں بھاگتا ہے (بخاری و مسلم) اور خود حدیث میں حکم آیا کہ جب شیطان کا کھٹکا ہو فوراً اذان دو، وہ دفع ہو جائے گا۔ (طبرانی)

تو یہ اذان ارشاد شارع کے مطابق اور مسلمان بھائی کی امداد و اعانت ہوئی جس کی خوبیوں سے قرآن و حدیث مالا مال۔

دلیل دوم: امام احمد و طبرانی و بیہقی حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے راوی ہے کہ جب سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ دفن ہو چکے اور قبر درست کر دی گئی۔ نبی اکرم

صلی اللہ علیہ وسلم دیر تک سبحان اللہ، سبحان اللہ فرماتے رہے اور صحابہ کرام بھی حضور کے ساتھ کہتے رہے۔ پھر حضور اکرم اللہ اکبر، اللہ اکبر فرماتے رہے اور صحابہ کرام بھی حضور کے ساتھ کہتے رہے۔ پھر صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) حضور اوّل تسبیح پھر تکبیر کیوں فرماتے رہے۔ ارشاد فرمایا: "اس نیک مرد پر قبر تنگ ہو گئی تھی، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے وہ تکلیف اس سے دُور کی اور قبر کشادہ فرمائی۔" اس حدیث پاک سے ثابت ہوا کہ خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے میت پر آسانی کے لیے بعد دفن کے قبر پر اللہ اکبر اللہ اکبر بار بار فرمایا ہے اور یہی کلمہ مُبارکہ اذان میں چھ بار ہے، تو عین سنّت ہوا۔

دلیل سوم : حدیث متواتر میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: اپنے مُردوں کو لا الٰہ الا اللہ سکھاؤ۔ (مسلم، ترمذی وغیرہما)

اب جو نزع میں ہے وہ مجازاً مُردہ ہے اور اسے کلمۂ اسلام سکھانے کی حاجت کہ بحول اللہ تعالیٰ خاتمہ اسی پاک کلمہ پر ہو اور شیطان رجیم کے بھلانے میں نہ آئے اور جو دفن ہو چکا حقیقتاً مردہ ہے اور اسے بھی کلمہ پاک سکھانے کی حاجت کہ بعون اللہ تعالیٰ جواب یاد ہو جائے اور شیطان رجیم کے بہکانے میں نہ آئے اور بیشک اذان میں یہی کلمہ لا الٰہ الا اللہ تین جگہ موجود ہے، بلکہ اس کے تمام کلمات جواب نکیرین بتاتے ہیں۔ سوال تین ہیں: تیرا رب کون ہے؟ تیرا دین کیا ہے؟ تو اس مرد یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے باب میں کیا اعتقاد رکھتا تھا؟ اب اذان کی ابتدا اور آخر میں سوال مَنْ رَّبُّكَ (تیرا رب کون ہے) کا جواب سکھائیں گے، اُن کے سننے سے یاد آ جائے گا کہ میرا رب اللہ تعالیٰ ہے، اور اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ سے سوال مَا كُنْتَ تَقُوْلُ فِيْ هٰذَا الرَّجُلِ (تو ان کے باب میں کیا اعتقاد رکھتا تھا) کا جواب تعلیم کریں گے کہ میں انہیں اللہ تعالیٰ کا رسول جانتا تھا اور حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ۔ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ سے جواب مَا دِيْنُكَ (تیرا دین کیا ہے) کی طرف اشارہ کریں گے کہ میرا

دین وہ تھا جس میں نماز رکن وستون ہے کہ الصلوٰۃ عماد الدین۔ تو بعد دفن اذان دینے میں ارشاد کی تعمیل ہے جو حدیث مذکور میں فرمایا۔

دلیل چہارم: اذان ذکرِ الٰہی و ذکر مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور خدا و رسول جل وعلا و صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر دافع عذاب و باعثِ نزولِ رحمت ہے کہ حضور کا ذکر عین ذکرِ خدا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں "کوئی چیز ذکرِ خدا سے زیادہ عذاب خدا سے نجات بخشنے والی نہیں"

امام سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ عند ذکر الصلحین تنزل الرحمۃ (نیکوں کے ذکر کے وقت رحمتِ الٰہی نازل ہوتی ہے) ابو جعفر بن حمدان نے ابو بکر بن بجید سے اسے بیان کر کے فرمایا فرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم راس الصالحین۔ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو سب صالحین کے سردار ہیں)
پس بلاشبہ جہاں اذان ہو گی، رحمتِ الٰہی اترے گی اور مسلمان بھائی کے لیے وہ فعل جو باعثِ نزولِ رحمت ہو، شرع کو پسند ہے نہ کہ ممنوع۔

دلیل پنجم: خود ظاہر اور حدیثوں سے بھی ثابت ہے کہ مُردے کو اس نئے مکان تنگ و تار میں سخت وحشت اور گھبراہٹ ہوتی ہے اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیْ اِنَّ رَبِّیْ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ اور اذان دافع وحشت و باعث اطمینان خاطر ہے کہ وہ ذکرِ خدا ہے اور اللہ عزوجل فرماتا ہے: اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ (سن لو خدا کے ذکر سے دل چین پاتے ہیں) ابو نعیم و ابن عساکر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ہیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جب آدم علیہ السلام جنت سے ہندوستان آئے انہیں گھبراہٹ ہوئی تو جبرائیل علیہ السلام نے اتر کر اذان دی۔ پھر ہم اس غریب کی تسکینِ خاطر و دفعِ توحش کو اذان دیں، تو کیا برا کریں۔ حاشا بلکہ مسلمان خصوصاً ایسے بیکس کی اعانت حضرت حق عزوجل کو نہایت پسند۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ بندے کی مدد

میں ہے۔ جب تک بندہ اپنے بھائی مسلمانوں کی مدد میں ہے (مسلم)

اذان ذکرِ الٰہی ہے اور ذکرِ الٰہی ہمیشہ ہر جگہ محبوب و مرغوب و مطلوب و مندوب ہے، جس سے ہرگز ممانعت نہیں ہوسکتی، جب تک کسی خصوصیتِ خاصہ میں کوئی نہی شرعی نہ آئی ہو، پھر خدا جانے کہ ذکرِ خدا سے ممانعت کی وجہ کیا ہے؟ ہمیں حکم ہے کہ ہر سنگ و درخت کے پاس ذکرِ الٰہی کریں۔ قبرِ مومن کے پتھر کیا اس حکم سے خارج ہیں، یا ان حضراتِ مانعین نے میت واحیاء کو ان فوائدِ جلیلہ سے محروم رکھنے میں کوئی نفع سمجھا ہے۔ ہمیں تو مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا ہے کہ تم میں جس سے ہوسکے کہ اپنے بھائی مسلمان کو کوئی نفع پہنچائے، تو لازم ومناسب ہے کہ پہنچائے۔ (احمد و مسلم)

پھر خدا جانے اس اجازتِ کلی کے بعد جب تک خاص جزئیہ کی شرع میں نہی نہ ہو، ممانعت کہاں سے کی جاتی ہے۔ واللہ الموفق۔

تنبیہ: اور جو لوگ یہ شبہ وارد کرتے کہ اذان تو اعلام نماز کے لیے ہے، یہاں کونسی نماز ہوگی جس کے لیے یہ اذان کہی جاتی ہے؟

غالباً وہ نہیں جانتے کہ اذان میں اہلِ اسلام کے احیاء و اموات کے لیے کیا کیا اغراض و منافع اور کتنے شرعی مصالح ہیں اور شرعِ مطہر نے نماز کے سوا کن کن مواضع میں اذان مستحب فرمائی ہے۔

مسند الفردوس میں حضرت امیرالمومنین مولی المسلمین سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے مروی ہے کہ مجھے حضور سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے غمگین دیکھا اور ارشاد فرمایا: اے علی! میں تجھے غمگین پاتا ہوں، اپنے کسی گھر والے سے کہہ کر تیرے کان میں اذان کہے۔ اذان غم و پریشانی کو دور کرتی ہے۔" مولا علی اور مولا علی تک جس قدر اس حدیث کے راوی ہیں، سب نے فرمایا: فجربتہ فوجدتہ کذالک (ہم نے اس کا تجربہ کیا تو ایسا ہی پایا) کہیے یہاں کونسی نماز کا اعلام مقصود ہے کہ اذان کا حکم فرمایا جارہا ہے۔

الغرض شریعتِ مطہرہ نے جن مواضع پر اذان مستحب فرمائی ہے ان میں سے بعض مواضع یہ ہیں:

بچے اور مغموم کے کان میں اور مرگی والے کے اور غضب ناک اور بدمزاج آدمی یا جانور کے کان میں اور لڑائی کی شدت اور آتش زدگی کے وقت (خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: اطفؤا الحریق بالتکبیر آگ کو تکبیر سے بجھاؤ۔ (ابویعلیٰ) اور جن کی سرکشی کے وقت اور مسافر کے پیچھے اور جنگل میں جب راستہ بھول جائے اور کوئی بتانے والا نہ ہو (ردالمحتار)

دفع بلا اور طلبِ باران کے لیے بھی اذان کہنا جائز و مستحب ہے۔ یہ اذان چونکہ بہ نیت اعلان و طلب مردمان نہیں، اس لیے اولیٰ تو یہی ہے کہ بیرونِ مسجد فصیل وغیرہ پر ہو اور اگر مسجد میں کہی جائے تو بھی مضائقہ نہیں کہ یہ بہ نیت ذکرِ الٰہی ہے اور ذکرِ الٰہی مسجد میں جائز و درست ہے۔ بہر حال دفع وبا و طلبِ باران کے لیے اذان کہنے میں اصلاً کوئی حرج نہیں۔

یونہی یہ طریقہ کہ امام سورۂ یٰسین پڑھے اور ہر مُبین پر اذان کہے اور سب مقتدی بھی اس کے ساتھ اذانیں کہیں از قبیل اعمال ہے جس کے لیے اس سے زیادہ کسی ثبوت کی حاجت نہیں کہ شرع سے اس کی ممانعت نہیں۔ یٰسین شریف کے لیے حدیث میں آیا یٰسین لما قرء لہٗ سورۂ یٰسین اس کام کے لیے ہے جس لیے یہ پڑھی جائے، یعنی جس نیت سے یہ پڑھی جائے، اللہ تعالیٰ عطا فرماتا ہے۔ (فتاویٰ رضویہ)

تثویب کا بیان

فقہ میں تثویب کے معنی ہیں مسلمانوں کو نماز کی اطلاع اذان سے دے کر پھر

دوبارہ اطلاع دینا اور وہ شہروں کے عرف پر ہے جہاں جس طرح اطلاع مکرر رائج ہو، وہی تثویب ہے، خواہ عام طور پر ہو جیسے صلوٰۃ کہی جاتی ہے (یعنی الصلوۃ یرحمکم اللہ الصلوۃ یا الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ) یا خاص طریقے پر مثلاً کسی سے کہنا اذان ہوگئی یا جماعت کھڑی ہوگئی ہے یا امام صاحب آگئے یا کوئی اور فعل وقول ایسا جس میں دوبارہ اطلاع دینا مقصود ہو، وہ سب تثویب ہے اور اس کا اور صلوٰۃ کا ایک حکم ہے، یعنی جائز جس کی اجازت سے عامہ کتب متون مثل تنویر الابصار وقایہ، کنز و شروح مانند در مختار، ردالمحتار، غنیہ شرح منیہ، بحر الرائق و فتاویٰ مثل ظہیریہ، خانیہ و عالمگیری وغیرہا مالامال ہیں اور ماہِ مبارک رمضان سے اس کی تخصیص نہیں کہ لوگ افطار کے بعد کھانے پینے میں مشغول اور نفس آرام کی طرف مائل ہوتے ہیں، لہٰذا تنبیہ بعد تنبیہ مناسب ہوئی۔ جس طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اذان فجر میں الصّلوٰۃ خیر من النوم مقرر کرنے کی اجازت عطا فرمائی۔ بعد اذان سلطان اسلام و قاضی شرع و عالم دین کی خدمتوں میں مؤذن دوبارہ اطلاع کے واسطے مؤدبانہ حاضر ہو، یہی سنت ہے۔ باقی لوگوں میں اگر سامنے سے گزریں تو کہہ دینا کہ نماز کو آؤ یا جماعت تیار ہے یا مسجد کو جاتے راہ میں جو ملیں، انہیں تاکید کرتے آنا مضائقہ نہیں رکھتا۔

اور یہ سب اُس آیہ کریمہ کے تحت میں داخل ہے کہ ومن احسن قولا ممن دعا الی اللہ۔ اس سے کسی کی بات بہتر جو اللہ کی طرف بلاتے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں، جو کسی نیک بات کی طرف بلاتے، اُس کا خود اپنا اجر ہے اور جتنے اس نیک فعل میں شریک ہوں، ان سب کا ثواب ہے اور ان کے ثوابوں میں کچھ کمی واقع نہ ہو" اور زعم بدعت کا رد یہ ہے کہ ہر نو پیدا بات ناجائز نہیں، ورنہ خود مدرسے بنا کر کتابیں تصنیف کرنا صرف و نحو وغیرہما علوم کہ زمانۂ رسالت میں نہ پڑھے جاتے تھے، پڑھنا پڑھانا سب حرام ہو جاتے اور ایسے کوئی عاقل نہیں کہہ سکتا۔ وہ خود اہلِ بدعت کہ بات

بات پر مسلمانوں پر بدعت کا فتویٰ جڑتے ہیں) ہزارہا جدید باتیں کرتے ہیں کہ زمانۂ رسالت میں اس ہیئتِ کذائی سے موجود نہ تھیں، بعد کو حادث ہوئیں، مگر اپنے لیے جو چاہیں حلال کر لیتے ہیں۔

مسئلہ ضروریہ

نمازیوں کی حالت و مصلحت پر نظر کی جاتے۔ اگر وہ لوگ اذان سن کر خود جمع ہو جاتے ہیں، تو تثویب ہرگز نہ کہی جائے کہ ان سے یہ عادتِ حسنہ چھڑا کر انتظارِ تثویب کا خوگر کر دینا ہوگا اور جہاں ایسا نہیں بلکہ اس کی حاجت اور اس کے فعل میں مصلحت ہے، وہاں کہی جائے، پھر یہ کوئی ایسی چیز نہیں جس میں مسلمانوں میں نزاع کیا جائے اور فتنہ انگیزی کر کے تفریقِ جماعت کی راہ نکالی جائے جو ایسا کرتا ہے سخت جاہل اور مقاصدِ شرع سے بالکل غافل ہے۔ (افاداتِ رضویہ)

شروط، ارکان اور مکملات

نماز اور نماز کے علاوہ دوسری عبادات کی جس حقیقت کا شریعتِ اسلامیہ نے اعتبار کیا، اُس کے لیے کچھ داخلی و خارجی لوازمات اور اس کی پاکیزگی و نفاست کو برقرار رکھنے کے لیے کچھ اور امور مقرر فرماتے اور اُن کے کچھ جُداگانہ نام تجویز کیے تو وہ امور جو شئی کی حقیقت میں داخل ہوتے ہیں اور جن کا وجود شئے کا وجود مانا جاتا ہے کہ ان میں سے کسی ایک کا فوت ہو جانا اصل حقیقت ہی فوت ہو جانے کے برابر ہے۔ گویا یہ اجزاء ہیں اور ان کا مجموعۂ کل اصطلاحِ شرع میں فرائض کے نام سے موسوم ہیں اور فرائض ہی کا دوسرا نام ارکان ہے۔

کبھی ایک حقیقت کا وجود کسی دوسری حقیقت کے وجود پر موقوف ہوتا ہے کہ جب

تک اس دوسری حقیقت کا خارج وجود نہ ہوگا۔ اس پہلی حقیقت کا وجود وعدم برابر ہوگا اور اس موقوف علیہ کے وجود خارجی کے بغیر اس کا نظر شرع میں کوئی اعتبار نہ ہوگا۔ اسی موقوف علیہ کا نام شرط ہے اور اسی کو کبھی فرضِ خارجی بھی کہا جاتا ہے اور فقہاء کرام رکن اور شرط دونوں پر فرض کا اطلاق جائز مانتے ہیں۔

پھر اسی حقیقتِ مطلوبہ کی تکمیل اور تحسین کے لیے شریعتِ مطہرہ نے کچھ اور امور تجویز فرمائے کہ ان امور کا اس حقیقت سے اتصال اور اس حقیقت کا ان امور سے موصوف و مزین ہو جانا مزید قربتِ خداوندی کا موجب اور ثوابِ عظیم کا باعث ہے۔ یہ امور مکملات یا متممات کہلاتے ہیں اور یہ تین قسم پر ہیں؛

ان میں پہلی قسم وہ ہے کہ بغیر اس کے ادا کیے بھی بری الذمہ ہونے کا احتمال ہو، مگر غالب ظن اس کی ضرورت پر ہے تو جس عبادت میں اس کا بجالانا درکار ہے عبادت بغیر اس کے ناقص رہے، مگر ادا ہو جائے۔

ان مکملات کو واجبات کہا جاتا ہے، ان مکملات کے فوت ہو جانے سے اصل حقیقت فوت نہ ہوگی۔ ہاں خود ان کے ترک پر بندہ گناہگار و نافرمان قرار دیا جائے گا۔

ان متممات یا مکملات کی دوسری قسم وہ ہے جن کے باعث بارگاہِ مولیٰ میں بلندیِ درجات اور قربِ خاص حاصل ہوتا ہے اور جس عبادت میں یہ درکار ہیں، اس میں ان کی رعایت شریعتِ مطہرہ کو مطلوب ہے بلکہ اس کی تاکید فرمائی گئی ہے، اسی لیے اس کا ترک کردینا بُرا بلکہ ترک کی عادت پر استحقاقِ عذاب وارد ہے۔ انہیں سنن مؤکدہ اور کبھی سنن ہدیٰ بھی کہتے ہیں

ان میں تیسری قسم وہ امور ہیں جنہیں شریعتِ مطہرہ بنظرِ استحسان دیکھتی اور ان کا ترک پسند نہیں فرماتی۔

انہیں سننِ غیر مؤکدہ یا سننِ زوائد بھی کہا جاتا ہے۔ ہم ترتیب وار ان امور کا بیان کرتے ہیں وباللہ التوفیق۔

نماز کی شرطوں کا بیان

صحتِ نماز کی چھ شرطیں ہیں :

طہارت[۱]، سترِ عورت[۲]، استقبالِ قبلہ[۳]، وقت[۴]، نیت[۵]، تکبیرِ تحریمہ[۶]

۱۔ طہارت :

یعنی مصلی کے بدن کا حدثِ اکبر (یعنی موجباتِ غسل) اور حدثِ اصغر (یعنی نواقضِ وضو) اور نجاستِ حقیقیہ قدرِ مانع سے پاک ہونا، نیز اس کے کپڑے اور اس جگہ کا جس پر نماز پڑھے، نجاستِ حقیقیہ قدرِ مانع سے پاک ہونا ہے کہ بغیر پاک کیے نماز ہوگی ہی نہیں، مثلاً نجاستِ غلیظہ درہم سے زائد اور خفیفہ کپڑے یا بدن کے اس حصہ کی چوتھائی سے زیادہ جس میں لگی ہو اسی کا نام قدرِ مانع ہے۔

حدثِ اکبر حدثِ اصغر اور نجاستِ حقیقیہ سے متعلق احکام ابواب گزشتہ میں بیان کیے جا چکے ہیں، یہاں چند مسائل اور بیان کیے جاتے ہیں :

مسائلِ متعلقہ

۱۔ کسی شخص نے اپنے آپ کو بے وضو گمان کیا اور اسی حالت میں نماز پڑھ لی، بعد کو ظاہر ہوا کہ بے وضو نہ تھا، نماز نہ ہوئی۔ (درمختار)

۲۔ مصلی اگر ایسی چیز کو اٹھاتے ہو کہ رکوع وسجود وقیام وقعود میں اس کی حرکت سے وہ بھی حرکت کرے، اگر اس میں نجاست قدرِ مانع ہو تو نماز جائز نہیں، ورنہ ہو جائیگی (درمختار، عالمگیری)

۳۔ اگر نجاست قدرِ مانع سے کم ہے، جب بھی مکروہ ہے، پھر نجاستِ غلیظہ بقدرِ

درہم ہے، تو مکروہ تحریمی اور اس سے کم ہے تو خلافِ سنت ہے۔ (درمختار)

۴۔ کپڑا یا بدن اثنائے نماز میں بقدر مانع ناپاک ہو گیا اور تین تسبیح کا وقفہ ہوا، نماز نہ ہوئی (ردالمحتار)

۵۔ جس جگہ نماز پڑھے اس کے طاہر ہونے سے مراد موضع سجود و موضع قدم کا پاک ہونا ہے، جس چیز پر نماز پڑھتا ہے، اس کے سبب حصہ کا پاک ہونا شرطِ صحت نماز نہیں (ردالمحتار) ۶۔ پیشانی پاک جگہ ہے اور ناک نجس جگہ تو نماز ہو جائے گی کہ ناک درہم سے کم جگہ پر لگتی ہے اور بلا ضرورت یہ بھی مکروہ اور سجدے میں ہاتھ یا گھٹنا نجس جگہ ہونے سے صحیح مذہب میں نماز نہ ہوگی (ردالمحتار)

۷۔ دبیز کپڑے کو نجس جگہ بچھا کر نماز پڑھی اور اس کی رنگت یا بو محسوس نہ ہو تو نماز ہو جائے گی کہ یہ کپڑا نجاست و مصلّی میں فاصل ہو جائے گا۔ یونہی اگر چوڑی آستین کا خالی حصہ سجدہ کرنے میں نجاست کی جگہ پڑے اور وہاں نہ ہاتھ ہو، نہ پیشانی تو نماز ہو جائے گی، اگرچہ آستین باریک ہو کہ اب اس نجاست کو بدنِ مصلّی سے کوئی تعلق نہیں۔ (افاداتِ رضویہ)

ہاں آستین کے نیچے نجاست ہے اور اسی آستین پر سجدہ کیا نماز نہ ہوگی۔ (ردالمحتار)

۸۔ اگر سجدہ کرنے میں دامن وغیرہ نجس زمین پر پڑتے ہوں، تو مضر نہیں (ردالمحتار)

۹۔ اگر نجس جگہ پر اتنا باریک کپڑا بچھا کر نماز پڑھی جو ستر کے کام میں نہیں آسکتا یعنی اس کے نیچے کی چیز جھلکتی ہو، نماز نہ ہوتی اور اگر شیشہ پر نماز پڑھی اور اس کے نیچے نجاست نمایاں ہے، نماز ہو گئی۔ (ردالمحتار)

۱۰۔ اگر نماز پڑھی اور جیب وغیرہ میں شیشی ہے اور اس میں پیشاب یا خون، یا شراب ہے، تو نماز نہ ہوگی اور اگر جیب میں انڈا ہے اور اس کی زردی خون ہو چکی ہے، تو نماز ہو جائے گی۔

سترِ عورت

یعنی بدن کا وہ حصّہ جس کا چھُپانا فرض ہے اس کو چھُپانا۔ لباس وہ چیز ہے جس کا استعمال انسان کو دوسرے حیوانات و بہائم سے ممتاز کرتا اور دوسری تمام جاندار مخلوق سے شرفِ امتیاز بخشتا ہے، اور آج یہ حقیقت کس پر روشن نہیں کہ لباس کی جانب سے بے احتیاطی ولاپرواہی نے آج اشرف المخلوقات ہونے کا دعویٰ کرنے والے انسان کو کس ذلت و رسوائی بلکہ بدشرمی و بے حیائی کی پستی میں لاڈالا ہے۔

ہاں ہاں! یہ اغوا کی وارداتیں، یہ زنا بالجبر کے حادثے، یہ زن و شوہر میں نااتفاقی کے آئے دن کے واقعات، یہ ہوس رانیوں کے حیاسوز مناظر، یہ عشق و ہوائے نفس کی پرورش کرنے والے مشاہدات، یہ اخلاق کو تباہ کرنے والے حالات کیا ہمیں یہ سبق نہیں دیتے کہ آج کے ننگے لباس" نے انسان سے شرفِ انسانیت چھین کر انہیں" ننگ و ناموس بدر" کردیا ہے۔ انسان سے شرم و حیا لے کر اسے بے شرم و بے حیا بنا دیا ہے۔

غرض یہ کہ ستر کا منشاء حیاء ہے تاکہ نفس کی غلط روی سے انسان بہک نہ جائے بالفاظِ دیگر سترِ عورت یعنی ان اعضاء کا چھپانا جن کے کھلنے پر عام حالات میں متمدن قومیں عار و شرم محسوس کریں، وہ چیز ہے جسے ہر ملک میں، ہر قوم میں، ہر مذہب و ملت میں پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ شریعتِ اسلامیہ نے لباس کی دو حدیں مقرر فرمائی ہیں۔ ایک تو وہ حد ہے جو ضروری و لازم ہے اور یہی وہ لباس ہے جس کو نماز میں پہننے ہونا شرط قرار دیا گیا اور دوسری حد وہ ہے جو لازم و ضروری نہیں، ہاں لباس کا پہنے رہنا مناسب و بہتر ہے۔ اس سے اخلاق میں بلندی اور عادات و خصائل میں عالی ہمتی پیدا ہوتی ہے۔

قرآن کریم ارشاد فرماتا ہے:

قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُّوَارِيْ سَوْاٰتِكُمْ وَرِيْشًا ؕ وَلِبَاسُ التَّقْوٰى

ذٰلِكَ خَيْرٌ ؕ

(بے شک ہم نے تمہاری طرف ایک لباس وہ اتارا کہ تمہاری شرم کی چیزیں چھپاتے اور ایک وہ کہ تمہاری آرائش ہو اور تقویٰ کا لباس اس سے بھی بڑھ کر ہے)

اسی رکوع میں فرمایا:

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ ؕ

(اے آدم کی اولاد جب تم مسجد میں جاؤ تو لباسِ زینت اختیار کرو)

یہ آیات کریمہ صاف ارشاد فرما رہی ہیں کہ لباس و حجاب مقاصدِ شرعیہ سے ہیں۔ لباس کی غرض و غایت جس طرح سترِ جسم ہے، اسی طرح زینت و آرائش بھی اس کی غایت ہے، مگر دینداری و پرہیزگاری، اطاعت و تقویٰ شعاری کا معنوی لباس، اُونی سُوتی یا بیش قیمت ریشمی ظاہری لباس سے کہیں بڑھ کر ضروری و لازم ہے، بالخصوص جبکہ نماز کا وقت آئے، تو ستر پوشی کی اہمیت اور زیادہ ہو جاتی ہے، یہاں تک کہ مشرکینِ عرب کی مانند طوافِ کعبہ کے لیے برہنہ ہو جانے کو داخلِ عبادت سمجھتے تھے، ننگ دھڑنگ بارگاہِ الٰہی میں کھڑا ہو جانا ننگِ انسانیت و گناہِ عظیم ہے۔

اللہ اللہ! قرآن کریم آج سے چودہ سو سال پیشتر اس حقیقت کو واضح فرما رہا ہے کہ شرم و حجاب انسان کے لیے بالکل فطری و طبعی چیز ہے۔ بے ستری و بے حجابی کی ہر کوشش برہنگی و نیم برہنگی کی ہر ادا اور روش خواہ وہ ظلمت کدۂ یورپ سے پھوٹے یا امریکی تبلیغی اداروں سے پھیلے بہرحال وحشی اور غیر مہذب قوموں اور ایامِ جاہلیت کے خانہ بدوشوں کی وحشت و خانہ بدوشی کا مظاہرہ ہے جو انہیں آدمیت کے بلند مقام سے شیطنت اور ابلیسیت کی پستی کی طرف لے جا رہا ہے اور ان کی انسانیت کو درندگی میں تبدیل کر رہا ہے۔ اعاذنا اللہ منہا۔

بہرحال ان آیات سے فقہاء مفسرین نے نماز میں ستر پوشی کی فرضیت پر استدلال کیا ہے

احادیثِ کریمہ بھی اس باب میں بکثرت وارد ہیں، چنانچہ:

۱۔ ابن عدی کامل میں ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی ہے کہ فرماتے ہیں حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز پڑھو، تہبند باندھ لو اور چادر اوڑھ لو اور یہودیوں کی مشابہت نہ کرو۔

۲۔ دارقطنی بروایت عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ناف کے نیچے سے گھٹنے تک عورت ہے۔

۳۔ بخاری و مسلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں، تم میں سے کوئی ایک کپڑا پہن کر اس طرح ہرگز نماز نہ پڑھے کہ مونڈھوں پر کچھ نہ ہو۔

۴۔ عبدالرزاق نے مصنف میں روایت کی کہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے حضرت نافع کو دو کپڑے پہننے کے لیے دیئے۔ یہ اس وقت لڑکے تھے۔ اس کے بعد مسجد میں گئے اور ان کو ایک کپڑے میں لپٹے ہوئے نماز پڑھتے دیکھا۔ اس پر فرمایا، تمہارے پاس دو کپڑے نہیں کہ انہیں پہنتے۔ عرض کیا: "ہاں ہیں"، فرمایا: تو کیا اللہ عزوجل کے دربار میں زینت زیادہ مناسب ہے یا آدمیوں کے لیے۔ عرض کیا، اللہ کے لیے۔ موخرالذکر دونوں حدیثیں سترپوشی کے علاوہ لباسِ زینت کی اہمیت واضح کر رہی ہیں، بالخصوص نماز میں۔ چنانچہ آئندہ حدیث اس کی اور تاکید کرتی ہے۔

۵۔ امام احمد کی روایت ہے کہ اُبی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ ایک کپڑے میں نماز سنت ہے، یعنی جائز ہے، کہ ہم حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ایسا کرتے اور ہم پر عیب نہ لگایا جاتا۔ اس بارے میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ اس وقت ہے کہ کپڑوں میں کمی ہو اور جب اللہ تعالیٰ نے وسعت دی ہو تو دو کپڑوں میں نماز زیادہ پاکیزہ ہے۔

خاص عورتوں سے متعلق بھی بعض احادیث سُن لیجیے اور اندازہ لگائیے کہ اس صنفِ نازک کے لیے ستر پوشی بلکہ حجاب کس حد تک اہم وضروری ہے۔

۶۔ ابوداؤد، ترمذی، حاکم حضرت ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے راوی ہیں کہ جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ بالغ عورت کی نماز بغیر دوپٹے کے اللہ تعالیٰ قبول نہیں فرماتا۔

۷۔ ترمذی نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: عورت، عورت ہے، یعنی چھپانے کی چیز ہے جب باہر نکلتی ہے شیطان اس کی طرف جھانکتا ہے (گویا مردوں کی نظروں میں جاذبِ نظر بنا دیتا ہے، اسی لیے مردوں کی نگاہیں اس طرف اٹھتی اور اس کے گوشوں کو جھانکتی ہیں)

۸۔ ابوداؤد میں مروی ہے کہ جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عورت کا اپنے گھر کے اندر نماز پڑھنا، صحن میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے اور اس کا تہ خانے میں نماز پڑھنا گھر کے اندر نماز پڑھنے سے افضل ہے۔

۹۔ صحیح مسلم شریف میں مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: دوزخیوں میں ایسی جماعتیں ہوں گی جنہیں میں نے (اپنے اس عہدِ مبارک میں) نہیں دیکھا (آئندہ پیدا ہونے والی ہیں) ان میں پہلی وہ عورتیں ہیں جو بظاہر پوشاک پہنتی ہیں، مگر ننگی ہیں (کہ ایسی باریک پوشاک پہننا جس سے بدن کی رنگت جھلکے نہ پہننے کے برابر ہے) لوگوں کو (سرِ راہ چل پھر کر) اپنی جانب راغب کرتی ہیں اور خود بھی ان کی طرف جھکتی ہیں۔ اُن کے سر (اُن کے ناز وادا کے باعث) ایسے جھکے ہوئے ہوں گے، جیسی بختی اونٹوں کے کوہان۔ یہ عورتیں نہ جنت میں داخل ہو سکیں گی نہ اس کی خوشبو پا سکیں گی۔

حدیث شریف کے الفاظِ مبارکہ بھی محفوظ کر لیجیے:

وَنِسَاءٌ كَاسِيَاتٌ عَارِيَاتٌ مُمِيلَاتٌ مَائِلَاتٌ رُؤُسُهُنَّ كَاَسْنِمَةِ الْبُخْتِ الْمَائِلَةِ لَا يَدْخُلْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يَجِدْنَ رِيْحَهَا۔

۱۰۔ اسی میں ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مشورہ دیا کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان باتوں کو ملاحظہ فرماتے جو اب عورتوں نے ایجاد کی ہیں، تو آپ انہیں مسجدوں میں آنے سے روک دیتے چنانچہ امیر المومنین حضرت فاروق اعظم نے جوان عورتوں کو مسجد میں آنے سے روک دیا۔

لطیفہ

حضرت عاتکہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جب امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نکاح میں آئیں، تو چونکہ ان عابدہ زاہدہ صالحہ پاک بی بی کو مسجد کریم مدینہ طیبہ سے عشق تھا، اس لیے قبل نکاح، امیر المومنین سے یہ شرط کرالی کہ آپ مجھے مسجد سے نہ روکیں۔ اس زمانے میں عورتوں کو حاضری مسجد کی قطعی ممانعت نہ تھی۔ اب حرام اور قطعی ممنوع ہے۔ غرض اس وجہ سے امیر المومنین نے شرط قبول فرمالی، پھر بھی چاہتے کہ یہ مسجد نہ جائیں۔ یہ کہتیں آپ منع فرمادیں، میں نہ جاؤں گی۔ امیر المومنین یہ پابندی شرط منع نہ فرماتے۔ امیر المومنین کے بعد حضرت سیدنا زبیر بن العوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نکاح ہوا۔ آپ منع فرماتے، وہ نہ مانتیں اور مسجد کریم کا عشق انہیں کشاں کشاں وہاں لے جاتا۔

ایک روز حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ تدبیر کی کہ عشاء کے وقت اندھیری رات میں ان کے جانے سے پہلے راہ میں کسی دروازے میں چھپ رہے اور مقصود ان تقیہ لقیہ کو عملی طور پر اس معنی پر متنبہ کرنا تھا کہ فتنہ وہی نہیں جو عورت کی طرف سے پیدا ہو۔ وہ بھی ہے اور اس سے سخت تر وہ جس کا فساق و فجار سے عورت پر اندیشہ ہو۔ تو یہاں عورت کی صلاح کیا کام دے گی۔ اگرچہ وہ کیسی ہی صالحہ پارسا ہو۔ غرض جب

یہ آئیں، اس دزوازے سے آگے بڑھی تھیں کہ انہوں نے نکل کر پیچھے سے ان کے سر مبارک پر ہاتھ مارا اور چھپ رہے۔ حضرت عاتکہ نے کہا، اِنَّا لِلّٰہِ فَسَدَ النَّاسُ۔ ہم اللہ کے لیے ہیں، لوگوں میں فساد آگیا۔ یہ فرما کر مکان کو واپس آئیں اور پھر جنازہ ہی نکلا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔

یَا لِلعجب

یہ ہیں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہ جمعہ کے روز کھڑے ہو کر کنکریاں مار کر عورتوں کو مسجد سے نکال رہے ہیں اور یہ ہیں حضرت امام ابراہیم نخعی تابعی استاذ الاستاذ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کہ اپنی مستورات کو جمعہ و جماعات سے روک رہے ہیں۔ نہیں نہیں! بلکہ یہ ہیں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کہ عورتوں کو مسجد آنے سے منع فرما رہے ہیں کہ خبردار عورتیں مسجدوں میں نماز پڑھنے نہ آئیں اور یہ ہیں حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہ عورتیں آپ کے پاس امیر المومنین کی شکایت کرتی ہیں اور آپ فرما رہی ہیں کہ زمانۂ اقدس میں حالت یہ ہوتی جو آج عورتوں میں پائی جاتی ہے، تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں کو مسجد میں آنے کی اجازت نہ دیتے۔

غرض صحابہ وتابعین ہی کے زمانے سے ممانعت شروع ہو چکی تھی۔ جب زمانہ رسالت سے اور بُعد ہوا، ائمۂ دین نے جوان عورتوں کو ممانعت فرمادی۔ جب اور فساد پھیلا علماء نے جوان وغیر جوان کسی کے لیے بھی اجازت نہ رکھی۔ پہلے دن میں پھر رات کو بھی بڑھیوں کے لیے بھی نکلنا ممنوع رہا۔ یہاں تک کہ حکم ممانعت عام ہو گیا۔

تو جب اس زمانۂ خیر میں ان صحابیات وتابعیات کے دور میں ان عظیم فیوض و برکات کے وقتوں میں عورتیں منع کر دی گئیں اور کاہے سے مسجدوں میں حاضری اور جماعتوں کی شرکت سے، تو کیا اس زمانۂ شر و فساد میں عورتوں کو اجازت دی جائے گی کہ وہ گھروں سے باہر نکلیں۔

اور وہ بھی کس لیے تاکہ عورتیں ان میلوں ٹھیلوں میں جائیں جو نا خدا ترسوں نے مزاراتِ کرام پر نکال رکھے ہیں اور جہاں آئے دن مردوں کی بھی پگڑیاں اُچھالی جاتی ہیں یا بازاروں میں بن سنور کر پھرنے پھرانے کے لیے جہاں آنکھوں آنکھوں میں ہجر و وصال کی کہانیاں سنائی جاتی ہیں یا سینماؤں اور تفریح گاہوں میں مٹر گشت کرنے کے لیے جہاں اشاروں اشاروں میں عصمت و آبرو کی قیمتیں ٹھہرائی جاتی ہیں یا پارکوں اور ہوٹلوں میں سیر و سیاحت کے لیے جہاں حیا و شرم کی بھینٹیں چڑھائی جاتی ہیں یا نمائشوں اور تماشہ گاہوں میں اپنی ادا و نازکی نمائش کے لیے جہاں نظریں لڑائی جاتی ہیں۔ ع

بسوخت عقل ز حیرت کہ ایں چہ بوالعجبی است!

اللہ اللہ کہاں تو یہ حکم کہ عورت اگر ضرورتِ شرعیہ و اذنِ شرعی کے ماتحت گھر سے باہر نکلے، تو وسطِ راہ کو چھوڑ کر سڑک کے کناروں پر چلے تاکہ اس کا جسم کسی اجنبی جسم سے مس نہ ہو اور کہاں یہ شہوت انگیزی کی خاطر بن سنور کر مردوں کے ہاتھوں میں ہاتھ ڈالے بیباکانہ شاہراہوں پر پھرنا۔

کہاں تو یہ حکم کہ خاوند کی اجازت کے بغیر کسی غیر کو عورت گھر میں نہ آنے دے یا آج یہ نوبت کہ دوستوں اور کلب ممبروں کے ہمراہ مخلوط جلسوں میں اجنبیوں کی موجودگی کے باوجود ہنسی مذاق، دل لگی چھیڑ چھاڑ کا حق ادا کیا جاتا ہے۔ کہاں تو یہ حکم کہ عورت تیز خوشبو استعمال نہ کرے کہ لوگوں کی نگاہیں خواہ مخواہ اس پر اٹھیں گی اور کہاں یہ عالم کہ مست خوشبوؤں میں بس کر جوان و منچلی نظروں کو دعوتِ نظارہ دی جاتی ہے اور اُن سے دادِ حسن چاہی جاتی ہے۔

کہاں تو یہ حکم عورتیں ڈھیلے ڈھالے لباس اور چادروں کے نیچے برقعوں میں لپٹ کر بھی بلا ضرورت گھر سے قدم باہر نہ نکالیں اور کہاں یہ حالت کہ بیباکی و خود نمائی کے وہ لباس استعمال کیے جاتے ہیں کہ آدھے سر کے بال اور کلائیاں اور کچھ حصہ گلے یا پنڈلی کا کھلا رہنا

تو کسی گنتی میں شمار ہی نہیں اور زیادہ بانکپن ہوا، تو دوپٹہ شانوں سے ڈھلکا ہوا۔ کریب یا جالی یا گھاس ململ یا نازک وائل یا ایسے ہی کسی اور باریک کپڑے کے کرتے، فراک، جمپر قمیص جن سے بدن کی رنگت صاف چمکے اور اسی حالت میں ان کا غیروں میں جانا، اجنبیوں میں پھرنا، غیر مردوں کے ساتھ بازاروں اور عام گزرگاہوں میں خرید و فروخت کرنا۔

کہاں تو عورتوں کا گھر کے دروازے پر مسجد صالحین میں ادائے عبادت کے لیے جانا اور ادائیگی نماز کے بعد دو قدم چل کر واپس گھر میں آجانا ممنوع و ناجائز، حرام و گناہ، حالانکہ نہ یہاں کسی فتنہ کا احتمال نہ کسی آوارگی کا اندیشہ و وبال اور کہاں یہ سیر تماشے، باجے گاجے کی یہ نت نئی بڑھتی ہوئی آزادیاں اور آوارگیاں۔

کہاں تو حدیث شریف میں غیروں کے گھر جہاں نہ اپنا قابو نہ اپنا گزر اپنے مکانوں کے لیے آیا کہ لَا تُسْكِنُوْهُنَّ الْغُرَفَ عورتوں کو بالاخانوں پر نہ رکھو اور کہاں یہ تفریح گاہوں عام راہوں میں بے باکانہ سیر و گشت۔ سچ ہے ؂

خیالی روشنی، روشن خیالی، آج کل کی ہے
دلوں سے سلب اس نے کرلیا ہے نورِ ایمانی

حسبنا اللہ و نعم الوکیل ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

مسائل متعلقہ

۱۔ ستر عورت ہر حال میں واجب ہے، خواہ نماز میں ہو یا نہ ہو، تنہا ہو یا کسی کے سامنے۔ اور لوگوں کے سامنے یا نماز میں بالاجماع فرض۔ یہاں تک کہ اگر اس کے پاس اتنا پاک کپڑا موجود ہے کہ ستر کا کام دے اور اندھیرے مکان یا گوشۂ تنہائی میں نماز پڑھی بالاجماع نہ ہوگی۔ (در مختار)

۲۔ مرد کے لیے ناف کے نیچے سے گھٹنوں کے نیچے تک عورت ہے، یعنی اس کا

چھپانا فرض ہے۔ ناف اس میں داخل نہیں اور گھٹنے داخل ہیں۔ (درمختار)

۳۔ آزاد عورتوں کے لیے سارا بدن عورت ہے، سوا منہ کی ٹکری اور ہتھیلیوں اور پاؤں کے تلوؤں کے۔ سر کے لٹکتے ہوئے بال اور گردن اور کلائیاں بھی عورت ہیں، ان کا چھپانا فرض ہے۔

۴۔ جن اعضاء کا ستر فرض ہے، ان میں کوئی عضو چوتھائی سے کم کھل گیا، نماز ہوگئی اور اگر چوتھائی عضو کھلا اور فوراً چھپالیا، جب بھی نماز ہوگئی اور اگر بقدر ایک رکن یعنی تین مرتبہ سبحان اللہ کہنے کی مقدار کھلا رہا یا بالقصد کھولا، اگرچہ فوراً چھپالیا تو نماز جاتی رہی۔ (عالمگیری۔ ردالمحتار)

۵۔ اگر کسی مرد کے پاس ستر کے لیے جائز کپڑا نہ ہو اور ریشمی کپڑا موجود ہے تو فرض ہے کہ اسی سے ستر کرے اور اسی میں نماز پڑھے، البتہ اور کپڑا ہوتے ہوئے مرد کو ریشمی کپڑا پہننا حرام ہے اور اس میں نماز مکروہ تحریمی (ردالمحتار)

۶۔ اگر پورے ستر کے لیے کپڑا نہیں اور اتنا ہے کہ بعض اعضاء کا ستر ہو جائے گا تو اسی سے ستر واجب ہے اور اس کپڑے سے قُبُل و دُبُر کو چھپاتے (دُرمختار)

۷۔ جس نے ایسی مجبوری میں نماز پڑھی کہ ستر کو کپڑا میسر نہیں، تو بعد نماز کپڑا ملنے پر اعادہ نہیں، نماز ہوگئی۔ (درمختار)

۸۔ برہنہ آدمی کو کسی نے کپڑا دینے کا وعدہ کیا، تو آخر وقت تک انتظار کرے، جب دیکھے کہ نماز جاتی رہے گی، تو برہنہ ہی پڑھ لے (ردّالمحتار)

۹۔ کپڑا پورا نجس ہے اور کوئی ایسی چیز بھی نہیں کہ کپڑا پاک کر سکے یا اس کی نجاست قدرِ مانع سے کم کر سکے تو نماز میں اُسے نہ پہنے اور اگر ایک چوتھائی پاک ہے، تو اسے پہن کر نماز پڑھنا واجب ہے۔ برہنہ پڑھی تو نہ ہوگی۔ (درمختار)

۱۰۔ اگر ستر کا کپڑا یا اس کے پاک کرنے کی چیز کا نہ ملنا بندوں کی طرف سے ہو تو نماز

پڑھے پھر اعادہ کرے۔ (درمختار)

۱۱۔ کسی کے پاس بالکل کپڑا نہیں، تو بیٹھ کر نماز پڑھے۔ دن میں ہو یا رات میں، گھر میں ہو یا میدان میں، خواہ ویسے بیٹھے جیسے نماز میں بیٹھتے ہیں یا پاؤں پھیلا کر اور عورت غلیظہ پر ہاتھ رکھ کر۔ اور بہتر یہ ہے کہ رکوع و سجود کی جگہ اشارہ کرے اور یہ اشارہ اس کے لیے رکوع سے بہتر ہے اور بیٹھ کر پڑھنا کھڑے ہو کر پڑھنے سے افضل ہے (ردالمحتار)

۱۲۔ ایسا شخص جو برہنہ نماز پڑھ رہا تھا، کسی نے عاریۃً اس کو کپڑا دے دیا یا مباح کر دیا، نماز جاتی رہی، کپڑا پہن کر نئے سرے سے پڑھے (دُرمختار)

تنبیہات

۱۔ اتنا باریک کپڑا جس سے بدن چمکتا ہو ستر کے لیے کافی نہیں، اس سے نماز پڑھی تو نہ ہوئی۔ یونہی اتنا باریک دوپٹہ جس سے بالوں کی سیاہی چمکے، عورت نے اوڑھ کر نماز پڑھی، نماز نہ ہوگی، جب تک اس پر کوئی ایسی چیز نہ اوڑھے جس سے بال وغیرہ کا رنگ چھپ جائے۔ (عالمگیری)

۲۔ بعض لوگ باریک تہبند اور ساڑھیاں باندھ کر نماز پڑھتے ہیں کہ ران چمکتی ہے ان کی نماز نہیں ہوتی اور ایسا کپڑا پہننا جس سے ستر عورت نہ ہو سکے، علاوہ نماز کے بھی حرام ہے۔ (ردالمختار)

۳۔ بعض لوگ تہبند یا پاجامہ اس طرح پہنتے ہیں کہ پیڑو کا کچھ حصہ کھُلا رہتا ہے۔ اگر کرتے وغیرہ سے اس طرح چھپا ہو کہ جلد کی رنگت نہ چمکے تو خیر ورنہ حرام ہے۔ اور نماز میں چوتھائی کی مقدار کھُلا رہا، تو نماز نہ ہوگی۔ (بہارِ شریعت)

بعض ایسے بے باک ہیں کہ لوگوں کے سامنے گھٹنے بلکہ ران تک کھولے رہتے ہیں، یہ بھی حرام ہے اور اس کی عادت ہو تو فاسق ہیں۔ ایک بلا یہ بھی ہے کہ بدن پر پاجامہ

یا تہ بند باندھے گھر سے باہر راہ میں نکلتے اور بے تکلف چلتے پھرتے ہیں، حالانکہ تنہا پاجامہ یا تہ بند پہنے راہ میں نکلنے والا مردود الشہادت خفیف الحرکات ہے (افادات رضویہ)

۴۔ عورت کا چہرہ اگرچہ عورت نہیں، مگر بوجہ فتنہ غیر محرم کے سامنے منہ کھولنا منع ہے۔ (در مختار)

۵۔ اگر کسی کو گھٹنے کھولے دیکھے تو نرمی کے ساتھ منع کرے۔ اگر باز نہ آئے تو اس سے جھگڑا نہ کرے اور اگر ران کھولے ہوئے دیکھے تو سختی سے منع کرے اگر باز نہ آیا تو مارے نہیں، اور اگر عورتِ غلیظہ کھولے ہوئے ہے تو جو مارنے پر قادر ہو، مثلاً باپ یا حاکم وہ مارے (رد المحتار)

۳۔ استقبالِ قبلہ

مسلمانوں کا ہر کام، ہر عبادت تنظیمِ ملت و اجتماعِ امت پر مبنی ہے، ان کے ہر قول و فعل، کردار و گفتار میں یہی روح موجزن ہے، ان کی حرکات و سکنات اسی مرکز سے وابستہ ہیں۔ اُن کے حال و قال میں یہی حقیقت کارفرما ہے۔ تمام افرادِ امت ایک ہی نقطہ پر مجتمع ہو جائیں اور ان سب کی توجہات ایک ہی مرکز پر مرکوز ہو جائیں، یہی عین مقصود شرع ہے، شرعاً یہی مقصود و ملحوظ ہے۔ اس یکسوئی و یک جہتی کا ہر مقام پر لحاظ رکھا گیا ہے۔

انتشار سے اجتماع اور افتراق سے اتحاد ہر عقلِ سلیم کو پسند ہے۔ اسی اجتماع کے لیے جماعت واجب قرار دی گئی۔ اسی اجتماع کی خاطر جمعہ وعیدین فرض ٹھہرائے گئے۔ اسی اجتماع کے مدنظر ہاں ہاں اسی مجموعی وارفتگی کے پیشِ نظر عرفات کے میدان میں صفا و مروہ کی وادیوں میں منیٰ کے بازاروں میں تمام افرادِ امت کو طلب کیا گیا۔
غرض ایک ہی نقطہ پر سب کی نگاہیں مرکوز ہوں، ایک ہی مرکز پر سب لوگوں کی،

توجہات قائم ہوں، تو انجام خوش گوار رہتا ہے اور آثار خاطر پسند۔ نماز میں استقبال قبلہ شرط ہے، تو اسی لیے کہ مشرق و مغرب، شمال و جنوب کے گوشوں میں آباد ہونے والے بندگانِ خدا کی توجہ صرف ایک ہی طرف رہے۔ وہ مغرب و مشرق کو بھول کر رب المشرقین والمغربین کی جانب متوجہ ہو جائیں۔ مغربی و مشرقی، شمالی و جنوبی گوشہ ہائے عالم میں بسنے والے بارگاہِ الٰہی میں سر جھکانے اور لذتِ عبودیت حاصل کرنے کے لیے ایک مرکز پر جمع ہو جائیں، ایک ہی جہت کو اختیار کر لیں، ایک ہی جانب سر جھکائیں۔ یک جہتی و یکسوئی ان کا شعار ہو جائے اور اجتماع و اتحاد وصوری و معنوی میں ان کا وتیرہ۔ ہاں ہاں! ان کا پروردگار جسے وہ سجدہ کر رہے ہیں، بیت المقدس یا کعبہ میں محصور نہیں، کسی عبادت گاہ کی چار دیواری اس کا احاطہ نہیں کر سکتی۔ وہ مکان و زمان سے پاک ہے کسی جہت کا پابند نہیں، کسی مکان سے محدود نہیں، یہ کعبہ تو اس کی خاص تجلی گاہ ہے، اس کی تجلیاتِ کمال کا آئینہ دار ہے۔ اس کی کبریائی و جلال کا مظہر ہے، اسی لیے قبلہ بنائے کعبہ کا نام نہیں، بلکہ وہ فضا ہے جو اس بنا کی محاذات میں ساتویں زمین سے عرشِ الٰہی تک بسیط ہے، تو اگر وہ عمارت وہاں سے ہٹا کر کسی اور جگہ رکھ دی جائے اور اب اس عمارت کی طرف منہ کر کے پڑھی جائے، نماز نہ ہوگی، ہاں اُسی فضا کی طرف متوجہ ہو کر سجدہ ریزیاں کی جائیں، تو یہ سجدے اُسی کے لیے ہوں گے جس کے لیے کیے گئے، یعنی رب کعبہ کے لیے۔ کعبہ آدم علیہ السلام کا قبلہ تھا، ابراہیمی قبلہ تھا۔ آدم و ابراہیم علیہم السلام نے یہیں اپنے رب کی خاص تجلیاں دیکھیں، اسی طرف سجدہ میں گر گئے۔ انبیائے بنی اسرائیل نے بیت المقدس میں تجلیاں پائیں، وہ ادھر متوجہ رہے، اُن کا قبلہ کعبہ تھا، ان کا بیت المقدس۔ اور میرے آقا حضور نبی کریم تو سرورِ انبیاء ہیں، ہاں ہاں میرے آقا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تو خود قبلہ ہیں۔ یہ جب حضرت آدم علیہ السلام کی پیشانی میں نور بن کر آدم و عالم کو جگمگا رہے تھے۔ فرشتوں نے رب کو سجدہ کیا تو اسی نور کو قبلہ بنایا۔ حضرت

آدم علیہ السلام کی اس وقت وہی حیثیت تھی جو آج قبلہ رُوئی کے لیے ہماری مسجدوں کی قبلہ والی دیواروں کی، یعنی ابوالبشر آدم علیہ السلام قبلہ نما تھے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قبلہ اور آج جب کہ ؎

کعبہ بھی ہے انہیں کی تجلی کا ایک ظل
روشن انہیں کے عکس سے پتلی حجر کی ہے

کعبہ بھی انہیں کے نور سے بنا انہیں کے جلوہ نے کعبہ کو کعبہ بنا دیا، تو حقیقت کعبہ وہ جلوۂ محمدیہ ہے جو اس میں تجلی فرما ہے، وہی روح قبلہ ہے اور اسی کی طرف حقیقتاً سجدہ ہے، وہی ہماری شریعت میں مسجود الیہا ہے۔

ہاں تو کہنا یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سیر مقاماتِ انبیائے بنی اسرائیل فرماتے رہے، تو بیت المقدس قبلہ رہا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیام مکہ کے زمانہ میں اُسی رخ پر نماز جاری رکھی۔ جب مقام ابراہیم کی سیر منظور ہوئی تو کعبہ قبلہ بنا دیا گیا اور جب یہی قبلہ پسند خاطر آیا، تو رضائے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر یہی قبلہ بنا دیا گیا۔ اب کعبہ قبلۂ ابراہیمی نہیں، قبلۂ محمدی ہے، اب یہاں محمدیت و محمودیت کی بارشیں ہیں، اور رب محمد کی خاص تجلیاں، جل وعلا و صلی اللہ علیہ وسلم قرآن کریم اسی حقیقت کی طرف اشارہ فرما رہا ہے: فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰىهَا۔

"ہم تمہیں اسی قبلہ کی طرف پھیر دیں گے جسے تم پسند کرتے ہو۔"

ہمیں تو تمہاری خاطر منظور اور تمہاری رضا ملحوظ ہے جو تم چاہو، وہ ہم چاہیں؛ ع

ہم کو وہ ہے پسند جسے تم کرو پسند

یہاں براہِ راست یہ ارشاد فرمانے کے بجائے کہ ہم کعبہ کی طرف آپ کو پھیر دیں گے۔ ارشاد یہ ہو رہا ہے کہ ہم اسے آپ کا قبلہ قرار دیں گے جسے آپ خود قبلہ بنانا چاہتے ہیں۔

اور یہ صرف وعدہ ہی نہیں بلکہ ہم تحویل قبلہ کا حکم صادر فرماتے ہیں، لہٰذا آپ اپنا چہرہ مسجد حرام کی طرف کرلیں اور اے مسلمانو! میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں تم بھی اپنا منہ اسی طرف کر کے ادا کیا کرو۔ اللہ اللہ! یہ شانیں ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کمال بلندئ مراتب کی اور رفعت درجہ قبولیت کی کہ مولا تعالیٰ خود طالب رضائے محمدی کیا اس سے بلند اور کوئی مرتبہ بھی تصور میں آسکتا ہے ؂

خدا کی رضا چاہتے ہیں دو عالم
خدا چاہتا ہے رضائے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)

مسائل متعلقہ

۱۔ نماز اللہ ہی کے لیے پڑھی جائے اور اسی کے لیے سجدہ ہو نہ کہ کعبہ کو اگر کسی نے معاذ اللہ کعبہ کے لیے سجدہ کیا حرام و گناہ کبیرہ کیا اور اگر عبادت کعبہ کی نیت کی جب تو کھلا کافر ہے کہ غیر خدا کی عبادت کفر ہے۔ (درمختار، افادات رضویہ)

۲۔ جو بعینہٖ کعبہ معظمہ کی سمت خاص تحقیق کر سکتا ہے، اگرچہ کعبہ کی آڑ میں ہو جیسے مکہ معظمہ کے مکانوں میں جبکہ چھت پر چڑھ کر کعبہ کو دیکھ سکتے ہیں، تو عین کعبہ کی طرف منہ کرنا فرض ہے، جہت کافی نہیں اور جسے یہ تحقیق ناممکن ہو، اگرچہ خاص مکہ معظمہ میں ہو، اس کے لیے جہت کعبہ کو منہ کرنا کافی ہے (افادات رضویہ)

۳۔ جہت کعبہ کو منہ ہونے کے یہ معنی ہیں کہ منہ کی سطح کا کوئی جز کعبہ کی سمت میں واقع ہو تو اگر قبلہ سے کچھ انحراف ہے، مگر منہ کا کوئی جز کعبہ کے مواجہہ میں ہے، نماز ہو جائے گی۔ اس کی مقدار ۴۵ درجے رکھی گئی ہے۔ (درمختار، وغیرہ)

۴۔ چلتی کشتی میں نماز پڑھے، تو بوقت تحریمہ قبلہ کو منہ کرے اور جیسے جیسے وہ گھومتی جائے یہ بھی قبلہ کو منہ پھیرتا رہے، اگرچہ نفل نماز ہو (غنیہ)

۵۔ کوئی شخص قید میں ہے اور وہ لوگ اسے استقبالِ قبلہ سے روکتے ہیں، تو جیسے بھی ہو سکے، نماز پڑھ لے۔ پھر جب موقع ملے، تو اس نماز کا اعادہ کرے۔ (ردالمحتار)

۶۔ استقبالِ قبلہ معاف ہے جبکہ :

(۱) کوئی شخص اس سے عاجز ہو، مثلاً مریض ہے کہ اس میں اتنی قوت نہیں کہ ادھر رُخ بدلے اور وہاں کوئی ایسا نہیں جو متوجہ کر دے۔

(۲) یا اس کے پاس اپنا یا امانت کا مال ہے جس کے چوری ہو جانے کا صحیح اندیشہ ہے۔

(۳) یا شریر جانور پر سوار ہے کہ اترنے نہیں دیتا۔

(۴) یا اتر تو جاتے گا، مگر بے مددگار سوار نہ ہونے دے گا۔

(۵) یا یہ بوڑھا ہے کہ پھر خود سوار نہ ہو سکے گا اور کوئی ایسا نہیں جو سوار کرا دے، تو ان سب صورتوں میں جس رُخ نماز پڑھ سکے، پڑھ لے اور اعادہ بھی نہیں (ردالمحتار)

۷۔ اگر کسی شخص کو کسی جگہ قبلہ کی شناخت نہ ہو نہ کوئی ایسا مسلمان ہے جو اسے بتا دے نہ وہاں مسجدیں محرابیں ہیں، نہ چاند سورج ستارے نکلے ہوں یا ہوں مگر اس کو اتنا علم نہیں کہ ان سے معلوم کر سکے تو ایسے کے لیے حکم ہے کہ تحری کرے (سوچے جدھر قبلہ ہونے پر دل جمے، اُدھر ہی منہ کرے) اس کے حق میں وہی قبلہ ہے۔ (عامۂ کتب)

۸۔ اگر سوچا اور دل میں کسی طرف قبلہ ہونا ثابت ہوا، اگرچہ اس کے خلاف دوسری طرف منہ کیا نماز نہ ہوئی۔ اگرچہ واقع میں قبلہ تھا جدھر منہ کیا، اگرچہ بعد کو یقین کے ساتھ اسی کا قبلہ ہونا معلوم ہو۔ (درمختار)

۹۔ اگر کوئی جاننے والا موجود ہے، اس سے دریافت نہیں کیا، خود غور کر کے کسی طرف کو پڑھ لی، تو اگر قبلہ ہی کی طرف منہ تھا ہو گئی، ورنہ نہیں۔ (ردالمحتار)

۱۰۔ جاننے والے سے پوچھا، اس نے نہیں بتایا۔ اس نے تحری کر کے نماز پڑھ لی، اب بعد نماز اس نے بتایا، نماز ہو گئی، اعادہ کی حاجت نہیں۔ (مُنیہ)

۱۱۔ ایک شخص تحریمہ کر کے ایک طرف پڑھ رہا ہے تو دوسرے کو اس کا اتباع جائز نہیں، بلکہ اسے بھی تحری کا حکم ہے۔ اگر بغیر تحری کیے اس کی اتباع میں نماز پڑھ لی تو نہ ہوئی۔ (ردالمحتار)

۱۲۔ اگر تحری کر کے نماز پڑھ رہا تھا اور اثنائے نماز میں اگرچہ سجدۂ سہو میں رائے بدل گئی یا غلطی معلوم ہوئی، تو فرض ہے کہ فوراً گھوم جائے اور پہلے جو پڑھ چکا ہے، اس میں خرابی نہ آئے گی۔ اسی طرح اگر چاروں رکعتیں چار جہات میں پڑھیں جائز ہے اور اگر فوراً نہ پھرا، یہاں تک کہ ایک رکن یعنی تین بار سبحان اللہ کہنے کا وقفہ ہوا، تو نماز نہ ہوئی۔ (ردالمحتار۔ درمختار)

۱۳۔ مصلی نے قبلہ سے بلا عذر قصداً سینہ پھیر دیا، اگرچہ فوراً ہی قبلہ کی طرف ہو گیا، نماز فاسد ہو گئی اور اگر بلا قصد پھر گیا اور بقدر تین تسبیح کے وقفہ نہ ہوا، تو ہو گئی (منیہ)

۱۴۔ اگر صرف منہ قبلہ سے پھیرا، تو اس پر واجب ہے کہ فوراً قبلہ کی طرف منہ کر لے اور نماز نہ جائے گی، مگر بلا عذر مکروہ ہے (منیہ بحر)

۴۔ وقت،

اس کے مسائل اوراق گزشتہ میں بیان ہوئے، وہاں سے معلوم کیے جائیں۔

تنبیہات

۱۔ بعض ناواقف آفتاب نکلنے سے دو، پونے دو گھنٹے پہلے یعنی طلوع صبح صادق سے پہلے اذان کہہ دیتے ہیں، پھر اسی وقت سنت بلکہ فرض بھی بعض دفعہ پڑھ لیتے ہیں، حالانکہ نہ یہ اذان ہوئی، نہ نماز، بلکہ قبل از وقت جو اذان کہی گئی، اس کا اعادہ کیا جائے۔

۲۔ مرغ کی بانگ سن کر یہ سمجھ بیٹھتے ہیں کہ صبح ہوگئی، بلکہ رمضان المبارک میں اس کی بانگ سن کر سحری کھانا، بلکہ یہ سمجھ کر کہ ہم نے سحری صبح ہونے کے بعد کھائی روزہ بھی چھوڑ دیتے ہیں، یہ محض جہالت ہے، مرغ کی اذان کا کیا اعتبار۔ اکثر دیکھا گیا ہے کہ صبح سے بہت پہلے بلکہ جاڑوں کے دنوں میں بعض مرغ دو بجے سے اذان کہنا شروع کر دیتے ہیں۔ یونہی بول چال سن کر اور روشنی دیکھ کر بولنا شروع کر دیتے ہیں، غرض اس میں احتیاط کی ضرورت ہے۔

۳۔ عوام اگر صبح کی نماز آفتاب نکلنے کے وقت پڑھیں، اگرچہ اس وقت کوئی نماز جائز نہیں بلکہ انہیں منع نہ کیا جائے۔ (درمختار) مگر بعد نماز کہہ دیا جائے کہ نماز نہیں ہوئی، آفتاب بلند ہونے کے بعد پڑھیں۔

۴۔ نماز عشاء سے پہلے سونا اور بعد عشاء دنیا کی باتیں کرنا، قصے کہانی سننا کہنا مکروہ ہے۔

مسائل اور ضروری باتیں اور صالحین کے قصے یا مہمان سے بات چیت میں حرج نہیں۔ یونہی طلوعِ فجر سے طلوعِ آفتاب تک ذکرِ الٰہی کے سوا ہر بات مکروہ ہے۔

۵۔ نیّت: قصد اور ارادہ کا دوسرا نام نیّت ہے، یعنی کسی فعل کی علتِ غائیہ جو انسان کے خیال میں آنے کے بعد اسے کسی کام پر آمادہ کرتی ہے، مثلاً تقرب باری و رضائے الٰہی کا طلب کرنا، نفس کی تہذیب اور اس کی کجی کی اصلاح جن اعمال پر موقوف ہے، جب تک وہ اعمال اسی قصد و ارادے سے وقوع میں نہ آئیں نفس پر اپنا اثر نہیں ڈال سکتے اور جب وہ اعمال اس مقصد و نیّت سے صادر ہوں گے، نفس کی تہذیب پر ضرور اثر ڈالیں گے۔

اسی لیے حدیث شریف میں فرمایا گیا، اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ (یعنی اعمال کا دارومدار نیّت پر ہے) تو جب عمل جذبۂ عبودیت و طلبِ رضائے الٰہی کی نیّت سے کیا جائے

گا تو تقرّبِ خداوندی یا بالفاظِ دیگر ثوابِ اخروی اس پر ضرور مرتّب ہوگا، ورنہ جب کوئی عمل عادت یا لوگوں کی موافقت یا اقتضائے جبلّی کے ماتحت وقوع پذیر ہوگا۔ ظاہر ہے کہ اس پر ثوابِ اخروی کی امید رکھنا فضول ہے، بالخصوص جبکہ شریعتِ مطہرہ کی جانب سے اس کا مطالبہ بھی ہو۔

اس لیے نماز مطہرہ میں نیّت شرط قرار دی گئی، یعنی نمازی اپنی نماز اس جذبۂ عبودیّت کے ساتھ ادا کرے، اس کا ہر فعل ہر رکن ہر عمل دل کے قصد و ارادے سے متعلق ہو، انسان از اوّل تا آخر اسی جذبے کے ماتحت نماز کے ارکان ادا کرے کہ قلب حاضر ہو اور انسان اس حضوری کی لذّت میں مستغرق۔

غرض یہ کہ کسی فعل کو وجود میں لانے کا جذبہ دل میں موجود ہونا اور اس فعل کا صحیح شعور کے بعد قوّتِ ارادی کے ساتھ ساتھ پایا جانا یہی وہ چیز ہے جسے شریعتِ مطہرہ میں نیّت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

اور چونکہ نیّت میں اخلاص، عمل میں خلوص اور عبادت کی بجا آوری میں حضورِ قلب ضروری ہے۔ ضروری اس لیے ہے کہ نیّت و قصد کو ریا و سمعہ اور نمود و نمائش سے پاک صاف رکھا جائے۔ قرآن کریم ارشاد فرماتا ہے:

وَمَا اُمِرُوْا اِلَّا لِیَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ ۝

(اور انہیں سوا اس کے اور کیا حکم دیا گیا کہ اللہ کی عبادت کریں، یوں کہ دین کو اسی کے لیے خالص کرلیں۔) اور فرماتا ہے:

فَاعْبُدِ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّیْنَ اَلَا لِلّٰهِ الدِّیْنُ الْخَالِصُ ط

(اللہ کی عبادت اس طرح کر کہ دین کو اس کے لیے خالص کرلے اور آگاہ ہو جاؤ کہ دین خالص اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے) اور فرماتا ہے:

فَوَیْلٌ لِّلْمُصَلِّیْنَ الَّذِیْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ الَّذِیْنَ هُمْ یُرَآءُوْنَ وَیَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَ ط

(خرابی ہے ان نمازیوں کے لیے جو نماز سے غفلت کرتے ہیں۔ ریاکاری میں مصروف رہتے ہیں اور برتنے کی چیزیں کسی کو مانگے نہیں دیتے۔)

مختصر یہ کہ عبادت کوئی بھی ہو، اس میں اخلاص نہایت ضروری ہے، یعنی یہ کہ جو کام کیا جائے اس کا محرک اصلی محض رضائے الٰہی ہو، نہ کہ نمود و نمائش اور مخلوق کی نگاہوں میں اپنی شہرت و خودنمائی کہ دکھاوے کے طور پر عمل کرنا بالاجماع حرام ہے، بلکہ حدیث میں ریا[1] کو شرک

[1] ریا کی تین قسمیں ہیں، جلی، خفی و اخفی، مثلاً ایک شخص صرف لوگوں کے دکھانے کی غرض سے عبادت کرتا ہے، یہ ریائے جلی ہے۔ ایک اور شخص ہے جو دکھانے کی غرض سے عبادت نہیں کرتا، بلکہ گھر میں جب تنہا رہتا ہے اور کسی کو خبر بھی نہیں ہو سکتی، تب بھی اس کی عبادت قضا نہیں ہوتی، لیکن جب اتفاقاً گھر میں کوئی مہمان آ جاتا ہے، تو ادائے عبادت میں جس قدر اس کا دل لگتا ہے اور جس آسانی سے خود بخود اس سے عبادت ادا ہوتی ہے، تنہائی کی حالت میں نہیں ہوتی تھی۔ یہ ریائے خفی ہے۔ ایک اور شخص ہے جو کسی کے دکھانے کے لیے عبادت نہیں کرتا، نہ کسی مہمان وغیرہ کے آنے سے اس کی حالت میں کچھ فرق ہوتا ہے لیکن جب کسی کو اس کی عبادت گزاری کی اطلاع ہوتی ہے، تو اس کے دل میں آپ سے آپ ایک خوشی کی لہر پیدا ہوتی ہے، یہ ریا اخفیٰ ہے، چونکہ اس خوشی کا اصل سبب یہ ہے کہ دل میں ریا کی کیفیت موجود تھی، موقع پاکر ظاہر ہو گئی جس طرح پتھر میں آگ چھپی ہوتی ہے اور چقماق کے اشارے سے باہر نکل آتی ہے، یہ بھی ایسی ریا کا اثر ہے کہ باوجود اس کے کہ انسان لوگوں سے چھپا کر عبادت کرتا ہے اور چاہتا ہے کہ کسی کو اطلاع نہ ہونے پائے تاہم اس بات کا متوقع رہتا ہے کہ لوگ اس سے ادب و تعظیم سے پیش آئیں۔ اگر کسی موقع پر اس کی مرضی کے خلاف کوئی پیش آتا ہے، تو اس کو گراں گزرتا ہے اور رنج ہوتا ہے۔ یہ اس بات کی علامت ہے کہ اس کے دل میں ریا کا اثر ہے، کیونکہ بالفرض اگر وہ عبادت گزار نہ ہوتا، تو لوگوں سے اس کو ادب و تعظیم کی توقع نہ ہوتی، اس سے معلوم ہوا در حقیقت یہی توقع تھی جس نے اس سے عبادت کرائی تھی۔

ریائے اخفی کی اور بھی صورتیں ہیں، مثلاً ایک عالم تنہا نماز پڑھ رہا تھا۔ اس اثنا میں اور لوگ آ گئے، عالم کو خیال آیا کہ چونکہ لوگ مجھ کو مقتدا سمجھتے ہیں اور ہر بات میں میری تقلید کرتے ہیں، اس لیے میں

(باقی ص ۲۷۲ پر)

اصغر فرمایا ہے۔

اخلاص ہی وہ چیز ہے کہ اس پر ثواب مترتب ہوتا ہے۔ ہوسکتا ہے کہ عمل صحیح نہ ہو، مگر جب اخلاص کے ساتھ کیا گیا ہو تو اس پر ثواب مترتب ہو، مثلاً لاعلمی میں کسی نے نجس پانی سے وضو کیا اور نماز پڑھ لی، تو اگرچہ یہ نماز صحیح نہ ہوئی کہ صحت کی شرط طہارت تھی، وہ نہیں پائی گئی، مگر اس نے صدقِ نیت اور اخلاص کے ساتھ پڑھی ہے تو اس پر ثواب پائے گا جبکہ بعد کو معلوم ہو گیا کہ ناپاک پانی سے وضو کیا تھا، تو وہ مطالبہ جو اس کے ذمہ ہے ساقط نہ ہوگا، وہ بدستور قائم رہے گا، اس کو ادا کرنا ہوگا اور کبھی شرائطِ صحت پائے جائیں گے، مگر ثواب نہ ملے گا، مگر ریا کے ساتھ پڑھی، تو اگرچہ اس نماز کی صحت کا حکم دیا جائے گا، مگر چونکہ اخلاص نہیں ہے، ثواب نہیں۔

ریا و نمائش کی مذمت میں بعض احادیثِ کریمہ بھی سنتے چلیے:

۱۔ جس چیز کا تم پر زیادہ خوف ہے، وہ شرکِ اصغر ہے۔ لوگوں نے عرض کیا، شرکِ اصغر کیا چیز ہے؟ ارشاد فرمایا کہ ریا ہے (احمد) بیہقی نے اس روایت میں اتنا اور زیادہ کیا کہ جس دن بندوں کے اعمال کا بدلہ دیا جائے گا۔ ریا کرنے والوں سے اللہ تعالیٰ فرمائے گا،

(بقیہ ص ۲۶۹ سے)

اگر زیادہ خشوع و خضوع سے نماز پڑھوں گا تو لوگوں پر اس کا اثر اچھا ہوگا اور وہ بھی خشوع و خضوع کے پابند ہوں گے اس خیال سے اس نے نہایت خشوع و خضوع سے نماز پڑھنا شروع کر دی۔

اس سے دقیق تر صورت یہ ہے کہ اس عالم کو اس عیب پر اطلاع ہو گئی۔ وہ سمجھ گیا کہ میرا خشوع و خضوع درحقیقت لوگوں کو دکھانے کے لیے ہے اور یہی وجہ ہے کہ جب میں مجمع میں ہوتا ہوں، اسی وقت مجھ پر خشوع و خضوع ظاہر ہوتا ہے، اس خیال سے اس نے خلوت و تنہائی میں بھی خشوع و خضوع سے نماز پڑھنی شروع کی، مگر یہ بھی ریا ہے، کیونکہ اصل میں جو چیز خشوع و خضوع کی محرک ہوئی وہ ریا ہے، صرف لستعد فرق ہے کہ جلوت و خلوت دونوں کی حالت یکساں ہو گئی، بلکہ خلوت کی درستی کا اصلی محرک بھی یہی جلوت کی حالت ہے، واللہ تعالیٰ اعلم۔ (امام غزالی)

ان کے پاس جاؤ جن کے دکھاوے کے لیے کام کرتے تھے، جا کر دیکھو کہ وہاں تمہیں کوئی بدلہ اور خیر ملتا ہے۔

۲۔ اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور تمہارے اموال کی طرف نظر نہیں فرماتا، وہ تمہارے دل اور تمہارے اعمال کی طرف نظر کرتا ہے۔ (مسلم)

۳۔ جس نے ریا کے ساتھ نماز پڑھی، اس نے شرک کیا اور جس نے ریا کے ساتھ روزہ رکھا، اس نے شرک کیا اور جس نے ریا کے ساتھ صدقہ دیا، اس نے شرک کیا (احمد)

۴۔ جو شخص آخرت کے عمل سے آراستہ ہو اور وہ نہ آخرت کا ارادہ کرتا ہے، نہ آخرت کا طالب ہے۔ اس پر زمین و آسمان میں لعنت ہے۔ (طبرانی)

۵۔ میری امت میں شرک چیونٹی کی چال سے بھی زیادہ مخفی ہے جو چکنے پتھر پر چلتی ہے (حکیم)

۶۔ کچھ لوگوں کو جنت کا حکم ہوگا۔ جب جنت کے قریب پہنچ جائیں گے اور اس کی خوشبو سونگھیں گے اور محل اور جو کچھ جنت اللہ تعالیٰ نے جنتیوں کے لیے سامان تیار کر رکھا ہے دیکھیں گے، پکارا جائے گا، انہیں واپس کردو۔ جنت میں ان کے لیے کوئی حصہ نہیں۔ یہ لوگ حسرت کے ساتھ واپس ہوں گے کہ ایسی حسرت کسی کو نہیں ہوئی اور یہ لوگ کہیں گے کہ اے رب! اگر تو نے پہلے ہی ہمیں جہنم میں داخل کردیا ہوتا اور ہمیں تو نے ثواب اور جو کچھ اپنے اولیاء کے لیے جنت میں مہیا کیا ہے نہ دکھایا ہوتا، تو یہ ہم پر آسان ہوتا۔ ارشاد فرمائے گا، ہمارا مقصد ہی یہ تھا۔ اے بدبختو! جب تم تنہا ہوتے تھے، تو بڑے بڑے گناہوں سے میرا مقابلہ کرتے تھے اور جب لوگوں سے ملتے تھے، تو خشوع کے ساتھ ملتے، جو کچھ دل میں میری تعظیم کرتے، اس کے خلاف لوگوں پر ظاہر کرتے۔ لوگوں سے تم ڈرتے اور مجھ سے نہ ڈرے لوگوں کی تعظیم کی اور میری تعظیم نہ کی۔ لوگوں کے لیے گناہ چھوڑے، میرے لیے گناہ نہ چھوڑے لہٰذا آج تم کو عذاب کا مزہ چکھاؤں گا اور ثواب سے محروم رکھوں گا۔ (طبرانی)

۷. جس کی نیت طلب آخرت ہے، اللہ تعالیٰ اس کے دل میں غنا پیدا کر دے گا اور اس کی حاجتیں جمع کر دے گا اور دُنیا ذلیل ہو کر اس کے پاس آئے گی اور طلب دنیا جس کی نیت ہو، اللہ تعالیٰ فقر و محتاجی اس کی آنکھوں کے سامنے کر دے گا اور اس کے کاموں کو متفرق کر دے گا اور ملے گا، وہی جو اس کے لیے لکھا جا چکا۔ (ترمذی)

اللّٰھُمَّ وَفِّقْنَا لِمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی

مسائل متعلقہ

۱۔ نیت چونکہ دل کے پکے ارادے کو کہتے ہیں، اس لیے اس کا ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ اگر اس وقت کوئی پوچھے کہ کون سی نماز پڑھتا ہے، تو فوراً بلا تامل بتا دے، اگر حالت ایسی ہے کہ سوچ کر بتائے گا، تو نماز نہ ہوگی۔ (در مختار)

۲۔ نیت میں زبان کا اعتبار نہیں، یعنی اگر دل میں مثلاً ظہر کا قصد کیا اور زبان سے لفظ عصر نکلا، ظہر کی نماز ہو گئی۔ (دُرِ مختار)

۳۔ زبان سے کہہ لینا مستحب ہے اور اس میں کچھ عربی کی تخصیص نہیں، فارسی وغیرہ میں بھی ہو سکتی ہے اور زبان سے ادا کرنے میں ماضی کا صیغہ ہو، مثلاً نَوَیْتُ یا نیت کی میں نے (دُرِ مختار)

۴۔ اگر شروع کے بعد نیت پائی گئی، تو اس کا اعتبار نہیں، یہاں تک کہ اگر تکبیر تحریمہ میں اللہ کہنے کے بعد اکبر سے پہلے نیت کی نماز نہ ہوگی۔ (در مختار)

۵۔ فرض نمازوں میں نیت فرض بھی ضروری ہے اور یہ بھی ضروری ہے کہ اس خاص نماز مثلاً ظہر یا عصر کی نیت کرے۔ (تنویر الابصار)

اور نماز فرض میں یہ نیت کہ آج کے فرض پڑھتا ہوں کافی نہیں، جبکہ کسی نماز کو معین نہ کیا ہو، مثلاً آج کی ظہر یا آج کی عشاء (رد المحتار)

۶۔ احتیاط یہ ہے کہ تراویح میں تراویح یا سنتِ وقت یا قیام اللّیل کی نیت کرے اور باقی سنتوں میں سنت یا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت کی نیت کرے، اس لیے کہ بعض مشائخ ان میں مطلق نیت کو ناکافی قرار دیتے ہیں، اگرچہ اصح یہ ہے کہ نفل و سنت و تراویح میں مطلق نماز کی نیت کافی ہے۔ (منیۃ المصلی)

۷۔ نیت میں تعدادِ رکعات کی ضرورت نہیں ہے، البتہ افضل ہے تو اگر تعدادِ رکعات میں خطا واقع ہوئی، مثلاً تین رکعتیں ظہر یا چار رکعت مغرب کی نیت کی تو نماز ہو جائے گی۔ (درِ مختار)

۸۔ فرض قضا ہو گئے ہوں، تو ان میں تعینِ یوم اور تعیینِ نماز ضروری ہے، مثلاً فلاں دن کی فلاں نماز۔ (درِ مختار)

۹۔ جمعہ میں فرض وقت کی نیت کافی نہیں، خصوصیت جمعہ کی نیت ضروری ہے (تنویر)

۱۰۔ نماز واجب میں واجب کی نیت کرے، اسے معین بھی کرے، مثلاً نماز عید الفطر یا عید الاضحیٰ یا نذر۔ اور وتر میں فقط وتر کی نیت کافی ہے، اگرچہ اس کے ساتھ نیت وجوب نہ ہو۔ ہاں نیت واجب اولیٰ ہے، البتہ اگر نیت عدم وجوب ہے تو کافی نہیں۔ (ردالمحتار)

۱۱۔ یہ نیت کہ منہ میرا قبلہ کی طرف ہے شرط نہیں۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ قبلہ سے اعراض کی نیت نہ ہو۔ (درِ مختار)

۱۲۔ ایک نماز شروع کرنے کے بعد دوسری کی نیت کی، تو اگر تکبیر جدید کے ساتھ ہے، تو پہلی جاتی رہی، دوسری شروع ہو گئی، ورنہ وہی پہلی ہے۔ خواہ دونوں فرض ہوں یا پہلی فرض دوسری نفل یا پہلی نفل دوسری فرض۔ (عالمگیری)

اور یہ اس وقت ہے کہ دوبارہ نیت زبان سے نہ کرے، ورنہ پہلی بہر حال جاتی رہی۔ (ہندیہ)

۱۳۔ نماز بہ نیتِ فرض شروع ہوگئی، پھر درمیان میں یہ گمان کیا کہ نفل ہے اور بہ نیتِ نفل نماز پوری کی تو فرض ادا ہوئے اور اگر نماز بہ نیت فرض شروع کی اور درمیان میں نفل کا گمان کیا اور اسی گمان کے ساتھ پوری کی تو نفل ہوئی۔ (عالمگیری)

۱۴۔ اگر دل میں نماز توڑنے کی نیت کی، مگر زبان سے کچھ نہ کہا تو وہ بدستور نماز میں ہے (درمختار) جب تک کوئی فعل منافی نماز نہ کرے۔

۱۵۔ مقتدی کو اقتدا کی نیت بھی ضروری ہے اور امام کو نیتِ امامت مقتدی کی نماز صحیح ہونے کے لیے ضروری نہیں۔ یہاں تک کہ اگر امام نے یہ قصد کر لیا کہ میں فلاں کا امام نہیں ہوں اور اس نے اس کی اقتدا کی نماز ہوگئی، مگر امام نے امامت کی نیت نہ کی تو ثواب جماعت نہ پائے گا اور ثوابِ جماعت حاصل ہونے کے لیے مقتدی کی شرکت سے پیشتر نیت کر لینا ضروری نہیں، بلکہ وقتِ شرکت بھی نیت کر سکتا ہے۔ (درمختار)

۱۶۔ مقتدی نے اگر صرف نماز امام یا فرض امام کی نیت کی اور اقتداء کا قصد نہ کیا، تو نماز نہ ہوئی۔ (عالمگیری)

۱۷۔ مقتدی نے بہ نیتِ اقتدا یہ نیت کی کہ جو نماز امام کی، وہی نماز میری، تو جائز ہے۔ (عالمگیری)

۱۸۔ نماز جنازہ کی نیت یہ ہے کہ نماز اللہ کے لیے اور دعا اس میت کے لیے (درمختار)

۱۹۔ سجدۂ تلاوت میں نیتِ تعیین ضروری ہے، مگر جبکہ نماز میں فوراً کیا جاتے اور سجدۂ شکر اگرچہ نفل ہے، مگر اس میں بھی نیتِ تعیین درکار ہے یعنی یہ نیت کہ شکر کا سجدہ کرتا ہوں۔ (درمختار)

۲۰۔ سجدۂ سہو کو درمختار میں لکھا کہ اس میں نیتِ تعیین ضروری نہیں، مگر نہر الفائق میں ضروری سمجھی اور یہی ظاہر تر ہے۔ (ردالمحتار)

۲۱۔ نماز خالصتاً للہ شروع کی، پھر معاذ اللہ ریا کی آمیزش ہوگئی تو شروع کا اعتبار

کیا جائے گا۔ (عالمگیری، درمختار)

پورا ریا یہ ہے کہ لوگوں کے سامنے ہے، اس لیے پڑھتا ہے، ورنہ پڑھتا ہی نہیں اور اگر یہ صورت ہے کہ تنہائی میں پڑھتا تو مگر اچھی طرح نہ پڑھتا اور لوگوں کے سامنے خوبی کے ساتھ پڑھتا ہے، تو اس کو اصل نماز کا ثواب ملے گا اور اس خوبی کا نہیں۔ (درمختار)

۲۲۔ نماز خلوص کے ساتھ پڑھ رہا تھا، لوگوں کو دیکھ کر یہ خیال ہوا کہ ریا کی مداخلت ہو جائے گی یا شروع کرنا چاہتا تھا کہ ریا کی مداخلت کا اندیشہ ہوا تو اس کی وجہ سے ترک نہ کرے، نماز پڑھے اور استغفار کر لے۔ (ردالمحتار)

نیت یوں کرنا چاہیئے:

نیت کی میں نے آج کی دو رکعت نماز فرض، واسطے اللہ تعالیٰ کے وقت فجر، منہ کعبہ شریف کی طرف۔ اللہ اکبر۔

امام اس پر اتنا لفظ اور زائد کرے: "میں امام اس جماعت کا" اور مقتدی یہ الفاظ بڑھائے: "میں پیچھے اس امام کے" اسی طرح وقت اور نماز کو تبدیل کر کے نیت کرے، مثلاً سنت پڑھتا تو سنت کا نام لے اور عصر کی نماز پڑھنی ہے تو عصر کا وقت کہے۔

۶۔ تکبیر تحریمہ

رب عزوجل فرماتا ہے:

وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهِ فَصَلّٰى۔ (اپنے رب کا نام لے کر نماز پڑھی)

نیاز مندی و عبودیت کا وہ جذبہ جس کے تحت ایک بندۂ خدا ہر قسم کی نجاستوں اور حدثِ اصغر و حدثِ اکبر کی آلودگیوں سے پاک و صاف ہو کر صاف ستھرے لباس سے مزین ہو کر کعبہ معظمہ کی جانب منہ کر کے کھڑا ہوتا ہے، اسی جذبۂ نیاز مندی کی تکمیل کی پہلی سیڑھی

یہ ہے کہ اب وہ دنیاوی تاثرات جو ہمہ اوقات اس کے دل و دماغ پر چھائے رہتے ہیں، انسان ان سے خالی الذہن ہو کر بڑی سے بڑی طاقت سے منہ موڑ کر تمام علاقوں اور تعلقوں کے دروازے اپنے اوپر بند کر لے اور اپنی زبان و لسانِ مقال سے رب العالمین کی کبریائی و بڑائی کا اعلان کرے۔ رب قدوس جل و علا کی کبریائی و بزرگی ہی وہ چیز ہے جس کے آگے ہر بڑی سے بڑی طاقت کی بڑائی لاشئے محض بلکہ معدوم ہے۔ کائناتِ ہستی میں صرف اللہ ہی ہے جس کی کبریائی و عظمت کے سامنے کسی کی بڑائی اور عظمت تصور میں نہیں آسکتی۔

ہاں ہاں! اسی کی کبریائی کا اعلان پنجوقتہ مسجد کے گوشوں سے ہوتا ہے اور جب تک زمین و آسمان قائم ہیں ہوتا رہے گا۔ اذان میں کلمۂ اللہ اکبر کی چار مرتبہ تکرار بساطِ عالم کے مشرقی مغربی شمالی و جنوبی گوشوں میں بسنے والے انسانوں کو آگاہ کر رہی ہے کہ وہ ہے جس کی کبریائی کی شانیں ہر چہار طرف اپنا رنگ جمائے ہوئے ہیں۔ زمین و آسمان میں کوئی بڑا، بڑا نہیں، کبریائی اسی کے لیے اور اسی کو زیبا۔

تکبیر تحریمہ میں زبان سے ان کلمات کو ادا کرنا اسی لیے شرط ہے کہ دل و دماغ میں اس کی کبریائی کی جو شہادتیں پائی جا رہی ہیں، اسے زبان سے بھی ادا کر دتا کہ دل و زبان ہم رنگ رہیں جو دل میں ہے، وہ زبان پر آئے، جو زبان پر ہے وہ دل میں سمائے۔

مسائل متعلقہ

احادیث اس بارے میں بہت ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ اکبر سے نماز شروع فرماتے۔ جیسا کہ حضرت امام مسلم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے حضرت امام بخاری نے حضرت نافع سے اور حضرت ابن ماجہ نے حضرت ابی حمید الساعدی سے روایت کیا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ یہاں چند مسائل محفوظ رکھیے:

۱۔ نمازِ جنازہ میں تکبیر تحریمہ رکن ہے، باقی نمازوں میں شرط۔ (درمختار)

۲۔فرض کی تحریمہ پر نفل نماز کی بنا کرسکتا ہے، مثلاً عشاء کی چاروں رکعتیں پوری کر کے بغیر سلام پھیرے سنتوں کے لیے کھڑا ہو گیا، تو سنتیں ہو جائیں گی، لیکن قصداً ایسا کرنا مکروہ ہے اور اگر قصداً نہ ہو، تو حرج نہیں۔ مثلاً ظہر کی نماز چار رکعت پڑھ کر قعدۂ اخیرہ کر چکا تھا، اب خیال ہوا کہ دو ہی پڑھیں، اٹھ کھڑا ہوا اور پانچویں رکعت کا سجدہ بھی کر لیا۔ اب معلوم ہوا کہ چار ہو چکی تھیں، تو یہ رکعت نفل ہوئی، اب ایک اور پڑھ لے کہ دو رکعتیں ہو جائیں، تو یہ بنا بقصد نہ ہوئی، لہٰذا اس میں کوئی کراہت نہیں۔ (درمختار۔ ردالمحتار)

۳۔ایک نفل پر دوسرے نفل کی بنا کرسکتا ہے اور ایک فرض کی دوسرے فرض پر بنا نہیں ہو سکتی۔ (درمختار)

۴۔غیر نماز جنازہ میں اگر کوئی نجاست لیے ہوئے تحریمہ باندھے اور اللہ اکبر ختم کرنے سے پہلے پھینک دے، تو نماز منعقد ہو جائے گی۔ یونہی بروقت ابتدائے تحریمہ ستر کھلا ہوا تھا یا قبلہ سے منحرف تھا اور تکبیر سے فارغ ہونے سے پہلے عمل قلیل کے ساتھ ستر چھپا لیا یا قبلہ کو منہ کر لیا، تو نماز منعقد ہو گئی۔ (ردالمحتار)

فرائض نماز

جن افعال سے تعظیم ظاہر ہوتی ہے، اُن میں سے ایک یہ ہے کہ آدمی کسی کے روبرو دست بستہ کھڑا ہو جاتے، اس کی تمام تر توجہ اسی کی جانب مرکوز ہو اور کسی اور طرف قطعاً التفات نہ کرے۔ بیٹے کا باپ کے روبرو، شاگرد کا استاد کی حضوری میں غلام آقا کی موجودگی میں رعایا کا بادشاہ کی اطاعت گزاری میں ہاتھ باندھے کھڑے رہنا اور ہمہ تن ہو کر قیام کرنا ہمارا رات دن کا یہ مشاہدہ اور آئے دن کا تجربہ ہے اور ہم میں سے جو عقل و فہم سے بہرہ ور ہیں اور ہوش و حواس سے بیگانے نہیں ہیں، وہ خوب جانتے ہیں کہ نیازمندی اور خضوع

کے اظہار کے لیے اس سے بہتر و برتر کوئی صورت نہیں کہ انسان کے سامنے کھڑے ہو کر دست بستہ ہو جاتے۔ بالخصوص اس وقت جبکہ ایک غلام ایک بندۂ بے دام کو اپنے آقا و مولیٰ کے روبرو کچھ عرض معروض کرنا ہو، اپنی کچھ التجائیں زبان پر لانا ہوں، اپنی حاجت روائیوں کے لیے آقا کی چشم عنایت کی درخواست کرنی ہو، فرمانبرداری و اطاعت گزاری کا عہد و پیمان کرنا یا گزشتہ عہد و پیمان کو دوہرانا ہو تو اس وقت وہ باسلیقہ غلام یہی کرتا ہے کہ آقا کے روبرو دست بستہ نظریں نیچے جائے، ہر طرف سے توجہ ہٹائے کھڑا ہو جائے اور یہی کھڑا ہونا، اس کی نیازمندی و فرمانبرداری کی علامت ہے اور یہی جذبہ نیازمندی جب انسان کو کسی کی مزید تعظیم اور اپنی کامل اطاعت کے اعلان پر ابھارتا ہے تو وہی دست بستہ قیام اب انسان کو اس پر آمادہ کرتا ہے کہ وہ اپنے معظم کے روبرو سر تسلیم خم کردے، چنانچہ وہی نیازمندی کا داعیہ اُسے کمان کی صورت میں معظم کے سامنے جھکا دیتا ہے اور فی الواقع یہ ایک ایسی حالت ہے کہ آدمی تو آدمی، جانور اور چوپائے بھی اپنی کامل اطاعت و فرماں برداری یا تسلیم و نیازمندی کا اعلان اسی سے کرتے ہیں۔

اور اس سے بھی زیادہ جسے انتہائے تعظیم کہنا چاہیے، یہ ہے کہ آدمی اپنے چہرے کو جو اُس کے جسم کا شریف ترین حصہ ہے۔ اپنے معظم کے روبرو فرشِ خاک پر رکھ دے اور انتہائی عاجزی کے اظہار کے لیے اپنی پیشانی خاک آلود کرلے۔

جملہ اقوامِ عالم کے عقلاء۔ ان افعال کو اسی ترتیب کے ساتھ تعظیمی افعال تسلیم کرتے ہیں اور اپنے معظمین کی انتہائی تعظیم ظاہر کرنا چاہتے ہیں تو انہیں طریقوں پر عمل پیرا ہوتے ہیں۔

نماز کے بنیادی ارکان تین ہیں:

۱۔ انسان کا دل اپنے مالک و مولیٰ جل جلالہٗ کی عظمت و کبریائی کے سامنے جھک جائے اور اس کی بزرگی و جلال کا قلب معترف ہو۔

۲۔ زبان پر اس کی تقدیس و ثنا کے ترانے ہوں، اپنی قلبی کیفیات کا زبان سے اعتراف کرے۔

۳۔ اس کے اعضاء و جوارح پر بندگی و نیاز کے آثار نمایاں ہوں اور اب دیکھ جائیے کہ مسلمان کی نماز از اول تا آخر اسی نیازمندی کا مرقع اور اسی اعتراف عجز و انکسار کی تصویر ہے نمازی آدمی تکبیر تحریمہ کہتے ہی تمام تعلقات سے ہاتھ اٹھا لیتا ہے اور سارے علاقوں کے دروازے اپنے اوپر بند کر لیتا ہے اور سب سے رو گرداں ہو کر ایک با سلیقہ اور فرمانبردار غلام کی طرح اپنے مالک و مولا کے حضور دست بستہ کھڑے ہو کر بارگاہِ الٰہی میں عرض معروض کرتا اور اپنی التجائیں زبان پر لاتا ہے۔ مناجات و سرگوشی کی لذتوں میں سرشار ہو کر اس کی قدوسیت و کبریائی، عظمت و جلال کا اقرار کرتے ہوئے حمد و ثنا کے ترانے، تعریف و تمجید کے نغمے گاتا ہوا اپنی آرزوؤں اور تمناؤں کو بار آور پاتا ہوا دل کے تقاضوں، رُوح کی آمادگیوں، عقل و فہم کے صحیح شعوروں کے ساتھ کمر خم کر دیتا اور رکوع میں جا کر اس سبحان و عظیم کی کبریائی و عظمت کا اعلان اپنی زبان سے بھی کرتا ہے، اپنے عمل سے بھی کرتا ہے اور پھر یہ دیکھ کر کہ اس کی آرزوئیں اور التجائیں شرفِ قبولیت پا چکی ہیں، قلبی مسرتوں سے لبریز ہو کر حمدِ الٰہی بجا لاتا اور مزید عزتوں اور سربلندیوں کے حصول کی خاطر اُس بے نیاز کی بارگاہ میں نیازمندانہ اپنی پیشانی زمین پر رکھ دیتا ہے اور خود پسندی و خودنمائی کو موت کے گھاٹ اتار دیتا ہے اور اب اس کا دل اور دل کے ساتھ اس کی زبان دونوں ہی اس پروردگار اعلیٰ کی علو و کبریائی کا اعلان کرتے ہیں اور روحانی لذتوں سے سرشار ہو کر نیازمندانہ کیفیتوں کو قوی تر بنانے کے لیے دوبارہ التجائیں کرتا اور خواہش دیتا با وقار طریقے پر بارگاہِ الٰہی سے رُخصت ہو جاتا ہے۔ غرض یہ کہ رب تبارک و تعالیٰ کی عظمت و کبریائی کے اعلان کا جو طریقہ نماز میں پایا جاتا ہے، اس کی مثال کہیں اور نہیں مل سکتی۔

یہاں یہ نکتہ بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ وہ اظہارِ تعظیم جو بتدریج ظہور میں آئے اس تعظیم سے زیادہ مؤثر ہوتا ہے جسے یک بارگی ظہور میں لانے کی کوشش کی جائے۔

فرضوں کا بیان

سات چیزیں نماز میں فرض ہیں:

تکبیر تحریمہ[۱]، قیام[۲]، قرأت[۳]، رکوع[۴]، سجدہ[۵]، قعدۂ اخیرہ[۶]، خروج بصُنعِہ[۷]

تکبیرِ تحریمہ، حقیقتہً یہ شرائطِ نماز سے ہے، مگر چونکہ افعالِ نماز سے اسے بہت زیادہ اتصال ہے۔ اس وجہ سے فرائضِ نماز میں بھی اس کا شمار ہوتا ہے، اسے ہم یوں کہہ سکتے ہیں کہ نماز کی شرطیں، یعنی طہارت، استقبالِ قبلہ، سترِ عورت، اور وقت، تکبیرِ تحریمہ کے لیے شرطیں ہیں، یعنی تکبیر ختم ہونے سے قبل ان شرطوں کا پایا جانا ضروری ہے۔ اگر اللہ اکبر کہہ چکا اور کوئی شرط نہ پائی گئی، تو نماز نہ ہوگی۔ (درمختار، ردالمحتار)

مسائلِ متعلقہ

۱۔ جن نمازوں میں قیام فرض ہے، ان میں تکبیرِ تحریمہ کے لیے قیام فرض ہے، تو اگر بیٹھ کر اللہ اکبر کہا، پھر کھڑا ہو گیا، نماز شروع ہی نہ ہوئی۔ (درمختار)

۲۔ امام کو رکوع میں پایا اور یہ تکبیر کہتا ہوا رکوع میں گیا، یعنی تکبیر اس وقت ختم کی کہ ہاتھ بڑھائے، تو گھٹنے تک پہنچ جائے، نماز نہ ہوئی۔ (ردالمحتار)

۳۔ مقتدی نے لفظ اللہ، امام کے ساتھ کہا، مگر اکبر کو امام سے پہلے ختم کر چکا، تو نماز نہ ہوئی۔ (درمختار)

۴۔ جو شخص تکبیر کے تلفظ پر قادر نہ ہو، مثلاً گونگا ہو یا کسی اور وجہ سے زبان بند ہو،

اس پر تلفظ واجب نہیں۔ دل میں ارادہ کافی ہے (درمختار)

۵۔ اگر بطورِ تعجب اللہ اکبر کہا یا مؤذن کے جواب میں کہا اور اسی تکبیر سے نماز شروع کر دی، نماز نہ ہوئی۔ (درمختار)

۶۔ اللہ اکبر کی جگہ کوئی اور لفظ جو خاص تعظیم الٰہی کے الفاظ ہوں، مثلاً اللہ اَجلُّ، یا اللہ اعظم، یا اللہ کبیر، یا اللہ الرحمٰن اکبر یا لا الٰہ الا اللہ یا سبحان اللہ وغیرہا الفاظ تعظیمی کہے تو ان سے بھی ابتدا ہو جائے گی، مگر یہ تبدیلی مکروہ تحریمی ہے۔ (عالمگیری، ردالمحتار)

۷۔ اور اگر دعا یا طلبِ حاجت کے لفظ ہوں، مثلاً اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِی تو نماز منعقد نہ ہوئی۔ یونہی اگر صرف لفظ اَللّٰہُ یا اَجَلُّ کہا، اس کے ساتھ لفظ اللہ نہ ملایا جب بھی نہ ہوئی۔ اور اگر صرف اَللّٰہُ یا یا اللّٰہُ یا اَللّٰھُمَّ کہا ہو جائے گی۔ (ردالمحتار۔ عالمگیری)

۸۔ لفظ اَللّٰہُ کو آللّٰہ یا اکبر کو آکبر یا اکبار کہا نماز نہ ہوگی، بلکہ ان کے معانی فاسدہ سمجھ کر قصداً کہے، تو کافر ہے۔ (درمختار)

۹۔ نفل کے لیے تکبیر تحریمہ رکوع میں کہی، نماز نہ ہوئی اور بیٹھ کر کہتا تو ہو جاتی (ردالمحتار)

۱۰۔ پہلی رکعت کا رکوع مل گیا، تو تکبیرِ اولیٰ کی فضیلت پا گیا۔ (عالمگیری)

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے لیے چالیس دن باجماعت نماز پڑھے اور تکبیرِ اولیٰ پاتے، اس کے لیے دو آزادیاں لکھ دی جائیں گی، ایک دوزخ سے، دوسری نفاق سے۔ (ترمذی)

دُوسرا فرض قیام

مسائلِ متعلقہ

۱۔ کمی کی جانب اس کی حد یہ ہے کہ ہاتھ پھیلائے، تو گھٹنوں تک نہ پہنچیں اور پورا قیام یہ ہے کہ سیدھا کھڑا ہو۔ (درمختار۔ ردالمحتار)

۲۔ قیام اتنی دیر تک ہے جتنی دیر تک قرأت ہے، یعنی قرأت فرض کے بقدر، قیام فرض ہے اور بقدرِ قرأت واجب، قیام واجب ہے اور بقدرِ قرأت مسنونہ قیام مسنون ہے۔ (درمختار) اور پہلی رکعت میں قیامِ فرض میں تکبیرِ تحریمہ کی مقدار بھی شامل ہوگی اور قیامِ مسنون میں ثنا تعوّذ اور تسمیہ کی مقدار بھی۔ (افاداتِ رضویہ)

۳۔ فرض، وتر، عیدین اور سنّتِ فجر میں قیام فرض ہے کہ اگر بلا عذرِ صحیح بیٹھ کر یہ نمازیں پڑھے گا، نہ ہوں گی۔ (درمختار)

۴۔ اگر عصا یا خادم یا دیوار پر ٹیک لگا کر کھڑا ہو سکتا ہے۔ اگرچہ اتنا ہی کہ کھڑے ہو کر کہہ لے تو فرض ہے کہ کھڑا ہو کر اتنا کہہ لے، پھر بیٹھ جائے۔ (غنیہ)

۵۔ ایک پاؤں پر کھڑا ہونا، یعنی دوسرے کو زمین سے اٹھا لینا مکروہ تحریمی ہے اور اگر عذر کی وجہ سے ایسا کیا، تو حرج نہیں۔ (عالمگیری)

۶۔ اگر اتنا کمزور ہو گیا ہے کہ مسجد میں جماعت سے نماز پڑھنے جائے، تو وہاں کھڑے ہو کر نہ پڑھ سکے گا۔ گھر میں پڑھے تو کھڑے ہو کر پڑھ سکتا ہے تو گھر میں پڑھے، جماعت میسّر ہو تو جماعت سے، ورنہ تنہا۔ (درمختار)

۷۔ جس شخص کو کھڑے ہونے سے قطرہ آتا ہے یا زخم بہتا ہے اور بیٹھنے سے نہیں اور کسی طور پر اس کی روک بھی نہیں کر سکتا، تو اس پر فرض ہے کہ بیٹھ کر پڑھے۔ (درمختار)

۸۔ کشتی پر سوار ہے اور وہ چل رہی ہے، تو بیٹھ کر اس پر نماز پڑھ سکتا ہے۔ (غنیہ) یعنی جبکہ چکر آنے کا گمان غالب ہو اور کنارے پر نہ اتر سکتا ہو۔

۹۔ نفل نماز میں تھک گیا، تو دیوار یا عصا پر ٹیک لگانے میں حرج نہیں، ورنہ مکروہ ہے اور بیٹھ کر پڑھنے میں کچھ حرج نہیں۔ (درمختار)

۱۰۔ کھڑے ہونے سے محض کچھ تکلیف ہونا عذر نہیں، بلکہ قیام اس وقت ساقط ہوگا کہ:

ا: کھڑا نہ ہو سکے۔

ب: یا سجدہ نہ کر سکے۔

ج: یا کھڑے ہونے میں قطرہ آتا ہے۔

د: یا چوتھائی ستر کھلتا ہے۔

س: یا قرأت سے مجبور محض ہو جاتا ہے۔

ص: یا کھڑے ہونے سے مرض میں زیادتی ہوتی ہے۔

ط: یا دیر میں اچھا ہوگا۔

ع: یا ناقابلِ برداشت تکلیف ہوگی۔ (غنیہ)

تنبیہ ضروری

آجکل عموماً یہ بات دیکھی جاتی ہے کہ جہاں ذرا بخار آیا، خفیف سی تکلیف ہوئی تو بیٹھ کر نماز شروع کر دی، حالانکہ وہی لوگ اسی حالت میں دس دس پندرہ پندرہ منٹ بلکہ زیادہ کھڑے ہو کر ادھر ادھر کی باتیں کر لیا کرتے ہیں۔ ان کو چاہیئے کہ ان مسائل سے متنبہ ہوں اور جتنی نمازیں قیام پر قدرت کے باوجود بیٹھ کر پڑھی ہوں، ان کا اعادہ کریں کہ فرض ہے۔

یوتھی اگر ویسے کھڑا نہ ہو سکتا تھا، مگر عصا یا دیوار یا آدمی کے سہارے کھڑا ہونا ممکن تھا اور اس نے بیٹھ کر پڑھیں، تو وہ نمازیں بھی نہ ہوئیں۔ ان کا پھیرنا بھی فرض ہے۔ اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

یونہی اگر ویسے کھڑا نہ ہو سکتا تھا، مگر عصا یا دیوار یا آدمی کے سہارے کھڑا ہونا ممکن تھا اور اس نے بیٹھ کر پڑھیں، تو وہ نمازیں بھی نہ ہوئیں، ان کا پھیرنا بھی فرض ہے۔ اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

یونہی آجکل جو بڑے نمازی کہلاتے ہیں، ان کی حالت یہ دیکھی جارہی ہے کہ بخار آیا ذرا شدت ہوئی، نماز چھوڑ دی، کوئی پھڑیا نکل آئی، نماز چھوڑ دی، بلکہ یہاں تک نوبت پہنچ گئی ہے کہ درد سر اور زکام میں بھی نمازوں کو چھوڑ بیٹھتے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ایسے لوگوں کو یہ بات خوب ذہن نشین کر لینی چاہیئے کہ شریعتِ مطہرہ نے بعض نادر صورتوں کے سوا کسی حالت میں بھی نماز معاف نہیں فرمائی، بلکہ یہ حکم دیا کہ جس طرح ممکن ہو ادا کرے۔ جب تک اشارے سے بھی پڑھ سکتا ہو اور نہ پڑھے، تو انہیں وعیدوں کا مستحق ہے جو بے نمازیوں کے لیے وارد ہیں۔

اَللّٰھُمَّ وَفِّقْنَا لِمَا یُحِبُّ وَتَرْضٰی

تیسرا فرض قرأتِ قرآن

یعنی

جتنا میسر آئے قرآن عظیم پڑھنا

حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس ارشاد کے بموجب کہ "بندہ جب نماز کے لیے کھڑا ہوتا ہے، اس کے لیے جنتوں کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور اس کے اور پروردگار کے درمیان حجابات ہٹا دیے جاتے ہیں۔" مسلمان بندہ اپنے رب سے جس ہم کلامی اور سرگوشی مناجات و راز و نیاز کی لذتوں کی خاطر جسم کی پاکی بدن کی طہارت، جگہ کی صفائی کی منزلیں طے کرتا، ہر علاقہ اور تعلق سے منہ موڑتا، ہر رشتہ اور رابطہ کے دروازے اپنے اوپر بند کرتا، اللہ تبارک و تعالیٰ کی کبریائی اور بڑائی کا اعلان کرتا، ساری دُنیا سے روگردانی کرتا سلیقہ شعار غلام کی مانند دست بستہ نظریں جھکائے کھڑا ہوا تھا۔ اب وہ وقت آگیا ہے کہ اپنی معروضات بارگاہِ الٰہی میں پیش لائے۔ ادب کے ساتھ قانونِ شریعت کا لحاظ کرتے ہوئے اپنی درخواست دربارِ خداوندی میں حاضر کرے، لیکن درخواست انہیں الفاظ و عبارات کے ساتھ مقبول ہوگی جو اس کے دربار میں مقبول ہیں۔ ہاں ہاں! وہی عبارتیں جو ادب و تہذیب کے اعلیٰ نمونے ہیں جن پر فصاحت و بلاغت کو ناز ہے۔ وہی الفاظ جو ہیرے اور جواہرات سے زیادہ قیمتی ہیں۔ نہیں نہیں، بلکہ ہیرے جواہرات کی ان کے سامنے کوئی حقیقت نہیں اور یہ ہیں قرآنی عبارتیں، کلامِ الٰہی کی آیتیں، جنہیں ہم اس کی بارگاہ میں کھڑے ہو کر پڑھتے ہیں انہیں میں حمد و ثنا بھی ہے، انہیں میں عرض و دُعا بھی۔

رب عزّوجل ارشاد فرماتا ہے :

فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ۔ (قرآن سے جو میسر آئے پڑھو)

اور فرماتا ہے :

وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ط

(جب قرآن کریم پڑھا جائے تو اسے سنو اور چپ رہو، اس امید پر کہ رحم کیے جاؤ)

ان آیاتِ کریمہ سے حسبِ ذیل امور ثابت ہوئے۔

۱۔ نماز میں مطلق قرأت فرض ہے، کسی خاص سورۃ یا آیت کا پڑھنا نماز کے ارکان میں داخل نہیں، ورنہ جتنا آسان ہو، اتنا "پڑھو" پر عمل باقی نہیں رہتا۔

۲۔ جس وقت قرآن کریم پڑھا جائے نماز میں، خواہ نماز کے علاوہ اس وقت سننا اور خاموش رہنا واجب ولازم ہے۔

اب جمہورِ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا مذہب یہ ہے کہ یہ آیت مقتدی کے سننے اور خاموش رہنے کے باب میں ہے، یعنی یہ حکم دیا جا رہا ہے کہ تم امام کے پیچھے ہو تو قرأت نہ کرو، بلکہ خاموش رہو اور اگر امام کی آواز بھی تم تک آرہی ہے، تو پوری توجہ اور انہماک سے قرآن سنو۔

تفسیر خزائن العرفان میں ہے کہ حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے کہ آپ نے کچھ لوگوں کو سنا کہ وہ نماز میں امام کے ساتھ قرأت کرتے ہیں، تو نماز سے فارغ ہو کر فرمایا، کیا ابھی وقت نہیں آیا کہ تم اس آیت کے معنی سمجھو۔

غرض اس آیت سے قرأت خلفِ امام کی ممانعت ثابت ہوتی ہے اور حدیث کوئی ایسی نہیں ہے جس کو اس کے مقابل حجت قرار دیا جا سکے۔ قرأت خلفِ امام کی تائید میں سب سے زیادہ اعتماد جس حدیث پر کیا جاتا ہے، وہ یہ ہے کہ لَا صَلٰوةَ اِلَّا بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ (جس نے سورۃ فاتحہ نہ پڑھی، اس کی نماز نہیں) مگر اس حدیث سے قرأت خلفِ امام کا وجوب تو ثابت نہیں ہوتا، صرف اتنا ثابت ہوتا ہے کہ بغیر فاتحہ کے نماز کامل نہیں ہوتی۔

توجبکہ حدیث قرأۃ الامام لہ قرأۃ (امام کی قرأت اس کی قرأت ہے) سے ثابت ہے کہ امام کا قرأت کرنا ہی مقتدی کا قرأت کرنا ہے، توجب امام نے قرأت کی اور مقتدی ساکت رہا، تواس کی قرأت حکمیہ ہوئی، اس کی نماز بے قرأت کہاں رہی، یہ قرأتِ حکمیہ ہوگی۔ توامام کے پیچھے قرأت نہ کرنے سے قرآن وحدیث دونوں پر عمل ہوجاتا ہے اور قرأت کرنے سے آیت کا اتباع ترک ہوتا ہے، لہٰذا ضروری ہے کہ امام کے پیچھے فاتحہ وغیرہ کچھ نہ پڑھے۔

احادیثِ کریمہ

۱۔ امام بخاری ومسلم نے عبادہ بن ثابت رضی تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں جس نے سورۂ فاتحہ نہ پڑھی، اس کی نماز نہیں، یعنی نماز کامل نہیں ہے۔

۲۔ چنانچہ دوسری روایت صحیح مسلم شریف میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے فھی خداجٌ وہ نماز ناقص ہے۔

۳۔ امام محمد وترمذی وحاکم نے جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو امام کے پیچھے ہو تو امام کی قرأت اس کی قرأت ہے۔ اسی کے مثل امام احمد نے اپنی مسند میں روایت کی اور امام حلبی نے فرمایا کہ یہ حدیث بخاری ومسلم کی شرط پر صحیح ہے۔

۴۔ امام ابوجعفر شرح معانی الآثار میں روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر وزید بن ثابت وجابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے (قراءت خلفِ امام، یعنی امام کے پیچھے قرآن پڑھنے کے متعلق) سوال ہوا ان سب حضرات نے فرمایا، امام کے پیچھے کسی نماز میں قرأت نہ کرے۔

۵۔ امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے مؤطا میں روایت کی کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے امام کے پیچھے قرأت کے بارے میں سوال ہوا، فرمایا، خاموش رہ کہ نماز میں شغل ہے، اور امام کی قرأت تجھے کافی ہے۔

۶۔ حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: میں درست رکھتا ہوں کہ جو امام کے پیچھے قرأت کرے، اس کے منہ میں انگارا ہو۔ (موطا امام محمد عبدالرزاق، دارقطنی)

۷۔ امیر المومنین حضرت عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ، فرماتے ہیں جو کوئی امام کے پیچھے قرأت کرتا ہے، کاش اس کے منہ میں پتھر ہو۔ (عبدالرزاق، موطا امام محمد)

۸۔ حضرت مولا علی شیرِ خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ فرمایا جس نے امام کے پیچھے قرأت کی، اس نے فطرت سے خطا کی۔ (ابن ابی شیبہ۔ عبدالرزاق۔ دارقطنی)

ایک علمی لطیفہ

ہمارے امامِ اعظم حضرت ابوحنیفہ کوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کی خدمت میں کچھ لوگ اس نیت سے جمع ہو کر آئے کہ قرأتِ خلفِ امام کے مسئلہ کے بارے میں امام صاحب سے گفتگو کریں۔

لہ اقوال صحیح بخاری وغیرہ میں حضرت علقمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں ملک شام گیا دو رکعت نماز پڑھ کر دعا مانگی۔ الٰہی مجھے کوئی نیک ہمنشین میسر فرما۔ پھر ایک قوم کی طرف گیا، ان کے پاس بیٹھا تو ایک شیخ تشریف لائے اور میرے برابر آکر بیٹھ گئے۔ میں نے پوچھا یہ کون ہیں؟ لوگوں نے کہا حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ، میں نے کہا میں نے اللہ عزوجل سے دعا کی تھی کہ کوئی نیک ہمنشین مجھے میسر کرے اللہ تعالیٰ نے آپ سے ملایا۔ فرمایا تم کون ہو؟ میں نے کہا اہل کوفہ سے فرمایا کیا تمہارے پاس حضرت عبداللہ بن مسعود نہیں ہیں، وہ نعلین و مسندِ خواب و ظروفِ وضو و طہارت، یعنی جن کے متعلق یہ خدمتیں تھیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جس مجلس میں تشریف فرما ہوں، نعلین مبارک اٹھا کر رکھیں، اٹھتے وقت سامنے حاضر کریں، سوتے وقت بچھونا بچھائیں، اوقاتِ نماز پر پانی حاضر لائیں۔ ظاہر ہے کہ انہیں خلوت و جلوت ہر حالت میں کیسی ملازمتِ دائمی کی دولت نصیب ہوئی، پھر ان کے علم کے بعد کسی کی کیا حاجت ہے؟ قال القاضی کما نقلہ فی المرقاۃ۔

حضرت امامِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ اتنے آدمیوں سے میں تنہا کیونکر بحث کر سکتا ہوں (کہ ہر طرف سے سوالات ہوں گے، تو سب کو ایک دم جواب نہ دے سکوں گا اور یوں یہ بحث ہی ناتمام و ناقص رہے گی) البتہ یہ ہو سکتا ہے کہ آپ اس مجمع میں سے کسی ایک کو منتخب کرلیں جو کہ سب کا نمائندہ ہو اور سب کی طرف سے اس خدمت کا کفیل۔ اس کی تقریر پورے مجمع کی تقریر سمجھی جائے۔ لوگوں نے آپ کی اس شرط کو بلا تامل ہنسی خوشی منظور کرلیا۔

اب امام صاحب نے فرمایا کہ جب تم نے یہ تسلیم کرلیا (کہ اس کی تقریر پورے مجمع کی تقریر ہے) تو بحث کا بھی خاتمہ ہوگیا۔ آپ نے جس طرح ایک شخص کو سب کی طرف سے بحث کا مختار کر دیا، اسی طرح امام نماز بھی تمام مقتدیوں کی طرف سے قرأت کا کفیل ہے۔ لوگ اس جواب کو سن کر حیرت زدہ رہ گئے اور خاموش واپس لوٹ گئے۔

یہاں یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ امامِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک شرعی مسئلے کو صرف عقلی طور پر طے کر دیا، بلکہ درحقیقت یہ اس حدیث کی توضیح ہے جو بسندِ صحیح رسول اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے:

مَنْ صَلّٰی خَلْفَ الْاِمَامِ فَقِرَاْءَةُ الْاِمَامِ قِرَاْءَةٌ لَـهٗ ۔

(جو امام کے پیچھے ہو تو امام کی قرأت اس کی قرأت ہے)

ابوداؤد و نسائی و ابن ماجہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ امام تو اس لیے بنایا گیا ہے کہ اس کی اقتدا کی جائے۔ جب وہ تکبیر کہے، تم بھی تکبیر کہو اور جب وہ قرأت کرے، تم چپ رہو۔

یونہی صحیح مسلم میں ابوہریرہ و قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ایک حدیث میں ہے کہ جب امام قرأت کرے تو تم چپ رہو۔

فائدۂ جلیلہ

مناقب حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

عقل ورائے، فراست وتدبیر، تیزیٔ ذہن، قوتِ حافظہ، ذہانت وطباعی، دقیقہ سنجی و نکتہ آفرینی، دقتِ نظر اور وسعتِ معلومات امام صاحب کے وہ مشہور ومعروف اوصاف ہیں جن کو موافقین تو موافقین، مخالفین نے بھی تسلیم کیا ہے اور اسلام ومسلمین میں جو مرتبہ آپ کو حاصل ہے، اس کا اندازہ اس بات سے ہوتا ہے کہ جس کثرت سے آپ کی سوانح عمریاں لکھی گئیں کسی اور کی نہیں لکھی گئیں۔ عربی، فارسی اور ترکی زبانوں ہی میں نہیں، یورپ کی زبانوں میں بھی آپ کی متعدد سوانح عمریاں تصنیف ہوئیں اور فقہاء، مجتہدین وائمہ دین میں امام اعظم وہ بزرگ ہیں جن کے واقعات زندگی کے ساتھ معمول سے زیادہ اعتنا کیا گیا اور آپ کی علمی تحقیقات واجتہادات کے روبرو عوام وخواص اہلِ اسلام نے اپنی گردنیں جھکا دیں۔

امام باللہ سیدی حضرت عبدالوہاب شعرانی قدس سرہ کہ جو اکابرِ علمائے شافعیہ سے ہیں، میزان الشریعۃ الکبریٰ میں فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے سردار حضرت علی خواص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو (کہ وہ بھی شافعی ہیں) فرماتے سنا کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مدارک اتنے دقیق ہیں کہ اکابرِ اولیاء کے کشف کے سوا وہاں کسی کے علم کی رسائی نہیں۔

استاذ المحدثین امام اعمش شاگردِ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ واستاد امامِ اعظم نے فرمایا کہ اے گروہِ فقہاء تم طبیب ہو اور ہم محدثین عطار۔ اور اے ابوحنیفہ تم نے دونوں کنارے لے لیے۔

امامِ اجل حضرت سفیان ثوری نے ہمارے امام سے کہا آپ کو وہ علم کھلتا ہے جس سے ہم سب غافل ہیں، اور فرمایا ابوحنیفہ کا خلاف کرنے والا اس کا محتاج ہے کہ ان سے مرتبہ

میں بڑا اور علم میں زیادہ ہو اور ایسا ہونا، دُور ہے۔

حضرت امام شافعی نے فرمایا، تمام جہان میں کسی کی عقل ابوحنیفہ کے مثل نہیں۔

حضرت امام علی بن عاصم نے کہا اگر ابوحنیفہ کی عقل تمام رُوئے زمین کے نصف آدمیوں کی عقلوں سے تولی جائے، تو حضرت ابوحنیفہ کی عقل غالب آجائے۔

حضرت امام بکر بن جیش نے کہا کہ اگر ان کے ساتھ تمام اہلِ زمانہ کی مجموع عقلوں کے ساتھ وزن کریں، تو ایک ابوحنیفہ کی عقل ان تمام ائمہ و اکابر و مجتہدین و محدثین و عارفین سب کی عقل پر غالب آجاتے۔

حضرت محمد انصاری کہا کرتے تھے کہ امام ابوحنیفہ کی ایک ایک حرکت، یہاں تک کہ بات چیت، اٹھنے بیٹھنے، چلنے پھرنے میں دانشمندی کا اثر پایا جاتا ہے۔

خارجہ بن مصعب کہا کرتے تھے کہ میں کم و بیش ایک ہزار عالموں سے ملا ہوں جن میں عاقل صرف تین چار شخص دیکھے، ان میں سے ایک امام ابوحنیفہ تھے۔

پھر حضرت امام اعظم کے فقہ و اجتہاد کا تمام ممالکِ اسلامیہ میں اس وسعت و ترقی کے ساتھ رواج پانا یقیناً اس بات کی دلیل ہے کہ ان کا طریقۂ فقہ انسانی ضرورتوں کے مطابق نہایت مناسب اور فطرتِ انسانی کے لیے نہایت موزوں تھا اور ہے۔ بالخصوص تمدن کے ساتھ جس قدر آپ کے فقہ و اجتہاد کو یہ مرتبہ حاصل نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ عنانِ حکومت جن لوگوں کے ہاتھ میں رہی، وہ اکثر حنفی تھے۔ خاندانِ سلجوقی جس نے ایک وسیع مدت تک حکومت کی تھی حنفی تھا۔ محمود غزنوی فقہ حنفی کا ایک بہت بڑا عالم تھا۔ فن فقہ میں اس کی ایک نہایت عمدہ تصنیف موجود ہے جس کا نام "التفرید" ہے اور جس میں کم و بیش ساٹھ ہزار مسئلے ہیں۔ صلاح الدین فاتح بیت المقدس خود اس کا خاندان مذہباً حنفی تھا، سلاطینِ ترک جو کم و بیش چھ سو برس سے روم کے فرمانروا خوانین اور آلِ تیمور اسی مذہب کے پابند رہے اور ان کی وسیع سلطنت میں اس طریقہ کے سوا اور کسی طریقہ کو رواج نہ ہو سکا۔ (امامِ اعظم)

اور حضرت امام مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لانے والے ہیں۔ اگر وہ مجتہد ہیں تو تمام مسائل میں ان کا اجتہاد، ورنہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد، امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مذہب کے مطابق ہوگا اور طریقۂ حنفیہ ہی پر وہ نمازیں ادا کریں گے۔ نہ یوں کہ آپ مقلدِ حنفی ہوں گے، بلکہ یوں کہ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح فرمائیں گے۔ اس دن کھل جائے گا کہ اللہ و رسول کو سب سے زیادہ پسند مذہبِ حنفی ہے۔ غرض ان کے زمانے میں تمام مذاہب منقطع ہوجائیں گے اور صرف مسائلِ مذہبِ حنفی باقی رہیں گے۔

اسی لیے اکابرِ ائمہ کشف نے فرمایا ہے کہ شریعتِ کبریٰ کے چشمہ سے بہت نہریں نکالیں اور تھوڑی تھوڑی دور جاکر خشک ہوگئیں، مگر مذاہب اربعہ کی چاروں نہریں پورے جوش و آب و تاب کے ساتھ بہت دور تک بہیں، آخر میں جاکر وہ تین نہریں بھی تھم گئیں اور صرف مذہب حنفی کی نہر اخیر تک جاری رہی۔ والحمد للہ رب العالمین۔ یہ کشف بزرگانِ شافعیہ کا ہے۔ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔ (الملفوظ ع۲، فاضل بریلوی قدس سرہٗ)

مسلمانو! انصاف،

ان اکابر علماء محدثین و اولیاء کاملین کی تو امامِ اعظم کے ساتھ یہ عقیدت و کیفیت ہے اور جاہلانِ بے خرد کہ اکابر کا کلام سمجھنے کی لیاقت نہیں رکھتے۔ صرف مشکوٰۃ شریف کی چند احادیث یاد کرکے امام بخاری و مسلم، ترمذی و ابوداؤد، ابن ماجہ و نسائی کا نام لے کر امام کے مقابلے کو تیار ہیں۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

اور لطف یہ ہے کہ یہ حضرات جس مسئلہ میں بھی خلاف کریں گے، آرام نفس ہی کی طرف گریں گے۔ کبھی وہ مذہب ان کے نزدیک راجح و پسندیدہ نہ ہوا جس میں ذرا مشقت کا پلہ جھکا ہو۔ مثلاً تراویح میں ۲۰ رکعت چھوڑیں تو ۳۶ کی طرف نہ گئے جو امام مالک سے مروی ہے،

نہ ہم اختیار کیں جو حضرت ابی کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے اور اہل مدینہ کا مذہب تھا۔ ۸ پر گرے کہ آرام کا سبب تھا۔ سچ ہے ؎

آں را کہ حیا نیست ازو ہیچ عجب نیست

مسائل متعلقہ

۱۔ قرأت اس کا نام ہے کہ تمام حروف مخارج سے ادا کیے جائیں کہ ہر حرف دوسرے حرف سے صحیح طور پر ممتاز ہو جائے اور آہستہ پڑھنے میں بھی اتنا ضرور ہے کہ خود سُنے اگر حروف تو صحیح ادا کیے جائیں، مگر اس قدر آہستہ کہ خود نہ سنا اور کوئی مانع چیز مثلاً شور و غل یا ثقل سماعت (بہرا ہونا) بھی نہیں، تو نماز نہ ہوئی۔ (عالمگیری)

۲۔ مطلقاً ایک آیت پڑھنا فرض کی دو رکعتوں میں اور وتر و نوافل (جن میں سنتیں بھی داخل ہیں) کی ہر رکعت میں امام و منفرد پر فرض ہے اور مقتدی کو کسی نماز میں قرأت جائز نہیں نہ فاتحہ نہ آیت، نہ آہستہ کی نماز میں، نہ جہر کی نماز میں، امام کی قرأت مقتدی کے لیے بھی کافی ہے۔ (عامۂ کتب)

۳۔ فجر مغرب اور عشاء کی دو پہلی میں اور جمعہ و عیدین و تراویح اور وترِ رمضان کی سب رکعتوں میں امام پر جہر واجب ہے اور مغرب کی تیسری اور عشاء کی تیسری، چوتھی اور ظہر و عصر کی تمام رکعتوں میں آہستہ پڑھنا واجب ہے۔ (درمختار)

۴۔ جہر کے یہ معنیٰ ہیں کہ دوسرے لوگ یعنی وہ کہ صفِ اوّل میں ہیں سن سکیں۔ یہ ادنیٰ درجہ ہے اور اعلیٰ کے لیے کوئی حد مقرر نہیں اور آہستہ یہ کہ خود سُن سکے۔ (عامۂ کتب)

۵۔ اس طرح پڑھنا کہ فقط دو ایک آدمی جو اس کے قریب ہیں سن سکیں، جہر نہیں، بلکہ آہستہ ہے (درمختار) اور حاجت سے زیادہ بلند آواز سے اس قدر پڑھنا کہ اپنے یا دوسرے کے

لیے باعثِ تکلیف ہو، مکروہ ہے۔ (ردالمحتار)

۶۔ دن کے نوافل میں کہ آہستہ پڑھنا واجب ہے اور رات کے نوافل میں اگر تنہا پڑھے تو اختیار ہے اور جماعت سے رات کے نفل پڑھے، تو جہر واجب ہے۔ (درمختار)

۷۔ جہری نمازوں میں منفرد کو اختیار ہے اور افضل جہر ہے، جبکہ ادا پڑھے اور جب قضا پڑھے، تو آہستہ پڑھنا واجب ہے۔ (درمختار)

۸۔ فجر کی پہلی رکعت کو بہ نسبت دوسری کے دراز کرنا مسنون ہے اور اس کی مقدار یہ رکھی گئی ہے کہ پہلی میں دو تہائی، دوسری میں ایک تہائی۔ (عالمگیری)

۹۔ سفر میں اگر امن و قرار ہو تو سنت یہ ہے کہ فجر و ظہر میں سورہ بروج یا اس کی مثل سورتیں پڑھے اور عصر و عشاء میں اس سے چھوٹی اور مغرب میں قصارِ مفصل کی چھوٹی سورتیں اور جلدی ہو تو ہر نماز میں جو چاہے پڑھے۔ (عالمگیری)

۱۰۔ حضر یعنی غیر سفر میں جبکہ وقت تنگ نہ ہو تو سنت یہ ہے کہ فجر و ظہر میں طوال مفصل پڑھے اور عصر و عشاء میں اوساطِ مفصل اور مغرب میں قصارِ مفصل۔ اور ان سب صورتوں میں امام و منفرد دونوں کا ایک حکم ہے۔ (درمختار، وغیرہ)

فائدہ: سورہ حجرات سے آخر تک قرآن مجید کی سورتوں کو مفصل کہتے ہیں، اس کے یہ تین حصے ہیں۔ سورہ حجرات سے بروج تک طوالِ مفصل اور بروج سے لم یکن تک اوساطِ مفصل اور لم یکن سے آخر تک قصارِ مفصل۔

۱۱۔ بہتر یہ ہے کہ اور نمازوں میں بھی پہلی رکعت کی قرأت دوسری سے قدرے زیادہ ہو۔ یہی حکم جمعہ و عیدین کا بھی ہے۔ (عالمگیری)

۱۲۔ دونوں رکعتوں میں ایک ہی سورت کی تکرار مکروہ تنزیہی ہے جبکہ کوئی مجبوری نہ ہو اور مجبوری ہو تو بالکل کراہت نہیں، مثلاً پہلی رکعت میں پوری قل اعوذ برب الناس پڑھی، تو اب دوسری میں بھی یہی پڑھے۔ (ردالمحتار)

۱۳۔ بھول کر دوسری رکعت میں اوپر کی سورت شروع کردی یا ایک چھوٹی سورت کا فاصلہ ہوگیا، پھر یاد ہوگیا، تو جو شروع کرچکا ہے اسی کو پورا کرے، اگرچہ ابھی ایک ہی لفظ کیوں نہ پڑھا ہو، مثلاً پہلی میں قل یایھا الکفرون پڑھی اور دوسری میں الم ترکیف یا تبت یدا شروع کردی، تو اب یاد آنے پر اُسی کو ختم کرے، اسے چھوڑ کر اذا جاء پڑھنے کی اجازت نہیں۔ (درمختار)

۱۴۔ پہلی رکعت میں کوئی سورت پڑھی اور دوسری میں ایک چھوٹی سورت درمیان سے چھوڑ کر پڑھی تو مکروہ ہے اور اگر وہ درمیان کی سورت بڑی ہے کہ اس کو پڑھے تو دوسری کی قرأت پہلی سے طویل ہوجائے گی، تو کوئی حرج نہیں، جیسے والتین کے بعد انا انزلناہ پڑھنے میں کوئی حرج نہیں اور اذا جاء کے بعد قل ھو اللہ پڑھنا نہ چاہیئے۔ (درمختار)

۱۵۔ فرضوں میں ٹھہر ٹھہر کر قرأت کرے اور تراویح میں متوسط (درمیانی) انداز پر اور رات کے نوافل میں جلد پڑھنے کی اجازت ہے، مگر ایسا پڑھے کہ سمجھ میں آسکے، یعنی کم از کم مد کا جو درجہ قاریوں نے رکھا ہے اس کو ادا کرے، ورنہ حرام ہے، اس لیے کہ ترتیل سے قرآن مجید پڑھنے کا حکم ہے۔ درمختار، ردالمحتار، یعنی رعایتِ وقوف اور ادائے مخارج کے ساتھ ٹھہر ٹھہر کر پڑھے کہ ہر حرف اپنے مخرج سے ادا ہو اور دوسرے سے ممتاز ہوجائے۔

آجکل کے اکثر حفاظ اس طرح پڑھتے ہیں کہ مد کا تو ادا ہونا اور تصحیح حروف تو بڑی بات ہے۔ یعلمون تعلمون کے سوا کسی لفظ کا پتہ بھی نہیں چلتا، اس طرح قرآن مجید حرام سخت ہے۔

۱۶۔ سورتوں کا معین کرلینا کہ اس نماز میں ہمیشہ وہی سورت پڑھا کرے، مگر جو سورتیں احادیث میں وارد ہیں ان کو کبھی کبھی تبرکاً پڑھ لینا مستحب ہے مگر ہمیشہ پڑھتے رہنا نہ چاہیے کہ کوئی واجب گمان نہ کرلے۔ (درمختار، ردالمحتار)

۱۷۔ فرائض کی پہلی رکعت میں چند آیتیں پڑھیں اور دوسری میں دوسری جگہ سے چند آیتیں پڑھیں۔ پھر اگرچہ اسی صورت کی ہوں، تو اگرچہ درمیان دو یا زیادہ آیتیں رہ گئیں تو حرج نہیں

مگر بلا ضرورت ایسا نہ کرے اور اگر ایک ہی رکعت میں چند آیتیں پڑھیں، پھر کچھ چھوڑ کر دوسری جگہ سے پڑھا، تو مکروہ ہے اور بھول کر ایسا ہوا، تو لوٹے اور چھوٹی ہوئی آیتیں پڑھے۔ (ردالمحتار)

۱۸۔ پہلی رکعت میں کسی سورۃ کا آخر پڑھا اور دوسری میں کوئی چھوٹی سورت مثلاً پہلی میں انحسبتم اور دوسری میں قل ھواللہ تو حرج نہیں (عالمگیری)

۱۹۔ فرض کی ایک رکعت میں دو سورۃ نہ پڑھے اور منفرد پڑھ لے تو حرج نہیں، بشرطیکہ ان دونوں سورتوں میں فاصلہ نہ ہو اور اگر بیچ میں ایک یا چند سورتیں چھوڑ دیں تو مکروہ ہے۔ (ردالمحتار)

۲۰۔ قرآن مجید الٹا پڑھنا کہ دوسری میں پہلی والی سے اوپر کی سورۃ پڑھے، یہ مکروہ تحریمی ہے، مثلاً پہلی میں قل یاایھا الکٰفرون پڑھی اور دوسری میں الم تر کیف (درمختار)

اس کے لیے سخت وعید آئی، عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں جو قرآن مجید الٹ کر پڑھتا ہے، کیا خوف نہیں کرتا کہ اللہ اس کا دل الٹ دے۔ اور بھول کر ہو تو نہ گناہ نہ سجدۂ سہو۔ اور بچوں کی آسانی کے لیے پارہ عم خلاف ترتیب قرآن مجید پڑھنا جائز ہے۔ (ردالمحتار)

۲۱۔ نماز میں اعوذ اور بسم اللہ شریف قرأت کے تابع ہیں اور مقتدی پر قرأت نہیں، لہٰذا تعوذ و تسمیہ بھی ان کے لیے مسنون نہیں۔ ہاں! جس مقتدی کی کوئی رکعت جاتی رہی ہو تو جب وہ اپنی باقی رکعت پڑھے، اس وقت ان دونوں کو پڑھے۔ (ردالمحتار)

۲۲۔ تعوذ یعنی اعوذ باللہ پڑھنا صرف پہلی رکعت میں ہے اور تسمیہ یعنی بسم اللہ پڑھنا ہر رکعت کے اوّل میں مسنون ہے۔ فاتحہ کے بعد اگر اوّل سورت شروع کی تو سورت پڑھتے وقت بسم اللہ پڑھنا مستحسن ہے۔ قرأت خواہ سری ہو یا جہری، مگر بسم اللہ بہر حال آہستہ پڑھی جائے۔ (درمختار، ردالمحتار)

تنبیہات

تنبیہ اول: مولیٰ عزوجل وتبارک وتعالیٰ نے قرآن عظیم اتارا اور ہمیں اور ہمارے اسلام وایمان کو اس کے نظم ومعنی دونوں سے سنوارا۔ مسلمانوں پر حق ہے کہ اسے جیسے اترا ویسا ہی ادا کریں۔ حروف کی آواز بدلنے میں بے شمار جگہ الفاظ مہمل رہتے ہیں یا معنی کچھ سے کچھ ہو جاتے ہیں، یہاں تک کہ معاذاللہ کفر واسلام تک کا فرق پڑ جاتا ہے۔ آواز صحیح سے جو معنی تھے، وہ ایمان تھے اور آواز بدلنے پر جو معنی پیدا ہوتے، ان کا اعتقاد صریح کفر۔ تو عیاذاً باللہ! وہ کلام اللہ کیونکر ہوا۔ آج کل بلکہ کثیر، بلکہ اکثر خواص نے اس امر عظیم میں جس مداہنت اور لاپرائی کو اپنا شعار بنایا ہے، وہ بیان کرنے کی چیز نہیں، آتے دن مشاہدہ میں آتی ہے۔ مجالس خیر میں جائیے، پنچائت شریف میں شرکت کیجئے اور بڑے ملا حافظوں، واعظوں اور مولویوں کو پڑھتے سنیے قل ھو اللہ احد ہرگز نہ اللہ احد نے اھد فرمایا، نہ صاحب قرآن صلی اللہ علیہ وسلم نے اھد پڑھایا۔ پھر اسے قرآن ٹھہرانا کیونکر بن آیا احد کے معنی ہیں ایک اکیلا۔ نظیر وشریک سے نرالا اور اھد بہ تخفیف دال محض بے معنی اور بہ تشدید دال بزدل، کمزور (والعیاذ باللہ) اللہ عزوجل کو احد ماننا عین اسلام اور معاذاللہ اھد کہنا صریح دشنام۔ ہاں! یہ صحیح کہ تمہارا مقصود دشنام نہیں پھر اس سے کیا ہوا۔ یہی نا کہ کفر سے بچ گئے، لیکن یہ تو دیکھو کہ بات کہاں سے کہاں پہنچی۔ تعریف کیجیے اور تعریف ہی کا قصد ہو، مگر لفظ وہ نکلیں جو صریح ذم ہوں۔ کیا ایمانی طاقت ولطافت واسلامی حمیت اسے کیونکر گوارا کر سکتی ہے اور کیا اس قسم کی لاپرواہیاں درگزر کی جا سکتی ہیں۔ لا واللہ ہرگز نہیں

تنبیہ دوم: ط، ت۔ س ث ص۔ ذ ز ظ۔ ا ء ع۔ ہ ح۔ ض ظا ذ۔ ان حرفوں میں صحیح طور پر امتیاز رکھیں، ورنہ معنی فاسد ہونے کی صورت میں نماز نہ ہوگی۔ عوام بے چاروں کو جانے دیجیے، خواص کہلانے والوں کو دیکھیے کتنے اس فرض پر عامل ہیں۔

ح کی جگہ ہ ۔ ذ کی جگہ ز۔ض کی جگہ دواد، صاد کی جگہ سین ۔ ث کی جگہ صاد یا ان کا عکس پڑھنا جیسے کوئی جرم ہی نہیں، نماز میں کوئی فساد ہی نہیں لاتا۔ فانا للہ وانا الیہ راجعون۔ اور بعض تو س ش ۔ ز ج اور ق ک میں بھی فرق نہیں کرتے ۔ غرض آجکل عام لوگ اس میں مبتلا ہیں کہ غلط پڑھتے ہیں اور کوشش نہیں کرتے ۔ ان کی نمازیں خود باطل ہیں، امامت تو درکنار۔

تنبیہ سوم : ایک حرف کی جگہ دوسرا حرف پڑھتا اگر اس پر کوشش کرنا ضروری ہے اور زمانہ کوشش میں اس کی اپنی نماز ہو جائے گی اور اپنے جیسے دوسروں کی امامت بھی کر سکتا ہے۔ یعنی اس کی کہ وہ بھی اس حرف کو صحیح نہ پڑھتا ہو اور اگر کوشش نہیں کرتا تو اس کی خود بھی نہیں ہوتی؛ دوسرے کی اس کے پیچھے کیا ہو گی اور حروف میں تبدیل اگر لاپرواہی سے ہے جیسے آج کل کے اکثر حفاظ وعلماء کہ ادا کرنے پر قادر ہیں، مگر بے خیالی میں حروف تبدیل کر دیتے ہیں، تو اگر معنی فاسد ہوں، نماز نہ ہو گی اور اس قسم کی جتنی نمازیں پڑھی ہوں، ان کی قضا لازم ہے۔

تنبیہ چہارم : جس شخص کو کچھ آیتیں یاد ہیں، مگر حروف صحیح ادا نہیں کرتا جس کی وجہ سے معنی فاسد ہو جاتے ہیں، وہ امی کے مثل ہے ۔ اس پر واجب ہے کہ بقدر فرض صحیح قرآن مجید یاد کر لے، ورنہ عند اللہ معذور نہیں ۔ (عالمگیری، درمختار، ردالمحتار، فتاوی رضویہ)

چند مسائل قرائت بیرون نماز

۱۔ایک آیت کا حفظ کرنا ہر مسلمان مکلف پر فرض عین ہے اور پورے قرآن مجید کا حفظ فرض کفایہ اور سورۂ فاتحہ اور ایک دوسری چھوٹی سورت یا اس کی مثل تین چھوٹی آیتیں یا ایک بڑی آیت کا حفظ واجب عین کہ کوئی اس میں معذور نہیں۔ (در مختار)

۲۔شروع تلاوت میں اعوذ پڑھنا واجب ہے اور ابتدائے سورت میں بسم اللہ سنت، ورنہ مستحب۔ اور درمیان میں کوئی دنیوی کام کرے، تو اعوذ باللہ، بسم اللہ پھر پڑھ لے اور سورۂ براۃ کی ابتداء میں نیا تعوذ جو آج کل حافظوں نے نکالا ہے، بے اصل ہے اور یہ مشہور ہے کہ سورۂ توبہ ابتداءً بھی پڑھے، جب بھی بسم اللہ نہ پڑھے، یہ محض غلط ہے۔ (غنیہ۔ بہار شریعت)

۳۔مجمع میں سب لوگ بلند ترین آواز سے پڑھیں، یہ حرام ہے۔ اکثر تیجوں یا قرآن خوانی کی مجلسوں میں سب لوگ بلند آواز سے پڑھتے ہیں، یہ حرام ہے۔ اگر چند شخص پڑھنے والے ہوں تو حکم ہے کہ آہستہ پڑھیں (در مختار)

۴۔جب بلند آواز سے قرآن مجید پڑھا جائے تو تمام حاضرین پر سننا فرض ہے، جبکہ وہ مجمع بغرض سننے کے حاضر ہو، ورنہ ایک کا سننا کافی ہے، اگرچہ اور اپنے کام میں ہوں۔ (غنیہ۔ فتاویٰ رضویہ)

۵۔جو شخص غلط پڑھتا ہو تو سننے والے پر واجب ہے کہ بتا دے، بشرطیکہ بتانے کی وجہ سے کینہ و حسد پیدا نہ ہو۔ (غنیہ) اسی طرح اگر کسی کا قرآن مجید اپنے پاس عاریت ہے اگر اس میں کتابت کی غلطیاں دیکھے، بتا دینا واجب ہے۔ (بہار شریعت)

۶۔ قرآن مجید بلند آواز سے پڑھنا افضل ہے، جبکہ کسی نمازی یا مریض یا سونے والے کو ایذا نہ پہنچے (غنیہ)

۷۔ قرآن مجید دیکھ کر پڑھنا زبانی پڑھنے سے افضل ہے کہ یہ پڑھنا بھی ہے اور دیکھنا بھی اور ہاتھ سے اس کا چھونا بھی اور یہ سب عبادت ہیں۔ (بہار شریعت)

فائدہ: گرمیوں میں صبح کو قرآن مجید ختم کرنا بہتر ہے اور جاڑوں میں اوّل شب کو۔ حدیث میں ہے جس نے شروع دن میں قرآن مجید ختم کیا، شام تک فرشتے اس کے لیے استغفار کرتے ہیں اور جس نے ابتدائے شب میں ختم کیا، صبح تک استغفار کرتے ہیں۔ (طبرانی) گرمیوں میں چونکہ دن بڑا ہوتا ہے، تو صبح کے ختم کرنے میں استغفارِ ملائکہ زیادہ ہوگی اور جاڑوں میں راتیں بڑی ہوتی ہیں، تو شروع رات میں ختم کرنے سے استغفار زیادہ ہوگی۔ (غنیہ)

تنبیہ: قرآن پڑھ کر بھلا دینا گناہ ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میری امت کے ثواب مجھ پر پیش کیے گئے۔ یہاں تک کہ تنکا جو آدمی مسجد سے نکالتا ہے اور میری امت کے گناہ مجھ پر پیش کیے گئے، تو اس سے بڑھ کر کوئی گناہ نہیں دیکھا کہ آدمی کو سورت دی گئی اور اس نے بھلا دیا۔ (ابوداؤد۔ ترمذی)

اور دوسری روایت میں ہے، جو قرآن پڑھ کر بھول جائے قیامت کے دن کوڑھی ہو کر آئے گا۔ (ابوداؤد۔ نسائی) اور قرآن مجید ہے کہ قیامت کے دن اندھا کرکے اٹھایا جائے گا۔

آمین بالجہر کی بحث

۱۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جب امام غیر المغضوب علیہم ولا الضالین کہے تو تم آمین کہو کہ جس کا قول ملائکہ کے قول کے موافق ہوا، اس کے اگلے گناہ بخش دیے جائیں گے۔ (بخاری شریف)

۲۔ فرماتے ہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب تم نماز پڑھو تو صفیں سیدھی کر لو، پھر تم میں سے جب کوئی امامت کرے تو جب وہ تکبیر کہے تم بھی تکبیر کہو اور جب غیر المغضوب علیہم ولا الضالین کہے، تو آمین کہو۔ اللہ تعالیٰ تمہاری دعا قبول فرمائیگا (مسلم شریف)

۳۔ حضرت وائل بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ آپ نے غیر المغضوب علیہم ولا الضالین پڑھ کر آمین کہی اور آواز کو کھینچا۔ (ترمذی۔ ابوداؤد)

۴۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غیر المغضوب علیہم ولا الضالین پڑھ کر آمین اس طرح کہتے کہ پہلی صف میں جو لوگ آپ کے قریب ہوتے، وہ سن لیتے تھے۔ (ابوداؤد)

۵۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، فرماتے ہیں کہ لوگوں نے آمین کہنا چھوڑ دیا اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب غیر المغضوب علیہم ولا الضالین پڑھ چکتے تو آمین اس طرح کہتے کہ پہلی صف والے اس کو سن لیتے اور مسجد میں کھسکھساہٹ پھیل جاتی۔ (ابن ماجہ)

۶۔ حضرت ابووائل رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سے روایت ہے کہ حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما نہ اعوذ باللہ اور نہ بسم اللہ زور سے پڑھتے اور نہ آمین (طحاوی شریف)

۷۔ علقمہ بن وائل اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے غیر المغضوب علیھم ولا الضالین پڑھ کر آمین کہا اور اس میں آواز پست کردی (ترمذی)

اقول باللہ التوفیق، احادیثِ کریمہ جو اس باب میں وارد ہوتیں، اگرچہ ان میں اکثر بظاہر کلام آمین بالجہر کے ثبوت میں لائی جاتی ہیں، لیکن حق یہ ہے کہ ان تمام احادیث سے حضرت امام اعظم وامام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہی کا مسلک پایہ ثبوت کو پہنچتا ہے اور یہی ثابت ہوتا ہے کہ نماز میں آمین آہستہ ہی کہنا سنت ہے۔ مثال کے طور پر چند قرائن واشارات سمجھتے چلیے:

قرینۂ اوّل: حضرت امام بخاری کی حدیث میں ہے کہ جس کا قول ملائکہ کے قول کے موافق ہوا، اس کے اگلے گناہ بخش دیے جائیں گے۔ اس کی شرح میں قاضی عیاض اور ملا علی قاری نے فرمایا کہ مطلب یہ ہے کہ جس کا آمین کہنا، فرشتوں کے آمین کہنے کے موافق ہو، یعنی خشوع وخضوع واخلاص میں تو وہ آمین اس کی مغفرت کا سبب ہے اور خشوع کے معنی ہیں فروتنی، بلند نکردن آواز، برنداشتن چشم، خوف قلب (منتخب اللغات)

اور جب خشوع کے یہ معنی ہوئے تو حدیث شریف کا حاصل یہ نکلا کہ جس طرح فرشتے فروتنی اور خوف کے باعث بغیر آواز بلند کیے "آمین" کہتے ہیں اسی طرح جو مقتدی یا امام آہستہ اور پست آواز میں فروتنی کے ساتھ آمین کہے گا، تو یہ آمین اس کی مغفرت کا سبب ہے یونہی جو آمین ریا ونمائش کی آلائش سے پاک ہوگی، وہ آمین فرشتوں کی آمین کے موافق ہے اور ظاہر ہے کہ کسی شے کا بغیر ریا واظہار کے ہونا بلا تردد اس کی یہی صورت ہے کہ وہ خفیہ اور آہستہ کہی جائے کہ جہر میں ریا ونمائش کا اندیشہ رہتا ہے۔

قرینۂ دوم: حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا آمین اس طرح کہنا کہ صرف صفِ اوّل کے وہ لوگ سن سکیں جو آپ کے قریب ہوتے تھے۔ صاف بتا رہا ہے کہ حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا آمین کہنا اگر دوسروں کو سنانے کے لیے ہوتا، تو آپ اس آمین کو اس قدر پست آواز سے نہ کہتے کہ سوا دو چار آدمیوں کے وہ آواز کسی اور مقتدی کو سنائی نہ دیتی، بلکہ

آمین کہنا اپنے نفس کو سنانے کے لیے تھا جس کو بالتبع پہلی صف کے قریب والے مقتدیوں نے سن لیا اور یہی مسلک ہے امامِ اعظم و امام مالک کا رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

قرینۂ سوم : آمین اگر زور سے کہنا ہوتا، تو امام کے آمین کہنے کا پتہ اور موقع بتانے کی کیا ضرورت تھی کہ جب وہ ولا الضالین کہے تو تم آمین کہو، صرف اتنا ہی کہہ دینا کافی ہے کہ جب وہ آمین کہے، تو تم بھی آمین کہو۔ دہن مبارک سے نکلے ہوئے ان الفاظ کا صحیح مفہوم یہی ہو سکتا ہے کہ جب امام قرأت کر رہا ہے اور تم اس کی آواز سن رہے ہو، تو تم خاموش رہو، ہاں وہ ختم سورۂ فاتحہ پر آہستہ اور پست آواز سے آمین کہے گا کہ جو لوگ اس کی قرأت کی آواز سن رہے تھے، آمین کی آواز نہ سن سکیں گے، لہٰذا وہ اس موقع پر آہستہ سے آمین کہہ لیں، اس لیے کہ فرشتے بھی آمین کہیں گے اور جس کا آمین ان کے آمین کا ہم کیفیت ہو جائے گا، اس کی مغفرت ہو جائے گی۔

قرینۂ چہارم : حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا آمین کہنا اگر بالجہر تھا، تو کیا صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی نسبت یہ گمان کیا جا سکتا ہے کہ وہ حضرات حضور کا آمین کہنا روزانہ پنجوقتہ اپنے کانوں سے سنتے رہے اور باوجود اس کے کہ وہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی و اتباع کے حریص تھے۔ بالخصوص جبکہ خود حضور یہ فرما چکے کہ تم جیسے مجھے نماز پڑھتا دیکھو، ویسے ہی تم بھی پڑھو۔ ان حضرات نے طریقۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے موافق زور سے آمین کہنے پر عمل نہ کیا، یہاں تک کہ حضور نے انہیں تنبیہ فرمائی، ہرگز نہیں، بلکہ یہ ارشاد فرمانا اسی لیے تھا کہ ان حضرات کو حضور کے آمین کہنے کی خبر نہ ہوئی تھی، اس لیے کہ حضور پست آواز سے آمین کہتے تھے اور یہی ہمارا مذہب ہے۔

قرینۂ پنجم : سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دو مقام پر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سکتہ فرمانا یاد کیا۔ ایک اس وقت جب تکبیر تحریمہ کہتے (کہ اس وقت حضور ثنا پڑھتے) دوسرے جب غیر المغضوب علیھم ولا الضالین پڑھ کر فارغ ہوتے

(اور اس وقت حضور پست آواز سے آمین کہتے) (ابوداؤد) ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کی تصدیق کی اور ترمذی وابن ماجہ اور دارمی نے بھی اس کے مثل روایت کی۔

غرض اس باب میں جو احادیث وارد ہوئیں، وہ صراحۃً یا اشارۃً امام اعظم ابوحنیفہ کی تائید میں ہیں۔ وَاللّٰہُ اَعْلَم۔

مسائل متعلّقہ

۱۔ امام کی آواز اس کو نہ پہنچی، مگر اس کے برابر والے دوسرے مقتدی نے آمین کہی اور اس نے آمین کی آواز سن لی، اگرچہ اس نے آہستہ سے کہی ہے، تو یہ بھی آمین کہے۔ غرض یہ کہ امام کا ولاالضالین کہنا معلوم ہو تو آمین کہنا سنّت ہو جائے گا۔ امام کی آواز سنے یا کسی مقتدی کے آمین کہنے سے معلوم ہوا ہو۔ (درمختار)

۲۔ سرّی نماز میں امام نے آمین کہی اور یہ اس کے قریب تھا کہ امام کی آواز سن لی تو یہ بھی کہے۔ (درمختار)

فرض چہارم (رکوع)

نماز میں رکوع کا رکن وفرض ہونا کتاب وسنّت اور اجماعِ امّت سے ثابت ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، وَارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِيْنَ ط رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو۔ احادیث اس باب میں بکثرت وارد ہیں۔ ازاں جملہ یہ حدیث کہ فرماتے ہیں صلی اللہ علیہ و[سلم] رکوع وسجود کو پورا کرو کہ خدا کی قسم میں تمہیں اپنے پیچھے سے دیکھتا ہوں۔ (بخاری ومسلم) پھر فرمایا، جو رکوع پورا نہیں کرتا اور سجدے میں ٹھونگ مارتا ہے اس کی مثال اس بھوکے کی سی ہے کہ ایک دو کھجوریں کھا لیتا ہے جو کچھ کام نہیں دیتیں (حالانکہ وہ بافراغت کھانے پر قادر ہے

تنبیہ: کاش! وہ مسلمان جو نماز پڑھتے ہیں، مگر بارے جی سے اور جلد جلد ٹکریں سی مار کر اپنے نزدیک اس فرضِ الٰہی بلکہ قرضِ خداوندی سے سبکدوش ہو جاتے، وہ ان احادیث کو بغور دیکھیں کہ رکوع و سجود پورا نہ کرنے والے کس کس خطاب کے مستحق ہیں:

۱۔ اس کی نماز ناکافی ہے، کامل و لائق بارگاہِ خداوندی نہیں۔

۲۔ یہ لوگ نماز میں چوری کرنے والے ہیں۔

۳۔ بلکہ ایسے لوگ شرابی، زانی اور چور سے بدتر سزا کے مستحق ہیں۔

۴۔ اندیشہ ہے کہ اس کی موت ملتِ محمدیہ پر نہ ہو (یعنی جبکہ اسی حالت میں بلا توبہ مرے)

۵۔ وہ اس بھوکے کی مانند ہے جو کھانے پر قدرت ہونے کے باوجود بھوکا رہے۔

اَللّٰھُمَّ وَفِّقْنَا لِصَالِحِ الْاَعْمَالِ وَجَنِّبْنَا الْفَوَاحِشَ مَا ظَھَرَ مِنْھَا وَمَا بَطَنَ ○

مسائل متعلّقہ

۱۔ اتنا جھکنا کہ ہاتھ بڑھائے، تو گھٹنے کو پہنچ جائیں۔ یہ رکوع کا ادنیٰ درجہ ہے (درمختار) اور پورا یہ کہ سیدھی پیٹھ بچھا دے۔ (عامہ کتب)

۲۔ کوزہ پشت یعنی کُبڑا کہ اس کا کُب حدِ رکوع کو پہنچ گیا ہو، رکوع کے لیے سر سے اشارہ کرے۔ (عالمگیری)

۳۔ رکوع میں پیٹھ خوب بچھی ہوئی رکھے، یہاں تک کہ اگر پانی کا پیالہ اس کی پیٹھ پر رکھ دیا جائے، تو ٹھہر جائے۔ (فتح القدیر)

۴۔ رکوع میں نہ سر جھکائے نہ اونچا رکھے، بلکہ پیٹھ کے برابر ہو (ہدایہ)

۵۔ رکوع میں کم از کم تین بار سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْم کہنا اور گھٹنوں کو ہاتھ سے پکڑنا اور انگلیاں خوب کھلی ہوئی رکھنا اور حالتِ رکوع میں ٹانگیں سیدھی ہونا مرد کے لیے رکوع کی سنتوں

میں سے ہے۔

۶۔ عورت رکوع میں تھوڑا جھکے، یعنی صرف اس قدر کہ ہاتھ گھٹنوں تک پہنچ جائیں، پیٹھ سیدھی نہ کرے اور گھٹنوں پر زور نہ دے، بلکہ محض ہاتھ رکھ دے اور ہاتھوں کی انگلیاں ملی ہوئی رکھے اور پاؤں جھکے ہوئے، مردوں کی طرح خوب سیدھے نہ کرے (عالمگیری)

تنبیہ: آج کل مرد رکوع کرتے وقت گھٹنوں پر محض ہاتھ رکھ دیتے ہیں اور انگلیاں ملا کر رکھتے ہیں، یہ خلافِ سنّت ہے، یونہی اکثر لوگ رکوع میں اپنی ٹانگیں کمان کی طرح ٹیڑھی کر لیتے ہیں، یہ مکروہ ہے۔ (ردّ المحتار)

۷۔ بہتر یہ ہے کہ اللہ اکبر کہتا ہوا رکوع کو جائے، یعنی جب رکوع کے لیے جھکنا شروع کرے، تو اللہ اکبر شروع کرے اور ختم رکوع پر تکبیر ختم کرے۔ (عالمگیری)

۸۔ رکوع سے جب اٹھے تو ہاتھ نہ باندھے لٹکا ہوا چھوڑ دے۔ (عالمگیری)

۹۔ رکوع سے اٹھنے میں امام کے لیے سمع اللہ لمن حمدہ کہنا اور مقتدی کے لیے اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا وَلَکَ الْحَمْدُ کہنا اور منفرد کو دونوں کہنا سنّت ہے۔ (درمختار)

۱۰۔ مقتدی نے ابھی تین بار تسبیح نہ کہی تھی کہ امام نے رکوع یا سجدے سے سر اٹھا لیا تو مقتدی پر امام کی پیروی واجب ہے اور مقتدی نے امام سے پہلے سر اٹھا لیا تو مقتدی پر لوٹنا واجب ہے نہ لوٹے گا تو کراہتِ تحریم کا مرتکب اور گنہگار ہوگا۔ (درمختار، ردالمحتار)

۱۱۔ کسی آنے والے کی وجہ سے رکوع یا قرأت میں طول دینا مکروہ تحریمی ہے، جبکہ اسے پہچانتا ہو یعنی اس کی خاطر ملحوظ ہو اور نہ پہچانتا ہو تو طویل کرنا افضل ہے کہ نیکی پر اعانت ہے، مگر اس قدر طول نہ دے کہ مقتدی گھبرا جائیں۔ (ردالمحتار)

۱۲۔ رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ سے بھی سنّت ادا ہو جاتی ہے، مگر واؤ ہونا بہتر ہے اور اَللّٰھُمَّ ہونا اس سے بہتر اور سب میں بہتر یہ کہ دونوں ہوں (درمختار) جیسا کہ مذکور ہوا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: جب امام سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ

کہے تو اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ کہو کہ جس کا قول فرشتوں کے قول کے موافق ہوا، اس کے اگلے گناہ کی مغفرت ہوجائیگی۔ (بخاری و مسلم)

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِیْنَ سَبَقُوْا بِالْاِیْمَانِ ط

فرضِ پنجم سجود

رکوع کی طرح سجود کی رکنیت و فرض نماز ہونا قرآن و حدیث و اجماعِ امت سے ثابت ہے،

قال اللہ تعالیٰ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا ارْکَعُوْا وَاسْجُدُوْا ط

حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

۱۔ سب سے زیادہ قرب بندے کو خدا سے اس حالت میں ہے کہ سجدے میں ہو لہٰذا دُعا زیادہ کرو۔ (مسلم)

۲۔ حضرت وائل بن حجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سجدے کو جاتے، تو پہلے گھٹنے رکھتے، پھر ہاتھ اور جب اٹھتے، پھر گھٹنے (اصحاب سنن اربعہ)

۳۔ حضرت ام المؤمنین میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ جب حضور سجدہ کرتے تو دونوں ہاتھ کروٹوں سے جُدا رکھتے، یہاں تک کہ ہاتھوں کے نیچے سے اگر بکری کا بچہ گزرنا چاہتا تو گزر جاتا، (ابوداؤد) اور بخاری و مسلم کی روایت میں یوں ہے کہ ہاتھوں کو کشادہ رکھتے، یہاں تک بغل مبارک کی سپیدی ظاہر ہوتی۔

۴۔ فرماتے ہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب تو سجدہ کرے تو ہتھیلی کو زمین پر رکھ دے اور کہنیاں اٹھا لے (مسلم)

۵۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرماتے ہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

سجدے میں اعتدال کرے اور کتے کی طرح کلائیاں نہ بچھائے (بخاری و مسلم)

(۶) حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ فرماتے ہیں حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مجھے حکم ہوا کہ سات ہڈیوں پر سجدہ کروں، مُنہ (یعنی پیشانی) اور دونوں ہاتھ اور دونوں گھٹنے اور دونوں پنجے اور یہ حکم ہوا کہ کپڑے اور بال نہ سمیٹوں۔ (بخاری و مسلم)

۷۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ مجھے میرے خلیل صلی اللہ علیہ وسلم نے تین باتوں سے منع فرمایا: مرغ کی طرح ٹھونگ مارنے اور کُتّے کی طرح بیٹھنے (یعنی اس طرح کہ سرین زمین پر ہوں اور گھٹنے کھڑے) اور اِدھر اُدھر لومڑی کی طرح دیکھنے سے۔ (امام احمد و ابو یعلیٰ)

مسائلِ متعلقہ

۱۔ پیشانی کا زمین پر جمنا، سجدے کی حقیقت ہے اور پاؤں کی ایک انگلی کا پیٹ لگنا شرط، تو اگر کسی نے اس طرح سجدہ کیا کہ دونوں پاؤں زمین سے اٹھے رہے تو نماز نہ ہوئی بلکہ اگر صرف انگلی کی نوک زمین سے لگی جب بھی نہ ہوئی۔ اس مسئلہ سے بہت لوگ غافل ہیں۔ (درمختار، فتاویٰ رضویہ)

۲۔ اگر کسی عذر کے سبب پیشانی زمین پر نہیں لگا سکتا، تو صرف ناک سے سجدہ کرے پھر بھی فقط ناک کی نوک لگنا کافی نہیں، بلکہ ناک کی ہڈی زمین پر لگنا ضروری ہے (عالمگیری، ردالمحتار)

۳۔ کسی نرم چیز مثلاً گھاس، روئی، قالین وغیرہا پر سجدہ کیا تو اگر پیشانی جم گئی، یعنی اتنی دبی کہ اب دبانے سے نہ دبے، تو جائز ہے، ورنہ نہیں (عالمگیری)

تنبیہ: بعض جگہ جاڑوں میں مسجد میں پیال بچھاتے ہیں۔ لوگوں کو سجدہ کرنے میں اس کا لحاظ بہت ضروری ہے کہ اگر پیشانی خوب نہ دبی، تو نماز ہی نہ ہوئی اور ناک ہڈی تک نہ دبی، تو مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہوئی۔ کمانی دار گدّے پر سجدے میں پیشانی خوب نہیں جمتی، لہٰذا نماز نہ ہوگی۔ ریل کے بعض درجوں میں اسی قسم کے گدّے ہوتے ہیں۔ اس گدّے سے

اتر کر نماز پڑھنی چاہیئے۔ (بہارِ شریعت)

اور اب بھی اس کا لحاظ بہت ضروری ہے کہ قیام نماز میں فرض ہے جو بلا عذر شرعی ساقط نہیں ہو سکتا ولہٰذا جو قیام پر قادر ہے۔ اگرچہ عصا یا خادم یا دیوار سے ٹیک لگا کر تو وہ بیٹھ کر نماز نہیں پڑھ سکتا، بلکہ اس پر فرض ہے کہ کھڑا ہو کر نماز پڑھے۔ (غنیہ)

۴۔ ہتھیلی یا آستین یا عمامہ کے پیچ یا کسی اور کپڑے پر جسے پہنے ہوئے ہے، سجدہ کیا اور نیچے کی جگہ ناپاک ہے تو سجدہ نہ ہوا، ہاں ان سب صورتوں میں جبکہ پھر پاک جگہ پر سجدہ کیا تو ہو گیا۔ (درمختار، منیۃ المصلی)

۵۔ عمامہ کے پیچ پر سجدہ کیا اگر ماتھا خوب جم گیا سجدہ ہو گیا اور ماتھا نہ جما، بلکہ فقط چھو گیا کہ دبانے سے دبے گا یا سر کا کوئی حصہ لگا تو نہ ہوا۔ (دُرِّ مختار)

۶۔ ایسی جگہ سجدہ کیا کہ قدم کی بہ نسبت بارہ انگل سے زیادہ اونچی ہے سجدہ نہ ہوا، ورنہ ہو گیا (عالمگیری) البتہ زمین اگر ڈھلواں ہو اور بلندی کی طرف سجدہ کرے تو مضائقہ نہیں

۷۔ رخسار یا ٹھوڑی زمین پر لگانے سے سجدہ نہ ہو گا، خواہ عذر کے سبب ہو یا بلا عذر۔ اگر عذر ہو تو اشارے کا حکم ہے۔ (عالمگیری)

(۸) اگر کوئی کپڑا بچھا کر اس پر سجدہ کرے تو حرج نہیں اور جو کپڑا پہنے ہوئے ہو، اس کا کونا بچھا کر سجدہ کیا یا ہاتھوں پر سجدہ کیا تو اگر عذر نہیں ہے، تو مکروہ ہے اور اگر وہاں کنکریاں ہیں یا زمین سخت گرم یا سخت سرد ہے، تو مکروہ نہیں اور وہاں خاک ہو اور عمامہ کو گرد سے بچانے کے لیے پہنے ہوئے کپڑے پر سجدہ کیا، تو حرج نہیں اور چہرے کو خاک سے بچانے کے لیے کیا، تو مکروہ ہے۔ (درمختار)

۹۔ سنت یہ ہے کہ سجدے میں جائے، تو زمین پر پہلے گھٹنے رکھے، پھر ہاتھ، پھر ناک، پھر پیشانی اور جب سجدے سے اٹھے، تو اس کا عکس کرے، یعنی پہلے پیشانی اٹھائے، پھر ناک، پھر ہاتھ گھٹنے۔ (عالمگیری)

۱۰۔ مرد کے لیے سجدے میں سنت یہ ہے کہ بازو کروٹوں سے جدا ہوں اور پیٹ رانوں سے۔ اور کلائیاں زمین پر نہ بچھائے، مگر جب صف میں ہو تو بازو کروٹوں سے جدا نہ ہوں گے، (ہدایہ، عالمگیری) کہ اس سے دوسرے نمازیوں کو تکلیف پہنچے گی۔

۱۱۔ عورت سمٹ کر سجدہ کرے، یعنی بازو کروٹوں سے ملا دے اور پیٹ ران سے اور پنڈلیوں سے پنڈلیاں زمین سے۔ (عالمگیری)

۱۲۔ سجدے میں جاتے وقت دونوں گھٹنے ایک ساتھ زمین پر رکھے اور کسی عذر سے ایک ساتھ نہ رکھ سکتا ہو تو پہلے داہنا رکھے، پھر بایاں (ردالمحتار)

۱۳۔ اچکن وغیرہ بچھا کر نماز پڑھے، تو اس کا اوپر کا حصہ پاؤں کے نیچے رکھے اور دامن پر سجدہ کرے۔ (دُرمختار)

۱۴۔ سجدے میں دونوں پاؤں کی دسوں انگلیوں کے پیٹ زمین پر لگنا سنت ہے اور ہر پاؤں کی تین تین انگلیوں کے پیٹ زمین پر لگنا واجب اور دسوں کا قبلہ رو ہونا سنت ہے۔ (فتاوی رضویہ)

۱۵۔ سجدے میں ایک پاؤں اٹھا ہوا رکھنا مکروہ تحریمی وممنوع ہے۔ (درمختار)

تنبیہ: عوام تو عوام، خواص کہلانے والوں، بلکہ قوم کی امامت کرنے والوں کی اس بے احتیاطی وغفلت کا رونا کس کے روبرو رویا جائے، جبکہ وہ نماز میں سجدہ کرتے ہیں، تو آداب وسنن درکنار سجدے کے فرائض وواجبات بھی ادا نہیں کر پاتے۔ پاؤں کو دیکھیے انگلیوں کے سرے زمین پر ہوتے ہیں کسی ایک انگلی کا پیٹ زمین پر نہیں ہوتا، تو سجدہ سجدہ باطل ہوا اور سجدہ باطل تو نماز باطل اور مصلی صاحب پڑھ کر گھر کو چل دیتے۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ۔ یونہی ناک کی ہڈی زمین پر لگنا واجب ہے، بہتیروں کی ناک زمین پر لگتی ہی نہیں اور لگی تو وہی ناک کی نوک، تو یہاں ترک واجب وگناہ ہوا اور عادت کے سبب فسق کہ اگر امام میں یہ عادت ہو تو اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے کہ پڑھنی گناہ ہے اور نماز واجب الاعادہ ہے۔

فرض ششم قعدۂ اخیرہ

نماز کی رکعتیں پوری کرنے کے بعد اتنی دیر تک بیٹھنا کہ پوری التحیات یعنی رسولہٗ تک پڑھ لی جائے، فرض ہے۔

مسائل متعلقہ

۱۔ چار رکعت پڑھنے کے بعد بیٹھا پھر یہ گمان کرکے کہ تین ہی ہوئیں کھڑا ہو گیا، پھر یاد کرکے کہ چار ہو چکیں بیٹھ گیا، پھر سلام پھیر دیا۔ اگر دونوں بار کا بیٹھنا مجموعۃً بقدر تشہد ہو گیا، فرض ادا ہو گیا، ورنہ نہیں۔ (درمختار)

۲۔ پورا قعدۂ اخیرہ سوتے میں گزر گیا، تو بعد بیداری بقدر تشہد بیٹھنا فرض ہے ورنہ نماز نہ ہوگی۔ یونہی قیام قرأت، رکوع، سجود میں اوّل سے آخر تک سوتا ہی رہا، تو بیداری کے بعد ان کا دوبارہ ادا کرنا فرض ہے، ورنہ نماز نہ ہوگی اور سجدۂ سہو بھی کرے۔ لوگ اس سے غافل ہیں خصوصاً تراویح میں اور بالخصوص گرمیوں میں۔ (ردالمحتار)

۳۔ پوری رکعت سوتے میں پڑھ لی، نماز فاسد ہو گئی۔ (ردالمحتار)

۴۔ بقدر تشہد بیٹھنے کے بعد یاد آیا کہ سجدۂ تلاوت یا نماز کا کوئی سجدہ کرنا ہے اور کر لیا تو فرض ہے کہ سجدے کے بعد پھر بقدر تشہد بیٹھے، ورنہ نماز نہ ہوگی۔ (منیۃ المصلی)

۵۔ سجدۂ سہو کرنے سے پہلا قعدہ باطل نہ ہوا، مگر تشہد واجب ہے، تو اگر سجدۂ سہو کرکے (بغیر تشہد پڑھے) سلام پھیر دیا، تو فرض ادا ہو گیا، مگر یہ گناہ گار ہوا، اس پر واجب ہے کہ نماز کا اعادہ کرے۔ (ردالمحتار)

۶۔ چار رکعت والے فرض میں چوتھی رکعت کے بعد قعدہ نہ کیا بلکہ کھڑا ہو گیا تو جب

تک پانچویں رکعت کا سجدہ نہ کیا ہو بیٹھ جائے اور اگر پانچویں کا سجدہ کرلیا یا فجر میں دوسری پر نہ بیٹھا اور تیسری کا سجدہ کرلیا یا مغرب میں تیسری پر نہ بیٹھا اور چوتھی کا سجدہ کرلیا تو ان سب صورتوں میں فرض باطل ہوگئے۔ مغرب کے سوا اور نمازوں میں ایک رکعت اور ملالے (غنیہ) تاکہ یہ فرض جو نفل ہوچکا ہے، پورا شفع ہوجائے اور رکعت طاق نہ رہے۔ (درمختار)

۷۔ نفل کا ہر قعدہ اخیرہ ہے، یعنی فرض ہے۔ اگر قعدہ نہ کیا اور بھول کر کھڑا ہوگیا، تو جب تک اس رکعت کا سجدہ نہ کیا ہو، لوٹ آئے اور سجدہ سہو کرکے سلام پھیر دے اور واجب نماز مثلاً وتر فرض کے حکم میں ہے، لہٰذا وتر کا قعدہ اخیرہ بھول جائے تو وہی حکم ہے جو فرض کے قعدہ اخیرہ بھول جانے کا ہے (درمختار)

فرض، ہفتم خروج بصنعہ

یعنی قعدہ اخیرہ کے بعد سلام و کلام وغیرہ کوئی ایسا فعل جو نماز کے منافی ہو بخالف ہوئے کرنا، مگر چونکہ لفظ السلام کے ساتھ نماز سے نکلنا واجب ہے، لہٰذا اسلام کے علاوہ کوئی دوسرا منافی قصداً پایا گیا، تو نماز واجب الاعادہ ہوئی، لہٰذا لوٹانا واجب اور بلا قصد کوئی منافی امر پایا گیا تو نماز باطل ہوگئی، مثلاً،

۱۔ بقدر تشہد بیٹھنے کے بعد تیمم والا پانی پر قادر ہوا۔

۲۔ یا موزہ پر مسح کیے ہوتے تھا اور مدت پوری ہوگئی۔

۳۔ یا عمل قلیل کے ساتھ موزہ اتار دیا۔

۴۔ یا بالکل بے پڑھا تھا اور کوئی آیت بے پڑھائے محض سننے سے یاد ہوگئی۔

۵۔ یا ننگا تھا اور کسی نے پاک کپڑا بقدر ستر جس سے نماز ہوسکے لاکر دے دیا۔

۶۔ یا اشارے سے پڑھ رہا ہے، اب رکوع و سجود پر قادر ہو گیا۔

۷۔ یا صاحبِ ترتیب کو یاد آیا کہ اس سے پہلے کی نماز نہیں پڑھی ہے۔

۸۔ یا نمازِ فجر میں آفتاب طلوع ہو گیا۔

۹۔ یا نماز جمعہ میں عصر کا وقت آگیا۔

۱۰۔ یا عیدین میں نصف النہار شرعی ہو گیا۔

۱۱۔ یا صاحبِ عذر تھا، اب عذر جاتا رہا۔

۱۲۔ یا نجس کپڑے میں نماز پڑھ رہا تھا اور ایسی کوئی چیز جس سے طہارت کر سکے۔

۱۳۔ یا پٹی پر مسح کیے ہوئے تھا اور زخم اچھا ہو کر دہ گر گئی۔

۱۴۔ یا قضا پڑھ رہا تھا اور وقتِ مکروہ آگیا۔

تو ان سب صورتوں میں نماز باطل ہو گئی۔ (عامہ کتب)

مسائل متفرقہ

۱۔ مقتدی امی تھا (کہ اسے کوئی آیت یاد نہیں) اور امام قاری (یعنی وہ جسے کچھ قرآن یاد ہے) اور نماز میں امی کو کوئی آیت یاد آگئی تو نماز باطل نہ ہوگی۔ (درمختار)

۲۔ قیام و رکوع و سجود و قعدۂ اخیرہ میں ترتیب فرض ہے۔ اگر قیام سے پہلے رکوع کر لیا، پھر قیام کیا تو رکوع جاتا رہا۔ اگر بعد قیام پھر رکوع کرے گا، نماز ہو جائے گی، ورنہ نہیں۔ یونہی رکوع سے پہلے سجدہ کرنے کے بعد، اگر رکوع پھر سجدہ کر لیا، تو نماز ہو جائے گی، ورنہ نہیں (ردالمحتار)

۳۔ جو چیزیں فرض ہیں، ان میں امام کی متابعت مقتدی پر فرض ہے یعنی ان میں کوئی فعل امام کے ساتھ یا امام کے ادا کرنے کے بعد ادا نہ کیا تو نماز نہ ہوگی، مثلاً امام سے پہلے رکوع یا سجدہ کر لیا اور امام رکوع یا سجدے میں ابھی آیا بھی نہ تھا کہ سجدے سے اس نے سر اٹھا لیا تو اگر امام کے ساتھ یا بعد کو ادا کر لیا، نماز ہو گئی، ورنہ نہیں (درمختار)

۴۔ مقتدی کے لیے یہ بھی فرض ہے کہ امام کی نماز کو اپنے خیال میں صحیح تصور کرتا ہو اور اگر اپنے نزدیک امام کی نماز باطل سمجھتا ہے، تو اس کی نہ ہوئی، اگرچہ امام کی نماز صحیح ہو۔ (دُرِ مختار)

۵۔ فرض ترک ہوجانے سے نماز جاتی رہتی ہے، سجدۂ سہو سے اس کی تلافی نہیں ہوسکتی، لہٰذا فرض ہے کہ وہ نماز پھر پڑھے۔ (ردالمحتار)

واجباتِ نماز

۱۔ تکبیر تحریمہ میں لفظ اَللّٰہُ اَکْبَرُ ہونا۔

۲۔ اَلْحَمْد پڑھنا، یعنی اس کی ساتوں آیتیں کہ ہر آیت مستقل واجب ہے، ان میں ایک آیت، بلکہ ایک لفظ کا ترک بھی ترک واجب ہے۔

۳۔ سورت ملانا یعنی فرض کی پہلی دو رکعتوں میں اور نفل و وتر کی ہر رکعت میں ایک چھوٹی سورت قرآت کرنا جیسے انا اعطیناك الکوثر یا تین چھوٹی آیتیں یا ایک یا دو آیتیں تین چھوٹی کے برابر پڑھنا۔

۴۔ نماز فرض میں دو پہلی رکعتوں میں اور نفل و وتر، کی ہر رکعت میں قرآت کرنا۔

۵۔ الحمد کا سُورت سے پہلے ہر رکعت میں ایک ہی بار پڑھنا۔

۶۔ الحمد اور سورت کے درمیان کسی اجنبی کا فاصل نہ ہونا۔

۷۔ قرآت سے فارغ ہوتے ہی متصلاً رکوع کرنا۔

۸۔ ایک سجدے کے بعد دوسرا سجدہ ہونا کہ درمیان میں کوئی رُکن فاصل نہ ہو۔

۹۔ تعدیلِ ارکان یعنی رکوع و سجود اور قومہ و جلسہ میں کم از کم ایک بار سُبْحَانَ اللّٰہ کہنے کی مقدار ٹھہرنا کہ جوارح میں سکون آجاتے۔

۱۰۔ قومہ یعنی رکوع سے سیدھا کھڑا ہونا۔

۱۱۔ جلسہ یعنی دو سجدوں کے درمیان سیدھا بیٹھنا۔

تنبیہ: جو رکوع و سجود میں تعدیل نہ کرے۔ ساٹھ برس تک اسی طرح نمازیں پڑھے قبول نہ ہوں گی۔ حدیث شریف میں ہے کہ حضور نے ایک شخص کو دیکھا کہ رکوع پورا نہیں کرتا اور سجدے میں ٹھونگ مارتا ہے حکم فرمایا کہ پورا رکوع کرے اور فرمایا اگر اسی حالت میں مرا تو ملتِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے غیر پر مرے گا۔ (بخاری)

۱۲۔ رکوع کا ہر رکعت میں ایک ہی بار ہونا۔

۱۳۔ سجود کا ہر رکعت میں دو ہی بار ہونا۔

۱۴۔ قعدۂ اولیٰ اگرچہ نماز نفل ہو۔

۱۵۔ قعدۂ اولیٰ میں تشہد پر کچھ نہ بڑھانا۔

۱۶۔ دونوں قعدوں میں پورا تشہد پڑھنا یونہی ہر قعدے میں۔

۱۷۔ لفظ السلام کہنا دو مرتبہ اور لفظ علیکم واجب نہیں۔

۱۸۔ وتر میں دعائے قنوت پڑھنا۔

۱۹۔ تکبیر قنوت یونہی وتر میں تیسری رکعت کے لیے رکوع کے لیے تکبیر کہنا

۲۰۔ عیدین کی چھ زائد تکبیریں اور عیدین میں دوسری رکعت کی تکبیر رکوع اور اس تکبیر کے لیے لفظ اللہ اکبر کہنا۔

۲۱۔ ہر واجب و فرض کا اپنی جگہ ہونا۔

۲۲۔ فجر، مغرب، عشاء، جمعہ، عیدین غرض ہر جہری نمازیں میں امام کو جہر یعنی بلند آواز سے قراءت کرنا اور ظہر عصر وغیرہ میں غیر جہری نمازیں میں امام کو آہستہ قراءت کرنا

۲۳۔ دوسری سے پہلے قعدہ نہ کرنا اور چار رکعت والی میں تیسری پر قعدہ نہ ہونا۔

۲۴۔ آیتِ سجدہ پڑھی ہو تو سجدۂ تلاوت کرنا۔

۲۵۔ سہو ہوا ہو، تو سجدۂ سہو کرنا۔

۲۶۔ دو فرض، دو واجب یا واجب و فرض کے درمیان تین تسبیح کی قدر وقفہ نہ ہونا۔

۲۷۔ امام جب قرأت کرے، بلند آواز سے ہو یا آہستہ اس وقت مقتدی کا چپ رہنا۔

۲۸۔ قرأت کے سوا تمام واجبات میں امام کا اتباع کرنا۔

۲۹۔ رکوع میں قرأت نہ کرنا

۳۰۔ تشہد یا سلام سے پہلے کھڑا نہ ہونا۔ (ردالمحتار وغیرہ)

مسائلِ متعلقہ

۱۔ کسی قعدہ میں تشہد کا کچھ حصہ بھول جائے، تو سجدۂ سہو واجب ہے (درمختار)

۲۔ آیت سجدہ پڑھی اور سجدہ میں سہوًا تین آیت یا زیادہ کی تاخیر ہوئی، تو سجدۂ سہو واجب ہے۔ (غنیہ)

۳۔ سورت پہلے پڑھی اور الحمد، یا الحمد و سورت کے درمیان تین بار سبحان اللہ کہنے کی مقدار خاموش رہا، تو سجدۂ سہو واجب ہے۔ (درمختار)

۴۔ الحمد کا ایک لفظ بھی رہ گیا، تو سجدۂ سہو کرے۔ (درمختار)

۵۔ ایک رکعت میں تین سجدے کیے یا دو رکوع یا قعدۂ اولیٰ بھول گیا، تو سجدۂ سہو کرے۔ (درمختار)

۶۔ جو چیزیں فرض و واجب ہیں، مقتدی پر واجب ہے کہ امام کے ساتھ انہیں ادا کرے، بشرطیکہ کسی واجب کا تعارض نہ کرے اور تعارض ہو تو اسے فوت نہ کرے، بلکہ اس فرض یا واجب کو ادا کر کے امام کا ساتھ دے، مثلاً امام تشہد پڑھ کر کھڑا ہو گیا اور مقتدی نے ابھی پورا نہ پڑھا ہو تو مقتدی پر واجب ہے کہ پورا کر کے کھڑا ہو۔ (ردالمحتار)

۷۔ سنت میں امام کی متابعت سنت ہے، بشرطیکہ تعارض و اختلاف نہ ہو اور اگر تعارض یعنی افعالِ امام سے ٹکراؤ ہوتا ہو تو اس سنت کو ترک کر دے اور امام کا ساتھ دے، مثلاً رکوع یا سجدہ میں مقتدی نے تین بار تسبیح نہ کہی تھی کہ امام نے سر اٹھا لیا، تو اب یہ بھی سر اٹھا لے (ردالمحتار)

نماز کی سنتیں

۱۔ تکبیر تحریمہ کے لیے ہاتھ اٹھانا۔

۲۔ ہاتھوں کی انگلیوں کو اپنے حال پر چھوڑنا۔

۳۔ ہتھیلیوں اور انگلیوں کے پیٹ کا قبلہ رو ہونا۔

۴۔ بوقتِ تکبیر سر نہ جھکانا۔

۵۔ تکبیر سے پہلے ہاتھ اٹھانا، یونہی تکبیر قنوت و تکبیرات عیدین میں کانوں تک ہاتھ لے جانے کے بعد تکبیر کہے اور ان کے علاوہ کسی جگہ نماز میں ہاتھ اٹھانا سنت نہیں۔

۶۔ امام کا بلند آواز سے اَللّٰہُ اَکْبَر اور سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ اور سلام کہنا، جس قدر بلند آواز کرنے کی حاجت ہو اور بلا حاجت بہت زیادہ آواز بلند کرنا مکروہ ہے اور مقتدی و منفرد کو جہر کی حاجت نہیں، صرف اتنا ضروری ہے کہ خود سنیں۔

۷۔ بعد تکبیر فوراً ہاتھ باندھ لینا، یوں کہ مرد ناف کے نیچے داہنے ہاتھ کی ہتھیلی بائیں کلائی کے جوڑ پر رکھے۔ چھنگلی اور انگوٹھا کلائی کے اغل بغل رکھے اور باقی انگلیاں بائیں کلائی کی پشت پر بچھائے۔

۸۔ ثنا یعنی سُبْحٰنَکَ اللّٰھُمَّ الی آخرہ پڑھنا۔

۹۔ پھر تعوذ یعنی اَعُوْذُ بِاللّٰہِ اور پھر تسمیہ یعنی بِسْمِ اللّٰہِ پڑھنا۔

۱۰۔ قرأت سورۂ فاتحہ کے بعد آمین کہنا۔

۱۱۔ ان سب کا آہستہ ہونا۔

۱۲۔ رکوع میں جاتے وقت اَللّٰہُ اَکبَر کہنا۔

۱۳۔ رکوع میں تین بار سُبحَانَ رَبِّیَ العَظِیم کہنا۔

۱۴۔ رکوع میں گھٹنوں کو ہاتھ سے پکڑنا اور انگلیاں خوب کھلی ہوئی رکھنا۔

۱۵۔ حالتِ رکوع میں ٹانگیں سیدھی کرنا۔

۱۶۔ ہر تکبیر میں اَللّٰہُ اَکبَر کی ر کا جزم پڑھنا۔

۱۷۔ رکوع میں پیٹھ خوب بچھی رکھنا، یہاں تک کہ اگر پانی کا پیالہ اس کی پیٹھ پر رکھ دیا جائے تو ٹھہر جائے۔

۱۸۔ رکوع سے اٹھ کر ہاتھ نہ باندھنا، بلکہ لٹکا ہوا چھوڑ دینا۔

۱۹۔ رکوع سے اُٹھنے میں امام کے لیے سَمِعَ اللّٰہُ لِمَن حَمِدَہٗ کہنا، اور

۲۰۔ مقتدی کے لیے اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا لَکَ الحَمدُ کہنا، اور

۲۱۔ منفرد کو دونوں کہنا یوں کہ سَمِعَ اللّٰہُ لِمَن حَمِدَہٗ کہتا ہوا رکوع سے اٹھے اور سیدھا کھڑا ہو کر اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا لَکَ الحَمدُ کہے۔

۲۲۔ سجدے کے لیے اور سجدے سے اٹھتے وقت اَللّٰہُ اَکبَر کہنا۔

۲۳۔ سجدے میں کم از کم تین بار سُبحَانَ رَبِّیَ الاَعلٰی کہنا۔

۲۴۔ سجدے میں ہاتھ زمین پر رکھنا۔

۲۵۔ سجدے میں جاتے ہوئے زمین پر پہلے گھٹنے پھر ناک اور پھر پیشانی رکھنا۔

۲۶۔ اور سجدے میں سے اٹھتے وقت اس کا عکس کرنا یعنی پہلے پیشانی اٹھانا پھر ناک، پھر ہاتھ، پھر گھٹنے۔

۲۷۔ سجدے میں بازو کروٹوں سے جدا رکھنا اور پیٹ رانوں سے اور کلائیاں زمین پر نہ بچھانا مگر

جب صف میں ہو تو بازو کروٹوں سے جدا نہ ہوں گے۔

۲۸۔ دونوں گھٹنے ایک ساتھ زمین پر رکھنا اور اگر کسی عذر سے ایک ساتھ نہ رکھ سکتا ہو تو پہلے دایاں رکھے، پھر بایاں۔

۲۹۔ دونوں سجدوں کے درمیان مثل تشہد کے بیٹھنا، یعنی بایاں قدم بچھانا اور دایاں کھڑا رہنا اور ہاتھوں کا رانوں پر رکھنا۔

۳۰۔ سجدے میں دونوں پاؤں کی دسوں انگلیوں کے پیٹ زمین پر لگنا اور انگلیوں کا قبلہ رُو ہونا۔

۳۱۔ سجدوں سے فارغ ہو کر دوسری رکعت کے لیے پنجوں کے بل گھٹنوں پر ہاتھ رکھ کر اُٹھنا، ہاں کمزوری وغیرہ کوئی عذر ہو تو اور بات ہے۔

۳۲۔ دوسری رکعت کے سجدوں سے فارغ ہونے کے بعد بایاں پاؤں بچھا کر دونوں سُرین اس پر رکھ کر بیٹھنا اور دایاں قدم کھڑا رکھنا۔

۳۳۔ حالتِ تشہد میں دایاں پاؤں کی انگلیاں قبلہ رُو کرنا۔

۳۴۔ دایاں ہاتھ دائیں ران پر رکھنا اور بایاں بائیں پر اور انگلیوں کو اپنی حالت پر چھوڑنا کہ نہ کھلی ہوں نہ ملی ہوں۔

۳۵۔ انگلیوں کے کنارے گھٹنوں کے پاس ہونا۔

۳۶۔ شہادت پر اشارہ کرنا۔

تنبیہ: حدیث شریف میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں جب تشہد میں کلمۂ شہادت پر پہنچتے تو انگلی سے اشارہ کرتے، حرکت نہ دیتے۔ (ابوداؤد، نسائی) اور ترمذی و نسائی و بیہقی ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے روایت کرتے ہیں کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دو انگلیوں سے اشارہ کرتے دیکھا، تو فرمایا توحید کر، توحید کر (ایک انگلی سے اشارہ کر)۔

۳۷۔ قعدۂ اولیٰ کے بعد تیسری رکعت کے لیے زمین پر ہاتھ رکھے بغیر گھٹنوں پر زور دے کر اٹھنا، ہاں اگر عذر ہے تو حرج نہیں۔

۳۸۔ بغیر تشہد قعدۂ اخیرہ میں درود شریف پڑھنا۔

۳۹۔ درود شریف کے بعد دُعا مانگنا اور دُعا اپنے اور اپنے والدین و اساتذہ کے لیے جبکہ مسلمان ہوں اور تمام مومنین و مومنات کے لیے مانگے، خاص اپنے ہی لیے نہ مانگے۔

۴۰۔ پہلے دائیں پھر بائیں طرف منہ پھیر کر السلام علیکم ورحمۃ اللہ دوبار کہنا اور امام کے لیے سنت یہ ہے کہ دونوں سلام بلند آواز سے کہے، مگر دوسرا بہ نسبت پہلے کم آواز سے ہو۔ (درمختار۔ ردالمحتار، عالمگیری وغیرہ)

مسائلِ متعلقہ

۱۔ اگر امام کی تکبیر کی آواز تمام مقتدیوں کو نہیں پہنچتی تو بہتر ہے کہ کوئی مقتدی بھی بلند آواز سے تکبیر کہے کہ نماز شروع ہونے اور ایک رکن سے دوسرے رکن کی طرف انتقالات کا حال سب کو معلوم ہوجائے اور بلا ضرورت مکروہ بدعت ہے۔ (ردالمحتار)

۲۔ تکبیر تحریمہ سے اگر تحریمہ مقصود نہ ہو، بلکہ محض اعلان کا قصد ہو تو نماز ہی نہ ہوگی اور ہونا یوں چاہیئے کہ نفسِ تکبیر سے تحریمہ مقصود ہو اور جہر سے اعلان۔ یونہی آواز پہنچانے والے کو قصد کرنا چاہیئے اگر اس نے فقط آواز پہنچانے کا قصد کیا، تو نہ اس کی نماز ہوئی، نہ اس کی جو اس کی آواز پر تحریمہ باندھے اور علاوہ تکبیر تحریمہ کے اور تکبیرات یا سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ یا رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ میں اگر محض اعلان کا قصد ہو تو نماز فاسد نہ ہوگی، البتہ مکروہ ہوگی کہ ترکِ سنت ہے (ردالمحتار)

۳۔ مکبّر کو چاہیئے کہ اس جگہ سے تکبیر کہے جہاں سے لوگوں کو اس کی حاجت ہے پہلی یا دوسری صف میں جہاں تک امام کی آواز بلا تکلف پہنچتی ہے، یہاں سے تکبیر کہنے کا کیا فائدہ؟ نیز یہ بہت ضروری ہے کہ امام کی آواز کے ساتھ تکبیر کہے اور امام کے کہہ لینے کے بعد تکبیر کہنے سے لوگوں کو دھوکا ہوگا۔ نیز یہ کہ اگر مکبّر نے تکبیر میں مد کیا، تو امام کے تکبیر کہہ لینے کے بعد اس کی تکبیر ختم ہونے کا انتظار

نہ کریں، بلکہ تشہد وغیرہ پڑھنا شروع کر دیں، یہاں تک کہ اگر امام تکبیر کہنے کے بعد اس کے انتظار میں تین بار سُبْحٰنَ اللّٰہِ کہنے کے برابر خاموش رہا۔ اس کے بعد تشہد شروع کیا، تو ترک واجب ہوا، نماز واجب الاعادہ ہے۔ (بہارِ شریعت)

نماز میں لاؤڈ اسپیکر کے استعمال کا شرعی حکم

اجلۂ علماء کرام کے فتاویٰ کا خلاصہ

شریعتِ مطہرہ نے مقتدیوں پر نفس قرأت کا صرف سننا ہی فرض نہیں کیا، بلکہ اگر امام کی آواز مقتدی تک نہ پہنچے یا نماز سری ہو تو مقتدیوں کے لیے انصاف یعنی خاموش رہنے کو استماع یعنی سننے کا قائم مقام ٹھہرایا اور اس کو بھی فرض ہی فرمایا اور تکبیر تحریمہ و انتقالاتِ امام پر مقتدیوں کو اطلاع دینے کے لیے شریعتِ مطہرہ نے مبلغین مقرر فرمائے جن کو عرفِ عوام میں مکبّرین کہتے ہیں، تو نماز میں اس آلہ مکبر الصوت (لاؤڈ اسپیکر) کی جو ضرورت بتائی جا سکتی ہے، وہ بذریعہ مبلغین شرعی طریقہ پر پوری ہو جاتی ہے اور مبلغین کی آواز سن کر کسی عامی کو بھی یہ اشتباہ نہیں ہوتا کہ یہ امام کی آواز ہے نہ کوئی ان مبلغین کا اتباع کرتا ہے، بلکہ مقتدیوں نے جس امام کی اقتداء کی ہے ان تکبیراتِ مبلغین سے اپنے اس امام کے انتقالات پر اطلاع پا کر اسی کا اتباع کرتے ہیں اور بالفرض اگر کوئی مقتدی اپنی ناواقفی کی بناء پر کسی مبلغ ہی کا اتباع کرے، تو بھی وہ مبلغ اس مقتدی کا اس نماز میں شریک اور اسی کے امام کا مقتدی ہے۔ ہاں جو شخص نماز میں داخل نہیں، اس کی اقتداء مفسدِ نماز ہے اور آلہ مکبر الصوت تو نماز میں داخل ہونے کی قطعاً صلاحیت ہی نہیں رکھتا، تو اس سے تکبیر تحریمہ کی صدا سن کر اس کی اقتداء کرنے والا نماز میں قطعاً داخل ہی نہیں ہوا، تو نماز کیسے صحیح ہو سکتی ہے اور اب تک قطعی طور سے یہ بات پایۂ ثبوت کو نہیں پہنچی کہ لاؤڈ اسپیکر کی بعینہٖ متکلم

کی آواز ہے۔ اہلِ فن کے دونوں قول ہیں اور ظاہر یہی ہے کہ یہ آواز بعینہٖ متکلم کی آواز نہیں ہے۔ کم ازکم اس میں دوسری چیز کا اشتراک تو ضرور ہوا ہے کہ بجلی کی طاقت نے اس میں گونج پیدا کر کے اسے بلند کر دیا ہے اور پھر اس گونج کو مقید و محفوظ کر لیا ہے اور وہی لاوڈ اسپیکروں سے خارج ہو کر سنائی دیتی ہے، تو امام کی آواز کی وہ کیفیت من کل الوجوہ باقی نہیں رہتی جو اس کے منہ سے نکلتے وقت تھی اور احکامِ شرعیہ میں اتنا اشتراک بھی تغیر پیدا کر دیتا ہے جس کی نظیریں کتب فقہ میں موجود ہیں۔ الغرض نماز میں اس آلہ کے استعمال سے احتراز لازم و ضروری ہے۔ وھو تعالیٰ اعلم!

۴۔ امام نے بالجہر قرأت شروع کر دی، تو مقتدی ثناء نہ پڑھے، اگرچہ بوجہ دُور ہونے یا بہرے ہونے کے امام کی آواز نہ سنتا ہو، جیسے جمعہ و عیدین میں پچھلی صف کے مقتدی کو بوجہ دور ہوتے کے قرأت نہیں سنتے (عالمگیری، غنیہ) ہاں امام آہستہ پڑھتا ہو تو پڑھ لے۔

۵۔ امام کو رکوع یا پہلے سجدے میں پایا تو اگر غالب گمان ہے کہ ثناء پڑھ کر پالے گا تو پڑھے اور قعدہ یا دوسرے سجدے میں پایا تو بہتر یہ ہے کہ بغیر ثناء پڑھے شامل ہو جائے (درمختار، ردالمحتار)

۶۔ اگر ثناء و تعوذ و تسمیہ پڑھنا بھول گیا اور قرأت شروع کر دی، تو اعادہ نہ کرے کہ ان کا محل ہی فوت ہو گیا۔ یونہی اگر ثناء پڑھنا بھول گیا اور تعوذ شروع کر دیا، تو ثناء کا اعادہ نہیں (ردالمحتار)

۷۔ مسبوق (یعنی وہ مقتدی کہ امام کی بعض رکعتیں پڑھنے کے بعد شامل ہوا اور آخر تک شامل رہا) شروع میں ثناء نہ پڑھ سکا، تو جب اپنی رکعتِ باقی پڑھنا شروع کرے تو اس وقت پڑھ لے۔ (غنیہ)

۸۔ تحریمہ کے بعد جو اذکار احادیث میں وارد ہیں، وہ سب نفل کے لیے ہیں۔ لہٰذا فرائض میں نیت کے بعد تکبیر سے پہلے یا بعد میں انی وجھت الخ نہ پڑھے اور پڑھے تو اس کے آخر میں وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ کہے۔ (غنیہ)

۹۔ آخر سُورت میں اگر اللہ عزّوجل کی ثناء ہو تو افضل یہ ہے کہ قرأت کو تکبیر سے وصل کرے جیسے وَکَبِّرْہُ تَکْبِیْرًا اِنَ اللّٰہُ اَکْبَرُ۔

اور اگر آخر میں کوئی ایسا لفظ ہے جس کا اسم جلالت کے ساتھ ملانا پسند ہو تو فصل بہتر ہے، یعنی ختم قرأت پر ٹھہرے، پھر اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہے جیسے اِنَّ شَانِئَکَ ھُوَ الْاَبْتَرُ ط میں وقف و فصل کرے، پھر رکوع کے لیے اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہے اور اگر دونوں نہ ہوں، تو فصل و وصل دونوں یکساں ہیں۔ (ردالمحتار)

۱۰۔ کسی آنے والے کی خاطر رکوع یا قرأت میں طول دینا مکروہ تحریمی ہے، جبکہ اسے پہچانتا ہو اور اگر نہ پہچانتا ہو تو طویل کرنا افضل ہے کہ نیکی پر اعانت ہے، مگر اس قدر طول نہ دے کہ مقتدی گھبرا جائیں۔ (ردالمحتار)

۱۱۔ رکوع و سجود میں تین بار تسبیح ادنیٰ درجہ ہے کہ اس سے کم میں سنت ادا نہ ہوگی اور تین بار سے زیادہ کہے، تو افضل ہے، مگر ختم طاق پر ہو۔ ہاں اگر یہ امام ہے اور مقتدی گھبراتے ہوں تو زیادہ نہ کرے (فتح القدیر)

۱۲۔ سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ کی ہ کو ساکن پڑھے، اس پر حرکت ظاہر نہ کرے نہ دال کو بڑھائے۔ (عالمگیری)

۱۳۔ اچکن وغیرہ بچھا کر نماز پڑھے تو اس کا اوپر کا حصہ پاؤں کے نیچے رکھے اور دامن پر سجدہ کرے (درمختار)

۱۴۔ نماز فرض کی تیسری اور چوتھی رکعت میں افضل سورۂ فاتحہ پڑھنا ہے اور سُبْحٰنَ اللّٰہِ کہنا بھی جائز ہے اور بقدر تین تسبیح کے چپکا کھڑا تو بھی نماز ہو جائے گی، مگر سکوت نہ چاہیئے۔ (درمختار)

۱۵۔ دوسرے قعدہ میں بھی اسی طرح بیٹھے جیسے پہلے میں بیٹھا تھا اور تشہد بھی پڑھے۔ (درمختار)

فضائلِ درود شریف

جو صحیح اور معتبر حدیثوں سے ثابت ہیں

جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھے گا جو ان کی عظمت تمام جہان سے زیادہ دل میں رکھے گا جو اُن کی شان گھٹانے والوں ان کے ذکر پاک مٹانے والوں سے دُور رہے گا، دل سے بیزار رہے گا ایسا جو کوئی مسلمان درود شریف پڑھے گا، اس کے لیے بے شمار فائدے ہیں جن میں بعض لکھے جاتے ہیں،

۱- ایک بار درود بھیجنے والے پر اللہ تعالیٰ وعزوجل دس درودیں نازل فرمائے گا، دس خطائیں عفو فرمائے گا اور دس درجے بلند فرمائے گا (نسائی)

۲- ایک بار جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجے، اللہ عزوجل اور فرشتے اس پر ستر بار درود بھیجتے ہیں۔ (احمد)

۳- جو ایک بار درود بھیجے اور وہ قبول ہو جائے، تو اللہ تعالیٰ اس کے اُسی برس کے گناہ معاف فرما دے گا۔ (در مختار بروایت اصبہانی)

۴- درود پڑھنے والے کی پیشانی پر لکھ دیا جاتا ہے کہ یہ دوزخ سے آزاد ہے، نفاق سے بَری ہے، یعنی منافق نہیں اور روزِ قیامت اسے شہیدوں کے ساتھ رکھا جائے گا۔ (طبرانی)

۵- اس پر عافیت کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں۔ (نزہتہ المجالس)

۶- فرشتے اس کا اور اس کے باپ کا نام لے کر دہ درود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہِ مقدس میں نذر کرتے ہیں اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہر مرتبہ کے دُرود پر ارشاد فرماتے ہیں فلاں بن فلاں پر میری طرف سے سلام اور اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کی برکتیں ہوں۔ (نسائی، دارمی، ابوداؤد وغیرہ)

۷۔ اس کی حاجتیں پوری ہوں گی، مشکلیں حل ہو جائیں گی، غم دُور ہو جائیں گے اور اس کے رزق میں ترقی ہوگی۔ (دلائل الخیرات)

۸۔ اللہ تعالیٰ اس کے دین میں ترقی دے گا اور اس کی اولاد اور اولاد کی اولاد میں برکت عطا فرمائے گا۔ (افاداتِ رضویہ)

۹۔ اسے اپنا محبوب بنائے گا اور دلوں میں اس کی محبت رکھے گا۔ (رضا)

۱۰۔ اللہ تعالیٰ اس کا بدن آتشِ دوزخ پر حرام کر دیتا ہے اور اس کو دنیا میں قولِ ثابت (کلمۂ توحید) پر قائم رکھتا ہے کہ خاتمہ ایمان پر ہوگا اور قبر و حشر کے ہَولوں سے پناہ میں رہے گا۔ قبر و حشر میں اس کے لیے نور ہوگا اور صراط پر آسانی سے گزرے گا۔ (دلائل الخیرات)

۱۱۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت اس کے لیے واجب ہو گئی (طبرانی)

۱۲۔ حوضِ کوثر پر حاضری نصیب ہوگی۔ (شفا شریف)

۱۳۔ قیامت کے دن عرشِ الٰہی کے سایہ میں ہوگا جس دن اس کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا (اصفہانی)

۱۴۔ قیامت میں جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نزدیک ہوگا۔ (ترمذی)

۱۵۔ اس کے لیے فرشتے استغفار کرتے ہیں اور اس کے گناہ بخش دیے جاتے ہیں اگرچہ سمندر کے جھاگ کے برابر ہوں (دلائل ابنِ ماجہ)

۱۶۔ درود کی کثرت زکوٰۃ یعنی فلاح و نجات کا ذریعہ ہے۔ (ابو یعلیٰ)

۱۷۔ اللہ تعالیٰ اس کی موت کے بعد تمام مخلوق کو حکم دیتا ہے کہ اس کے لیے استغفار کریں۔ (تنبیہ الغافلین)

۱۸۔ جتنا زیادہ درود بھیجے گا جنت میں اتنی ہی زیادہ حوریں اس کی خدمت کے لیے دی جائیں گی۔ (دلائل الخیرات)

۱۹۔ جس نے درود پڑھا، تو ایسا ہے کہ گویا اس نے راہِ مولیٰ میں ایک غلام آزاد کیا (ابنِ وہب)

۲۰۔ ساتوں آسمان اور ساتوں زمینوں کی ہر چیز چرندے پرندے درندے شجر حجر اس کے لیے دُعائے مغفرت کرتے ہیں۔ (نزہتہ المجالس)

اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَبَدًا اَبَدًا

مجمع کا حکم

بھی حدیث میں ہے اور اس کے فوائد یہ ہیں:

۲۱۔ فرشتے زمین سے آسمان تک ان کے گرد جمع ہو کر سونے کے قلموں سے چاندی کے ورقوں پر ان کا درود لکھیں گے اور کہیں گے ذکر کرو اللہ تعالیٰ تم پر رحمت کرے، زیادہ کرو اللہ تمہیں زیادہ دے۔

۲۲۔ جب یہ مجمع درود شریف شروع کرے گا، آسمان کے دروازے ان کے لیے کھول دیے جائیں گے، اور ان کی دعا قبول ہوگی۔

۲۳۔ حوران عین انہیں نگاہِ شوق سے دیکھیں گی۔

۲۴۔ اللہ عزوجل اُن کی طرف متوجہ رہے گا، یہاں تک کہ یہ متفرق ہو جائیں یا اور باتیں کرنے لگیں۔

۲۵۔ رحمتِ الٰہی انہیں ڈھانپ لے گی، سکینہ ان پر اُترے گا۔ (افاداتِ رضویہ)

سُنّی مُسلمانوں کے لیے لازوال نعمت:

صَلَّى اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ وَاٰلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

صَلٰوةً وَّسَلَامًا عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ

بعد نماز جمعہ مجمع کے ساتھ مدینہ طیبہ کی طرف منہ کر کے دست بستہ کھڑے ہو کر سو بار پڑھیں، جہاں جمعہ نہ ہوتا ہو جمعہ کے دن نماز صبح، خواہ ظہر یا عصر کے بعد پڑھیں، جہاں کہیں اکیلا ہو تنہا ہی

پڑھے۔ یونہی عورتیں اپنے اپنے گھروں میں تنہا ہی پڑھیں۔ (حضرتِ امام احمد رضا قدس سرہ العزیز)

ایک نفیس اور جامع حدیث

ترمذی شریف میں ہے کہ اُبی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں میں نے عرض کی: یارسول اللہ میں بکثرت دُعا مانگتا ہوں، تو اس میں سے حضور پر درود کے لیے کتنا وقت مقرر کروں؟ فرمایا، جو تم چاہو۔ عرض کی، چوتھائی؟ فرمایا: جو تم چاہو اور اگر زیادہ کرو، تو تمہارے لیے ہی بہتر ہے میں نے عرض کیا، نصف؟ (یعنی آدھا وقت درود خوانی کے لیے مقرر کرلوں) فرمایا: جو تم چاہو اور زیادہ کرلو، تو تمہارے لیے بھلائی ہے۔ میں نے عرض کی: دو تہائی؟ فرمایا: جو تم چاہو اگر زیادہ کرو، تو تمہارے لیے بہتر ہے۔ میں نے عرض کی، کہ کل وقت ہی درود شریف کے لیے مقرر کرلوں؟ (اور جب وقت پاؤں، بجائے دُعا کے درود شریف ہی پڑھا کروں) فرمایا، ایسا ہے تو اللہ تعالیٰ تمہارے کاموں کی کفایت فرمائے گا، خدا تعالیٰ تیری دُنیا و آخرت کے سب کام بنا دے گا (بن مانگے تمہاری سبھی حاجتیں روا ہوں گی) اور تمہارے گناہ بخش دے گا۔

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّهِمِ

فائدہ نفیسہ

درود شریف سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بلندیٔ درجات و علوِ مراتب کے لیے دُعا ہے اور اس کے جس قدر فائدے اور برکتیں درود پڑھنے والے کو حاصل ہوتی ہیں، ہرگز ہرگز اپنے لیے دُعا میں نہیں، بلکہ ان کے لیے دُعا تمام اُمت کے لیے دُعا ہے کہ سب انہیں کے دامنِ رحمت سے وابستہ ہیں؛ ؎

سلامت ہمہ آفاق در سلامتِ تست

علمائے کرام فرماتے ہیں، درود کے عامل کو کسی اور دُعا کی حاجت نہیں۔

اے عزیز! درود شریف مغفرت و بخشش کا ذریعہ اور سعادتِ دارین کا وسیلہ ہے جو وقت اس میں صرف ہوتا ہے، دین و دُنیا کی برکتیں لاتا ہے اور جو دم اس سے غفلت میں گزرتا ہے، اس دولتِ ابدمدّت، میں تیرے لیے کمی ہوتی ہے۔

ہاں فقیر دامن پھیلا، ہاتھ بڑھا، اپنی جھولی بھر، غافل! خوابِ غفلت سے جاگ مشہور ہے کہ جو جاگے سو پاوے۔ ہوشیار خبردار! اس پیارے وسیلۂ نجات کو ہاتھ سے نہ جانے دینا، دیکھ تو دُنیا و آخرت میں اس کے کیسے کیسے صلے ملتے ہیں۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ صَلٰوۃَ الرِّضَا وَارْضَ عَنْ اَصْحَابِہٖ رِضَاءَ الرِّضَا۔

دُرود شریف کب اور کتنا پڑھا جائے

اے عزیز! ربِ عزوجل نے اہلِ ایمان کو درود و سلام کا حکم دیا اور یہ حکم مطلق ہے اس میں کہیں استثنا نہیں کہ فلاں درود پڑھو فلاں نہ پڑھو، یہاں پڑھو وہاں نہ پڑھو، اس لیے درود شریف جب اور جہاں بھی پڑھا جائے گا، اسی میں حکمِ الٰہی کی تعمیل ہوگی، اس لیے ہر بار درود شریف پڑھنے میں ادائے فرض کا ثواب ملتا ہے کہ سب اسی مطلق فرض کے تحت ہی داخل ہے، تو جتنا بھی پڑھیں گے، فرض ہی میں شامل ہوگا۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدِنِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَسَلِّمْ تَسْلِیْمًا۔ اس کی نظیر قرآنِ عظیم کی تلاوت ہے کہ ویسے تو فرض ایک ہی آیت ہے اور اگر ایک رکعت میں سارا قرآنِ عظیم تلاوت کرے تو تو سب فرض ہی میں داخل ہوگا اور فرض ہی کا ثواب ملے گا سب فَاقْرَءُوْا مَا تَیَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ کے اطلاق ہیں ہے۔ واللہ اعلم! پھر قاعدے کی بات ہے کہ جو جسے زیادہ عزیز رکھتا ہے، اسی کا ذکر اسے وظیفہ ہو جاتا ہے مَنْ اَحَبَّ شَیْئًا اَکْثَرَ ذِکْرَہٗ۔ جبکہ حضور کی محبّت عین ایمان بلکہ ایمان تو یہ ہے کہ ایمان کی بھی جان ہیں، تو ان کے ذکر کے سامنے اور کسی کے ذکر کا کیا ذکر۔

مسئلہ ضروریہ

درود شریف کی جگہ صلعم یا عم یا ص یا عہ لکھنا ناجائز و سخت حرام ہے۔ یہ بلا عوام تو عوام ۱۴ ویں صدی کے بڑے بڑوں میں پھیلی ہوئی ہے۔ ایک ذرہ سیاہی یا ایک انچ کاغذ ایک سیکنڈ وقت بچانے کے لیے کیسی کیسی عظیم برکتوں سے دور پڑتے اور محرومی و بے نصیبی کا شکار ہوتے ہیں حضرت امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: پہلا وہ شخص جس نے درود شریف کا ایسا اختصار کیا، اس کا ہاتھ کاٹا گیا۔

ظاہر ہے کہ قلم بھی ایک زبان ہے تو صلی اللہ علیہ وسلم کی جگہ مہمل و بے معنی لفظ صلعم وغیرہ لکھنا ایسا ہے کہ نام اقدس کے ساتھ درود شریف کے بدلے میں یونہی الم غلم بک دینا جس میں ایک پہلو تو کفر بھی موجود ہے، بلکہ اگر معاذ اللہ ان کی شان گھٹانے کے لیے ایسا ہے تو قطعاً کفر ہے، مگر لوگ جو صرف کاہلی اور نادانی سے ایسا کرتے ہیں، وہ اس حکم کے تو مستحق نہیں مگر ان کی بے برکتی اور بے دولتی میں شک نہیں۔

اس سے اتر کر صحابہ و اولیاء رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے اسمائے طیبہ کے ساتھ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جگہ ؓ اور قدس سرہٗ کی ق یا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی جگہ ؒ لکھنے کو علماء کرام نے مکروہ و باعث محرومی بتایا۔ (افادات رضویہ)

درود شریف سے متعلق نفیس معلومات کے لیے ہمارا رسالہ "درود و سلام" ضرور دیکھیں۔

بقیہ مسائل متعلقہ

۱۶۔ امام نے جب سلام پھیرا تو وہ مقتدی بھی سلام پھیر دے جس کی کوئی رکعت نہ گئی ہو، البتہ اگر اس نے تشہد پورا نہ کیا تھا کہ امام نے سلام پھیر دیا تو امام کا ساتھ نہ دے، بلکہ واجب ہے کہ تشہد پورا کر کے سلام پھیرے۔ (درمختار)

۱۷- مقتدی کو امام سے پہلے سلام پھیرنا جائز نہیں، مگر جبکہ ضرورت ہو، مثلاً خوفِ حدث ہو یا اندیشہ ہو کہ سورج نکل آئے گا یا جمعہ یا عیدین میں وقت ختم ہو جائے گا۔ (ردالمحتار)

۱۸- پہلی بار لفظ سلام کہتے ہی امام نماز سے باہر ہو گیا، اگرچہ علیکم نہ کہا ہو۔ اس وقت اگر کوئی شریکِ جماعت ہوا تو اقتداء صحیح نہ ہوئی، ہاں اگر سلام کے بعد سجدۂ سہو کیا، تو اقتداء صحیح ہو گئی۔ (ردالمحتار)

۱۹- امام داہنے سلام میں خطاب سے ان مقتدیوں کی نیت کرے جو داہنی طرف ہیں اور بائیں سے بائیں طرف والوں کی۔ نیز دونوں سلاموں میں کراماً کاتبین اور ان ملائکہ کی نیت کرے جن کو اللہ عزّوجل نے حفاظت کے لیے مقرر کیا اور نیت میں کوئی عدد مقرر نہ کرے۔ یونہی مقتدی، نیز جس طرف امام ہو اس طرف کے سلام میں امام کی بھی نیت کرے اور امام اس کے محاذی ہو تو دونوں سلاموں میں امام کی بھی نیت کرے اور منفرد صرف ان فرشتوں کی نیت کرے۔ (درمختار)

۲۰- سلام کے بعد سنّت یہ ہے کہ امام دائیں یا بائیں کو انحراف کرے اور دائیں طرف افضل ہے اور مقتدیوں کی طرف بھی منہ کر کے بیٹھ سکتا ہے، جبکہ کوئی مقتدی اس کے سامنے نماز میں نہ ہو، اگرچہ وہ کسی پچھلی صف میں نماز پڑھتا ہو۔ (حلیہ ذخیرہ)

۲۱- منفرد اگر بغیر انحراف وہیں دُعا مانگے تو جائز ہے۔ (عالمگیری)

۲۲- سنّتیں وہیں نہ پڑھے، بلکہ دائیں بائیں آگے پیچھے ہٹ کر پڑھے یا گھر جا کر پڑھے (عالمگیری)

۲۳- ظہر، مغرب و عشاء کے بعد مختصر دعاؤں پر اکتفا کر کے سُنّت پڑھے، زیادہ طویل دعاؤں میں مشغول نہ ہو۔ (عالمگیری)

۲۴- جن فرضوں کے بعد سُنّتیں ہیں، ان میں بعد فرض کلام نہ کرنا چاہیئے، اگرچہ سنّتیں ہو جائیں گی، مگر ثواب کم ہو گا اور سنّتوں میں تاخیر بھی مکروہ ہے اور نماز کے بعد جو اذکارِ طویلہ احادیث میں وارد ہیں، وہ ان نمازوں میں سنّتوں کے بعد پڑھے جائیں، یونہی بڑے بڑے وظائف

واورادکی بھی اس وقت اجازت نہیں۔(غنیہ، ردالمحتار)

۲۵۔ فجر و عصر کے بعد اختیار ہے جس قدر اوراد اذکار وادعیہ پڑھنا چاہے پڑھے، مگر مقتدی اگر امام کے ساتھ مشغول بدعا ہوں اور ختم کے منتظر ہوں، تو امام اس قدر طویل نہ کرے کہ مقتدی گھبرا جائیں۔(فتاویٰ رضویہ)

فائدہ نفیسہ

افضل یہ ہے کہ نماز فجر کے بعد بلندیٔ آفتاب تک وہیں بیٹھا رہے (عالمگیری)

امام ترمذی امیرالمومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نجد کی جانب لشکر بھیجا، وہ جلد واپس ہوا اور بہت سا مال غنیمت لایا۔ ایک صاحب نے کہا؛ اس لشکر سے بڑھ کر ہم نے کوئی لشکر نہیں دیکھا جو اتنی جلد واپس ہوا ہو اور غنیمت زیادہ لایا ہو۔ اس پر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کیا میں تمہیں وہ قوم نہ بتاؤں جو غنیمت اور واپسی میں ان سے بڑھ کر ہیں جو لوگ نماز صبح میں حاضر ہوتے، پھر بیٹھے، اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے رہے، یہاں تک آفتاب طلوع کر آئے، وہ جلد واپس ہونے والے اور زیادہ غنیمت والے ہیں۔

حضرت امام ترمذی حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ہیں کہ ارشاد ہوا کہ فجر کی نماز با جماعت پڑھ کر آفتاب نکلنے تک ذکر کرے، پھر بعد بلندیٔ آفتاب کے دو رکعت نماز نفل ادا کرے، تو ایسا ثواب ہے جیسے حج و عمرہ کیا پورا پورا۔

نماز کے مستحبات

۱۔ حالتِ قیام میں موضع سجدہ کی طرف نظر رکھنا۔

۲۔ رکوع میں پشتِ قدم کی طرف۔

۳۔ سجدہ میں ناک کی طرف۔

۴۔ قعدہ میں گود کی طرف۔

۵۔ اور سلام میں شانے کی طرف۔

۶۔ جماہی آئے، تو منہ بند کیے رکھنا اور نہ رُکے تو ہونٹ دانت کے نیچے دبائے اور اس سے بھی نہ رُکے، تو قیام میں دائیں ہاتھ کی پشت سے منہ ڈھانک لے اور غیر قیام میں بائیں کی پشت سے، یا دونوں میں آستین سے اور بلا ضرورت منہ ڈھانکنا مکروہ ہے۔

۷۔ مرد کے لیے تکبیر تحریمہ کے وقت ہاتھ کپڑے سے نکالنا اور عورت کے لیے کپڑے کے اندر بہتر ہے۔

۸۔ جہاں تک ممکن ہو کھانسی دفع کرنا۔

۹۔ جب مکبّر حَیَّ عَلَی الْفَلَاح کہے، تو امام و مقتدی سب کھڑا ہو جانا۔

۱۰ جب مکبّر قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃ کہہ لے، تو نماز شروع کر سکتا ہے، مگر بہتر یہ ہے کہ اقامت پوری ہونے پر شروع کرے۔

۱۱۔ دونوں پنجوں کے درمیان قیام میں چار انگل کا فاصلہ ہونا۔ (ردالمحتار)

فائدہ: جماہی روکنے کا مجرّب طریقہ

ردالمحتار میں بحوالہ شرحِ تحفۃ الملوک میں فرمایا کہ جماہی روکنے کا مجرّب طریقہ یہ ہے کہ

دل میں خیال کرے کہ انبیاء علیہم السلام کو جماہی نہیں آتی۔ علامہ قدوری نے فرمایا کہ ہم نے اس کا بارہا تجربہ کیا، اسے ایسا ہی مفید پایا اور خود ہم نے بھی متعدد بار اس کا تجربہ کیا، بحمدہٖ تعالیٰ ایسا ہی پایا۔

اقول، انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام جماہی سے محفوظ ہیں، اس لیے کہ اس میں شیطانی مداخلت ہے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جماہی شیطان کی طرف سے ہے، جب تم میں کسی کو جماہی آئے تو جہاں تک ممکن ہو روکے (بخاری و مسلم)، بلکہ بعض روایتوں میں ہے کہ شیطان منہ میں گھس جاتا ہے، بعض میں ہے کہ شیطان دیکھ کر ہنستا ہے۔ علماء کرام فرماتے ہیں کہ جو جماہی میں منہ کھول دیتا ہے، شیطان اس کے منہ میں تھوک دیتا ہے اور وہ جو قاہ قاہ کی آواز آتی ہے، وہ شیطان کا قہقہہ ہے کہ اس کا منہ بگڑا دیکھ کر ٹھٹھا لگاتا ہے اور وہ جو رطوبت نکلتی ہے، وہ شیطان کا تھوک ہے، اس کے روکنے کی بہتر ترکیب وہ ہے جو مذکور ہوئی (ردالمحتار)

تعدادِ رکعات کا نقشہ

وقت	سنت موکدہ قبل فرض	فرض	واجب	سنت موکدہ بعد فرض	سنت غیر موکدہ	نفل	مجموعہ رکعات
فجر	۲	۲	۰۰	۰۰	۰۰	۰۰	۴
ظہر	۴	۴	۰۰	۲	۰۰	۲	۱۲
عصر	۴	۴	۰۰	۰۰	۴ ورنہ ۲ قبل فرض	۰۰	۸
مغرب	۰۰	۳	۰۰	۲	۰۰	۲	۷
عشاء	۸	۴	۳	۲	۴ ورنہ ۲ قبل فرض	۲ قبل وتر ۲ بعد وتر	۱۷
جمعہ	۴	۲	۰۰	۶	۰۰	۲	۱۴

نماز پڑھنے کا مسنون طریقہ

باوضو، قبلہ رو، دونوں پاؤں کے پنجوں میں چار انگل کا فاصلہ کرکے کھڑا ہو اور تکبیر تحریمہ کے لیے دونوں ہاتھ کان تک لے جائے کہ انگوٹھے کان کی لَو سے چھو جائیں اور انگلیاں نہ ملی ہوئی رکھے نہ خوب کھولے ہوئے، بلکہ اپنی حالت پر ہوں اور ہتھیلیوں اور انگلیوں کے پیٹ قبلہ رو ہوں۔ بوقت تکبیر سر نہ جھکائے (جیسا کہ بعض لوگوں کی عادت ہے) اور نیت کرکے اللہ اکبر کہتا ہوا ہاتھ نیچے لائے۔ (بعض لوگ تکبیر کے بعد ہاتھ سیدھے لٹکا لیتے ہیں پھر باندھتے ہیں یہ نہ چاہیے) اور ناف کے نیچے باندھ لے۔ یوں کہ داہنی ہتھیلی کی گدی بائیں کلائی کے سرے پر ہو اور بیچ کی تین انگلیاں بائیں کلائی کی پشت پر اور انگوٹھا اور چھنگلیا کلائی کے اغل بغل اور ثنا پڑھے، یعنی سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالٰى جَدُّكَ وَلَا اِلٰهَ غَيْرُكَ ۔ (پاک ہے تو اے اللہ اور میں تیری حمد کرتا ہوں، تیرا نام برکت والا ہے اور تیری عظمت بلند ہے اور تیرے سوا کوئی معبود نہیں)۔

پھر تعوذ یعنی اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ پڑھے۔

پھر تسمیہ یعنی بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ کہے۔

ان سب کو آہستہ اور ایک کے بعد دوسرے کو فوراً پڑھے، وقفہ نہ کرے۔

پھر الحمد پڑھے اور ختم پر آمین آہستہ کہے۔

اس کے بعد کوئی صورت یا تین آیتیں یا ایک آیت کہ تین کی برابر ہو پڑھے۔

اب قرآت سے فارغ ہو کر اللہ اکبر کہتا ہوا رکوع میں جائے، یعنی جب رکوع کے لیے جھکنا شروع کرے، تو اللہ اکبر شروع کرے اور ختم رکوع پر تکبیر ختم کرے۔

اس مسافت کو پورا کرنے کے لیے اللہ کے لام کو بڑھائے۔ اکبر کی ب وغیرہ کسی حرف

کو نہ بڑھائے) اور گھٹنوں کو ہاتھ سے پکڑے۔ اس طرح کہ ہتھیلیاں گھٹنے پر ہوں اور انگلیاں خوب پھیلی ہوں نہ یوں کہ سب انگلیاں ایک طرف ہوں اور نہ یوں کہ چار انگلیاں ایک طرف اور انگوٹھا فقط ایک طرف۔

(آجکل اکثر مرد رکوع میں محض ہاتھ رکھ دیتے ہیں اور انگلیاں ملا کر رکھتے ہیں یہ خلافِ سنت ہے) اور حالتِ رکوع میں ٹانگیں سیدھی رکھے (اکثر لوگ کمان کی طرح ٹیڑھی کر لیتے ہیں یہ مکروہ ہے) اور پیٹھ خوب بچھائے، یہاں تک اگر پانی کا پیالہ اس کی پیٹھ پر رکھ دیا جائے تو ٹھہر جائے اور سر پیٹھ کے برابر ہو اونچا نیچا نہ ہو (جیسا کہ بعض لوگ لٹکا لیتے ہیں یا بعض اٹھا رکھتے ہیں یہ بھی خلافِ سنت ہے) اور کم سے کم تین بار سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْم کہے، پھر سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ کہتا ہوا سیدھا کھڑا ہو جائے اور جب اٹھے، تو ہاتھ نہ باندھے، لٹکا ہوا چھوڑ دے اور منفرد ہو تو اس کے بعد اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا وَلَکَ الْحَمْدُ بھی کہہ لے کہ منفرد کے لیے دونوں کلمے کہنا سنت ہے۔

پھر اللہ اکبر کہتا ہوا سجدے میں جائے۔ یوں کہ پہلے دونوں گھٹنے ایک ساتھ زمین پر رکھے، پھر ہاتھ، پھر دونوں ہاتھوں کے بیچ میں سر رکھے نہ یوں کہ صرف پیشانی چھو جائے اور ناک کی نوک لگ جائے، بلکہ ناک اور پیشانی کی ہڈی جمائے اور بازوؤں کو کروٹوں سے پیٹ کو رانوں سے اور رانوں کو پنڈلیوں سے جدا رکھے اور دونوں پاؤں کی سب انگلیوں کے پیٹ زمین پر قبلہ رُو بچھائے اور ہتھیلیاں بچھا کر کہنیاں اٹھائے کتے کی طرح کلائیاں نہ بچھائے اور انگلیاں قبلہ رُو رکھے اور کم از کم تین بار سبحان ربی الاعلیٰ کہے۔ پھر اللہ اکبر کہتا ہوا سر اٹھائے۔ یوں کہ پہلے پیشانی، پھر ناک، پھر ہاتھ اور دایاں قدم کھڑا کر کے اس کی انگلیاں قبلہ رُخ کرکے اور بایاں قدم بچھا کر رانوں پر گھٹنے کے پاس رکھے کہ انگلیوں کے کنارے گھٹنوں کے پاس ہوں اور انگلیوں کا رُخ قبلہ کو (نہ یوں کہ انگلیاں ملائے اور گھٹنے پکڑے جیسا کہ بعض لوگ کرتے ہیں) پھر اللہ اکبر کہتا ہوا دوسرے سجدے کو جائے اور اسی طرح سجدہ کرے۔ پھر اللہ اکبر کہتا ہوا سر

اٹھائے اور دوسری رکعت کے لیے پنجوں کے بل، ہاتھ گھٹنوں پر رکھ کر اٹھے (کہ یہی سنت ہے ہاں کمزوری وغیرہ عذر کے سبب ہاتھ زمین پر رکھ کر اٹھا تو کوئی حرج نہیں، مگر بلا عذر ایسا نہ کرے) اب دوسری رکعت میں ثنا، و تعوذ نہ پڑھے، صرف بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر قرأت شروع کر دے۔ پھر اسی طرح رکوع اور سجدے کر کے دایاں قدم کھڑا کر کے بایاں پاؤں بچھا کر دونوں سرین اس پر رکھ کر خوب سیدھا بیٹھ جائے (جیسا کہ دونوں سجدوں کے درمیان بیٹھا تھا) اور پڑھے،

اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ. اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصّٰلِحِيْنَ ۝ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔

(تمام تحیتیں، اور نمازیں اور پاکیزگیاں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں۔ سلام حضور اکرم پر اے نبی اور اللہ کی رحمتیں اور برکتیں ہم پر اور اللہ تعالیٰ کے بندوں پر سلام۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں) پڑھے اور اس میں کوئی حرف کم و بیش نہ کرے)

(اس کو تشہد کہتے ہیں) اور جب کلمہ لا کے قریب پہنچے، داہنے ہاتھ کی بیچ کی انگلی اور انگوٹھے کا حلقہ بنائے اور چھنگلیا اور اس کے پاس والی کو ہتھیلی سے ملا دے اور لفظ لا پر کلمہ کی انگلی اٹھائے، مگر اس کو جنبش نہ دے اور کلمہ الا پر گرا دے اور سب انگلیاں فوراً سیدھی کر لے۔

اب اگر دو سے زیادہ رکعتیں پڑھنی ہیں، تو قعدۂ اولیٰ یعنی تشہد کے بعد فوراً اٹھے اور جب اٹھے، تو زمین پر ہاتھ رکھ کر نہ اٹھے، بلکہ گھٹنوں پر زور دے کر (ہاں اگر عذر ہے تو حرج نہیں)

اور اسی طرح جو رکعت پڑھنی ہو، پڑھے مگر فرضوں کی ان رکعتوں میں الحمد کے ساتھ سورت ملانا ضرور نہیں، بلکہ نہ ملائے (اور واجب، سنّت اور نفل کی ہر رکعت میں سورت ملانا واجب ہے) اب پچھلا قعدہ جس کے بعد نماز ختم کرے گا، اس میں اُسی طرح بیٹھے جیسے پہلے میں بیٹھا تھا اور تشہد پڑھے اور تشہد کے بعد یہ پڑھے:

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی سَیِّدِنَا اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔

اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی سَیِّدِنَا اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔

(اے اللہ درود بھیج، ہمارے سردار محمد پر اور ان کی آل پر جس طرح تو نے درود بھیجا سیدنا ابراہیم پر اور ان کی اولاد پر، بے شک تو سراہا ہوا بزرگ ہے)

(اے اللہ برکت نازل کر ہمارے سردار محمد پر اور ان کی آل پر جس طرح تو نے برکت نازل کی سیدنا ابراہیم پر اور ان کی آل پر، بیشک تو سراہا ہوا بزرگ ہے)

پھر یہ دُعا پڑھے:

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِمَنْ تَوَالَدَ وَلِجَمِیْعِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُسْلِمِیْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ الْاَحْیَاءِ مِنْھُمْ وَالْاَمْوَاتِ اِنَّکَ مُجِیْبُ الدَّعْوَاتِ بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ۔

(اے اللہ تو بخش دے مجھ کو اور میرے والدین کو اور اس کو جو پیدا ہوا اور تمام مومنین و مومنات اور مسلمین و مسلمات کو۔ بے شک تو دعاؤں کو قبول کرنے والا ہے اپنی رحمت سے اے سب مہربانوں سے زیادہ مہربان)

اَللّٰھُمَّ رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّفِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔

(اے اللہ، اے ہمارے پروردگار! تو ہم کو دنیا میں نیکی دے اور آخرت میں نیکی دے اور ہم کو جہنم کے عذاب سے بچا۔)

یا اور کوئی دعائے ماثورہ پڑھے۔

پھر دائیں شانے کی طرف منہ کر کے اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ کہے اور پھر بائیں طرف منہ کر کے۔ اور دائیں طرف سلام میں منہ اتنا پھیرے کہ دایاں رخسار دکھائی دے اور بائیں میں بایاں۔

نفیس فائدہ

علمائے کرام تصریح فرماتے ہیں کہ الفاظ تشہد سے ان کے معانی کا قصد اور انشا ضروری ہے، گویا اللہ عزوجل کے لیے تحیت کرتا ہے اور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اور اپنے اوپر اور اولیاء اللہ پر سلام بھیجتا ہے نہ یہ کہ واقعہ معراج کی حکایت مدِ نظر ہو۔ (ردالمحتار، عالمگیری)

اور یہ جاہلانہ خیال محض باطل کہ التحیات زمانۂ اقدس سے ویسی ہی چلی آتی ہے تو مقصود ان لفظوں کی ادا ہے، نہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ندا۔ حاشا وکلّا شریعتِ مطہرہ نے نماز میں کوئی ایسا ذکر نہیں رکھا ہے جس میں صرف زبان سے لفظ نکالے جائیں اور معنی مراد نہ ہوں نہیں نہیں، بلکہ قطعاً یہی درکار ہے کہ اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰہِ وَالصَّلَوٰاتُ وَالطَّیِّبَاتُ سے حمدِ الٰہی کا قصد رکھے اور اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ سے یہ ارادہ کرے کہ اس وقت میں اپنے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کرتا اور حضور سے بالقصد عرض کر رہا ہوں کہ سلام حضور پر اے نبی اور اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں۔

احیاء العلوم شریف، مطبع لکھنؤ، ج ۱ صفحہ ۹۹ پر ہے، (ترجمہ) التحیات میں نبی اکرم

صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے دل میں حاضر کر اور حضورِ اقدس کی صورتِ پاک کا تصور باندھ اور عرض کر

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ۔

اور میزان امام شعرانی مطبوعہ مصر، جلد ا صـــ ۱۲۹ پر ہے،

(ترجمہ) میں نے اپنے سردار علی خواص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ شارع نے نمازی کو تشہد میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود وسلام عرض کرنے کا اس لیے حکم دیا کہ جو لوگ اللہ عزوجل کے دربار میں غفلت کے ساتھ بیٹھتے ہیں، انہیں آگاہ فرما دے کہ اس حاضری میں اپنے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھیں، اس لیے کہ حضور کبھی اللہ تعالیٰ کے دربار سے جدا نہیں ہوتے پس بالمشافہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام عرض کریں،

الصلوٰۃ والسلام علیك یارسول اللّٰه

الصلوٰۃ والسلام علیك یا نبی اللّٰه

الصلوٰۃ والسلام علیك یاحبیب اللّٰه

الصلوٰۃ والسلام علیك یاشفیع المذنبین

اور جب کلمات تشہد سے ان کے معنی کا قصد اور انشاء ضروری ہے، تو جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ندا کرنا، جسے کچھ لوگ شرک[1] کہتے ہیں، ایسا جائز ثابت ہوا کہ نماز میں واجب ہے۔ مسلمانو! اب ان سے کہو کہ اپنے شریکوں کو جمع کریں اور قہر والے عرش کے مالک سے لڑائی لیں کہ تو نے کیوں ایسی شریعت بھیجی جس نے نماز کی ہر دو رکعت پر التحیات واجب کی اور اس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام عرض کرنا واجب کیا۔

---

[1] شرک کے معنی غیر خدا کو واجب الوجود یا مستحق عبادات جاننا (یعنی الوہیت (خدائی) میں) دوسرے کو شریک کرنا اور یہ کفر کی سب سے بدتر قسم ہے، اس کے سوا کوئی بات اگرچہ کیسی ہی شدید کفر ہو حقیقتاً شرک نہیں اور کبھی شرک بول کر مطلق کفر مراد لیا جاتا ہے۔ یہ جو قرآنِ عظیم میں فرمایا کہ شرک نہ بخشا جائے گا، وہ اسی معنی پر ہے، یعنی اصلاً کسی کفر کی مغفرت نہ ہوگی، باقی سب گناہ اللہ عزوجل کی مشیت پر ہیں جسے چاہے بخش دے (غفرلہٗ)

الحمدللہ! جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت، رفیع الدرجات ذوالعرش جل و علا کی بنائی ہوئی ہے، کسی کافر یا کافر منش کے مٹائے نہ مٹے گی، چودھویں رات کے چاند کا چمکتا ہوا نور کہیں کتوں کے بھونکنے سے کم ہوا ہے؟

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ

فائدۂ جلیلہ

"صراطِ مستقیم" ص ۹۵ پر ہے:

"بمقتضائے ظلمات بعضہا فوق بعض از وسوسۂ زنا خیال مجامعت زوجہ خود بہتر است۔ وصرف ہمت بسوئے شیخ و امثال آں از معظمین گو جناب رسالت مآب باشند بچندیں مرتبہ بدتر از استغراق در صورت گاؤ و خر خود است کہ خیال آں با تعظیم و اجلال بسویدائے دلِ انسان می چسپد۔"

مُسلمانو! مسلمانو! خدارا ان ناپاک کلموں پر غور کرو کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نماز میں خیال لے جانا ظلمت بالائے ظلمت ہے۔ کسی فاحشہ رنڈی کے تصور اور اس کے ساتھ زنا کے خیال کرنے سے بھی بُرا ہے۔ اپنے بیل یا گدھے کے تصور میں ہمہ تن ڈوب جانے سے بدرجہا بدتر ہے۔

مسلمانو! للہ انصاف کرو، کیا ایسا کلمہ کسی اسلامی زبان و قلم سے نکل سکتا ہے؟ حاشا للہ! پادریوں، پنڈتوں وغیرہم کھلے کافروں اور مشرکوں کی کتابیں دیکھو جو انہوں نے بزعمِ خود اسلام جیسے روشن چاند پر خاک ڈالنے کو لکھی ہیں، شاید اُن میں بھی اس کی نظیر نہ پاؤ گے کہ ایسے کھلے ناپاک لفظ تمہارے پیارے نبی تمہارے سچے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت لکھتے ہوں، مگر اس مدعیٔ اسلام بلکہ مدعیٔ امامت کا کلیجہ چیر کر دیکھئے کہ اس نے کس جگرے سے جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت بے دھڑک یہ صریح سب و دشنام کے لفظ لکھ دیئے، حالانکہ ان کی

شان میں ادنیٰ گستاخی بھی کفر ہے۔ الا لعنۃ اللہ علی اعداء رسول اللہ۔

مسلمانو! ذرا اس کی اس ناپاک وجہ کو تو خیال کرو (خاکش بدہن) یہ بدرجہا بدتر ہونا اس لیے ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا خیال آیا تو عظمت کے ساتھ آئے گا اور گدھے کا حقارت سے۔ تو نماز میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا تصور آنا اس شرک پسند کے نزدیک شرک تک پہنچائے گا، مگر واللہ العظیم کہ شریعت رب العرش الکریم میں نماز بے ان کے خیالِ باعظمت وجلال کے ناقص ہے۔ کیا نماز کی ہر دو رکعت پر السلام علیك ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ اور اشھد ان محمدا عبدہ ورسولہ کے پڑھنے کا حکم، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف خیال کرنے کا حکم نہ ہوا؟ بے شک ہوا اور واقعی ان کا خیال مسلمان کے دل میں آئے گا تو عظمت وجلال ہی کے ساتھ آئے گا کہ اس کا تصور ان کے پاک مبارک تصور کو لازم ہے اور عرضِ سلام تو خاص بغرض ذکر و اکرام ہی ہے، تو یہاں نہ صرف ان کے خیال بلکہ خاص نماز میں ان کے ذکر و تکریم کا حکم صریح ہے۔

مسلمانو! کیا ہر نماز کے ختم پر درود شریف پڑھنا سنت نہیں اور حضرت امام شافعی اور حضرتِ امام احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے نزدیک تو فرض ہے۔ پھر درود محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد و تکریم نہیں تو اور کیا ہے؟ درود کو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خیال باعظمت وجلال سے انفکاک (جدائی) کیونکر ممکن ہے۔

مُسلمانو! ہر رکعت میں الحمد شریف پڑھنا ہمارے نزدیک امام و منفرد پر واجب اور ان غیر مقلد نجدیوں کے یہاں سب پر فرض ہے، ان سے کہو اس میں سے صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ نکال ڈالیں، یعنی راہ ان کی جن پر تو نے اکرام کیا۔

جانتے ہو وہ کون ہیں؟ ہاں! قرآن کریم سے پوچھو وہ کون ہیں؟

اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْھِمْ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّھَدَآءِ وَالصّٰلِحِیْنَ (جن پر خدا نے انعام کیا، وہ انبیاء اور صدیق اور شہداء اور نیک لوگ ہیں)

جب صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ پڑھ کر اُن کی راہ مانگی جائے گی، ضرور عظمت کے ساتھ ان کا خیال آئے گا اور وہ اس کے نزدیک شرک ہے تو الحمد میں سے اس شرک کے دُور کرنے کی کوشش کریں، صرف غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ٥ کہ انبیاء، وصدیقین کی جگہ نماز میں فقط یہود و نصاریٰ کی یادگاری رہنے، بلکہ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ بھی رکھنے کے قابل نہیں کہ حدیث میں اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و صدیق اکبر و فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما مراد لیے گئے ہیں،

فتح الخبیر شاہ ولی اللہ دہلوی، مطبوعہ مصر ۱۲۹۵ھ، صہ۳ پر ہے ،

الصراط المستقیم کتاب اللّٰہ وقیل رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم وصاحبا؀

مسلمانو! تم نے دیکھا کیسی خبیث و ناپاک وجہ کے حیلہ سے اس شخص نے تمہارے پیارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور ہنوز دعویٰ اسلام باقی ہے۔ سبحٰن اللہ! یہ منہ اور یہ دعویٰ۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ هَمَزَاتِ الشَّيٰطِيْنِ وَاَعُوْذُبِكَ رَبِّ اَنْ يَّحْضُرُوْنَ ٥

نماز کے باطنی آداب

وہ نماز جو عند اللہ مقبول ہے، اس کے دو درجے ہیں، نمازی جبکہ تمام ظاہری و باطنی نجاستوں اور آلودگیوں سے پاک و صاف ہو کر نہایت سچائی و خلوص کے ساتھ اس احکم الحاکمین کے دربار میں سرِ نیاز خم کرتا ہے، تو وہ اس جبیں سائی کا پورا لطف اسی وقت اٹھا سکتا ہے کہ اس حدیث صحیح کا مصداق بن جائے۔

اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَاَنَّكَ تَرَاهُ فَاِنْ لَّمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَاِنَّهٗ يَرَاكَ

(یعنی خدا کی عبادت اس طرح کر کہ گویا تو اسے دیکھ رہا ہے، پس اگر تو اسے نہیں

دیکھ رہا ہے، تو وہ یقیناً تجھے دیکھ رہا ہے۔)

یعنی سب سے مزیدار اور پرلطف وہ نماز ہے جس میں تو اوّل سے آخر تک تجلیاتِ ربانی کے مشاہدے میں مصروف رہے اور اگر ایسا نہیں ہے تو کم از کم یہ تصور کر کہ وہ احکم الحاکمین تیرے قیام و رکوع و سجود بلکہ تیرے دل کا معائنہ فرما رہا ہے اور تو اس کے سامنے کھڑا ہوا اس کی خوشنودی و رضا کے لیے اس کی عبادت میں مصروف ہے۔

یعنی اگر چاہتے ہو کہ تمہاری یہ نمازیں یہ عبادتیں ربِ قدوس جل و علا کی بارگاہ میں درجۂ قبولیت پائیں۔ تمہارے لیے تقرب و نزدیکی کا ثمرہ لائیں اور بارگاہِ خداوندی میں تمہیں، مقرب و مقبول بنائیں، تو کوشش کرو کہ تمہارا باطن بھی تمہارے جسم، تمہارے اعضاء اور تمہارے ظاہر کی طرح آداب و بندگی میں مشغول و حاضر رہے اور ان آداب و بندگی کی بجا آوری میں سستی غفلت اور لاپروائی کو دخل نہ ہو، جسم اس بارگاہ میں حاضر ہے، تو روح کو بھی حاضر لاؤ۔ ظاہر اس کی عبادت میں مشغول ہے، تو باطن بھی مصروف رہے۔ یہ اپنا کام کرے، وہ اپنا کام انجام دے، یہ اپنا حصہ پائے، وہ اپنے نصیب کا لے، اسی لیے بعض اکابر امت و عارفینِ ملت و اولیائے حضرت عزت نے حضورِ قلب کو منجملہ شرائطِ نماز شمار فرمایا۔

بشر بن حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ جو شخص نماز میں خشوع نہ کرے، اس کی نماز فاسد ہے۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ جس نماز میں دل حاضر نہ ہو وہ عذاب کی طرف جلد لے جاتی ہے۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جو شخص نماز میں ہو اور قصداً پہچانے کہ اس کے دائیں ہاتھ اور بائیں ہاتھ کون ہے تو اس کی نماز نہ ہوگی۔

غرض یہ کہ آدمی نماز کی حالت میں اپنے دل کو حاضر رکھنے کا التزام کرے اور کوشش کرے کہ نماز کا ہر رکن حضورِ قلب سے ادا ہو۔

اب ہم چند امور کی طرف اشارہ کرتے ہیں تاکہ نمازی، ارکانِ نماز کی ادائیگی میں ان کا خیال رکھے اور بندگی کا لطف اٹھائے اور اس کی نماز حضورِ قلب کے باعث ثمرۂ تقرب لائے۔

جب **اذان** سنو تو اپنے دل میں قیامت کی پکار کی دہشت لاؤ کہ آج یہاں پکارے جاتے ہیں، کل وہاں پکار پڑے گی اور مژدہ ہو، بشارت ہو، خوشخبری ہو کہ آج اس اذان کو سن کر مسجد میں حاضری کے لیے دل فرحت و سُرور اور رغبت پاؤ گے، تو کل ان شاء اللہ تعالیٰ لطف و کرم و فضلِ الٰہی کی بشارت میں بلائے جاؤ گے اور یہ بڑی کامیابی ہے۔

طہارت کو یوں دھیان میں لاؤ کہ کپڑے بدن اور جگہ کی پاکی پر لوگوں کی نگاہ پڑتی ہے اور دل جلوہ گاہ نورِ ایزدی ہے۔ وہ رب کریم دلوں کو دیکھتا ہے، تو اخلاقی نجاستوں، باطنی خباثتوں سے اس کی صفائی و پاکی کیونکر ضرور نہ ہوگی، لہٰذا دل کی صفائی اور پاکیزگی کا بھی اہتمام ہمیں کرنا چاہیے۔

سترِ عورت کو یوں سمجھو کہ بدن کے ان حصّوں پر جس طرح ہم نے پردہ ڈال کر انہیں چھپایا ہے، یونہی اپنے گناہوں، بُرے کرداروں اور نافرمانیوں پر خجالت کا پردہ ڈال کر انہیں چھپانا ضروری ہے، لیکن ربّ عزّ و جل سے کیا چیز پوشیدہ رہ سکتی ہے، اس پر سب عیاں ہے۔ تو اب یوں کرو کہ اپنی یہ نافرمانیاں ندامت کے آنسوؤں، خجالت کے ہاتھوں سے مل مل کر دھوؤ، کوشش کرو کہ اس کا کوئی داغ، کوئی دھبہ، کوئی اثر، رنگ یا بُو باقی نہ رہے، یعنی آئندہ کے لیے بھی ترک پر عزم کر لو کہ اب اپنی طاقت بھر اس سے دامن بچاؤ گے۔

استقبالِ قبلہ کے معنی یہ ہیں کہ امرِ الٰہی بجالانے کے لیے جس طرح ہم نے اپنا ظاہری چہرہ ہر طرف سے پھیر کر خانہ کعبہ کی محاذات میں کیا۔ یونہی ہم اس امر کا اہتمام کریں کہ ہمارا باطن ہمارا قلب اور ہماری رُوح، تمام معاملات اور ہر قسم کے تفکرات سے فارغ ہو کر ربّ عزّ و جل کی طرف متوجہ ہو۔

قیام سے یہ غرض ہے کہ آدمی کا دل تمام حرکات سے ٹھہر جائے اور عاجزی و فروتنی

کے طریق پر عبادت پر کمربستہ ہوجائے اور اس قیام سے وہ وقت یاد کرے، جب روزِ قیامت ہر شخص کو کھڑے ہوکر اپنے اعمال کا حساب دینا ہوگا۔

الاماں الحفیظ وہ روز کہ تمام اولین و آخرین ایک میدان وسیع میں جمع ہوں گے۔ آفتاب کو اس روز دس برس کی گرمی دیں گے۔ پھر بقدر دو کمانوں کے فرق کے لوگوں کے سروں سے نزدیک کریں گے۔ غم و کرب اس درجہ کو پہنچے گا کہ طاقت طاق ہوگی، پسینے میں آدمی غوطے کھائیں گے۔ کوئی کسی کا پرسان حال نہ ہوگا۔ پھر ان ہزار ہا مصائب پر حساب اور وہ بھی ذرہ ذرہ کا اور وہ بھی قہار و جبار کی بارگاہ میں جہاں شیخ الانبیاء خلیل کبریا، سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم ساق عرش سے لپٹ کر عرض کریں گے: اے میرے رب! میری اپنی جان، میری اپنی جان، میں اس کے سوا تجھ سے اور کچھ نہیں چاہتا۔ خلاصہ یہ ہے کہ ہر شخص اپنی ہی فکر میں غلطاں و پیچاں ہوگا۔

تو آج اگر اس روزِ حساب کا دھیان ہے، وہ سخت ہولناک مصیبتیں خیال میں ہیں، اس واحد قہار جل وعلا کی یاد دل میں موجود ہے، تو جیسے کہ آج یہاں اس کی رحمت نے اپنی بارگاہِ اقدس میں ہم بدکاروں، گنہگاروں، خطا واروں کو کھینچ لیا۔ کل جب لوگ تھکے ہارے مصیبت کے مارے ہاتھ پاؤں چھوڑے، ہر چہار طرف سے امید توڑے بیتاب و بیقرار ہوں گے، تو اس رحیم و کریم کی رحمت اپنے سایۂ دامن میں لے گی اور بارگاہِ عرش جاہ، بیکس پناہ، ماورائے بیکساں مولائے دو جہاں حضور پرنور شافع یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم کا راستہ بتائے گی اور وہ پیارا نبی ہمارا، وہ بیکسوں کا سہارا، وہ بے یاروں کا یارا، وہ شفاعت کی آنکھ کا تارا، وہ محبوب محشر آرا۔ صلی اللہ علیہ وسلم سب کو اپنی پناہ میں لے کر ربِّ قدوس جل وعلا کی بارگاہ میں ہم گنہگاروں کی شفاعت کے لیے اپنے مبارک لبوں کو جنبش دے گا اور ان کے صدقے اور ان کے طفیل ان کے وسیلے ہمارا بیڑا پار ہوگا۔ فصلی اللہ تعالیٰ وسلم وبارك علیه وعلیٰ آله واصحابه اجمعین۔

نیتِ ثنا کا منشا یہ ہو کہ آدمی ان تمام خباثتوں اور گندگیوں سے دور رہنے، اپنے قلب و

روح و بدن کو پاک و صاف رکھنے کا عزم کرے جو قربِ الٰہی سے مانع آتی ہیں اور دل میں ٹھان لے کہ حتی المقدور اخلاقی گندگیوں اور روحانی و قلبی آلائشوں سے اور ہر اس امر سے پرہیز کروں گا جس میں رب عزوجل اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا و خوشی نہیں اور شریعت کے ہر حکم پر حتی الامکان عمل کروں گا اور خدا اور رسول کو راضی رکھوں گا (جل و علا و صلی اللہ علیہ وسلم) غرض اس کے ثواب کی توقع، اس کے عذاب کا خوف اور اس سے نزدیکی کی طلب دل میں ملحوظ رہے اور اس باب میں اس کا احسان اپنی گردن کا طوق جانے کہ کثرتِ گناہ و معصیت کے باوجود اس رحیم و کریم نے ہمیں اپنی مناجات کی اجازت دی اور اپنے دل میں اس مناجات کی بڑی قدر جانے اور دیکھے کہ میں کس سے مناجات کرتا ہوں اور کس طرح کرتا ہوں۔

تکبیر تحریمہ کا راز یہ ہے کہ جس طرح تم نے بعد نیت ہر کام سے ہاتھ اٹھایا اور ہر چیز سے نگاہ پھیر لی۔ یونہی دنیا کی ہر بڑے سے بڑے کی عظمت والے سے توقع اور امید کا ہاتھ اٹھالو اور یہ سمجھو کہ ہم ایسے کے دربار میں حاضر ہیں جس کی کبریائی اور بڑائی میں کسی کو مجال دم زدن نہیں۔ یہیں ہماری توقعات پوری ہوں گی، یہیں ہماری فریادیں سنی جائیں گی، اسی درگاہ سے امیدیں پھل لائیں گی کہ یہ درگاہ قادر بالذات، مالکِ مستقل و غنی بے نیاز کی درگاہ ہے، تو اس کے سوا حقیقی حاجت روا کون ہے؟

قراءت کی رُوح یہ ہے کہ آدمی یہ سمجھے کہ میں اپنے رب عزوجل سے مناجات کرتا ہوں یعنی ایک ناکارہ و بدکار اور خطاوار غلام اپنے کردار پر پشیمان ہو کر شرمندہ خوف زدہ اپنے آقا کے سامنے حاضر ہے اور سر جھکائے، آنکھیں ڈالے، ہاتھ باندھے، ٹوٹے ہوئے دل کی فریاد اور اپنے گناہ و سرکشی کا اقرار کرنے سامنے کھڑا ہے اور امید یہ ہے کہ وہ کریم اپنے کرم سے نوازے گا۔ اور اس گنہ گار بندے کو کچھ عرض کرنے کی اجازت مرحمت فرمائے گا۔ پھر جو کچھ عرض کرے فہم معنی کے ساتھ عرض کرے۔

کیا فائدہ کہ زبان پر مناجات جاری رہے اور دل اِدھر اُدھر بھٹکتا پھرے۔ زبان عرض

میں مصروف اور دل اور کسی طرف مشغول، بلکہ یوں ہو کر تم حقِ قرأت ادا کرو۔ آیاتِ وعدہ پر اس کی رحمت سے لو لگاؤ۔ آیاتِ وعید پر اس کے عذاب کا خوف کھاؤ، امر و نہی پر تعمیلِ حکم کا عزمِ مصمم کرو، نصائح پر کان دھرو، انعام و احسان کے ذکر پر دل شکرِ الٰہی میں جھکے، اممِ سابقہ کے احوال پر دیدۂ عبرت کھلے

غرض اسی حال میں خداوند قدوس کی بزرگی اور کبریائی کا ذکر کرتے ہوئے اپنی عاجزی و بیکسی کا اظہار یوں کرو کہ بارِ احسان سے تمہارا سر اور ایک عاجز و ذلیل غلام کی طرح اس کے انعام کے بوجھ سے تمہاری کمر جھک جائے اور اپنی ذلت و رسوائی کا یوں اقرار کرو کہ رکوع میں اس کی عظمت کے گن گاؤ، تسبیح کی تکرار کرو کہ دل میں اس کی عظمت کی تاکید ہو اور یہی اقرارِ عجز و ذلتِ عبد اور اظہارِ عظمتِ معبود رکوع کی روح ہے۔ پھر رکوع سے سر اٹھا کر یہ توقع کرو کہ وہ رحم کرتا اور آفت رسیدوں کی سنتا اور اس پر مزید نعمت ادا فرماتا ہے اور اب کہ مزید نعمتوں کی بشارت پائی، اپنی انتہائی ذلت و مسکنت اور ربِّ اعلیٰ کی بڑائی اور برتری کے لیے اپنے اشرف ترین اعضاء، یعنی سر کو خاک پر ڈال دو۔

سجدے میں گر جاؤ کہ کہاں ہم سیہ کار اور کہاں یہ رحمتِ پروردگار کہ ہم اس کے دربار میں گناہوں کی گٹھڑیاں لادے آئیں اور عفو و احسان سے نوازے جائیں۔ اب دل بار بار تسبیح کا تقاضا کرے گا، تم بھی بار بار اس کی بلندی و برتری کا اعادہ کیے جاؤ اور سجدے سے فارغ ہو کر بیٹھ جاؤ، گویا تم رحمت کے قدموں پر لوٹ رہے تھے اور رحمتِ خداوندی نے تمہاری دستگیری فرمائی کہ اپنے دربارِ خاص میں عزت کی جگہ عطا فرمائی اور

اب پھر حمدِ الٰہی میں زبان کھولو، پھر زبانِ دل سے تحیت بجا لاؤ کہ الٰہی ہر بندگی تیرے ہی لیے سزاوار ہے اور تو ہی پاک پروردگار ہے کہ ذلت و رسوائی کو عزت و نیکنامی سے اور برائیوں کو بھلائیوں سے تبدیل فرماتا اور ٹوٹے دلوں کی امید بندھاتا ہے۔

اسی حالت میں کہ دل کی آنکھیں اٹھیں گی اور دربارِ شاہی کا رعب، درگاہِ خداوندی کا جلال دل پر چھا جائے گا۔ نمازی کو اپنے مدِ مقابل کرسیٔ عزت پر نبی کریم رؤف و رحیم صلی اللہ علیہ وسلم

تشریف فرما نظر آئیں گے اور تیری ہمت بندھائیں گے، رحمت پکارے گی کہ ادب و عزت، تعظیم و عظمت سے ان پر صلوٰۃ و سلام عرض کرو کہ اسی میں تمہاری سلامتی ہے، ورنہ اس بارگاہِ جلالت سے ذلت و رسوائی کے ساتھ نکالے جاؤ گے اور پھر کہیں امان نہ پاؤ گے کہ جو ان کا نہیں، وہ رب کا نہیں۔

اور ہاں دیکھو! یہ اپنی امت سے کبھی غافل نہیں، ادھر ہیں تو ہم سے واصل ادھر ہیں تو ہم ان میں شامل، پھر ان میں نیکوکار بھی ہیں، گنہگار بھی۔ خوشنودیٔ مزاج کا پروانہ چاہو تو ان سب کے لیے بھی سلامتی کی دعا کرو کہ ان کے طفیل تم پر بھی ربِ عزوجل کی سلامتیاں نازل ہوں مگر اس بلند مرتبہ پر اپنے آقا و مولیٰ کو دیکھ کر تمہارے قدم نہ لڑکھڑائیں، دین و ایمان متزلزل نہ ہو جائیں معبود وہی ہے جس کو تم نے سجدہ کیا۔ عبادت کے قابل وہی ہے جس کے حضور تم ذلت و رسوائی کے لیے خاک پر گرے یہ تو اس کی عظمت والے بندے، برگزیدہ رسول، عزت والے محبوب ہیں، لہٰذا زبان کے ساتھ دل سے بھی اسی امر کا اقرار کرو کہ سوائے خدا کے کوئی معبود نہیں اور یہ جنہیں تم نے اس عزت و عظمت سے جلوہ فرما دیکھا، اس کے بندے اور رسول ہی ہیں۔

ہاں ہاں! ابھی دربار سے پروانۂ رخصت نہیں مل سکتا۔ ابھی روانگی کی اجازت نہیں۔ تم جن کے صدقے اور طفیل میں اس دربار میں بلائے گئے، ان کے آباؤ اجداد اور ان کی اولادِ امجاد کے لیے دعا کرو اور یوں رحمتِ الٰہی کے مستحقوں میں اپنا نام لکھاؤ، ان پر درود پڑھو اور ہم سے انعام پاؤ۔ اچھا تو اعلان عام ہے، رحمت جوش پر ہے جو چاہو مانگو، جو مانگو گے پاؤ گے۔ یہ لو پروانۂ رخصت اور ہمارے عظمت و جلال والے کے دربار کے سب حاضرین کو سلام کر کے اپنے کام میں مصروف ہو جاؤ۔

غرض نماز از اول تا آخر تواضع و مسکنت کی تعلیم اور بندے کو مقربِ الٰہی بنانے کا ذریعہ ہے۔

اللّٰھم اجعلنا ممن لزم اتباع نبیک صلی اللہ علیہ وسلم
وامتنا علی حبہ واحشرنا فی ذمرتہ

نمازباجماعت کے بعض مسائل

۱۔ نماز باجماعت تنہا پڑھنے سے ستائیس درجے افضل ہے۔ (بخاری و مسلم)

۲۔ جس نے کامل وضو کیا، پھر نماز فرض کے لیے چلا اور امام کے ساتھ پڑھی، اس کے گناہ بخش دیے جائیں گے۔ (نسائی)

۳۔ جو اللہ کے لیے چالیس دن باجماعت نماز پڑھے اور تکبیر اولیٰ پائے، اس کے لیے دو آزادیاں لکھ دی جائیں، ایک نار سے، دوسری نفاق سے۔ (ترمذی)

۴۔ فرماتے ہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، رات میرے رب کی طرف سے ایک آنے والا آیا۔ اور ایک روایت میں ہے۔ میں نے اپنے رب کو نہایت جمال کے ساتھ تجلی فرماتے ہوئے دیکھا۔ اس نے فرمایا: اے محمد! میں نے عرض کیا: لَبَّيْكَ وَسَعْدَيْكَ۔ اس نے فرمایا: تمہیں معلوم ہے ملائکہ مقربین کس امر میں بحث کرتے ہیں؟ میں نے عرض کیا: نہیں جانتا۔ اس نے اپنا دستِ قدرت میرے شانوں پر رکھا۔ یہاں تک کہ اس کی ٹھنڈک میں نے اپنے سینے میں پائی تو جو کچھ آسمانوں اور زمینوں میں ہے اور جو کچھ مشرق و مغرب کے درمیان ہے۔ میں نے جان لیا۔ پھر فرمایا: اے محمد! جانتے ہو ملاءِ اعلیٰ کس چیز میں بحث کرتے ہیں؟ میں نے کہا: ہاں، درجات و کفارات اور جماعتوں کی طرف چلنے اور سخت سردی میں پورا وضو کرنے اور ایک نماز کے بعد دوسری نماز کے انتظار میں اور جس نے ان پر محافظت کی بخیر کے ساتھ زندہ رہے گا اور خیر کے ساتھ مرے گا اور اپنے گناہوں سے ایسا پاک ہو گیا جیسے اس دن اپنے ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا تھا۔

۵۔ بعض صحائف میں رب عزوجل کا فرمان ہے کہ میری زمین پر میرے گھر مسجدیں ہیں اور وہ جو مسجدوں میں نماز ادا کرنے اور انہیں آباد رکھنے والے ہیں، وہ میری زیارت کرنے والے ہیں۔

تو بشارت ہے اس شخص کے لیے جو اپنے گھر سے صاف پاک ہو کر میرے گھر میں میری زیارت کو آئے۔ (نزہۃ المجالس)

۶۔ جو شخص نماز باجماعت پڑھتا ہے اس کا سینہ عبادت سے منور ہو جاتا ہے۔ (احیاء العلوم)

۷۔ جس نے اذان سنی اور (مسجد میں) آنے سے کوئی عذر مانع نہیں، اس کی وہ نماز مقبول نہیں۔ (ابوداؤد)

۸۔ جو اذان سنے اور بلا عذر (جماعت میں) حاضر نہ ہو، اس کی نماز ہی نہیں۔ (حاکم)

۹۔ اگر یہ جماعت سے رہ جانے والا جانتا کہ جانے والے کے لیے کیا ہے، تو گھسٹتا ہوا حاضر ہوتا۔ (طبرانی)

۱۰۔ اگر کسی گاؤں یا بادیہ میں تین شخص ہوں اور وہاں نماز قائم نہ کی گئی، مگر ان پر شیطان مسلط ہو گیا، تو جماعت کو لازم جانو کہ بھیڑیا اسی بکری کو کھاتا ہے جو ریوڑ سے دور ہو۔ (ابوداؤد، احمد)

۱۱۔ جسے یہ اچھا معلوم ہو کہ کل خدا سے مسلمان ہونے کی حالت میں ملے تو پانچوں نمازوں کی محافظت کرے۔ جب ان کی اذان کہی جاتے۔ یہ سنن الہدیٰ سے ہے اور اگر تم نے نماز اپنے گھروں میں پڑھ لی، تو تم نے اپنے نبی کی سنت چھوڑی اور اپنے نبی کی سنت چھوڑ دو گے تو گمراہ ہو جاؤ گے اور ابوداؤد کی روایت میں ہے کہ کافر ہو جاؤ گے۔

تنبیہ: اللہ اللہ! مسلمانو! یہ ہے ترکِ جماعت کا وبال۔ اے غافل نماز باجماعت خداوند قدوس کا فضلِ عظیم ہے کہ اہلِ ایمان کو بواسطہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نصیب ہوا، اس کی پابندی خیر و برکت کی موجب اور اس سے لاپرواہی مسلمان کی ہلاکت و تباہی کی باعث ہے۔ مسلمانو! غور کرو کہ آج ہمارے گھروں میں افلاس و بربادی، بے برکتی و بے روزگاری، بیماری و پریشان حالی، ذلت و رسوائی وغیرہ آفات و بلیات کی جو آگ لگ رہی ہے۔ اس کا اصل سبب کہیں یہی تو نہیں کہ ہم نماز و جماعت سے غافل و لاپرواہ ہو کر دنیا کی رنگینیوں میں رنگ کر زندگی گزار رہے ہیں۔ اللھم وفقنا لما تحب و ترضیٰ۔

نماز باجماعت اور صفِ اوّل

(۱) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے اپنے کو اس حالت میں دیکھا کہ نماز سے پیچھے نہیں رہتا مگر کھلا منافق یا بیمار اور بیمار کی یہ حالت ہوتی کہ دو شخصوں کے درمیان میں چلا کر نماز کو لاتے (مسلم)

(۲) اور حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے کہ اگر لوگ جانتے کہ اذان اور صفِ اوّل میں کیا ہے پھر بغیر قرعہ ڈالے نہ پاتے تو اس پر قرعہ اندازی کرتے (بخاری ومسلم)

(۳) بخاری ومسلم ہی کی روایت ہے کہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم منافقین پر سب سے گراں نماز عشاء وفجر ہے اور جانتے ہیں کہ اس میں کیا ہے اور گھسٹتے ہوتے آتے۔

(۴) اور یہ حدیث پہلے گزر چکی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بے شک میں نے قصد کیا کہ نماز قائم کرنے کا حکم دوں پھر کسی کو امر فرماؤں کہ لوگوں کو نماز پڑھائے اور میں اپنے ہمراہ کچھ لوگوں کو جن کے پاس لکڑیوں کے گٹھے ہوں ان کے پاس لیکر جاؤں جو نماز میں حاضر نہیں ہوتے اور ان کے گھر ان پر آگ سے جلا دوں (بخاری ومسلم)

(۵) اور ایک روایت میں ہے کہ اگر گھروں میں عورتیں اور بچے نہ ہوتے تو نماز عشاء قائم کرتا اور جوانوں کو حکم دیتا کہ جو کچھ گھروں میں ہے آگ سے جلا دیں

(۶) ابوداؤد ونسائی نے روایت کی کہ عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ مدینہ میں موذی جانور بکثرت ہیں اور میں نابینا ہوں تو کیا مجھے رخصت ہے کہ گھر پڑھ لوں، فرمایا حی علی الصلوۃ حی علی الفلاح سنتے ہو۔ عرض کی ہاں۔ فرمایا تو حاضر ہے۔

تنبیہ :۔ نابینا کہ اٹکل نہ رکھتا ہو نہ کوئی لیجانے والا ہو۔ خصوصاً

درندوں کا خوف ہو تو اسے ضرور رخصت ہے۔ مگر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے افضل پر عمل کرنے کی ہدایت فرمائی تاکہ وہ لوگ سبق لیں جو بلا عذر گھر میں پڑھ لیتے ہیں۔

(۷) "تین چیزیں ایسی ہیں کہ اگر لوگوں کو ان کا ثواب معلوم ہو جائے تو لڑائیوں سے ان کو حاصل کیا جائے۔ ایک اذان کہنا (محض لوجہ اللہ تعالیٰ) دوسری جماعت سے نماز ادا کرنے کے لیے دوپہر کو (دھوپ کی سختی میں) جانا تیسری پہلی صف میں نماز پڑھنا (جامع الصغیر)

(۸) صفیں برابر کرو کہ صفیں برابر کرنا تمام نماز سے ہے (بخاری و مسلم)

(۹) جو صف کو ملائے گا اللہ تعالیٰ اسے ملائے گا اور جو صف کو قطع کرے گا اللہ تعالیٰ اسے قطع کرے گا (ابو داؤد و نسائی)

(۱۰) اللہ اور اس کے فرشتے ان لوگوں پر درود بھیجتے ہیں جو صفیں ملاتے ہیں (احمد و ابن ماجہ)

(۱۱) صفوں کو برابر کرو اور مونڈھوں کو مقابل کرو اور اپنے بھائیوں کے ہاتھوں میں نرم ہو جاؤ اور کشادگیوں کو بند کرو کہ شیطان بھیڑ کے بچے کی طرح تمہارے درمیان داخل ہو جاتا ہے (احمد و طبرانی)

(۱۲) اللہ کے بندو صفیں برابر کر دیا تمہارے اندر اللہ تعالیٰ اختلاف ڈال دے گا (بخاری)

(۱۳) جو کشادگی کو بند کرے اللہ تعالیٰ اس کا درجہ بلند فرمائے گا (ابن ماجہ) اور طبرانی کی روایت میں اتنا اور بھی ہے کہ اس کے لیے جنت میں اس کے بدلے ایک گھر بنائے گا۔

(۱۴) جو صف کی کشادگی بند کرے اس کی مغفرت ہو جائے گی (بزاز)

(۱۵) اللہ اور اس کے فرشتے صف کے دہنے والوں پر درود بھیجتے ہیں

(۱۶) جو مسجد کی بائیں جانب کو اس لیے آباد کرے کہ اُدھر لوگ کم ہیں اسے دونا ثواب ہے (طبرانی)

(۱۷) صف مقدم کو پورا کرو پھر اس کو جو اس کے بعد ہو اگر کچھ کمی ہو تو پچھلی میں ہو (ابوداؤد)

(۱۸) تم میں سے عقلمند لوگ میرے قریب ہوں۔ پھر وہ جو ان کے قریب ہوں (اسے تین بار فرمایا) اور بازاروں کی چیخ و پکار سے بچو (مسلم)

(۱۹) اس قدم سے بڑھ کر کسی قدم کا ثواب نہیں جو اس لیے چلا کہ صف میں کشادگی کو بند کرے (طبرانی)

(۲۰) کیوں نہیں اس طرح صفیں باندھتے ہو جس طرح ملائکہ اپنے رب کے حضور باندھتے ہیں۔ عرض کی یا رسول اللہ کس طرح ملائکہ اپنے رب کے حضور صف باندھتے ہیں۔ فرمایا۔ اگلی صفیں پوری کرتے ہیں اور صف میں مل کر کھڑے ہوتے ہیں (مسلم و ابوداؤد)

(۲۱) ظلم ہے اور پورا ظلم ہے اور کفر ہے اور نفاق ہے یہ کہ اللہ کے منادی کو اذان کہتے ہوئے سنے اور حاضر نہ ہو (طبرانی)

مسئلہ ضروریہ

(۱) جمعہ و عیدین میں جماعت شرط ہے اور تراویح میں سنت کفایہ کہ محلہ کے سب لوگوں نے ترک کی تو سب نے برا کیا اور کچھ لوگوں نے قائم کر لی تو باقیوں کے سر سے جماعت ساقط ہو گئی اور رمضان کے وتر میں مستحب ہے، نوافل اور علاوہ رمضان کے وتر میں اگر تداعی کے طور پر ہو تو مکروہ ہے تداعی کے معنی یہ ہیں کہ تین سے زیادہ مقتدی ہوں۔ سورج گہن میں جماعت سنت ہے اور چاند گہن میں تداعی کے ساتھ مکروہ (درمختار، عالمگیری)

اور پنج وقتہ نماز باجماعت ہر عاقل بالغ حرّ قادر پر واجب ہے کہ بلا عذر ایک بار بھی چھوڑنے والا گنہگار اور مستحق سزا ہے اور کئی بار ترک کرے تو فاسق مردود الشہادۃ اور اس کو سزا دی جائے گی۔ اگر پڑوسیوں نے سکوت کیا تو وہ بھی گنہگار ہوئے (در مختار رد المحتار)

اگر وضو میں تین تین بار اعضاء دھونا ہے تو رکعت جاتی رہے گی تو افضل یہ ہے کہ تین تین بار نہ دھوئے اور رکعت نہ جانے دے اور اگر جانتا ہے کہ رکعت تو مل جائے گی مگر تکبیر اولیٰ نہ ملے گی تو تین تین بار دھوئے (عا)

(۲) مسجد محلہ میں نماز پڑھنا اگرچہ جماعت قلیل ہو مسجد جامع سے افضل ہے اگرچہ وہاں بڑی جماعت ہو ہاں مسجد محلہ کا امام اگر بدمذہب بدعقیدہ یا فاسق معلن ہو غرض اس میں کوئی ایسی خرابی ہو جس کی وجہ سے اس کے پیچھے نماز منع ہو تو وہ مسجد اختیار کرے جس کا امام سنی متدین پرہیزگار اور صحیح خواں ہو اور اگر اس سے ہو سکتا ہو تو اس امام مسجد محلہ کو معزول کر دے (صغیری غنیہ وغیرہ)

(۳) ایک شخص امام کی برابر کھڑا تھا پھر ایک اور آیا تو امام آگے بڑھ جائے اور وہ مقتدی کے برابر کھڑا ہو جائے یا وہ مقتدی پیچھے ہٹ آئے خود یا آنے والے نے اس کو کھینچا خواہ تکبیر کے بعد یا پہلے یہ سب صورتیں جائز ہیں اور اگر مقتدی کے کہنے سے امام آگے بڑھا یا مقتدی پیچھے ہٹا اس نیت سے کہ یہ کہتا ہے اس کی مانوں تو نماز فاسد ہو جائے گی اور حکم شرع بجالانے کے لیے ہو تو کچھ حرج نہیں (درمختار وغیرہ)

(۴) مسبوق نے جب امام کے فارغ ہونے کے بعد اپنی شروع کی تو قرأت کے حق میں یہ رکعت پہلی رکعت قرار دی جائے گی اور حق تشہد میں یہ جواب پڑھتا ہے دوسری ہے لہٰذا ایک رکعت فاتحہ و سورت کے ساتھ پڑھ کر قعدہ

کرے اور التحیات پڑھے۔ پھر اس کے بعد والی میں فاتحہ پڑھ کر رکوع کر دے اور تشہد وغیرہ پڑھ کر ختم کر دے۔

(۵) امام رکوع میں تھا کسی نے اس کی اقتدا کی اور کھڑا رہا۔ یہاں تک کہ اس کے رکوع کرنے سے پیشتر امام نے سر اٹھا لیا کہ اسے رکعت نہ ملی تو اس صورت میں نماز توڑ دینا جائز نہیں۔ جیسا بعض جاہل کرتے ہیں۔ بلکہ اس پر واجب ہے کہ سجدے میں امام کی پیروی کرے۔ اگرچہ یہ سجدے رکعت میں شمار نہ ہوں گے

(۶) امام سے پہلے سجدہ کیا۔ مگر اس کے سر اٹھانے سے پہلے امام بھی سجدہ میں پہنچ گیا تو سجدہ ہو گیا۔ مگر مقتدی کو ایسا کرنا حرام ہے۔

تنبیہ: رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو امام سے پہلے اپنا سر اٹھاتا اور جھکاتا ہے اس کی پیشانی کے بال شیطان کے ہاتھ میں ہیں۔

بخاری و مسلم وغیرہما حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی کہ حضور فرماتے ہیں کیا جو شخص امام سے پہلے سر اٹھاتا ہے اس سے نہیں ڈرتا کہ اللہ تعالیٰ اس کا سر گدھے کا سر کر دے۔

بعض محدثین سے منقول ہے کہ امام نووی رحمۃ اللہ تعالیٰ حدیث لینے کے لیے ایک بڑے مشہور شخص کے پاس دمشق میں گئے اور ان کے پاس بہت کچھ پڑھا۔ مگر وہ پردہ ڈال کر پڑھاتے۔ مدتوں ان کے پاس بہت کچھ پڑھا مگر ان کا منہ نہ دیکھا۔ جب زمانہ دراز گذرا اور انہوں نے دیکھا کہ ان کو حدیث کی بہت خواہش ہے تو ایک روز پردہ ہٹا دیا۔ دیکھتے کیا ہیں کہ ان کا منھ گدھے کا سا ہے انہوں نے کہا صاحبزادے امام پر سبقت کرنے سے ڈرو کہ یہ حدیث جب مجھ کو پہنچی میں نے اسے مستبعد جانا کہ ایسا کیسے ہو سکتا ہے۔ اور میں نے امام پر قصداً سبقت کی تو میرا منہ ایسا ہو گیا جو تم دیکھ رہے ہو۔

فقیر غفرلہٗ کہتا ہے کہ اس واقعہ کو وہ بھی یاد رکھیں جو اس قسم کی احادیث کریمہ سن کر اس میں بحث و مباحثہ کا دروازہ کھولتے اور معاذ اللہ ان کے بارے میں کلام کرتے ہیں گویا انہیں اس پہ یقین نہیں اور یہ چلتی ہوئی سی کوئی بات ہے۔

ترکِ جماعت کے اعذار

۱:۔ مریض جسے مسجد تک جانے میں مشقت ہو۔
۲:۔ اتنا بوڑھا کہ مسجد تک جانے سے عاجز ہو۔
۳۔ اندھا اگرچہ کوئی اس کو مسجد تک پہنچا دینے والا ہو۔
۴۔ اپاہج یا مفلوج جس پہ فالج گرا ہو یا جس کا پاؤں کٹ گیا ہو۔
۵:۔ سخت بارش، شدید کیچڑ کا حائل ہونا سخت سردی، سخت تاریکی، آندھی۔
۶۔ مال یا کھانے کے تلف ہونے کا اندیشہ۔
۷۔ قرض خواہ کا خوف ہے اور یہ تنگدست، ظالم کا خوف ہے
۸۔ پاخانہ، پیشاب یا ریاح کی شدید حاجت ہے۔
۹۔ کھانا حاضر ہے اور نفس کو اس کی خواہش۔
۱۰۔ قافلہ چلے جانے کا اندیشہ ہے
۱۱۔ مریض کی تیمارداری کہ جماعت کے لیے جانے سے اس کو تکلیف ہوگی اور گھبرائے گا۔ یہ سب ترکِ جماعت کے لیے عذر (درمختار)

جماعتِ ثانیہ

اس میں ضابطہ و قاعدۂ کلیہ یہ ہے کہ جب جماعتِ اولیٰ اہل مسجد یا اہل مذہب کی نہ ہو یا اپنے مذہب میں فاسدہ یا مکروہ ہو، تو جماعتِ ثانیہ کی مطلقاً اجازت ہے۔

بلکہ درصورتِ کراہت قصداً جماعت اولیٰ فوت کردینے کی رخصت ہے جبکہ ثانیہ تطیفہ رمسنونہ غیر مکروہ) مل سکتی ہو۔

اور درصورت فساد تو اس میں شرکت ہی سے صاف ممانعت ہے اگرچہ جماعت ثانیہ بھی میسر نہ ہو۔ (القطوف الدانیہ)

اب ان مطالب کی توضیح اور تکرارِ جماعت کی وہ صورتیں سنئے۔ جن میں اصلا نزاع کو گنجائش نہیں۔

(۱) شارعِ عام یا بازار یا اسٹیشن یا سرائے کی مسجد یعنی جس کے نمازی مقرر نہ ہوں بلکہ وقت پر جو لوگ گزرے یا آئے یا اترے وہ پڑھ گئے۔ وہاں شرعاً یہی مطلوب و افضل ہے کہ نوبت بہ نوبت جو لوگ آئیں۔ نئی اذان و اقامت سے جماعت کرتے جائیں۔ اگرچہ وقت میں دس بیس جماعتیں ہو جائیں (قاضی خان)

(۲) مسجد محلہ میں اور لوگ آ گئے اور جماعت کر گئے یا اہل محلہ ہی آہستہ اذان دے کر یا بلا اذان پڑھ گئے تو تکرار جماعت بلا شبہ جائز ہے (ہندیہ)

(۳) جماعت اولیٰ کا امام نرا بے علم جاہل نماز و طہارت کے مسائل سے غافل تھا یا قرآنِ عظیم ایسا غلط پڑھا جس سے معنی فاسد ہوں مثلاً اع یا ت ط، یا ث س ص یا ح ھ یا ذ ز ظ میں تمیز نہ کرنے والے کہ آج کل اس دار الفتن ہند میں اکثر بلکہ عام عوام بلکہ بہت بلکہ اکثر پڑھے لکھے بھی اس بلا میں مبتلا ہیں تو مذہب معتمد پہ صحیح خواں کی نماز اس کے پیچھے مطلقاً فاسد ہے تو لاجرم صحیح خواں دوسری ہی جماعت کریں گے۔

(۴) جس نے جماعت اولیٰ کی فاسق تھا۔ جیسے شرابی، زناکار یا داڑھی منڈایا یا سود خوار اگرچہ یہ لوگ بد مذہبوں کے مولویوں متقیوں سے بھی لاکھ درجے بہتر حال میں ہیں۔ پھر بھی ان کی اقتدار شرعاً بہت ناپسند

بلکہ ان کو امام بنانا گناہ اور ان کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ۔
تو یہاں بھی جماعت ثانیہ کی اجازت ہوگی۔ ردالمحتار

(۵) جس نے جماعت اولیٰ کی فاسق العقیدہ بدمذہب بددین تھا کہ عند التحقیق ایسوں کی اقتدار بکراہت شدیدہ سخت مکروہ ہے درمختار وغیرہ تو یہاں بھی اس کی اقتدار سے پرہیز کرنا لازم ہے لہٰذا یہ بھی اپنی جدید جماعت کر سکتے ہیں۔ اب نہ رہی مگر ایک صورت کہ

مسجد محلہ میں اہل محلہ نے اذان واقامت کے ساتھ بطریق مسنون امام سالم العقیدہ موافق المذہب متقی مسائل داں صحیح خوان کے پیچھے جماعت پڑھ لی۔ پھر باقی ماندہ لوگ آئے۔ انہیں دوبارہ اس مسجد میں جماعت قائم کرنے کی اجازت ہے یا نہیں اور ہے تو بکراہت یا بلاکراہت تو اس بارے میں تحقیق یہ ہے کہ اس صورت میں تکرار جماعت یا عادۂ اذان ہمارے نزدیک ممنوع وبدعت ہے یہی ہمارے امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذہب مہذب ہے۔ جس کا حاصل نئی اذان کی کراہت کی طرف راجع نہ کہ نفس جماعت کی طرف لہٰذا اسی مذہب کو امام محقق حلبی نے حلیہ میں اس عبارت سے نقل فرمایا

المسجد اذا کان لہ اھل معلوم فصلوا فیہ او بعضھم باذان واقامۃ کرہ لغیر اھلہ وللباقین من اھلہ اعادۃ الاذان والاقامۃ ۔

وہ مسجد جس کے اہل معین ہوں جب وہ نماز پڑھ گئے اور بعض اہل اذان واقامت سے نماز ادا کر چکے تو غیر اہل مسجد یا باقی ماندہ اہل مسجد کو جدید اذان واقامت مکروہ ہے۔

تو اگر بغیر اس کے تکرار جماعت کریں گے تو قطعاً جائز ورواہے اسی پر ہمارے علمائے حنفیہ کا اجماع ہوا ہے اور محراب سے ہٹ کر تو اصلاً کراہت

نہیں خالص مباح و ماذون فیہ ہے (ردالمحتار)

حاصل کلام یہ کہ مسجد محلہ میں جس کے لیے امام (صالح صحیح العقیدہ) مقرر ہو امام محلہ نے اذان و اقامت کے ساتھ بطریق مسنون جماعت پڑھ لی ہو تو اذان و اقامت کے ساتھ ہیاتِ اولیٰ پر دوبارہ جماعت قائم کرنا مکروہ ہے اور اگر بے اذان جماعتِ ثانیہ ہوئی تو حرج نہیں جبکہ محراب سے ہٹ کر ہو (واللہ تعالیٰ اعلم۔

تنبیہ:۔ جن نمازوں سے قبل سُنّتِ مؤکدہ ہیں۔ جماعت ثانیہ میں سُنّت پڑھ کر شریک جماعت ہو کر جماعت ثانیہ فقط جائز ہے۔ اس کے لیے سنتیں نہیں چھوڑی جا سکتیں (الملفوظ)

چند مسائل متعلق امامت

(۱) جو شخص قرأت غلط پڑھتا ہو۔ جس سے معنی فاسد ہوں یا وضو یا غسل صحیح نہ کرتا ہو، یا ضروریاتِ دین سے کسی چیز کا منکر ہو۔ جیسے نیچری قادیانی، چکڑالوی وغیرہم جن کی بدمذہبی حد کفر تک پہنچ چکی ہے۔ ان کے پیچھے نماز باطل محض ہے (عالمگیری غنیہ وغیرہ)

(۲) وہ بدمذہب جس کی گمراہی حدکفر تک نہ پہنچی ہو۔ جیسے تفضیلیہ کہ مولیٰ علی کو شیخین (حضرت صدیق اکبر و فاروق اعظم) سے افضل بتاتے ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہم یا تفسیقیہ کہ بعض صحابہ کرام مثل امیر معاویہ عمرو بن عاص و ابوموسیٰ اشعری و مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو برا کہتے ہیں۔ ان کے پیچھے نماز بکراہت شدیدہ تحریمہ مکروہ ہے کہ انہیں امام بنانا حرام اور ان کے پیچھے نماز پڑھنی گناہ اور جتنی پڑھی ہوں۔ سب کا پھیرنا واجب (۳) اور انہیں کے قریب ہے فاسق معلن جیسے داڑھی منڈا یا خشخشی رکھنے والا یا کترواکر حد شرع سے کم کرنے

والا یا کندھوں سے نیچے عورتوں کے سے بال رکھنے والا خصوصاً وہ جو چوٹی گندھوائے اور اس میں موباف ڈالے۔

یا ریشمی کپڑا پہنے یا مغرق ٹوپی کہ اس میں زری کا کام چار انگل سے یکجا چار انگل سے زیادہ ہوتا ہے

یا ساڑھے چار ماشہ سے زائد کی انگوٹھی یا کئی نگ کی ایک انگوٹھی، یا ایک نگ کی دو انگوٹھی اگرچہ مل کر ساڑھے چار ماشے سے کم وزن کی ہوں یا سود خوار یا ناچ دیکھنے والا، ان کے پیچھے بھی نماز مکروہ تحریمی ہے

(۴) اور جو فاسق معلن نہیں یا قرآن عظیم میں وہ غلطیاں کرتا ہے جن سے نماز فاسد نہیں ہوتی یا نابینا یا جاہل یا غلام یا ولد الزنا یا خوبصورت امرد یا جذامی یا برص والا جس سے لوگ نفرت و کراہت کرتے ہوں اس قسم کے لوگوں کے پیچھے نماز مکروہ تنزیہی ہے کہ پڑھنی خلاف اولیٰ اور پڑھ لیں تو حرج نہیں۔

(۵) اور اگر یہی قسم اخیر کے لوگ حاضرین میں سب سے زائد مسائل طہارت و نماز کا علم رکھتے ہوں تو انہیں کی امامت اولیٰ ہے بخلاف اس کے پہلی دو قسم والوں کے کہ اگرچہ عالم متبحر ہوں۔ وہی حکم کراہت رکھتا ہے

(۶) مگر جہاں جمعہ یا عیدین ایک ہی جگہ ہوتے ہوں اور ان کا امام بدعتی یا فاسق معلن ہے اور دوسرا امام نہ مل سکتا ہو وہاں ان کے پیچھے جمعہ و عیدین پڑھ لیے جائیں بخلاف قسم اوّل کے مثلاً عقائد کفریہ رکھنے والے بددین کہ لنہ ان کی نماز نماز ہے نہ ان کے پیچھے نماز نماز۔ بالفرض وہی جمعہ یا عیدین کا امام ہو اور کوئی مسلمان امامت کے لیے نہ مل سکے تو جمعہ و عیدین کا ترک فرض ہے۔ جمعہ کے بدلے ظہر پڑھیں اور عیدین کا کچھ عوض نہیں۔

(۷) امام اسے کیا جائے جو سنی صحیح العقیدہ، صحیح الطہارت صحیح القراءت مسائل نماز و طہارت کا عالم ہو، نہ فاسق ہو نہ اس میں کوئی ایسی جسمانی و روحانی

عیب ہو جس سے لوگوں کو تنفر ہو (احکام شریعت)

(۸) امام معین، ہی امامت کا حق دار ہے اگرچہ حاضرین میں کوئی اس سے زیادہ علم اور زیادہ تجوید والا ہو (درمختار) یعنی جب کہ وہ امام جامع شرائط امامت ہو ورنہ وہ امامت کا اہل ہی نہیں بہتر ہونا درکنار۔

(۹) کسی شخص کی امامت سے لوگ کسی وجہ شرعی سے ناراض ہوں تو اس کا امام بننا مکروہ تحریمی ہے اور اگر ناراضی کسی وجہ شرعی سے نہ ہو تو کراہت نہیں بلکہ اگر وہی احق ہو تو اسی کو امام ہونا چاہیئے (درمختار)

(۱۰) امام کو چاہیئے کہ جماعت کی رعایت کرے اور قدر مسنون سے زیادہ طویل قرأت نہ کرے کہ یہ مکروہ ہے (عالمگیری) فرماتے ہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم جب کوئی اوروں کو نماز پڑھائے تو تخفیف کرے کہ ان میں بیمار، کمزور اور بوڑھا ہوتا ہے اور جب اپنی پڑھے تو جس قدر چاہیئے طویل دے (بخاری و مسلم)

(۱۱) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ تین باتیں کسی کو حلال نہیں جو کسی قوم کی امامت کرے تو ایسا نہ کرے کہ خاص اپنے لیے دعا کرے اور انہیں چھوڑ دے ایسا کیا تو ان کی خیانت کی اور کسی کے گھر کے اندر بغیر اجازت نظر نہ کرے اور ایسا کیا تو ان کی خیانت کی اور پاخانہ پیشاب روک کر نماز نہ پڑھے بلکہ ہلکا ہو لے یعنی فارغ ہو لے۔

تنبیہ (۱) بعض لوگوں کے خیال میں ہے کہ دوسری جماعت کا امام پہلے کے مصلے پر نہ کھڑا ہو لہٰذا مصلی ہٹا کر وہیں کھڑے ہو جاتے ہیں جو امام اوّل کے قیام کی جگہ ہے یہ جہالت ہے اس جگہ سے داہنے بائیں ہٹنا چاہیئے اگرچہ مصلے وہی ہو۔

(۲) آج کل اکثر جگہ رواج پڑ گیا ہے کہ وقت اقامت سب لوگ کھڑے رہتے

ہیں بلکہ اکثر جگہ تو یہاں تک ہے کہ جب تک امام مصلے پہ کھڑا نہ ہو اس وقت
تک تکبیر نہیں کہی جاتی۔ یہ خلافِ سنت ہے (بہارِ شریعت)

(۳) امام اگر قربِ محراب میں ہو تو امام و مقتدی اس وقت تک کھڑے
ہوں جب مؤذن حی علی الفلاح کہے (کنز الدقائق، شرح وقایہ)

اور اگر امام اس وقت مسجد میں داخل ہوا کہ اقامت ہو رہی ہے تو اگر صفوں
کے سامنے سے آئے تو سب مقتدی اسے دیکھتے ہی کھڑے ہو جائیں ورنہ جس
جس صف سے گذرتا جائے وہ سب کھڑی ہوتی جائے اور اگر امام خود ہی اقامت
کہے تو ختم تکبیر پہ مقتدی کھڑے ہوں (عالمگیری) اور اگر امام تکبیر ہونے میں
چلا تو تو اسے بیٹھنے کی بھی حاجت نہیں مصلے پہ جائے اور حی علی الفلاح
یا ختم تکبیر تحریمہ کہے یونہی بعد خطبہ اسے اختیار ہے کہیں منقول نہیں کہ خطبہ فرماکر
تکبیر ہونے تک جلوس فرماتے یہی حکم قوم کے لیے ہے (فتاویٰ رضویہ)

بعض جاہل یہ سمجھتے ہیں کہ نماز ہر شخص کے پیچھے صحیح و جائز ہے۔ یہ سخت
جہالت بلکہ احکام دین و ملت سے لاپرواہی و غفلت ہے۔ ایسوں پر واجب
کہ توبہ کریں مسلمانوں پہ لازم ہے کہ اہلِ بدعت بلکہ فساق کی صحبت و مخالطت
سے پرہیز کریں۔ بالخصوص بدعقیدہ و بدمذہب کہ ان سے دوری ہی مناسب
کہ ایاھم و ایاکم لا یضلونکم ولا یفتنونکم (مسلم شریف)
ان کے معاملات میں شریک نہ ہوں اپنے معاملات میں انہیں
شریک نہ کریں کہ (فلا تواکلوھم ولا تشاربوھم)
یاد رکھیں کہ ہر بدعتی مبغوضِ خدا ہے اور مبغوضِ خدا سے نفرت و دوری
واجب خصوصاً ان کو امام بنانا کہ ان کی امامت کو پسند نہ کرے گا۔ مگر دین میں
مداہنت، احکامِ شرع سے لاپرواہ۔ والعیاذ باللہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم
ارشاد فرماتے ہیں کہ اگر تمہیں پسند آتا ہو کہ تمہاری نماز قبول ہو تو چاہیے کہ تمہارے

نیک تمہاری امامت کریں (بخاری فی تاریخہ وابن عساکر) اور یہ کہ
اپنے نیکوں کو اپنا امام کرو کہ وہ تمہارے سفیر ہیں تم میں اور تمہارے
رب میں" (دار قطنی و بیہقی)

اور یہ ظاہر کہ نماز مقام مناجات درازا اور تمہارے اعمال صالحہ میں
معزز و ممتاز ہے کیا نظافت ایمانی گوارا کر سکتی ہے کہ ایسی جگہ ایسے اشرار
کو بلا عذر اپنا پیشوا اور سردار کیا جائے جن کے حق میں سگان جہنم وارد
حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اصحاب البدع کلاب اھل
النار اہل بدعت دوزخیوں کے کتے ہیں (دار قطنی)

ابھی اوپر حدیث گزری کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اہل بدعت کے پاس
اٹھنا بیٹھنا ان کے ساتھ کھانا پینا، رہنا سہنا غرض کوئی معاملہ پسند نہیں
تو انہیں امام بنانا شرع کیونکر گوارا فرمائے گی۔

بلکہ اسی حدیث میں ہے لا تصلوا علیھم ولا تصلوا معھم
(نہ ان کے جنازے میں نماز پڑھو نہ ان کے ساتھ نماز پڑھو۔ بالجملہ
بدمذہبی اور عقیدگی ایسی چیز ہے کہ آدمی اس سے بیزار اور نفور رہی ورنہ
ہر کہ پس کور ست د   در چہ ودر گور ست د

امامت پر اجرت طاعت وعبادت کے کاموں پر اجارہ کرنا جائز نہیں
مثلاً اذان کہنے کے لیے امامت کے لیے قرآن وفقہ کی تعلیم
کے لیے حج کے لیے یعنی اس لیے اجیر کیا کہ کسی کی طرف سے حج کرے۔ متقدمین
فقہا کا یہی مسلک تھا۔ مگر متاخرین نے دیکھا کہ دین کے کاموں میں سستی پیدا ہو گئی
ہے اگر اس اجارہ کی سب صورتوں کو ناجائز کہا جائے تو دین کے بہت سے
کاموں میں خلل واقع ہو گا انہوں نے اس کلیہ سے بہت سے امور کا استثناء
فرمایا اور یہ حکم دیا کہ تعلیم القرآن وفقہ اور اذان واقامت پر اجارہ جائز ہے

کیونکہ ایسا نہ کیا جائے تو قرآن وفقہ کے پڑھانے والے طلب معاش میں مشغول ہو کر اس کام کو چھوڑ دیں گے اور لوگ دین کی باتوں سے ناواقف ہوتے جائیں گے اسی طرح اگر مؤذن و امام کو نہ رکھا جائے تو بہت سی مساجد میں اذان و جماعت کا سلسلہ بند ہو جائے گا اور اس شعار اسلامی میں زبردست کمی واقع ہو جائے گی اسی طرح بعض علماء نے وعظ پر اجارہ کو جائز کہا ہے اس زمانے میں اکثر مقامات ایسے ہیں جہاں اہل علم نہیں ہیں ادھر ادھر سے کبھی کوئی عالم پہنچ جاتا ہے جو وعظ و تقریر کے ذریعے انہیں دین کی تعلیم دیتا ہے اگر اس اجارہ کو ناجائز کر دیا جائے تو عوام کو جو اس ذریعے سے کچھ باتیں معلوم ہو جاتی ہیں اس کا انسداد ہو جائے۔

یہاں یہ بتا دینا بھی ضروری ہے کہ جب اصل مذہب یہی ہے کہ یہ اجارہ ناجائز ہے ایک دینی ضرورت کی بنا پر اس کے جواز کا فتویٰ دیا جاتا ہے تو جس بندۂ خدا سے ہو سکے کہ ان امور کو خالصاً لوجہ اللہ انجام دے اور آجر اخروی کا مستحق بنے تو اس سے بہتر کیا بات ہے پھر اگر لوگ اس کی خدمت کریں بلکہ یہ تصور کرتے ہوئے کہ دین کی خدمت یہ کرتے ہیں ان کی خدمت ہم کریں اور ثواب حاصل کریں تو دینے والا مستحق ثواب ہوگا اور اس کو لینا جائز ہوگا کہ یہ اجرت نہیں ہے بلکہ اعانت و امداد ہے (بہار شریعت)

نماز فاسد کرنے والی چیزوں کا بیان

کلام، عمداً ہو یا خطاءً یا سہواً قلیل ہو یا کثیر، مفسد نماز ہے جبکہ اتنی آواز سے ہو کہ کم از کم وہ خود سن سکے۔ خطاء کے معنی یہ ہیں کہ قرأت وغیرہ اذکار نماز کہنا چاہتا تھا غلطی سے زبان سے کوئی بات نکل گئی اور سہو کے معنی یہ ہیں کہ اسے اپنا نماز میں ہونا یاد نہ رہا اور بات کر بیٹھا۔

تنبیہ: کچھ الفاظ بعض لوگوں کے تکیہ کلام بن جاتے ہیں کہ بغیر اس لفظ کے دہرائے وہ کوئی جملہ ادا نہیں کر پاتے یہ مسئلہ انہیں خاص طور پہ یاد رکھنا چاہیئے البتہ مریض کی زبان سے بے اختیار آہ اوہ نکلی یا بیمار نے اٹھتے بیٹھتے تکلیف اور درد پر بسم اللہ کہی نماز فاسد نہ ہوئی۔ یوں ہی چھینک، کھانسی، جماہی، ڈکار

ہیں جتنے حروف مجبورانہ بے اختیار نکلتے ہیں معاف ہیں۔

مسئلہ: نماز پوری ہونے سے پہلے قصداً اسلام پھیر دیا۔

یا مسبوق نے یہ خیال کر کے کہ امام کے ساتھ سلام پھیرنا چاہئے سلام پھیر دیا۔

یا عشاء کی نماز میں یہ خیال کر کے کہ تراویح ہے۔

یا ظہر کو جمعہ تصور کر کے۔

یا مقیم نے اپنے آپ کو مسافر خیال کر کے دو رکعت پر سلام پھیر دیا۔

یا نمازی نے کسی شخص کو عمداً یا سہواً اسلام کر لیا۔

یا زبان سے کسی کو سلام کا جواب دیا۔

یا کسی کو چھینک آئی اس کے جواب میں نمازی نے یرحمک اللہ

یا جواب کی نیت سے الحمد للہ کہا

یا خوشی کی خبر سن کر جواب میں الحمد للہ

یا کوئی چیز تعجب خیز دیکھ کر بقصد جواب سبحٰن اللہ

یا لا الہ الا اللہ یا اللہ اکبر

یا بری خبر سن کر انا للہ و انا الیہ راجعون کہا

یا الفاظِ قرآن سے کسی کو جواب دیا۔ یا اذان کا جواب دیا۔

یا چاند دیکھ کر ربی و ربک اللہ کہا

یا بخار وغیرہ کی وجہ سے کچھ قرآن پڑھ کر دم کیا۔

یا شیطان کا ذکر سن کر اس پر لعنت بھیجی۔

یا کوئی عبارت بوزن شعر کہ قرآن مجید میں بہ ترتیب پائی جاتی ہے بہ نیت شعر پڑھی توان سب صورتوں میں نماز جاتی رہی۔ دوبارہ پڑھنا فرض ہے

مسئلہ: وسوسہ کے دفع کرنے کے لیے لاحول پڑھی۔ اگر امور دنیا کے لیے ہے نماز فاسد ہو جائے گی اور امور آخرت کے لیے تو نہیں۔

اپنے امام کے سوا دوسرے کو لقمہ دینا یا

مسئلہ: اپنے مقتدی کے سوا دوسرے کو لقمہ لینا بھی مفسد نماز ہے البتہ اگر اس

کے بتانے کے وقت امام کو خود یاد آگیا یعنی اگر وہ نہ بتاتا جب بھی اسے یاد آجاتا اس کے بتانے کو کچھ دخل نہیں تو اس کا پڑھنا نماز کو فاسد نہ کرے گا۔

مسئلہ: آہ، اوہ، تف، اف یہ الفاظ درد یا مصیبت کی وجہ سے نکلے،

یا آواز سے رویا اور حروف پیدا ہوئے،

یا بلا عذر دبے غرض صحیح کھنکارا اور کھنکارنے میں دو حرف ظاہر ہوگئے جیسے اخ تو بھی نماز فاسد ہوگی۔

عذر مثلاً یہ کہ طبیعت کا تقاضا ہو۔ غرض صحیح مثلاً آواز صاف کرنے یا امام سے غلطی ہوگئی اسے توجہ دلانے یا دوسرے شخص کو اپنا نماز میں ہونا بتانے کے لیے کھنکارا۔ یونہی اُف اوہ وغیرہ الفاظ جنت و دوزخ کی یاد میں کہے یا امام کا پڑھنا پسند آیا اس پہ رونے لگا اور آر سے نعم ہاں زبان سے نکلا تو کوئی حرج نہیں نماز فاسد نہ ہوگی

ہاں امام کی خوش گلوئی پہ یہ الفاظ کہے تو نماز فاسد ہوگی

مسئلہ: صرف توراۃ یا انجیل کو نماز میں پڑھا تو نماز نہ ہوئی۔ یونہی مصحف شریف سے دیکھ کر،

یا محراب وغیرہ پہ لکھا ہوا دیکھ کر قرآن پڑھنا نماز کو فاسد کر دیتا ہے ہاں اگر یاد پہ پڑھتا ہو مصحف شریف یا محراب وغیرہ پہ فقط نظر ہے تو حرج نہیں۔

مسئلہ: نماز میں کرتا یا پاجامہ پہنا یا تہبند باندھا۔ یا ناپاک جگہ پہ بغیر حائل سجدہ کیا یا ہاتھ یا گھٹنے سجدے میں ناپاک جگہ پہ رکھے یا ستر کھولے ہوئے یا بقدر مانع، نجاست کے ساتھ پورا رکن ادا کیا یا بقدر تین تسبیح اس حالت میں وقت گذر گیا یا قصداً ستر کھولا اگرچہ فوراً ڈھانک (اور اس میں وقفہ کی بھی حاجت نہیں) یا بھیڑ کی وجہ سے امام سے اتنی دیر تک آگے ہوگیا یا ایک دم بقدر تین قدم چلا یا چوپایہ نے بقدر تین قدم کھینچ لیا یا دھکیل دیا تو ان سب صورتوں میں نماز جاتی رہی۔

۴۵۔ **مسئلہ:** عمل کثیر مثلاً ایک رکن میں تین بار کھجانے سے نماز جاتی رہتی ہے یعنی یوں کہ کھجا کر ہاتھ ہٹالیا، پھر کھجایا پھر ہاتھ ہٹالیا وعلیٰ ہذا اور اگر ایک بار ہاتھ رکھ کر چند مرتبہ حرکت دی، تو ایک ہی مرتبہ کھجانا کہا جائے گا۔

۴۶۔ یونہی پے درپے تین بال اکھیڑے۔

۴۷۔ یا تین جوئیں ماریں۔

۴۸۔ یا ایک ہی جوں کو تین بار مارا تو نماز جاتی رہی۔

اور پے درپے نہ ہو تو نماز فاسد نہ ہوگی، مگر مکروہ ہے۔

فائدہ: جس کام کے کرنے والے کو دُور سے دیکھ کر اس کے نماز میں نہ ہونے کا گمان غالب ہو کہ نماز میں نہیں، تو وہ عمل کثیر ہے اور اگر دُور سے دیکھنے والے کو شبہ و شک ہو کہ نماز میں ہے یا نہیں، تو وہ عمل قلیل ہے۔ عمل کثیر کو نہ اعمالِ نماز سے ہو نہ نماز کی اصلاح کے لیے کیا گیا ہو، نماز فاسد کر دیتا ہے اور عمل قلیل مفسد نہیں۔

۴۹۔ **مسئلہ:** تکبیراتِ انتقال میں اللہ یا اکبر کے الف کو دراز کیا۔ آللہ یا آکبر کہا۔

۵۰۔ یا ب کے بعد الف بڑھایا، اکبار کہا نماز فاسد ہو جائے گی۔

۵۱۔ اور تحریمہ میں ایسا ہوا تو نماز شروع ہی نہ ہوتی۔

۵۲۔ یونہی قرآت یا اذکار نماز میں ایسی غلطی جس سے معنیٰ فاسد ہو جائیں، نماز فاسد کر دیتی ہے۔

تنبیہ: بعض مؤذن اذان و اقامت میں اکثر اکبر میں ب کے بعد الف بڑھا دیتے ہیں، یہ سخت گناہ و حرام ہے، انہیں شدید تنبیہ کی جائے۔

۵۴۔ ایسی دعا جس کا سوال بندوں سے کیا جا سکتا ہے، مفسدِ نماز ہے۔ مثلاً اللّٰھم اطعمنی (اے اللہ تعالیٰ مجھے کھانا دے)

۵۵۔ **مسئلہ:** نماز کے اندر کھانا پینا مطلقاً نماز کو فاسد کر دیتا ہے، قصداً ہو یا

بھول کر تھوڑا ہو یا زیادہ۔ یہاں تک کہ اگر تل بغیر چبائے نگل لیا یا کوئی قطرہ اس کے منہ میں گرا اور یہ نگل گیا، تو نماز جاتی رہی۔

مسئلہ: دانتوں کے اندر کوئی چیز رہ گئی تھی، اس کو نگل لیا، اگر چنے سے کم ہے نماز فاسد نہ ہوئی، مکروہ ہوئی اور اگر چنے کے برابر ہے، تو فاسد ہو گئی اور دانتوں سے خون نکلا۔ اگر تھوک غالب ہے تو نگلنے سے فاسد نہ ہو گی، ورنہ فاسد ہو جائے گی۔

فائدہ: غلبہ کی علامت یہ ہے کہ حلق میں خون کا مزا محسوس ہو۔ نماز اور روزہ توڑنے میں خون کے مزے کا اعتبار ہے اور وضو توڑنے میں رنگ کا۔ یعنی منہ سے خون نکلا تو تھوک کا رنگ اگر سُرخ ہو جائے، تو خون غالب سمجھا جائے گا، وضو جاتا رہے گا اور اگر تھوک کا رنگ زرد ہو تو خون مغلوب سمجھا جائے گا، وضو نہ جائے گا۔

۵۶۔ **مسئلہ:** بالغ کا قہقہہ یعنی اتنی آواز سے ہنسی آئی کہ اس پاس والے سنیں، اگر رکوع سجدے والی نماز میں ہو تو نماز فاسد ہو جائے گی اور وضو بھی جاتا رہے گا۔

۵۷۔ **مسئلہ:** ناپاک زمین پر پاک جوتا پہن کر کھڑا ہوا اور نماز پڑھی، تو نماز نہ ہو گی۔ ہاں جوتے اتار کر ان پر پاؤں رکھ کر کھڑا ہوا جیسا کہ عام طور پر رائج ہے) تو نماز ہو جائے گی۔

۵۸۔ **مسئلہ:** عورت نماز پڑھ رہی تھی، بچے نے اس کی چھاتی چوسی، اگر دودھ نکل آیا، نماز جاتی رہی۔

۵۹۔ یونہی عورت نماز میں تھی، مرد نے بوسہ لیا۔

۶۰۔ یا شہوت کے ساتھ اس کے بدن کو ہاتھ لگایا نماز جاتی رہی۔

تنبیہ: جہلا میں مشہور ہے کہ نمازی کے سامنے سے گزرنا اس کی نماز کو فاسد کر دیتا ہے اور اسی لیے بعض ناواقف اپنی نماز توڑ دیتے ہیں، بلکہ بعض تو ان میں وہ ہیں کہ نماز توڑ کر گزرنے والے سے لڑائی اور بدزبانی پر اُتر آتے ہیں۔ یہ محض غلط و باطل ہے، نمازی کے آگے سے گزرنا نماز کو فاسد نہیں کرتا۔ خواہ گزرنے والا مرد ہو یا عورت، کُتا ہو یا گدھا۔

جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اگر کوئی جانتا کہ اپنے بھائی کے سامنے نماز میں آڑے ہو کر گزرنے میں کیا ہے، تو سو برس کھڑا رہنا اس ایک قدم چلنے سے بہتر سمجھتا۔

(ابنِ ماجہ)

مکروہات کا بیان

احادیث: حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وبارک وسلم فرماتے ہیں:

۱۔ کمر پر نماز میں ہاتھ رکھنا جہنمیوں کی راحت ہے۔ (بخاری ومسلم)

علمائے کرام نے فرمایا: یعنی یہ یہودیوں کا فعل ہے کہ وہ جہنمی ہیں، ورنہ جہنمیوں کے لیے جہنم میں کیا راحت؟

۲۔ جب آدمی نماز کو کھڑا ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ عزّوجل اپنی خاص رحمت کے ساتھ اس کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور جب اِدھر اُدھر دیکھتا ہے۔ فرماتا ہے: اے ابنِ آدم! کس کی طرف التفات کرتا ہے، کیا مجھ سے کوئی بہتر ہے جس کی طرف التفات کرتا ہے۔ پھر جب دوبارہ التفات کرتا ہے، ایسا ہی فرماتا ہے۔ پھر جب تیسری بار التفات کرتا ہے تو اللہ عزّوجل اپنی اس خاص نعمت کو اس سے پھیر لیتا ہے۔ (بزار)

۳۔ جو شخص نماز میں تکبر سے تہبند لٹکائے، اسے اللہ تعالیٰ کی رحمت حل میں ہے نہ حرم میں۔ (ابوداؤد) اور بخاری نے تاریخ میں روایت کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جب نماز پڑھو تو لٹکنے کپڑے کو اٹھالو کہ اس میں سے جو شے زمین کو پہنچے گی وہ نار میں ہے۔

[1] یہ صرف نماز ہی کے ساتھ خاص نہیں اور نہ صرف تہبند کے ساتھ۔ بخاری ومسلم میں ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت میں ہے "جو اترانے کے طور پر کپڑا گھسیٹے گا، اس کی طرف اللہ تعالیٰ نظرِ رحمت نہیں کرے گا"۔ اس میں پتلون پاجامہ وغیرہ بھی داخل ہیں، بلکہ ازراہِ تکبر کسی بھی کپڑے کا استعمال شدید وبال لاتا ہے۔ (باقی صفحہ ۳۷۲ پر)۔

۴- عبدالرزاق نے مصنف میں روایت کی کہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے حضرت نافع کو دو کپڑے پہننے کو دیے اور یہ اس وقت لڑکے تھے۔ اس کے بعد مسجد میں گئے اور ان کو ایک کپڑے میں لپٹے ہوئے نماز پڑھتے دیکھا۔ اس پر فرمایا کیا تمہارے پاس دو کپڑے نہیں کہ انہیں پہنتے۔ عرض کی ہاں ہیں، تو فرمایا بتاؤ اگر مکان سے باہر تمہیں بھیجوں، تو تم دونوں کپڑے پہنو گے عرض کی، ہاں! فرمایا، تو اللہ عزوجل کے دربار میں زینت زیادہ مناسب ہے یا آدمیوں کے لیے عرض کی، اللہ تعالیٰ کے لیے۔

۵- اما مالک واحمد راوی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدود نازل ہونے سے پہلے صحابہ کرام سے فرمایا کہ شرابی[لہ] اور زانی اور چور کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟

(بقیہ حاشیہ ص۳۶۹) ابوداؤد ابن ماجہ میں انہیں عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں، جو شہرت کے لیے کپڑے پہنے گا، اللہ تعالیٰ روز قیامت اسے ویسا ہی لباس شہرت پہنائے گا جس سے میدان حشر میں معاذاللہ ذلت ورسوائی ہو۔ پھر اس میں آگ بھڑکا دی جائیگی۔ اعاذنا اللہ تعالیٰ منہا ہاں جب کہ اللہ تعالیٰ نے دیا ہے تو اس کی نعمت کے اظہار کے لیے عمدہ لباس استعمال کرنا بالخصوص جمعہ وعیدین میں یہ ضرور جائز بلکہ مطلوب ہے، جبکہ دوسروں کو بہ نظر حقارت نہ دیکھے۔

حدیث شریف میں وارد ہے کہ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ اَنْ یَرٰی اَثَرَ نِعْمَتِہٖ عَلٰی عَبْدِہٖ۔ یہ بات اللہ تعالیٰ کو پسند ومحبوب ہے کہ اس کی بخشی ہوئی دولت کا اثر بندہ پر پایا جاتے۔ (غفرلہٗ)

لہ افسوس کہ مغرب کی آندھی اُوندھی تقلید اور کورانہ پیروی کے باعث یہ دونوں لعنتیں آج مسلمانوں میں سماتی چلی جارہی ہیں۔ اوباشوں اور آوارہ گردوں کا ذکر نہیں۔ تہذیب جدید کے بہت سے دعوے داروں اور عہد حاضر کے ادش خواروں، بڑے جنٹلمینوں، اونچے اونچے گھرانوں میں آج یہ لعنتیں ترقی وآزادی کے غلیظ و پلید پردوں کی آڑ میں پرورش پارہی ہیں۔ دفتر کے "میر منشیوں" سے گزر کر امیروں اور سرمایہ داروں، حاکموں اور منصب والوں تک جاری ہیں۔ اس پر طرہ یہ ہے کہ احساس گناہ نہیں۔ اس پر ظلم یہ کہ احکام شرع کی پرواہ نہیں۔ کاش کہ وہ ان نافرمانیوں سے باز آتے۔ قرآن عظیم واحادیث حمیدہ کی طرف رجوع لاتے اور رب عزوجل اور

بقیہ حاشیہ (ص۳۷۳ پر)

سب نے عرض کی اللہ تعالیٰ اور رسول خوب جانتے ہیں۔ فرمایا، یہ بہت بُری باتیں ہیں اور ان میں سزا ہے اور سب میں بُری چوری وہ ہے کہ اپنی نماز سے چُرائے۔ عرض کی، یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نماز سے کیسے چرائے گا؟ فرمایا: یُوں کہ رکوع و سجود تمام نہ کرے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۷۲ سے)

اس کے محبوب کے حضور اشکِ ندامت بہاتے، احکام خدا اور رسول دل میں جماتے۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے عہد کیا ہے کہ جو شخص نشہ پیے گا، اسے طینۃ الخبال پلایا جائے گا۔ لوگوں نے عرض کی طینۃ الخبال کیا چیز ہے؟ فرمایا: جہنمیوں کا پسینہ یا ان کا عصارہ (نچوڑ)۔ (مسلم)

حضرت امام احمد کی روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قسم ہے میری عزت کی، میرا جو بندہ شراب کا ایک گھونٹ بھی پیے گا، میں اس کو اتنی ہی پیپ پلاؤں گا اور جو بندہ میرے خوف سے چھوڑ دے گا، میں اسے حوضِ قدس سے پلاؤں گا۔

ابن ماجہ و ابن حبان راوی ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت میں کچھ لوگ شراب پئیں گے اور اس کا نام بدل کر کچھ اور رکھیں گے اور ان کے سروں پر باجے بجاتے جائیں گے اور گانے والیاں گائیں گی اور یہ لوگ زمین میں دھنسا دیے جائیں گے اور کچھ ان میں سے بندر اور سؤر بنا دیے جائیں گے، غرض شراب پینا حرام ہے۔ احادیث میں اس کے پینے والے پر نہایت سخت وعیدیں آئی ہیں۔ شراب کا دوسرا نام ام الخبائث بھی ہے کہ تمام معاصی اور بے حیائیاں گویا اس سے جنم لیتی ہیں۔ اور زنا کے متعلق حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: زنا کرنے والا جس وقت زنا کرتا ہے، وہ مومن نہیں رہتا۔ (یعنی اس شخص سے نورِ ایمان جُدا ہوتا ہے۔ (بخاری و مسلم)

امام احمد کی روایت میں ہے، جس قوم میں زنا ظاہر ہوگا، وہ قحط میں گرفتار ہوگی اور جس قوم میں رشوت کا ظہور ہوگا وہ رعب میں گرفتار ہوگی۔ حاکم کی روایت میں ہے، جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جس بستی میں زنا اور سود ظاہر ہو جائے، تو انہوں نے اپنے لیے اللہ تعالیٰ کے عذاب کو حلال کر لیا۔

غور کیجئے کیا یہ واقعہ نہیں کہ ہماری موجودہ نکبت و پریشانی و ذلت و حیرانی، اللہ و رسول کی نافرمانی اور انہیں لعنتوں کا ثمرہ ہے۔ (۱۲ منہ غفرلہٗ)

فائدہ نفیسہ مسلمانو! حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہِ جلالت میں صحابۂ کرام کا یہ ادب و معمول اور ادب مقبول تو دیکھو کہ اگرچہ کسی چیز کا علم رکھتے، لیکن جب اس کے متعلق سوال فرمایا جاتا، تو یہی جواب دیتے "اللہ و رسول خوب جانتے ہیں" (ہم کیا اور ہمارا علم ہی کیا) حالانکہ ان ہی میں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے جن کے متعلق صحابۂ کرام کا اجماع کہ کان ابوبکر اعلمنا (ہم سب میں زیادہ علم ابوبکر کو تھا) ان ہی میں سیدنا فاروقِ اعظم بھی تھے کہ ذهب عمر تبسعة اعشار العلم (عمر علم کے نو حصے لے گئے) انہیں میں سیدنا علی مرتضیٰ بھی تھے کہ لو شئت لا وقرت من تفسیر الفاتحۃ سبعین بعیرا (میں چاہوں تو سورۂ فاتحہ کی تفسیر سے ستر اونٹ بھروا دوں) ایک اونٹ کتنے من بوجھ اٹھاتا ہے اور ہر من میں کتنے ہزار اجزا ہیں، حساب سے تقریباً پچیس لاکھ جزء آتے ہیں۔ غرض یہ علم، علمِ علی ہے، اس کے بعد علمِ عمر، اس کے بعد علمِ صدیق کی باری ہے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین (لمعۃ الضحیٰ)

لیکن باوجود اس جلالت علم کے بارگاہ بیکس پناہِ عالم ما کان و ما یکون کہ دُنیا و آخرت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بخشش سے ایک حصہ اور لوح و قلم کا علم حضور کے علوم کا ایک ٹکڑا ہے۔ روزِ اول سے جو کچھ ہوا اور روزِ آخر تک جو کچھ ہوگا، ان کے رب کے فضل سے ان پر کچھ پوشیدہ نہیں۔ زمین و آسمان، شرق و غرب میں جو کچھ ہوتا ہے، وہ ان پر ایسا روشن ہے کہ اصلاً کچھ چھپا نہیں۔ غیب و شہادت کی کوئی چیز ان کے رب کی عطا سے ان پر چھپی نہ رہی۔ موجودات سے کوئی شے ان پر مخفی نہ رہی۔

(وذلك فضل الله يؤتيه من يشاء والله ذوالفضل العظيم)

سوا اس کے اور کیا عرض کرتے کہ "اللہ و رسول خوب جانتے ہیں" پھر یہ ادب صرف حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیع علم ہی سے خاص نہیں۔ صحابۂ کرام سراسر رب عزوجل کی رحمت اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے مبارک دامنِ کرم میں پناہ لیتے۔

احادیث کی کتب معتبرہ میں آج بھی یہ الفاظ جگمگا کر اہل سنت کے دلوں کو نور بخش رہے ہیں کہ "ابو بکر صدیق و عمر فاروق وغیرہما جلیس اجلہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کھڑے ہو کر ہاتھ پھیلا کر لرزتے کانپتے حضور سے عرض کی: تُبْنَا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ (ہم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی طرف توبہ کرتے ہیں۔ (معجم کبیر)

صحیح بخاری و صحیح مسلم شریف میں ہے کہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی "یا رسول اللہ! میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی طرف توبہ لاتی ہوں۔ مجھ سے کیا خطا ہوئی؟"

ابو بکر بن ابی شیبہ اپنے مصنف میں راوی ہے کہ ایک موقع پر انصار کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ مواخذہ فرمایا، تو انصار کرام نے یہی عرض کیا: ہم اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے غضب اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے غضب سے۔

اور جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اَلَا تُجِيْبُوْنَ (تم جواب کیوں نہیں دیتے)؟ تو انصار کرام روئے اور بار بار عرض کرنے لگے: اللہ تعالیٰ و رسول اللہ کا احسان زاید ہے اور اللہ و رسول کا فضل بڑا ہے۔ صحابہ میں باہم یہ چرچے رہتے: "اللہ و رسول ہی پر بھروسہ ہے۔" اور کیوں نہ ہو، خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں "جس کا کوئی نگہبان نہ ہو، اللہ و رسول اس کے نگہبان ہیں۔" (ترمذی)

بلکہ خود رب العزت جل وعلا نے یہ ادب سکھایا اور فرمایا:

وَمَا نَقَمُوْا اِلَّا اَنْ اَغْنٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ۔

(انہیں کیا برا لگا یہی تاکہ انہیں دولت مند کر دیا اللہ تعالیٰ اور اللہ کے رسول نے اپنے فضل سے)

ہاں یہ جگہ ہے کہ بیمار دل غیظ میں کٹ جائیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اللہ اور اللہ کے رسول نے دولت مند کر دیا اور یہ کہتے ہیں کہ جو کسی کو ایسا تصرف ثابت کرے، وہ مشرک ہے، تو ان کے طور پر قرآن مجید شرک کی تعلیم دیتا ہے، بلکہ اسی سورۃ میں ارشاد فرمایا:

وَلَوْ اَنَّهُمْ رَضُوْا مَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ (الاٰية)

(اور کیا خوب تھا اگر وہ راضی ہوتے، خدا و رسول کے دیے پر اور کہتے ہمیں اللہ تعالیٰ کافی ہے اب دے گا اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے فضل سے اور اس کا رسول، بیشک ہم اللہ تعالیٰ کی طرف رغبت کرنے والے ہیں۔)

یہاں ربّ العزّت جلّ وعُلا نے اپنے ساتھ جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی دینے والا فرمایا اور ساتھ ہی یہ بھی ہدایت فرمائی کہ "اللہ و رسول سے امید کی لو لگائے رکھو، کہ اَب ہمیں اپنے فضل سے دیتے ہیں۔"

اے اللہ تعالیٰ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) مجھے اور سب اہلِ سُنّت کو دین و دُنیا کا دولت مند فرما اپنے فضل سے۔ صلی اللہ تعالیٰ علیك وآلہ وسلم۔

(الامن والعلیٰ)

؎ نعرہ کیجے یارسول اللہ کا	مفلسو سامانِ دولت کیجئے
ہم تمہارے ہوکے کس کے پاس جائیں	صدقہ شہزادوں کا رحمت کیجئے
مثلِ فارس زلزلے ہوں نجد میں	ذکرِ آیاتِ ولادت کیجئے
غیظ میں جل جائیں بے دینوں کے دل	یارسول اللہ کی کثرت کیجئے
اِذن کب کا مل چکا اب تو حضور	ہم غریبوں کی شفاعت کیجئے
بیٹھتے اٹھتے حضورِ پاک سے	التجاء و استعانت کیجئے،
یارسول اللہ دُہائی آپ کی	گوشمالی اہلِ بدعت کیجئے
غوثِ اعظم آپ سے فریاد ہے	زندہ پھر یہ پاک ملت کیجئے
یاخدا تجھ تک ہے سب کا منتہیٰ	اولیاء کو حکمِ نصرت کیجئے

میرے آقا حضرتِ اچھے میاں
ہو رضا اچھا وہ صورت کیجئے

(حدائقِ بخشش)

نماز کے مکروہاتِ تحریمہ

فائدہ: مکروہ دو قسم پر ہے: تحریمی۔ تنزیہی۔

مکروہ تحریمی: یہ واجب کا مقابل ہے۔ اس کے کرنے سے عبادت ناقص ہو جاتی ہے اور کرنے والا گنہ گار ہوتا ہے، اگرچہ اس کا گناہ حرام سے قدرے کم ہے۔ اور چند بار اس کا ارتکاب گناہ کبیرہ ہے۔

مکروہ تنزیہی: یہ سنت غیر مؤکدہ کے مقابل ہے۔ اس کا کرنا شرع کو پسند نہیں، مگر نہ اس حد تک کہ اس پر وعیدِ عذاب فرمائی جائے۔

ہم پہلے مکروہاتِ تحریمہ کا بیان کرتے ہیں، اس کے بعد مکروہاتِ تنزیہیہ کا بیان ہوگا۔

۱۔ **مسئلہ:** کپڑے یا بدن یا داڑھی کے ساتھ کھیلنا۔

۲۔ کپڑا سمیٹنا، مثلاً سجدے میں جاتے وقت آگے یا پیچھے سے اٹھا لینا، اگرچہ گرد سے بچانے کے لیے ہو اور بلا وجہ ہو تو اور زیادہ۔

۳۔ کپڑا لٹکانا، مثلاً رومال یا شال یا چادر سر یا مونڈھے پر اس طرح ڈالنا کہ کنارے دونوں مونڈھوں پر سے لٹکتے ہوں یا ایک ہی مونڈھے پر اس طرح ڈالنا کہ ایک کنارہ پیٹھ پر لٹک رہا ہے اور دوسرا پیٹ پر جیسے عموماً اس زمانہ میں مونڈھوں پر رومال رکھنے کا طریقہ ہے (ہاں اگر ایک کنارہ دوسرے مونڈھے پر ڈال دیا اور دوسرا لٹک رہا ہے جیسے عام طور پر گلے میں مفلر ڈالتے ہیں تو مکروہ نہیں)۔

۴۔ کپڑے میں اس طرح لپٹ جانا کہ ہاتھ بھی باہر نہ ہو۔

۵۔ الٹا کپڑا پہن کر یا اوڑھ کر یا جس کپڑے پر کسی جاندار کی تصویر ہو اسے پہن کر۔ یا کوئی آستین آدھی کلائی سے زیادہ چڑھی ہوئی۔

۹۔ یا دامن سمیٹے نماز پڑھنا۔

۱۰۔ اور اعتجار یعنی پگڑی اس طرح باندھنا کہ بیچ سر پر نہ ہو (اگرچہ نماز کے علاوہ ہو) یہ سب مکروہ تحریمی ہے۔

۱۱۔ مسئلہ: اگر کرتے وغیرہ کی آستین میں ہاتھ نہ ڈالے، بلکہ پیٹھ کی طرف پھینک دی۔

۱۲۔ یا انگرکھے کے بند نہ باندھے۔

۱۳۔ یا اچکن وغیرہ کے بٹن نہ لگائے اور سینہ کھلا رہا تو نماز مکروہ تحریمی ہے اور نیچے کرتا وغیرہ ہے تو مکروہ تنزیہی۔

۱۴۔ یونہی صرف پاجامہ یا تہبند پہن کر نماز پڑھی اور کرتا یا چادر موجود ہے تو نماز مکروہ تحریمی ہے اور جو دوسرا کپڑا نہیں تو معاف ہے۔

۱۵۔ مسئلہ: تشہد یا سجدوں کے درمیان کتے کی طرح بیٹھنا (یعنی گھٹنوں کو سینہ سے ملا کر دونوں ہاتھوں کو زمین پر رکھ کر سرین کے بل بیٹھنا۔

۱۶۔ مرد کا سجدے میں کلائیوں کو بچھانا۔

۱۷۔ کسی شخص کے منہ کے سامنے نماز پڑھنا۔

۱۸۔ قیام کے علاوہ اور کسی موقع پر قرآن مجید پڑھنا۔

۱۹۔ رکوع میں قرأت ختم کرنا۔

۲۰۔ کسی واجب کو ترک کرنا، مثلاً رکوع و سجود میں پیٹھ سیدھی نہ کرنا یونہی قومہ اور جلسہ میں سیدھے ہونے سے پہلے سجدے کو چلے جانا۔

۲۱۔ ادھر ادھر منہ پھیر کر دیکھنا۔

۲۲۔ آسمان کی طرف نگاہ اٹھانا۔

۲۳۔ بالقصد جماہی لینا۔

۲۴۔ بے ضرورت کھنکارنا۔

۲۵۔ انگلیاں چٹکانا۔

۲۶۔ اُنگلیوں کی قینچی باندھنا، یعنی ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ کی اُنگلیوں میں ڈالنا۔

۲۷۔ کمر پر ہاتھ رکھنا (یہ بین علاوہ نماز بھی مکروہ ہیں)

۲۸۔ یا نماز ایسی جگہ پڑھنا کہ مصلی کے سر پر یا دائیں یا بائیں یا پس پشت یا محل سجود میں کوئی تصویر معلق یا منقوش ہو۔

۲۹۔ یا قبر سامنے ہو اور مصلی اور قبر کے درمیان کوئی چیز حائل نہ ہو، ان سب صورتوں میں نماز مکروہ تحریمی ہے۔

مسئلہ: اگر تصویر غیر جاندار کی ہے جیسے پہاڑ دریا وغیرہ تو اس میں کوئی حرج نہیں، یونہی تھیلی یا جیب میں تصویر چھپی ہو یا تصویر والے کپڑے پر کوئی دوسرا کپڑا پہن لیا کہ تصویر چھپ گئی، تو اب نماز مکروہ نہ ہوگی۔

۳۰۔ شدت کا پیشاب یا پاخانہ معلوم ہوتے وقت۔

۳۱۔ یا غلبۂ ریاح کے وقت۔

۳۲۔ یا غصب شدہ زمین پر۔

۳۳۔ یا پرائے کھیت میں جس میں زراعت موجود ہو۔

۳۴۔ یا جتے ہوئے کھیت میں۔

۳۵۔ یا کفار کے عبادت خانوں میں نماز پڑھنا۔

۳۶۔ یا جلدی میں صف کے پیچھے ہی سے اللہ اکبر کہہ کر شامل ہو کر پھر صف میں داخل ہونا۔

۳۷۔ مسئلہ: امام کو کسی آنے والے کی خاطر نماز کا طول دینا مکروہ تحریمی ہے، اگر اس کو پہچانتا ہو اور اس کی خاطر مدِ نظر ہو۔ اور اگر نماز پر اس کی اعانت کے بقدر ایک دو تسبیح کے طول دیا تو کراہت نہیں۔

نماز کے مکروہاتِ تنزیہیہ

۱۔ سجدے یا رکوع میں بلا ضرورت تین تسبیح سے کم کہنا۔ حدیث میں اسی کو مُرغ کی سی ٹھونگ مارنا فرمایا۔ اور پر گزر چکا ہے کہ بے تعدیل اگر عمر بھر نماز پڑھے قبول نہ ہو اور جو نماز میں تعدیل نہیں کرتا، اس کے سوء خاتمہ کا خوف ہے۔ ہاں وقت کی تنگی یا ریل کے چلے جانے کے خوف سے ہو تو حرج نہیں۔

۲۔ کام کاج کے کپڑوں سے نماز پڑھنا، جبکہ اس کے پاس اور کپڑے ہوں۔ (ورنہ کراہیت نہیں۔)

۳۔ نماز میں فرض ہو خواہ نفل انگلیوں پر آیتوں اور تسبیحات اور سُورتوں کا گننا۔

۴۔ ہاتھ یا سر کے اشارے سے سلام کا جواب دینا۔

۵۔ نماز میں بغیر عذر چار زانو بیٹھنا۔

۶۔ سجدہ کو جاتے وقت بلا عذر گھٹنے سے پہلے ہاتھ رکھنا۔

۷۔ یونہی اٹھتے وقت ہاتھ سے پہلے گھٹنے اٹھانا۔

۸۔ رکوع میں سر کو پشت سے اُونچا نیچا کرنا۔

۹۔ دائیں بائیں جھومنا (اور تراوح یعنی کبھی ایک پاؤں پر زور دیا کبھی دوسرے پر یہ سنت ہے۔)

۱۰۔ مرد کا سجدہ میں ران کو پیٹ سے چپکا دینا۔

۱۱۔ سجدہ وغیرہ میں قبلہ سے انگلیوں کو پھیر دینا۔

۱۲۔ اُٹھتے وقت آگے پیچھے پاؤں اُٹھانا۔

۱۳۔ آستین بچھا کر سجدہ کرنا تاکہ چہرہ پر خاک نہ لگے (اور گرمی سے بچنے کے لیے کپڑے

پر سجدہ کیا تو حرج نہیں اور براہِ تکبّر ہو تو کراہت تحریمہ ہے)

۱۴- انگڑائی لینا۔

۱۵- بالقصد کھانسنا۔ یہ سب نماز میں مکروہ ہیں۔

۱۶- اسبال یعنی کپڑا حد معتاد سے بافراط دراز رکھنا مکروہ ہے۔ دامنوں اور پائچوں میں اسبال یہ ہے کہ ٹخنوں سے نیچے ہوں اور آستینوں میں انگلیوں سے نیچے اور عمامہ میں یہ کہ بیٹھنے میں دبیلے۔

۱۷- امام کو تنہا محراب میں۔

۱۸- یا دروں میں۔

۱۹- یونہی امام جماعتِ اولیٰ کو مسجد کے زاویہ یا جانب میں کھڑا ہونا۔

۲۰- امام کا تنہا بلند جگہ کھڑا ہونا (بلندی کی مقدار یہ ہے کہ دیکھنے میں اس کی اُونچائی ظاہر ممتاز ہو، پھر یہ بلندی اگر قلیل ہو تو کراہت تنزیہیہ، ورنہ ظاہر تحریم)

۲۱- یا امام کا نیچے اور مقتدی کا بلند جگہ پر ہونا۔

۲۲- صف میں منفرد کو کھڑا ہونا۔

۲۳- مقتدی کو صف کے تنہا کھڑا ہونا، جبکہ صف میں جگہ موجود ہو۔

۲۴- اور نماز کے لیے مسجد میں دوڑنا۔

۲۵- جلتی ہوئی آگ نمازی کے آگے ہونا باعث کراہت ہے شمع یا چراغ میں کراہت نہیں۔

۲۶- یونہی ایسی چیز کے سامنے جو دل کو مشغول رکھے، مثلاً زینت، لہو و لعب وغیرہ میں نماز مکروہ ہے۔

۲۷- مسجد میں کوئی جگہ اپنے لیے خاص کر لینا۔

۲۸- مسجد کی چھت پر نماز پڑھنا کہ اس میں ترکِ تعظیم ہے۔ دہاں اگر مسجد میں تنگی ہو اور

چند مسائل متعلق

اَحکام مساجد

۱۔ مسجد میں پہلے سیدھا قدم رکھو، پھر الٹا اور یہ دُعا پڑھو:

اَللّٰھُمَّ افْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ۔ (اے اللہ تو اپنی رحمت کے دروازے میرے لیے کھول دے)

اور واپسی پر پہلے الٹا قدم نکالو، پھر سیدھا اور یہ دعا پڑھو:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ۔ (اے اللہ میں تجھ سے تیرے فضل کا سوال کرتا ہوں)

۲۔ مسجد میں آتے وقت اعتکاف کی نیت (بِسْمِ اللّٰہِ دَخَلْتُ وَعَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ وَنَوَیْتُ سُنَّتَ الْاِعْتِکَافِ) کرلو کہ جب تک مسجد میں رہوگے، اس عبادت کا ثواب بھی ملے گا اور اس کے سبب مسجد میں پانی پینا یا مثلاً پان کھانا بھی جائز ہوجائے گا اور اس اعتکاف کے لیے روزہ شرط نہیں۔ (ملفوظات اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ)

۳۔ بغیر نیت اعتکاف مسجد میں کسی چیز کے کھانے پینے کی اجازت نہیں (دُرِّ مختار وغیرہ) بہت سی مساجد میں دستور ہے کہ ماہِ رمضان المبارک میں لوگ نمازیوں کے لیے افطاری بھیجتے ہیں، وہ بلا نیت اعتکاف وہیں کھاتے پیتے اور فرش خراب کرتے ہیں، یہ ناجائز ہے اور بعد نیت اعتکاف بھی یہ احتیاط لازم ہے کہ مسجد آلودہ نہ ہو، فرش یا چٹائیاں خراب نہ ہوں اور اگر خارج مسجد کوئی جگہ ایسی ہو کہ وہاں افطار کرسکیں، تو مسجد میں افطار نہ کریں۔ (بہارِ شریعت)

۴۔ وضو کرنے کے بعد اعضائے وضو سے ایک چھینٹ پانی کی فرش پر نہ گرنے دو۔

۵۔ لوگ اگر ذکر و درس میں مشغول نہ ہوں، تو سلام کرو ورنہ یوں کہو: اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا مِنْ رَّبِّنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصّٰلِحِیْنَ اور وقت مکروہ نہ ہو تو دو رکعت تَحِیَّۃُ الْمَسْجِدِ

نمازیوں کی کثرت ہو تو چھت پر نماز پڑھ سکتے ہیں۔ (عالمگیری)

۲۹۔ سامنے پاخانہ وغیرہ نجاست ہونا۔

۳۰۔ یا ایسی جگہ نماز پڑھنا کہ وہ مظنۂ نجاست ہو، مثلاً اصطبل، مویشی خانہ، مذبح وغیرہ۔

۳۱۔ یا عام راستہ۔

۳۲۔ یا پاخانے کی چھت پر نماز ادا کرنا مکروہ ہے۔

۳۳۔ یونہی صحرا میں بلاسترہ کے جبکہ خوف ہو کہ آگے سے لوگ گزریں گے نماز مکروہ ہے۔

۳۴۔ نماز میں آنکھیں بند رکھنا مکروہ ہے، مگر جب کھلی رہنے میں خشوع نہ ہوتا ہو تو بند کرنے میں کوئی حرج نہیں بلکہ بہتر ہے۔

۳۵۔ نمازی کو ہر وہ عملِ قلیل کہ نماز میں مفید ہو جائز ہے، مثلاً نماز میں منہ پر پسینہ ایسا آیا کہ ایذا دیتا اور دل ڈوبتا ہے تو اس کا پونچھنا مکروہ نہیں، ورنہ مکروہ ہے۔

۳۶۔ یونہی گرمی کے موسم میں دامن یا پاجامہ یا سرین سے مل کر ان کی صورت ظاہر کرتا ہے، اس سے بچنے کے لیے کپڑا داتیں بائیں نماز میں جھٹک دینا مکروہ نہیں، بلکہ مطلوب ہے اور بلا وجہ کراہت۔

۳۷۔ یونہی سجدے میں ماتھے پر لگی ہوئی مٹی اگر ایذا دے، مثلاً اس میں باریک کنکریاں ہوں یا کثیر ہو کہ آنکھوں پلکوں پر جھڑتی ہے تو اسے پونچھنے میں حرج نہیں، ورنہ مکروہ ہے اور نماز کے بعد چھڑانے میں تو کوئی مضائقہ نہیں، بلکہ اگر ریا کا خیال ہو کہ لوگ ٹیکا دیکھ کر نمازی سمجھیں، جب تو اس کا باقی رکھنا حرام ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

ادا کرو، ثواب کثیر پاؤ گے۔

۶۔ مسجد میں دوڑنا یا زور سے قدم رکھنا یا فرشِ مسجد پر کوئی شے مثلاً لکڑی چھتری پنکھا وغیرہ دُور سے چھوڑ دینا یا پھینکنا اس کی سخت ممانعت ہے (ملفوظات)

۷۔ مسجد میں اگر چھینک آئے، تو کوشش کرو کہ آواز آہستہ نکلے، اسی طرح کھانسی۔ ڈکار اور جماہی کو ضبط کرنا چاہیئے اور نہ ہو تو حتی الامکان آواز دبائی جائے، اگرچہ مسجد میں نہ ہو، خصوصاً مجلس میں یا کسی معظم کے سامنے۔ (ملفوظات)

۸۔ مباح باتیں بھی مسجد میں کرنے کی اجازت نہیں۔ صادق و مصدوق صلی اللہ علیہ وسلم نے جو غیب کی خبریں دیتے ہیں، ان میں یہ بھی ارشاد فرمایا، ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ مساجد میں دنیا کی باتیں ہوں گی، تم ان کے ساتھ نہ بیٹھو کہ خدا کو ان سے کچھ کام نہیں (بیہقی شعب الایمان) مسجد میں کلام کرنا نیکیوں کو اس طرح کھاتا ہے جس طرح آگ لکڑی کو (دُرمختار) یہاں سے وہ لوگ سبق لیں جو مسجد میں دُنیا کی باتیں بناتے بلکہ مسجد میں دنیا کی بلند آواز سے گفتگو بلکہ بحث کرتے بلکہ مسجد میں کھڑے کھڑے راہ گیر سے جو سڑک پر ہے چلا چلا کر باتیں کرتے یا اُسے جواب دیتے ہیں۔

۹۔ قبلہ کی طرف پاؤں پھیلانے تو ہر جگہ منع ہے۔ مسجد میں کسی طرف نہ پھیلائیے کہ خلافِ آداب دربار ہے (ملفوظات)، تو مسجد میں بلاضرورت بے تکلف بالخصوص اوقاتِ نماز کے علاوہ آنا بیٹھنا، لیٹنا اور سونا اور زیادہ منع بلکہ ناجائز ہے، اس سے روکا جاتے۔

۱۰۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں، جب کسی کو مسجد میں خرید و فروخت کرتے دیکھو تو کہو خدا تیری تجارت میں نفع نہ دے۔ اس حکم میں تعویذ بھی داخل ہے، یعنی مسجد میں تعویذ کا بیچنا اور خریدنا بھی جائز نہیں۔ (عالمگیری)

۱۱۔ مسجد کا دروازہ بند کرنا مکروہ ہے، البتہ سامانِ مسجد جانے کا خوف ہو تو علاوہ اوقاتِ نماز بند کرنے کی اجازت ہے۔ (عالمگیری)

۱۲۔ آدابِ مسجد کا لحاظ رکھتے ہوئے بھی اپنے لیے مسجد میں بھیک مانگنا منع بلکہ حرام ہے اور مسجد میں مانگنے والے کو دینا بھی منع ہے۔ (درمختار) بلکہ ائمۂ دین نے فرمایا کہ جو مسجد کے سائل کو ایک پیسہ دے، وہ ستر پیسے اور راہِ خدا میں دے کہ اس پیسے کے گناہ کا کفارہ ہوں۔ ہاں کسی دوسرے محتاج کے لیے امداد کو کہنا یا کسی دینی کام کے لیے چندہ کرنا جس میں نہ شور و غل ہو، نہ گردن پھلانگنا یا کسی کی نماز میں خلل واقع نہ ہو تو یہ بلاشبہ جائز بلکہ سنت سے ثابت ہے اور بے سوال کسی محتاج کو دینا بہت خوب اور مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے ثابت ہے۔ (احکامِ شریعت)

۱۳۔ مسجد میں اشعار پڑھنا ناجائز ہیں، اگر وہ حمد و نعت و منقبت یا وعظ و حکمت کے ہوں، تو جائز ہے۔ (درمختار)

۱۴۔ بدن یا کپڑے یا منہ میں کوئی بدبو ہو تو جب تک دور اور صاف نہ کرلیں مسجد میں جانا حرام ہے اور نماز میں داخل ہونا سخت منع۔ بدبودار کثیف حقہ پینے والے کو اس کا خیال رکھنا ضروری ہے اور ان سے زیادہ سگریٹ (بیڑی) والوں کو اور ان سب سے زیادہ اشد ضرورت تمباکو کھانے والوں کو ہے جن کے منہ میں اس کا جرم دبا رہتا ہے اور منہ کو بسا دیتا ہے۔ (فتاویٰ رضویہ) یہی حکم ہر اس چیز کا ہے جس میں بدبو ہو جیسے مٹی کا تیل، کچا لہسن پیاز وغیرہ غرض مسجد کو ہر گھن اور بدبو کی چیز سے بچانا واجب ہے اور اس شخص کو جو لوگوں کو زبان سے ایذا دیتا ہو مسجد سے روکا جائے گا۔ (درمختار وغیرہ)

۱۵۔ جاڑوں میں اکثر جگہ مسجد کے سقایہ یا ٹنکی میں پانی گرم کیا جاتا ہے، نمازی یہ پانی وضو و غسل میں وہیں استعمال کرسکتا ہے، گھر لے جانے کی کسی کو اجازت نہیں۔ اسی طرح وہاں گھڑوں اور مٹکوں میں بھرا ہوا پانی وہیں استعمال کرنا چاہیئے، یونہی سقایہ کی آگ گھر لے جانا یا اس سے چلم بھرنا ناجائز ہے۔ یونہی مسجد کی چھوٹی بڑی چیز بے موقع یا کسی دوسری غرض میں استعمال نہیں کرسکتے، مثلاً لوٹے میں پانی بھر کر لے جانا، اس کی چٹائی یا فرش وغیرہ اپنے گھر یا کسی

اور جگہ بچھانا یا کسی اور مصرف میں لانا مسجد کے ڈول رسی سے گھر کے لیے پانی بھرنا وغیرہ۔ (بہارِ شریعت)

۱۶۔ چمگادڑ اور کبوتر کے گھونسلے مسجد کی صفائی کے لیے نوچنے میں حرج نہیں۔ (درمختار)

۱۷۔ جو ادب مسجد کا ہے وہی مسجد کی چھت کا ہے فصیلِ مسجد بھی بعض باتوں میں حکم مسجد میں ہے مثلاً وہاں بیہودہ باتیں کرنا، قہقہے سے ہنسنا نہ چاہیے نہ کوئی ایسا کام کرنا چاہیے جس میں کوئی چپقلش ہو یا نماز میں خلل آئے یا نمازی کو ایذا دے۔ (احکامِ شریعت)

۱۸۔ جنب یا حائض یعنی جسے نہانے کی ضرورت ہو، اس کو مسجد میں جانا، ٹھہرنا، گزرنا، چلنا سب حرام ہے۔ ایسے شخص کو اگر مسجد میں بضرورتِ شرعیہ جانا ہی پڑے اور غسل کے لیے پانی نہ پائے تو ضروری ہے کہ پہلے تیمم کرے اور فوراً واپس چلا آئے۔ (فتاویٰ رضویہ)

۱۹۔ مسجد میں نماز پڑھنے جائے تو اس بات کا بھی خیال رکھے کہ لوگوں کی گردنیں نہ پھلانگے، جگہ کے متعلق کسی سے نہ جھگڑے، اس طرح نہ بیٹھے کہ جگہ میں تنگی ہو یا نمازی کی طرف اس کا منہ ہو۔ نمازی کے آگے سے نہ گزرے کہ سخت ممانعت ہے۔ انگلیاں نہ چٹکائے، ذکرِ الٰہی کی کثرت کرے۔ (عالمگیری) کھڑے ہو کر تکبیر نہ سنے کہ مکروہ ہے، بلکہ اقامت کہنے والا جب حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃ کہے، اس وقت کھڑا ہو (عالمگیری و ردالمحتار)

۲۰۔ جس کے بدن یا کپڑے پر نجاست لگی ہو، وہ مسجد میں نہ جائے۔ (عالمگیری)

بچے اور پاگل کو جن سے نجاست کا گمان ہو مسجد میں لے جانا حرام ہے، ورنہ مکروہ۔ مسجد میں جوتے رکھے تو پہلے اسے صاف کرلے۔ (ردالمحتار)

تنبیہ ضروری مسجد کا سب سے بڑا حق اور احترام اس کو آباد رکھنا اور جماعتِ مسنونہ سے اس میں نماز ادا کرنا ہے۔ قرآن کریم ارشاد فرماتا ہے:

"مسجدیں وہی آباد کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ اور پچھلے دن پر ایمان لائے اور نماز قائم کی اور زکوٰۃ ادا کی اور خدا کے سوا کسی سے نہ ڈرے۔ بیشک وہ راہ پانے والوں میں سے ہوں گے۔"

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ مبارک ہے ؛ جسے یہ اچھا معلوم ہو کہ کل خدا سے مسلمان ہونے کی حالت میں ملے تو پانچوں نمازوں کی محافظت کرے۔ جب ان کی اذان کہی جاتے۔ (یعنی مسجد میں جماعتِ مسنونہ سے فرائض ادا کرے) اور اگر تم نے اپنے گھروں میں نماز پڑھ لی، تو تم نے اپنے نبی کی سنت چھوڑ دی اور اگر تم اپنے نبی کی سنت چھوڑو گے تو گمراہ ہو جاؤ گے۔ (مسلم۔ ابن ماجہ)

اور ابوداؤد کی روایت میں ہے کہ کافر ہو جاؤ گے جس کا حاصل یہ ہے کہ بلا عذرِ شرعی جماعت ترک کرنے والے پر معاذ اللہ گمراہی یا کفر پر خاتمے کا اندیشہ ہے ۔

اعاذنا اللہ تعالیٰ منہا۔

مسئلہ ضروریہ : مسجدِ محلہ میں بطریقِ مسنون جماعت ہو تو اس میں نماز پڑھنا اگرچہ جماعت قلیل ہو جامع مسجد سے افضل ہے اگرچہ وہاں بڑی جماعت ہوتی ہو۔ ہاں مسجدِ محلہ کا امام اگر معاذ اللہ بدعقیدہ، بدمذہب یا فاسق معلن ہو کہ کبیرہ گناہ اعلانیہ کرتا ہو، مثلاً ایک مشت سے کم ڈاڑھی رکھنا۔ غرض اس میں کوئی ایسی خرابی ہو جس کی وجہ سے اس کے پیچھے نماز پڑھنا منع ہو، تو وہ مسجد اختیار کرے جس کا امام جامع شرائطِ امامت، متدین سنی و پرہیزگار ہو کہ بدمذہب یا فاسق معلن کو امام بنانا گناہ کبیرہ ہے اور اس کے پیچھے نماز ادا کرنا مکروہ تحریمی ہے۔ اگر پڑھ لی ہو تو لوٹانا واجب و ضروری ہے۔ (ردالمحتار)

وتر کا بیان

احادیثِ کریمہ

۱۔ جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے ایک نماز سے تمہاری مدد فرمائی کہ وہ سرخ اونٹوں سے بہتر ہے، وہ وتر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے عشاء و طلوعِ فجر کے درمیان میں رکھا ہے۔ (ابوداؤد و ترمذی وغیرہما)

۲۔ وتر حق ہے جو وتر نہ پڑھے، وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ وتر حق ہے جو وتر نہ پڑھے، وہ ہم میں سے نہیں۔ وتر حق ہے جو وتر نہ پڑھے، وہ ہم میں سے نہیں۔ (ابوداؤد)

(تاکید و توثیق کے لیے یہ کلماتِ طیبہ تین بار ارشاد فرماتے)

۳۔ رات کی نمازوں کے آخر میں وتر پڑھو، صبح سے پیشتر وتر پڑھو۔ (مسلم)

۴۔ جو وتر سے سو جائے یا بھول جائے، تو جب بیدار ہو یا یاد آئے پڑھ لے (ابوداؤد ترمذی)

۵۔ جسے اندیشہ ہو کہ پچھلی رات میں نہ اٹھے گا، وہ اوّل شب میں وتر پڑھ لے اور جسے امید ہو کہ پچھلی رات کو اٹھے گا، وہ پچھلی رات میں پڑھے کہ آخر شب کی نماز مشہود ہے (یعنی اس میں ملائکہ رحمت حاضر ہوتے ہیں) اور یہ افضل ہے۔ (مسلم۔ ترمذی)

۶۔ اللہ تعالیٰ وتر ہے، وتر کو محبوب رکھتا ہے، لہٰذا اے قرآن والو وتر پڑھو (ابوداؤد۔ ترمذی)

۷۔ ابوداؤد و ترمذی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے راوی ہیں کہ جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وتر کی پہلی رکعت میں سبح اسم ربك الاعلیٰ اور دوسری میں قل یایھا الکفرون اور تیسری میں قل ھو اللہ احد پڑھتے۔ ابوداؤد اور نسائی ابی بن کعب رضی اللہ عنہم سے راوی ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جب وتر میں سلام پھیرتے، تو تین بار سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ ط کہتے اور تیسری بار بلند آواز سے کہتے۔

مسائلِ فقہیہ

۱۔ وتر کی تین رکعتیں واجب ہیں اگر قصداً یا سہواً نہ پڑھیں، تو قضا لازم ہے۔ ان تینوں رکعتوں میں مطلقاً قرأت فرض اور ہر ایک میں بعد سورۂ فاتحہ سورۃ ملانا اور تیسری رکعت میں قرأت سے فارغ ہوکر رکوع سے پہلے کانوں تک ہاتھ اٹھا کر تکبیر کہنا اور پھر ہاتھ باندھ کر دعائے قنوت پڑھنا واجب ہے۔

۲۔ وتر کی نماز قضا ہوگئی، تو قضا پڑھنی واجب ہے، اگرچہ کتنا ہی زمانہ ہوگیا ہو اور جب قضا پڑھے، تو اس میں دعائے قنوت بھی پڑھے، البتہ قضا میں تکبیر قنوت کے لیے ہاتھ نہ اٹھائے جبکہ لوگوں کے سامنے پڑھتا ہو کہ لوگ اس کی تقصیر پر مطلع ہوں گے (عالمگیری، ردالمحتار)

۳۔ دعائے قنوت کا پڑھنا واجب ہے، لیکن اس سے مراد وہ خاص دعا نہیں جو دعائے قنوت کے نام سے مشہور ہے، بلکہ کوئی دعا جسے قنوت کہہ سکیں، پڑھ لے۔ سب میں زیادہ مشہور دعا یہ ہے:

اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْتَعِیْنُكَ وَنَسْتَغْفِرُكَ وَنُؤْمِنُ بِكَ وَ

الٰہی ہم تجھ سے مدد طلب کرتے اور مغفرت چاہتے ہیں، تجھ پر ایمان لاتے اور

نَتَوَكَّلُ عَلَیْكَ وَنُثْنِیْ عَلَیْكَ الْخَیْرَ ط وَنَشْكُرُكَ

تجھ پر توکل کرتے ہیں اور ہر بھلائی کے ساتھ تیری ثنا کرتے اور تیرا شکر کرتے ہیں

وَلَا نَكْفُرُكَ ۵ وَنَخْلَعُ وَنَتْرُكُ مَنْ یَّفْجُرُكَ ط

اور ہم تیری ناشکری نہیں کرتے، ہم جدا ہوتے اور اس شخص کو چھوڑتے ہیں جو تیرا گناہ کرے

اَللّٰھُمَّ اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَلَكَ نُصَلِّیْ وَنَسْجُدُ وَاِلَیْكَ

اے اللہ ہم تیری ہی عبادت کرتے اور تیرے ہی لیے نماز پڑھتے ہیں اور سجدہ کرتے

نَسْعٰی وَ نَحْفِدُ وَنَرْجُوْا رَحْمَتَكَ وَنَخْشٰی

اور تیری طرف دوڑتے ہیں اور تیری طرف سعی کرتے، تیری رحمت سے لو لگاتے اور تیرے

عَذَابَكَ اِنَّ عَذَابَكَ بِالْكُفَّارِ مُلْحِقٌ ط

عذاب سے خوف کھاتے ہیں، بیشک تیرا عذاب کافروں کو پہنچنے والا ہے۔

۴۔ جو دُعائے قنوت نہ پڑھ سکے، وہ یہ پڑھے:

رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً

اے ہمارے پروردگار تو ہم کو دنیا میں بھلائی دے اور آخرت میں بھلائی

وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ط

دے اور ہم کو عذاب جہنم سے بچا۔

اور ایک دُعا یہ ہے جو مولیٰ علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِرِضَاكَ مِنْ سَخَطِكَ وَمُعَافَاتِكَ

اے اللہ! میں تیری خوشنودی کی پناہ مانگتا ہوں تیری ناخوشی سے اور تیری عافیت کی

مِنْ عُقُوْبَتِكَ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْكَ لَا اُحْصِیْ ثَنَاءً عَلَیْكَ

تیرے عذاب سے اور تیری ہی پناہ مانگتا ہوں تجھ سے (تیرے عذاب سے) میں تیری پوری

اَنْتَ كَمَا اَثْنَیْتَ عَلٰی نَفْسِكَ ط

ثنا نہیں کرسکتا ہوں، تو ویسا ہی ہے جیسی تو نے اپنی ثنا کی۔

۵۔ وتر کے سوا اور کسی نماز میں قنوت نہ پڑھیں۔ ہاں اگر حادثۂ عظیمہ واقع ہو تو فجر میں بھی پڑھ سکتے ہیں اور ظاہر یہ ہے کہ رکوع کے قبل قنوت پڑھے (درمختار)

۶۔ وتر کی نماز بیٹھ کر یا سواری پر بغیر عذر شرعی نہیں ہوسکتی۔ (درمختار)

۷۔ رمضان شریف کے علاوہ اور دنوں میں وتر جماعت سے نہ پڑھیں۔

۸۔ اگر دُعائے قنوت پڑھنا بھول گیا اور رکوع میں چلا گیا تو نہ قیام کی طرف لوٹے، نہ

رکوع میں پڑھے اور اگر صرف الحمد پڑھ کر رکوع میں چلا گیا تو لوٹے اور سُورت و قنوت پڑھے، پھر رکوع کرے اور آخر میں سجدۂ سہو کرے، یونہی اگر الحمد بھول گیا اور سورت پڑھ لی تو لوٹے اور فاتحہ و سورت و قنوت پڑھ کر پھر رکوع کرے اور بعد میں سجدۂ سہو کرے۔

۹۔ بھُول کر پہلی یا دوسری رکعت میں دعائے قنوت پڑھ لی، تو تیسری میں پھر پڑھے، یہی راجح ہے۔

۱۰۔ بہتر یہ ہے کہ وتر کی پہلی رکعت میں سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰی دوسری میں قل یا یھا الکفرون اور تیسری میں قل ھو اللہ احد پڑھے اور کبھی پہلی رکعت میں سورۂ اعلیٰ کی جگہ انا انزلناہ۔

تنبیہ: سورتوں کا معین کر لینا کہ اس نماز میں ہمیشہ وہی سورت پڑھے، مکروہ ہے مگر جو سورتیں احادیث میں وارد ہیں، ان کو کبھی کبھی پڑھ لینا مستحب ہے، مگر مداومت نہ کرے کہ لوگ واجب گمان کر لیں۔ یعنی تبرکاً ان سورتوں کو پڑھنا چاہیئے، لیکن ہمیشہ انہیں کو پڑھتے رہنے میں یہ خدشہ ہے کہ لوگ اسے واجب گمان کر لیں گے اور یہ مقصودِ شرع کے خلاف ہے

فائدہ نفیسہ

جس شخص کو دُعائے قنوت یاد نہ ہو، اسے یاد کرنی چاہیئے کہ اس کا پڑھنا خاص سنت ہے اور جب تک یاد نہ ہو رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّفِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ پڑھ لیا کرے۔ یہ بھی یاد نہ ہو تو اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ تین بار کہہ لیا کرے، یہ بھی نہ آتے، تو صرف یَا رَبِّ تین بار کہہ لے، واجب ادا ہو جائے گا۔ رہا یہ کہ قل ھو اللہ شریف پڑھنے سے یہ واجب ادا ہو سکتا ہے یا نہیں؟ (جیسے بعض عوام پڑھتے ہیں) تو یہ ظاہر ہے کہ ادا ہو گیا، اس لیے کہ وہ ثنا ہے اور ہر ثنا دُعا ہے بلکہ علامہ علی قاری اور دوسرے علمار کرام نے تصریح فرمائی کہ ہر دُعا ذکر ہے اور ہر ذکر دُعا۔ اس لیے کہ حدیث شریف

میں وارد ہوا افضل الدعا الحمد للہ ۔ الحمد للہ بہترین دُعا ہے فللہ الحمد۔

۱۱۔ رمضان شریف کے علاوہ اور دنوں میں وتر جماعت سے نہ پڑھے اور اگر تداعی کے طور پر ہو تو مکروہ ہے۔ (درمختار)

۱۲۔ رمضان شریف میں وتر جماعت کے ساتھ پڑھنا افضل ہے خواہ اسی امام کے پیچھے جس کے پیچھے عشاء و تراویح پڑھی یا دوسرے کے پیچھے۔ (عالمگیری)

۱۳۔ یہ جائز ہے کہ ایک شخص عشاء و وتر پڑھائے، دوسرا تراویح جیساکہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، عشاء اور وتر کی امامت کرتے تھے اور ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ تراویح کی۔ (عالمگیری)

۱۴۔ اگر عشاء جماعت سے پڑھی اور تراویح تنہا، تو وتر کی جماعت میں شریک ہو سکتا ہے اور اگر عشاء تنہا پڑھ لی، اگرچہ تراویح باجماعت پڑھی، تو وتر تنہا پڑھے (درمختار)

۱۵۔ اوّل شب میں وتر پڑھ کر سو رہا پھر پچھلی رات کو جاگا، تو دوبارہ وتر پڑھنا جائز نہیں اور نوافل جتنے چاہے پڑھے (غنیہ)

سُنن و نوافل

بعض سُنتیں مؤکدہ ہیں اور بعض غیر مؤکدہ۔

سُنّت مؤکدہ: وہ ہے کہ جس کو حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ کیا ہو، البتہ بیانِ جواز کے لیے کبھی ترک بھی فرمایا ہو یا وہ کہ شریعت میں اس پر تاکید آئی۔ بلا عذر ایک بار بھی ترک کرے تو مستحق ملامت ہے اور ترک کی عادت کرے تو فاسق و مردود الشہادۃ مستحق عذاب جہنم ہے۔

اور بعض ائمہ نے فرمایا کہ وہ گمراہ ٹھہرایا جائے گا اور وہ گنہ گار ہے، اگرچہ اس کا گناہ واجب کے ترک سے کم ہے۔ تلویح میں ہے کہ اس کا ترک قریب حرام کے ہے اور اس کا تارک مستحق ہے کہ معاذ اللہ شفاعت سے محروم ہو جائے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا جو میری سنت کو ترک کرے گا، اُسے میری شفاعت نہ ملے گی۔

سُنّتِ مؤکدہ کو "سُنن الہدیٰ" بھی کہتے ہیں۔

سُنّتِ غیر مؤکدہ: وہ کہ نظرِ شرع میں ایسی مطلوب ہو کہ اس کے ترک کو ناپسند رکھے، مگر نہ اس حد تک کہ اس پر تاکید یا اُس کے ترک پر وعید فرمائے۔ عام ازیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر مداومت فرمائی یا نہیں، اس کا کرنا ثواب اور نہ کرنا اگرچہ عادتاً ہو، موجبِ عتاب نہیں۔

سنّتِ غیر مؤکدہ کو سنن الزوائد بھی کہتے ہیں اور کبھی مستحب و مندوب بھی۔

سُنن الہدیٰ

یعنی وہ سنتیں جن کی شریعت میں تاکید آئی اور مؤکدہ کہلاتی ہیں۔ علاوہ جمعہ کے باقی دنوں میں ہر روز بارہ ۱۲ رکعتیں ہیں۔

دو ۲ رکعت نماز فجر سے پہلے، چار ۴ ظہر کے پہلے۔ دو ۲ ظہر کے بعد۔ دو ۲ مغرب کے بعد اور دو نماز عشاء کے بعد۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جو مسلمان بندہ اللہ تعالیٰ کے لیے ہر روز فرض کے علاوہ تطوع (نفل) کی بارہ رکعتیں پڑھے، اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں ایک مکان بنائے گا۔ (مسلم، ابوداؤد، ترمذی)

رکعات کی مذکورہ بالا تفصیل ترمذی شریف میں ہے۔ ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ کی روایت میں ہے کہ جو ان بارہ رکعتوں کی محافظت کرے گا وہ جنت میں داخل ہوگا۔

فضائل و مسائل سُنّتِ فجر

مسئلہ سب سنتوں میں قوی تر سنّتِ فجر ہے، یہاں تک کہ بعض اس کو واجب کہتے ہیں اور اس کی مشروعیت کا اگر کوئی انکار کرے، تو شبہتاً یا براہِ جہل ہو تو خوفِ کفر ہے اور اگر دانستہ (جان بوجھ کر) بلا شبہہ ہو تو اس کی تکفیر کی جائے گی۔ ولہٰذا یہ سنتیں بلا عذر نہ بیٹھ کر ہو سکتی ہیں نہ سواری پر نہ چلتی گاڑی پر۔ ان کا حکم ان باتوں میں بالکل مثل وتر ہے۔ ان کے بعد پھر مغرب کی سنتیں، پھر ظہر کے بعد کی، پھر عشاء کے بعد کی، پھر ظہر سے پہلے کی سنتیں اور اصح یہ ہے کہ سُنّتِ فجر کے بعد ظہر کی پہلی سنتوں کا مرتبہ ہے کہ حدیث شریف میں خاص ان کے بارے میں فرمایا کہ جو انہیں ترک کرے گا، اسے میری شفاعت نہ پہنچے گی۔ (ردالمحتار وغیرہ)

احادیثِ کریمہ

۱۔ "اَدبارِ نجوم" فجر کے پہلے کی دو رکعتیں اور "اَدبارِ سجود" مغرب کے بعد کی دو۔ (ترمذی)

۲۔ فجر کی دو رکعتیں دُنیا و مافیہا سے بہتر ہیں۔ (مسلم و ترمذی)

۳۔ فجر کی سُنّتیں نہ چھوڑو، اگرچہ تم پر دشمنوں کے گھوڑے آ پڑیں۔ (ابوداوٗد)

۴۔ ایک صاحب نے عرض کی، یا رسول اللہ کوئی ایسا عمل ارشاد فرمایئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے اس سے نفع دے۔ فرمایا: فجر کی دونوں رکعتوں کو لازم کر لو کہ ان میں بڑی فضیلت ہے۔ (طبرانی)

۵۔ اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان (سنتِ فجر) کی جتنی محافظت فرماتے کسی اور نفل نماز کی نہیں کرتے (بخاری ومسلم)

مَسائل متعلق سُنّت فجر

۱۔ فجر کی نماز قضا ہوگئی اور زوال سے پہلے پڑھ لی تو سنتیں بھی پڑھے، ورنہ نہیں۔ علاوہ فجر کے اور سنتیں قضا ہوگئیں، تو ان کی قضا نہیں۔ (ردالمحتار)

۲۔ طلوعِ فجر سے پہلے سنتِ فجر جائز نہیں اور طلوع میں شک ہو جب بھی ناجائز اور طلوع کے ساتھ ساتھ شروع کی، تو جائز ہے۔ (عالمگیری)

۳۔ فجر کی سنت قضا ہوگئی اور فرض پڑھ لیے، تو اب سنتوں کی قضا نہیں، البتہ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ طلوعِ آفتاب کے بعد پڑھ لے، اور طلوعِ آفتاب سے پیشتر بالاتفاق ممنوع ہے۔ (ردالمحتار)

تنبیہ : آج کل اکثر عوام فجر کی قضا شدہ سنتیں بعد فرض فوراً پڑھ لیا کرتے ہیں۔ یہ ناجائز ہے۔ پڑھنا ہو تو آفتاب بلند ہونے کے بعد زوال سے پہلے پڑھیں۔

۴۔ فرض سے پہلے سنتِ فجر شروع کر کے فاسد کر دی تھی اور اب فرض کے بعد اس کی قضا پڑھنا چاہتا ہے، یہ بھی جائز نہیں (عالمگیری)

۵۔ اپنے مذہب کی جماعت کے لیے اقامت ہوئی تو اقامت سے ختم جماعت تک نفل و سنت پڑھنا مکروہ تحریمی ہے، البتہ اگر نماز فجر قائم ہو چکی ہے اور جانتا ہے کہ سنت پڑھے گا، جب بھی جماعت مل جائے گی۔ اگرچہ قعدہ میں شرکت ہوگی، تو حکم ہے کہ جماعت سے الگ اور دُور سنتِ فجر پڑھ کر شریکِ جماعت ہو، صف کے برابر پڑھنا جائز نہیں، بلکہ مسجد کے باہر کوئی جگہ قابلِ نماز ہو تو وہاں پڑھے اور یہ ممکن نہ ہو تو اگر اندر کے حصہ میں جماعت ہوتی ہو تو باہر کے حصہ میں پڑھے۔ باہر کے حصے میں ہو اور اندر پڑھ سکتا ہو تو اندر پڑھے اور اگر اس مسجد میں اندر باہر

دو درجے نہ ہوں، تو ستون یا پیڑ کی آڑ میں پڑھے کہ اس میں اور صف میں پڑھنا زیادہ بُرا ہے۔ (عالمگیری، غنیہ)

تنبیہ: آجکل اکثر عوام اس کا بالکل خیال نہیں کرتے اور اسی صف میں گھس کر سنّتِ فجر پڑھنا شروع کر دیتے ہیں، یہ ناجائز ہے اور اگر ہنوز جماعت شروع نہ ہوئی تو جہاں چاہے سنتیں شروع کرے، مگر جانتا ہو کہ جماعت جلد قائم ہونے والی ہے اور یہ اس وقت تک سنتوں سے فارغ نہ ہوگا، تو ایسی جگہ نہ پڑھے کہ اس کے سبب صف قطع ہو، اس کا خیال ہر نماز میں رکھنا چاہیے۔

۶۔ جانتا ہے کہ سنّتِ فجر میں مشغول ہوگا، تو جماعت جاتی رہے گی اور سنّت کے خیال سے جماعت ترک کی یہ ناجائز و گناہ ہے اور باقی نمازوں میں اگرچہ جماعت ملنا معلوم ہو، سنتیں پڑھنا جائز نہیں۔ (عالمگیری۔ درمختار)

۷۔ دو رکعت نفل پڑھے اور یہ گمان تھا کہ فجر طلوع نہ ہوئی۔ بعد کو معلوم ہوا کہ طلوع ہو چکی تھی، تو یہ رکعتیں سنّتِ فجر کے قائم مقام ہو جائیں گی اور چار رکعت کی نیّت باندھی اور ان میں دو پچھلی طلوعِ فجر کے بعد واقع ہوئیں، تو یہ سنّتِ فجر کے قائم مقام نہ ہوں گی۔ (ردالمحتار)

۸۔ امام کو رکوع میں پایا اور یہ نہیں معلوم کہ پہلی رکعت کا رکوع ہے یا دوسری کا، تو سنّت ترک کرے اور رکوع میں مل جائے۔

۹۔ مختار یہ ہے کہ نمازِ فجر میں صبح صادق کی سپیدی چمک کر ذرا پھیلنی شروع ہو، اس کا اعتبار کیا جائے اور عشاء اور سحری کھانے میں اُس کے ابتدائے طلوع کا اعتبار ہو۔ (عالمگیری)

۱۰۔ سنّتِ فجر کی پہلی رکعت میں الحمد کے بعد قل یاایھا الکفرون اور دوسری میں (قل ھو اللہ) پڑھنا سنّت ہے (غنیہ وغیرہ)

۱۱۔ سنّتِ فجر میں جماعت جانے کا خوف ہو تو صرف واجبات پر اقتصار کرے۔ ثناء و تعوذ کو ترک کرے اور رکوع و سجود میں ایک ایک بار تسبیح کرے۔ (ردالمحتار)

سُنّت ظہر کے مسائل

احادیثِ کریمہ

۱۔ ظہر سے پہلے چار رکعتیں جن کے درمیان میں سلام نہ پھیرا جائے ان کے لیے آسمان کے دروازے کھولے جاتے ہیں۔ (ابوداؤد۔ ابن ماجہ)

۲۔ جس نے ظہر سے پہلے چار رکعتیں پڑھیں، گویا اس نے تہجد کی چار رکعتیں پڑھیں اور جس نے عشاء کے بعد چار پڑھیں تو یہ شبِ قدر میں چار کے مثل ہیں۔ (طبرانی)

۳۔ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم آفتاب ڈھلنے کے بعد نماز ظہر سے چار رکعتیں پڑھتے اور فرماتے۔ یہ ایسی ساعت ہے کہ اس میں آسمان کے دروازے کھولے جاتے ہیں، لہٰذا میں محبوب رکھتا ہوں کہ اس میں میرا کوئی عمل صالح بلند کیا جائے۔

۴۔ دوپہر کے بعد چار رکعت پڑھنے کو حضور محبوب رکھتے۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کی یا رسول اللہ میں دیکھتی ہوں کہ اس وقت میں حضور نماز محبوب رکھتے ہیں۔ فرمایا: اس وقت آسمان کے دروازے کھولے جاتے ہیں اور اللہ تبارک و تعالیٰ مخلوق کی طرف نظرِ رحمت فرماتا ہے اور اس نماز پر آدم و نوح و موسیٰ و عیسیٰ علیہم الصلوٰۃ والسلام محافظت کرتے۔ (بزار)

۵۔ جو شخص ظہر سے پہلے چار اور بعد میں چار رکعتوں پر محافظت کرے۔ اللہ تعالیٰ اس کو آگ پر حرام فرما دے گا۔ (ابوداؤد۔ ترمذی)

اور ابھی اوپر گزرا کہ حدیث شریف میں خاص ظہر کی پہلی رکعتوں کے بارے میں فرمایا، جو انہیں ترک کرے گا، اُسے میری شفاعت نہ پہنچے گی۔

عصر، مغرب اور عشا کی سُنتوں کے فضائل

جو سنت موکدہ و غیر موکدہ دونوں شامل ہیں

احادیثِ کریمہ

۱۔ اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم کرے جس نے عصر سے پہلے چار رکعتیں پڑھیں (احمد، ابوداؤد، ترمذی)

۲۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجمع صحابہ میں جس میں امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بھی تھے، فرمایا، جو عصر سے پہلے چار رکعتیں پڑھے، اُسے آگ نہ چھوئے گی اور دوسری روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے بدن کو آگ پر حرام فرما دے گا۔ (طبرانی)

۳۔ جو شخص بعد مغرب کلام کرنے سے پہلے دو رکعتیں، اس کی نماز علیین میں اُٹھائی جاتی ہے۔" ایک روایت میں اتنی بات زیادہ ہے کہ مغرب کے بعد کی دونوں رکعتیں جلد پڑھو کہ وہ فرض کے ساتھ پیش ہوتی ہیں۔ (رزین)

۴۔ جو شخص مغرب کے بعد چھ رکعتیں پڑھے اور ان کے درمیان کوئی بُری بات نہ کہے تو بارہ برس کی عبادت کی برابر کی جائیں گی۔ (ترمذی وابن ماجہ)

۵۔ جو مغرب کے بعد چھ رکعتیں پڑھے، اس کے گناہ بخش دیے جائیں گے، اگرچہ سمندر کے جھاگ کے برابر ہوں۔ (طبرانی)

۶۔ جو مغرب کے بعد بیس رکعتیں پڑھے، اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں ایک مکان بنائے گا۔ (ترمذی)

۷۔ رات میں کچھ نماز ضروری ہے، اگرچہ اتنی ہی دیر جتنی دیر بکری دودھ لیتے ہیں اور فرض عشاء کے بعد جو نماز پڑھی وہ "صلوٰۃ اللیل" ہے۔

۸۔ جس نے عشاء کے بعد چار رکعتیں پڑھیں، تو یہ شب قدر میں چار کے مثل ہیں۔

۹۔ فرضوں کے بعد افضل نماز "صلوٰۃ اللیل" ہے (مسلم شریف)

۱۰۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں: عشاء کی نماز پڑھ کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میرے مکان میں جب تشریف لاتے، تو چار یا چھ رکعتیں پڑھتے۔ (ابوداؤد)

مسائل متعلّقہ

۱۔ جو سنتیں چار رکعتی مثلاً جمعہ و ظہر کی تو چاروں ایک سلام سے پڑھی جائیں گی، یعنی چاروں پڑھ کر چوتھی کے بعد سلام پھیریں یہ نہیں کہ دو دو پر سلام پھیریں اور اگر کسی نے ایسا کیا تو سنتیں ادا نہ ہوئیں۔ یونہی اگر چار رکعت کی منت مانی اور دو دو کر کے چار پڑھیں، تو منت پوری نہ ہوئی، بلکہ ضروری ہے کہ ایک سلام کے ساتھ چاروں پڑھے۔ (درمختار وغیرہ)

۲۔ عشاء و عصر سے پہلے نیز عشاء کے بعد چار چار رکعتیں ایک سلام سے پڑھنا مستحب ہے۔ (تنویر الابصار)

اور یہ بھی اختیار ہے کہ عشاء کے بعد دو ہی پڑھے مستحب ادا ہو جائے گا۔ یونہی ظہر کے بعد چار رکعت پڑھنا مستحب ہے کہ حدیث میں فرمایا جس نے ظہر سے پہلے چار اور بعد میں چار پر محافظت کی، اللہ تعالیٰ اس پر آگ حرام فرما دے گا۔

علامہ سید طحطاوی فرماتے ہیں: سرے سے آگ میں داخل ہی نہ ہوگا اور اس کے گناہ مٹا دیے جائیں گے اور جو اس پر مطالبات ہیں، اللہ تعالیٰ اس کے فریق کو راضی کر دے گا۔

یا یہ مطلب ہے کہ اسے ایسے کاموں کی توفیق دے گا جن پر سزا نہ ہو۔ علامہ شامی فرماتے ہیں: اس کے لیے بشارت ہے کہ سعادت پر اس کا خاتمہ ہوگا اور دوزخ میں نہ جائے گا۔

۳۔ ظہر و مغرب و عشاء کے بعد جو مستحب ہے، اس میں سنت مؤکدہ داخل ہے، مثلاً ظہر کے بعد چار پڑھیں تو مؤکدہ و مستحب دونوں ادا ہو گئیں اور یوں بھی ہو سکتا ہے کہ مؤکدہ و مستحب دونوں کو

ایک سلام کے ساتھ ادا کرے، یعنی چار رکعت پر سلام پھیرے۔ (فتح القدیر)

جو سنت موکدہ چار رکعتی ہے، اس کے قعدۂ اولیٰ میں صرف التحیات پڑھے، اگر بھول کر درود شریف بھی پڑھ لیا، تو سجدۂ سہو بھی کرے اور ان سنتوں میں جب تیسری رکعت کے لیے کھڑا ہو تو سُبْحٰنَكَ اور اعوذ بھی نہ پڑھے۔

اور ان کے علاوہ اور چار رکعت والے نوافل (جن میں عصر و عشاء کی سنتیں بھی شامل ہیں) کے قعدۂ اولیٰ میں بھی درود شریف پڑھے اور تیسری رکعت میں سُبْحٰنَكَ اور اَعُوْذ بھی پڑھے بشرطیکہ دو رکعت کے بعد قعدہ کیا ہو ورنہ پہلا سُبْحٰنَكَ اور اَعُوْذُ کافی ہے۔ منت کی نماز کے بھی قعدۂ اولیٰ میں درود پڑھے اور تیسری میں ثناء و تعوذ۔ (درمختار)

۵۔ ظہر یا جمعہ کے پہلے کی سنت فوت ہو گئی اور فرض پڑھ لیے، تو اگر وقت باقی ہے، فرض کے بعد پڑھے اور افضل یہ ہے کہ پچھلی سنتیں پڑھ کر اُن کو پڑھے۔ (فتح القدیر)

۶۔ سنت و فرض کے درمیان کلام کرنے سے اصح یہ ہے کہ سنت باطل نہیں ہوتی، البتہ ثواب کم ہو جاتا ہے۔ یہی حکم ہر اس کام کا ہے جو منافی تحریمہ ہے۔ (تنویر)

۷۔ اگر بیع و شرا یا کھانے میں مشغول ہوا تو اعادہ کرے۔ ہاں سنت بعدیہ (بعد والی سنت) میں اگر کھانا لایا گیا اور بدمزہ ہو جانے کا اندیشہ ہے تو کھانا کھالے پھر سنت پڑھے، مگر وقت جانے کا اندیشہ ہو تو پڑھنے کے بعد کھائے اور بلا عذر سنت بعدیہ کی بھی تاخیر مکروہ ہے، اگرچہ ادا ہو جائے گی۔ (ردالمحتار)

۸۔ عشاء کے قبل کی سنتیں جاتی رہیں، تو ان کی قضا نہیں پھر بھی اگر بعد میں پڑھے گا، تو نفل مستحب ہے، وہ سنت مستحبہ جو فوت ہوئی ادا نہ ہوئی۔ (درمختار)

۹۔ جمعہ اور ظہر کی سنتیں پڑھنے میں خطبہ یا جماعت شروع ہوئی تو چاروں پوری کرے۔ (درمختار)

۱۰۔ سنت کی منت مانی اور پڑھی سنت ادا ہو گئی۔ یونہی اگر شروع کر کے توڑ دی پھر پڑھی، جب بھی سنت ادا ہو گئی، مگر سنتوں میں منت نہ ماننا افضل ہے۔ (درمختار، ردالمحتار)

نماز کے بعد کے ذکر و دُعا

حضور پُر نور اعلیٰ حضرت مجدّد دین و ملّت رضی اللہ تعالیٰ عنہ،
کا مجموعہ وظائف جس میں حضور پُر نور اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کے مجرب
اعمال و وظائف و اذکار درج کیے ہیں!

مسمّٰی

بنامِ تاریخی

اَلْوَظِیْفَۃُ الْکَرِیْمَۃ

۱۳۳۸ھ

حمد اس کے وجہ کریم کو جس نے ہمیں مولائے عالم والی اعظم محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم کے بندگانِ بارگاہِ عالم پناہ میں کیا۔ ہمارے ہاتھ میں حضور پُر نور سیدنا غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دامنِ کرم دیا۔ اپنے اولیاء ہمارے مشائخ سلسلہ خصوصاً ہمارے آقا و مولیٰ حضور سیدنا اعلیٰ حضرت قبلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کا سایہ ہم پر دراز کیا جنہوں نے ہم تک پہنچایا کہ تمہارا حیاوالا کریم حیا فرماتا ہے کہ بندہ اس کے حضور ہاتھ پھیلائے اور وہ خالی ہاتھ پھیر دے۔ ہمیں خود حکمِ دُعا دیا اور اپنے کرم سے اجابت کو لازم فرمایا فعلیکم بالدعا فان الدعاء یرد القضا بعد ان یبرم بارگاہِ کرم سیدِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم سے حضور پُر نور سیدنا اعلیٰ حضرت قبلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کے ہاتھوں جو مبارک دعائیں ہمیں پہنچیں اور وہ اذکار و اشغال کہ درِ مکنون کی طرح خاندانِ عالیہ میں مخزون تھے۔ برادرانِ اہلِ سنّت

دخواجہ تاشانِ قادریت رضویت کے لیے شائع کرتے اور دعوے سے کہتے ہیں کہ ان کا عامل دین ودنیا کی برکتوں سے مالامال ہوگا۔ ہر بلاوآفت سے محفوظ رہے گا۔ مولی تعالیٰ ان کی برکات سے تمام اہل سنت کو مستفیض فرمائے۔ آمین!

گدائے آستانہ قدسیہ رضویہ فقیر محمد حامد خاں قادری غفرلہٗ

صبح وشام دونوں وقت

آدھی رات ڈھلنے سے سورج کی کرن چمکنے تک صبح ہے۔ اس بیچ میں جس وقت ان دعاؤں کو پڑھ لے گا، صبح میں پڑھنا ہوگیا، یونہی دوپہر ڈھلنے سے غروب آفتاب تک شام ہے۔

۱۔ سُبْحٰنَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ مَاشَآءَ اللّٰهُ كَانَ وَمَا لَمْ يَشَاْ لَمْ يَكُنْ اَعْلَمُ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ وَّاَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا۔ ایک ایک بار۔

۲۔ آیۃ الکرسی ایک ایک بار اور اس کے بعد بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ حٰمٓ ۝ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ۝ غَافِرِ الذَّنْبِ وَقَابِلِ التَّوْبِ شَدِيْدِ الْعِقَابِ ذِى الطَّوْلِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ۝ ایک ایک بار۔

۳۔ تینوں قل تین تین بار۔ ان تینوں نمبروں کا فائدہ ہر بلا سے محفوظی ہے۔ صبح پڑھے، تو شام تک اور شام پڑھے تو صبح تک۔

۴۔ بِسْمِ اللّٰهِ مَاشَآءَ اللّٰهُ لَا يَسُوْقُ الْخَيْرَ اِلَّا اللّٰهُ مَاشَآءَ اللّٰهُ لَا يَصْرِفُ السُّوْٓءَ اِلَّا اللّٰهُ مَاشَآءَ اللّٰهُ مَا كَانَ مِنْ نِّعْمَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ مَاشَآءَ اللّٰهُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ۔ تین تین بار۔

اس کا فائدہ سات چیزوں سے پناہ جلنا، ڈوبنا، چوری، سانپ، بچھو، شیطان، سلطان صبح سے شام تک اور شام سے صبح تک۔

۵۔ اَعُوْذُ بِکَلِمَاتِ اللّٰہِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ ط تین تین بار سانپ۔ بچھو وغیرہ موذیات سے پناہ ہو۔

۶۔ بِسْمِ اللّٰہِ الَّذِیْ لَا یَضُرُّ مَعَ اِسْمِہٖ شَیْءٌ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَآءِ وَھُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ط تین تین بار زہر و ضرر سے امان ہے۔

۷۔ رَضِیْتُ بِاللّٰہِ رَبًّا وَّبِالْاِسْلَامِ دِیْنًا وَّبِسَیِّدِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَبِیًّا وَّرَسُوْلًا ط تین تین بار، اللہ عزوجل کے کرم پر حق ہے کہ روز قیامت اُسے راضی کرے۔

۸۔ حَسْبِیَ اللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ ج عَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ وَھُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ ۝ دس دس بار۔ ہر بلا و مکر سے محفوظی۔ حدیث میں سات بار فرمایا حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دس بار آیا، فقیر کا اسی پر عمل ہے۔ اسے بحمدہٖ تعالیٰ تمام مقاصد کے لیے کافی پایا۔

۹۔ فَسُبْحٰنَ اللّٰہِ حِیْنَ تُمْسُوْنَ وَحِیْنَ تُصْبِحُوْنَ ط وَلَہُ الْحَمْدُ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَعَشِیًّا وَّحِیْنَ تُظْھِرُوْنَ یُخْرِجُ الْحَیَّ مِنَ الْمَیِّتِ وَیُخْرِجُ الْمَیِّتَ مِنَ الْحَیِّ وَیُحْیِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِھَا وَکَذٰلِکَ تُخْرَجُوْنَ ط ایک ایک بار جس سے کسی دن سب وظائف رہ جائیں تو یہ تنہا ان سب کی جگہ کافی ہے۔ نیز اِس دن کے ہر نقصان کی تلافی ہے۔

۱۰۔ اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰکُمْ عَبَثًا ختم سورۃ تک ایک ایک بار، شیطان و جن و آفات سے محفوظی۔

۱۱۔ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ السَّمِیْعِ الْعَلِیْمِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ۔ تین بار پھر ھُوَ اللّٰہُ الَّذِیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ ط سورۂ حشر کی اخیر تین آیتیں ایک بار صبح پڑھے تو شام تک ستر ہزار فرشتے

ں کے لیے استغفار کریں اور اس دن مرے تو شہید ہو اور شام کو پڑھے تو صبح تک یہی حکم ہے۔

۱۲۔ اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَعُوْذُبِکَ مِنْ اَنْ نُّشْرِکَ بِکَ شَیْئًا نَعْلَمُہٗ وَنَسْتَغْفِرُکَ لِمَالَا نَعْلَمُہٗ۔ تین تین بار۔ خاتمہ ایمان پر ہو۔

۱۳۔ بِسْمِ اللّٰہِ عَلٰی دِیْنِیْ بِسْمِ اللّٰہِ عَلٰی نَفْسِیْ وَوُلْدِیْ وَاَھْلِیْ وَمَالِیْ تین تین بار۔ دین۔ ایمان۔ جان۔ مال، بال، بچے سب محفوظ رہیں۔

۱۴۔ اَللّٰھُمَّ مَا اَصْبَحَ مِنْ نِّعْمَۃٍ اَوْبِاَحَدٍ مِّنْ خَلْقِکَ فَمِنْکَ وَحْدَکَ لَاشَرِیْکَ لَکَ فَلَکَ الْحَمْدُ وَلَکَ الشُّکْرُ ط ایک ایک بار صبح کو کہے تو دن بھر کی سب نعمتوں کا شکر ادا کیا اور شام کو تو شب بھر کی شام کو اَصْبَحَ کی جگہ اَمْسٰی کہے فقیر اس کے بعد لَااِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ زائد کرتا ہے۔

۱۵۔ بِسْمِ اللّٰہِ ذِی الشَّانِ ج عَظِیْمِ الْبُرْھَانِ شَدِیْدِ السُّلْطَانِ مَاشَاءَ اللّٰہُ کَانَ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ہ ایک ایک بار شیطان اور لشکروں سے محفوظ رہے۔

۱۶۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَصْبَحْتُ اُشْھِدُکَ وَاُشْھِدُ حَمَلَۃَ عَرْشِکَ وَمَلٰٓئِکَتِکَ وَجَمِیْعَ خَلْقِکَ اِنَّکَ اَنْتَ اللّٰہُ لَااِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ وَحْدَکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُکَ وَرَسُوْلُکَ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمْ ط چار چار بار۔ ہر بار چہارم حصہ بدن دوزخ سے آزاد ہو شام کو اَصْبَحْتُ کی جگہ اَمْسَیْتُ کہے۔

۱۷۔ اَللّٰھُمَّ لَکَ الْحَمْدُ حَمْدًا دَائِمًا مَعَ دَوَامِکَ وَلَکَ الْحَمْدُ حَمْدًا خَالِدًا مَعَ خُلُوْدِکَ وَلَکَ الْحَمْدُ حَمْدًا لَّا مُنْتَھٰی لَہٗ دُوْنَ مَشِیَّتِکَ وَلَکَ الْحَمْدُ حَمْدًا عِنْدَ کُلِّ طَرْفَۃِ عَیْنٍ وَتَنَفُّسِ کُلِّ نَفْسٍ ط ایک ایک بار گویا اس نے اس دن رات پوری عبادت کا حق ادا کیا۔

۱۸۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنَ الْھَمِّ وَالْحُزْنِ وَاَعُوْذُبِکَ مِنَ

اَلْعَجْزِ وَالْکَسَلِ وَاَعُوْذُبِکَ مِنَ الْجُبْنِ وَالْبُخْلِ وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ غَلَبَۃِ الدَّیْنِ وَقَھْرِ الرِّجَالِ ج ایک ایک بار۔ غم والم سے بچے۔ ادائے قرض کے لیے گیارہ گیارہ بار پڑھے۔

۱۹۔ یَاحَیُّ یَاقَیُّوْمُ بِرَحْمَتِکَ اَسْتَغِیْثُ فَلَا تَکِلْنِیْ اِلٰی نَفْسِیْ طَرْفَۃَ عَیْنٍ وَاَصْلِحْ لِیْ شَاْنِیْ کُلَّہٗ۔ ایک ایک بار سب کام بنیں۔

۲۰۔ اَللّٰھُمَّ خِرْلِیْ وَاخْتَرْلِیْ وَلَا تَکِلْنِیْ اِلٰی اِخْتِیَارِیْ۔ سات سات بار۔ دن رات کے لیے ہر کام میں استخارہ ہے۔

۲۱۔ سید الاستغفار ایک ایک بار یا تین تین بار۔ گناہ معاف ہوں اور اس دن رات میں مرے تو وہ شہید ہے: اَللّٰھُمَّ اَنْتَ رَبِّیْ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ خَلَقْتَنِیْ وَاَنَا عَبْدُکَ وَاَنَا عَلٰی عَھْدِکَ وَوَعْدِکَ مَا اسْتَطَعْتُ اَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّ مَا صَنَعْتُ اَبُوْءُ لَکَ بِنِعْمَتِکَ عَلَیَّ وَاَبُوْءُ لَکَ بِذَنْبِیْ فَاغْفِرْلِیْ فَاِنَّہٗ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ۔ فقیر اس کے بعد اتنا زائد کرتا ہے۔ وَاغْفِرْ لِکُلِّ مُؤْمِنٍ وَّمُؤْمِنَۃٍ ط اور اپنے جس فعل سے کسی ضرر کا اندیشہ ہوتا ہے، اسے پڑھتا ہے مولیٰ تعالیٰ محفوظ رکھتا ہے۔

۲۲۔ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ الْمَلِکُ الْحَقُّ الْمُبِیْنُ ط سو سو بار، دنیا میں فاقہ نہ ہو، قبر میں وحشت نہ ہو، حشر میں گھبراہٹ نہ ہو۔

صرف صبح

۱۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ہ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ ہ ہر کام بنے اور شیطان سے محفوظ رہے۔

۲۔ سورۂ اخلاص گیارہ بار۔ اگر شیطان مع اپنے لشکروں کے کوشش کرے کہ اس سے گناہ کرائے نہ کرا سکے، جب تک یہ خود نہ کرے۔

۳۔ یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ۔ ۴۱ بار۔ اس کا دل زندہ رہے گا اور خاتمہ ایمان پر ہوگا۔

۴۔ سُبْحٰنَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ۔ تین تین بار، جنون، جذام و برص و نابینائی سے بچے۔

۵۔ تلاوت قرآن عظیم کم از کم ایک پارہ، حتی الامکان طلوع شمس سے پہلے ہو اور اگر آفتاب نکل آئے تو ٹھہر جائے اور ذکر اذکار کرے، یہاں تک آفتاب بلند ہو جائے کہ جن تین وقتوں میں نماز ناجائز ہے تلاوت بھی مکروہ ہے۔

۶۔ دلائل الخیرات ایک حزب۔

۷۔ شجرہ شریف، دلائل و شجرہ قبل طلوع ہوں یا بعد طلوع۔

پانچوں نمازوں کے بعد

۱۔ آیۃ الکرسی ایک ایک بار مرتے ہی داخل جنت ہو۔

۲۔ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ الَّذِیْ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَیْہِ۔ تین تین بار۔ گناہ معاف ہوں، اگرچہ سمندر کے جھاگ کے برابر ہوں۔

۳۔ تسبیح حضرت سیدتنا زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا سُبْحٰنَ اللّٰہِ ۳۳ بار اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ۳۳ بار اَللّٰہُ اَکْبَرُ ۳۴ بار۔ اخیر میں لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ۔ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ایک بار۔ اس فن تمام جہان میں کسی کا عمل اس کے برابر نہ کیا جائے گا، مگر جو اس کے مثل پڑھے۔

۴۔ ماتھے پر دایاں ہاتھ رکھ کر بِسْمِ اللّٰہِ الَّذِیْ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ۔ اَللّٰھُمَّ اَذْھِبْ عَنِّی الْھَمَّ وَالْحُزْنَ۔ ہر غم و پریشانی سے بچے فقیر اس کے بعد اتنا زائد کرتا ہے وَعَنْ اَھْلِ السُّنَّۃِ

۵۔ پنج گنج قادریہ، فوائد و برکات بے شمار ہیں۔

نماز صبح و عصر کے بعد

۱۔ بغیر پاؤں بدلے اور بغیر کلام کیے، دس دس بار لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ بِيَدِهِ الْخَيْرُ يُحْيِيْ وَيُمِيْتُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ط ہر بلا و آفت و شیطان و مکروہات سے بچے گناہ معاف ہوں، اس کے برابر کسی کی نیکیاں نہ نکلیں۔

۲۔ اَللّٰهُمَّ اَجِرْنِيْ مِنَ النَّارِ ط سات سات بار دوزخ دعا کرے کہ اے الٰہی اسے مجھ سے بچا۔

نماز صبح کے بعد

۱۔ اَللّٰهُمَّ اكْفِنِيْ كُلَّ مُهِمٍّ مِنْ حَيْثُ شِئْتَ وَمِنْ اَيْنَ شِئْتَ حَسْبِيَ اللّٰهُ لِمَا اَهَمَّنِيْ حَسْبِيَ اللّٰهُ لِمَنْ بَغٰى عَلَيَّ حَسْبِيَ اللّٰهُ لِمَنْ حَسَدَنِيْ حَسْبِيَ اللّٰهُ لِمَنْ كَادَنِيْ بِسُوْءٍ حَسْبِيَ اللّٰهُ عِنْدَ الْمَوْتِ ج حَسْبِيَ اللّٰهُ عِنْدَ الْمَسْاَلَةِ فِي الْقَبْرِ ط حَسْبِيَ اللّٰهُ عِنْدَ الْمِيْزَانِ ج حَسْبِيَ اللّٰهُ عِنْدَ الصِّرَاطِ ج حَسْبِيَ اللّٰهُ الَّذِيْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ج عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ط ایک ایک بار تین تین بار، ہر مشکل آسان ہو، سب پریشانیاں دور ہوں، ایمان سلامت رہے، اللہ تعالیٰ ہر جگہ مدد فرمائے، دشمن برباد ہوں، حاسد اپنی آگ میں جلیں، نزع آسان ہو، قبر میں شاداں ہوں، نیکیوں کا پلہ بھاری ہو، صراط پر سہل جاری ہو۔

۲۔ بعد نماز صبح بغیر پاؤں بدلے بیٹھا ہوا ذکر الٰہی میں مشغول ہو، یہاں تک آفتاب بلند ہو، یعنی طلوع کنارہ شمس کو بیس پچیس منٹ گزر جائیں، اس وقت دو رکعت نماز نفل پڑھے پورے حج و عمرہ کا ثواب لے کر پلٹے۔

نمازِ مغرب کے بعد

فرض پڑھ کر چھ رکعتیں ایک ہی نیت سے ہر دو رکعت پر التحیات و دُرود و دُعا اور پہلی تیسری پانچویں سُبْحٰنَكَ اَللّٰھُمَّ سے شروع کریں، اُن میں پہلی دو سنّت مؤکدہ ہوں گی باقی چار نفل یہ صلوٰۃ اوابین ہے اور اللہ اوّابین کے لیے غفور ہے۔

شب میں

(یعنی غروب شمس سے طلوعِ صبح تک جس وقت ہو)

۱۔ سُورۂ مُلک عذابِ قبر سے نجات ہے۔

۲۔ سُورۂ یٰسین مغفرت ہے۔

۳۔ سُورۂ واقعہ فاقہ سے امان ہے۔

۴۔ سُورۂ دخان صبح اس حال میں اٹھے کہ ستّر ہزار فرشتے اس کے لیے استغفار کرتے ہوں۔

بعد نمازِ عشا

۱۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ كَمَا اَمَرْتَنَا اَنْ نُّصَلِّيَ عَلَيْهِ۔
اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ كَمَا هُوَ اَهْلُهٗ۔
اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ كَمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰى لَهٗ۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی جَسَدِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ فِی الْاَجْسَادِ۔
اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ فِی الْقُبُوْرِ صَلَّی اللّٰہُ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ
طاق بار جتنا پڑھ سکے، حصولِ زیارتِ اقدس کے لیے اس سے بہتر صیغہ نہیں، مگر خالص تعظیم شانِ اقدس کے لیے پڑھے۔ اس نیّت کو بھی جگہ نہ دے کہ مجھے زیارت عطا ہو، آگے ان کا کرم بے حد و بے انتہا ہے ؎

فراق و وصل چہ خواہی رضائے دوست طلب
کہ حیف باشد از و غیر اُو تمنائے

منہ مدینہ طیبہ کی طرف ہو اور دل حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی طرف دست بستہ پڑھے اور یہ تصور باندھے کہ روضۂ انور کے حضور حاضر ہوں اور یقین جانے کہ حضور پُرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم اسے دیکھ رہے ہیں، اس کے دل کے خطروں پر مطلع ہیں۔

۲۔ اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ ط اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ ط اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِکْ اَبَدًا عَلَی النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ اَللّٰہُ اَللّٰہُ اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَا غَوْثُ یَا غَوْثُ۔ سَو مرتبہ گناہوں کی مغفرت، آفاتِ دنیاوی اُخروی سے نجات و صفائے قلب۔

سوتے وقت

۱۔ آیۃ الکرسی شریف ایک بار جب تک سوئے حفاظتِ الٰہی میں رہے، اس کے گھر اور اردگرد کے گھروں میں چوری سے پناہ ہو، آسیب و جن کا دخل نہ ہو۔

۲- تسبیح حضرت زہرا، صبح نشاط پر اُٹھے اور فوائد بے شمار۔

۳- الحمد و قل ایک ایک بار۔

۴- ابتدائے سورۂ بقرہ سے مفلحون تک اور آخر اٰمَنَ الرَّسُوْلُ سے ان دونوں کے فوائد بے شمار ہیں۔

۵- اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا سے آخر کہف تک چار آیتیں شب میں یا صبح جس وقت جاگنے کی نیّت سے پڑھے، آنکھ کھلے گی۔

۶- دونوں کفِ دست پھیلا کر تینوں قل ایک ایک بار پڑھ کر ان پر دم کرکے سر اور چہرہ اور سینے اور آگے پیچھے، سارے بدن پر پھیر لے، پھر دوبارہ سہ بارہ اسی طرح ہر بلا سے محفوظ و مامون رہے۔

۷- سورۂ قُلْ یٰاَیُّھَا الْکٰفِرُوْنَ پر خاتمہ کرے، اُس کے بعد کلام کی حاجت ہو تو بات کرکے پھر پڑھ لے کہ اسی پر خاتمہ ہوگا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

سوتے سے اُٹھ کر

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَحْیَانَا بَعْدَ مَا اَمَاتَنَا وَاِلَیْہِ النُّشُوْرُ ط

قیامت کے دن میں بھی انشاء اللہ تعالیٰ اللہ عزّ و جل کی حمد کرتا اُٹھے۔

تنبیہ

اُوپر سے یہاں تک جتنی بھی دُعائیں لکھی گئی ہیں، ہر ایک کے اوّل و آخر میں دُرود شریف پڑھنا ضروری ہے۔

تہجّد

فرض عشاء پڑھنے کے کچھ دیر سو رہے پھر شب میں طلوعِ صبح سے پہلے جس وقت آنکھ کھلے، اگرچہ رات کے نو بجے یا جاڑوں میں پونے سات بجے عشاء پڑھ کر سو رہے اور سات سوا سات بجے آنکھ کھلے وہی وقت تہجد کا ہے۔ وضو کرکے کم از کم دو رکعت پڑھ لے تہجد ہو گیا اور سنت آٹھ رکعت ہیں اور معمولِ مشائخ ۱۲ قرأت کا اختیار ہے اور بہتر یہ ہے کہ جتنا قرآن مجید یاد ہو اس کی تلاوت ان رکعتوں میں کرے۔ اگر کُل یاد ہو تو کم سے کم تین رات زیادہ سے زیادہ چالیس رات میں ختم کرے، نہ یاد ہو تو ہر رکعت میں تین تین بار سورۂ اخلاص کہ جتنی رکعتیں پڑھے گا، اتنے ختم قرآن مجید کا ثواب ملے گا۔

ذکرِ جہر چہار ضربی

چار زانو ہو کر بیٹھے بائیں زانو کی رگ کیماس دائیں پاؤں کے انگوٹھے اور اس کی برابر کی انگلی میں دبالے، پھر سر جُھکا کر بائیں گھٹنے کے محاذی لاکر لَا کا لام یہاں سے شروع کرکے دائیں گھٹنے کے محاذات تک کھینچتا ہوا لے جائے اب یہاں سے اِلٰہَ کا ہمزہ شروع کرکے لام کے بعد کا الف دائیں شانے تک کھینچتا لے جائے اور ہٗ دائیں طرف منہ پھیر کر کہے، پھر وہاں سے اِلَّا اللّٰہُ بقوت دل پر ضرب کرے۔ سو بار یا حسبِ قوت کم سے کم شروع کرے۔ پھر حسبِ طاقت و فرصت بڑھاتا جائے۔ بہتر یہ ہے کہ پانچ ہزار ضرب روزانہ تک پہنچائے۔ جب حرارت بڑھنے لگے ہر سو بار کے بعد ایک یا تین بار مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کہہ لے تسکین پائے گا، مگر مبتدی جب تک کہ اس کا زنگ دور نہ ہو، خالص حرارت کا محتاج

ہے۔ یہ ذکر ایسے وقت اور ایسی جگہ ہو کہ ریا نہ آئے۔ کسی نمازی ذاکر یا مریض یا سوتے ہوئے کو تشویش نہ ہو۔ اگر دیکھے کہ ریا آتا ہے تو نہ چھوڑے اور خیال ریا کو دفع کرے۔ اللہ رب العزت کی طرف اس کے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم کے توسل سے رجوع لائے تائب ہو، انشاء اللہ تعالیٰ ریا دفع ہو۔

ذکرِ خفی

دو زانو بیٹھ کر، آنکھ بند کیے، زبان تالو سے جمائے کہ متحرک نہ ہو۔ محض تصور سے کہ سانس کا آواز بھی سنائی نہ دے۔ ان پانچ طریقوں سے جو چاہے طریقہ اختیار کرے خواہ وقتاً فوقتاً پانچ طریقے برتے:

۱۔ سر جھکا کر ناف سے لا کا لام نکال کر سر بتدریج اوپر اٹھاتا ہوا اِلٰہ کی ہ دماغ تک لے جائے اور معًا اِلَّا اللہُ کا پہلا ہمزہ وہاں سے شروع کر کے اس کی ضرب ناف خواہ دل پر کرے

۲۔ اسی طور پر لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ اس میں دوسرا جز اِلَّا ھُوَ ہوگا۔

۳۔ صرف اِلَّا اللہُ کو پہلا ہمزہ ناف سے اٹھ کر اِلَّا اِلٰ دماغ تک لے جاتے اور معًا لَہٗ وہاں سے اتار کر ناف یا دل پر ضرب کرے۔

۴۔ فقط اَللہُ پہلا ہمزہ ناف سے شروع کر کے لا کو دماغ تک پہنچاتے اور بدستور ہ کی ضرب کرے، اسے سو بار سے شروع کرے حسب وسعت ہزاروں تک پہنچائے اور ان پانچوں میں افضل پہلا طریقہ ہے۔ یہ طریقے اس درجہ مفید ہیں کہ انہیں اخفا کرتے ہیں۔ رموز میں لکھتے ہیں، فقیر نے خاص اپنے برادرانِ طریقت کے لیے اسے عام کیا ہے۔

پاسِ انفاس

انہیں پانچوں طریقوں سے جسے چاہے ہر سانس کی آمد و رفت میں کھڑے بیٹھے چلتے پھرتے وضو بے وضو بلکہ قضائے حاجت کے وقت بھی ملحوظ رکھے، یہاں تک کہ اس کی عادت پڑ جائے اور تکلف کی حاجت نہ رہے، اب سوتے میں بھی ہر سانس کے ساتھ ذکر جاری رہے گا۔

تصوّرِ شیخ

خلوت میں آوازوں سے دُور، رُو بمکان شیخ اور وصال ہو گیا ہو تو جس طرف مزارِ شیخ ہو ادھر متوجہ ہو کر بیٹھے۔ محض خاموش باادب بکمالِ خشوع اور صورتِ شیخ کا تصور کرے اور اپنے آپ کو اس کے حضور حاضر جانے اور یہ خیال دل میں جمائے کہ جناب سرکار رسالت مآب علیہ افضل الصلاۃ والتحیۃ سے انوار و فیوض شیخ کے قلب پر فائض ہو رہے ہیں۔ میرا قلب قلبِ شیخ کے نیچے بحالتِ دریوزہ گری لگا ہوا ہے۔ اس میں سے انوار و فیوض اُبل اُبل کر میرے دل میں آ رہے ہیں۔ اس تصور کو بڑھائے یہاں تک کہ جم جائے اور تکلف کی حاجت نہ رہے۔ اس کی انتہا پر صورتِ شیخ خود متمثل ہو کر مرید کے ساتھ رہے گی اور ہر کام میں مدد کرے گی اور اس راہ میں جو مشکل اسے پیش آئے گی، اُس کا حل بتائے گی۔

تنبیہ

اذکار واشغال میں مشغولی سے پہلے اگر قضا نمازیں یا روزے ہوں، اُن کا ادا کرلینا جس قدر ممکن ہو، نہایت ہی ضروری ہے، جس پر فرض باقی ہو، اس کے نفل و اعمالِ مستحبہ کام نہیں دیتے، بلکہ قبول نہیں، جب تک فرض ادا نہ کرلے۔

تنبیہ

اذکار واشغال کے لیے تین بدرقوں کی ضرورت ہے:
تقلیل طعام (کم کھانا)، تقلیل کلام (کم بولنا)، تقلیل منام (کم سونا)

وَبِاللّٰہِ التَّوْفِیْق

فقیر احمد رضا خاں قادری غفرلہٗ

پنجم محرم الحرام ۱۳۳۸ھ

کتبہٗ محمد عاشق حسین ہاشمی عفی عنہٗ

حرفِ آخر

حضور پُرنور سیدالاسیاد قطب الاقطاب، سیدنا الغوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ عنا کے ان مبارک الفاظ کو اپنا پشت پناہ بنا کر اپنا یہ مختصر رسالہ انہیں الفاظ پر ختم کرتے ہیں:

اللہ تعالیٰ سے بھاگنے والو! اب بھی تم اس کی طرف آؤ۔ اب بھی خدا کا نام لو، اس کے در پر حاضر ہو کر اسے پکارو، اس کی رحمت سب پر عام ہے۔

اے لوگو! تم اللہ تعالیٰ کو تسلیم و رضا سے یاد کرو، وہ تم کو بہترین حال سے یاد فرمائے گا۔

تم اسے شوق و اشتیاق سے یاد کرو، وہ تمہیں اپنے تقرب و وصال سے یاد فرمائے گا۔

تم اسے حمد و ثنا سے یاد کرو، وہ تمہیں اپنے انعامات و احسانات سے یاد فرمائے گا۔

تم اسے توبہ و ندامت سے یاد کرو، وہ تمہیں اپنے بخشش و مغفرت سے یاد فرمائے گا۔

تم اسے معذرت سے یاد کرو، وہ تمہیں اپنی بزرگی و کرامت سے یاد فرمائے گا۔

تم اسے بغیر غفلت کے یاد کرو، وہ تمہیں بغیر مہلت یاد فرمائے گا۔

تم اسے خلوص و اخلاص سے یاد کرو، وہ تمہیں خلاصی و رہائی سے یاد فرمائے گا۔

تم اسے تنگ دستی میں یاد کرو، وہ تمہیں فراخ دستی سے یاد فرمائے گا۔

تم اسے اسلام کے ساتھ یاد کرو، وہ تمہیں انعام و اکرام سے یاد فرمائے گا۔

تم اسے تعظیم سے یاد کرو، وہ تمہیں تکریم سے یاد فرمائے گا۔

تم اسے صدق سے یاد کرو، وہ تمہیں رزق سے یاد فرمائے گا۔

تم اسے عاجزی سے یاد کرو، وہ تمہیں لغزشیں معاف کرنے کے ساتھ یاد فرمائے گا۔

تم اُسے ترکِ معصیت و خطا کے ساتھ یاد کرو، وہ تمہیں بخشش و عطا کے ساتھ یاد فرمائے گا۔
تم اُسے عبادت و طاعت سے یاد کرو، وہ تمہیں اپنی رحمت و نعمت سے یاد فرمائے گا۔
غرضیکہ تم اُسے ہر وقت اور ہر جگہ یاد کرو تاکہ تمہیں وہ بھی یاد فرماتے۔
وَلَذِکْرُ اللّٰہِ اَکْبَرُ وَاللّٰہُ یَعْلَمُ مَا تَصْنَعُوْنَ۔
اللہ تعالیٰ ہی کا ذکر سب ذکروں سے بڑا افضل ہے اور وہ جانتا ہے جو تم کرتے ہو۔

وھو تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔ ربنا علیک توکلنا والیک انبنا والیک المصیر وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ سیدنا ومولانا محمد وآلہ واصحابہ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین

بحمدہٖ تعالیٰ یہ مختصر رسالہ اولاً ۲۸ جمادی الاولیٰ ۱۳۷۲ھ یوم دوشنبہ مبارکہ کو تمام ہو کر شائع ہوا اور اس کی ترمیم نو و اضافاتِ جدیدہ سے فراغت ۲۷ ربیع الآخر شریف ۱۳۷۸ھ یوم دوشنبہ کو حیدر آباد میں نصیب ہوئی۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ حَمْدًا کَثِیْرًا۔

وانا العبد محمد خلیل خاں القادری البرکاتی ابوالقاسمی المارہروی عفی عنہ۔ صدر المدرسین مدرسہ احسن البرکات۔ حیدر آباد۔ پاکستان۔

وَاُفَوِّضُ اَمْرِیْ اِلَی اللّٰہِ اِنَّ اللّٰہَ رَءُوْفٌ بِالْعِبَادِ



دلکش طباعت
بچوں کے اسلامی احکام
ذکر بالجہر
ملفوظات
فیصلہ ہفت مسئلہ
فقہ حنفی کے مسائل
انفاس العارفین
فرید بک سٹال (رجسٹرڈ)